حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

مسلم ہندوستان

اور انگریز

ایک تاریخ - ایک جائزہ

جمیل احمد بٹ

فضلِ عمر فاؤنڈیشن سے انعام یافتہ مقالہ (۱۹۸۱ء)

"فضلِ عمر فاؤنڈیشن سے انعام یافتہ اس مقالہ کی اشاعت سے سلسلہ کے لٹریچر میں ایک گرانقدر اضافہ ہوگا۔"

سید عبدالحئی

ناظر اشاعت

"اس وقت آپ کے ہاتھ میں محض ایک کتاب نہیں۔ بلکہ ایک "آئینہ حقیقت نما" ہے۔اس آئینہ میں جھانکنے سے آپ کو اصلیت اور حقیقت نظر آسکتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ حقیقت کا اعتراف برملا کرنے کی جرأت رکھتے ہیں یا نہیں؟
مخبر صادق پاک ﷺ نے وضاحت اور تفصیل سے دجالی فتنہ سے امت کو متنبہ فرمایا لیکن وقت آنے پر اس فتنہ کو نہ پہچانا گیا۔ حالانکہ وہ ساری دنیا کو لپیٹ میں لے چکا ہے اس طرح اس دجالی فتنہ کی سرکوبی کے لئے آپ ﷺ نے جس امام مہدی و مسیح کے ظہور کی خوش خبری دی اس کو بھی وقت آنے پر نہ پہچانا گیا اور اس کے راستے روکے گئے۔
ان ساری حقیقتوں کو اس "آئینہ حقیقت نما" میں پورے شواھد اور ثبوتوں کے ساتھ یکجا پیش کیا گیا ہے۔ خدا کرے کہ حقیقت کو پہچاننے، سمجھنے اور اس کی قدر کرنے کی توفیق ہر قاری کو نصیب ہو۔ آمین"

سلطان محمود انور
ناظر خدمت درویشان

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

مسلم ہندوستان

اور انگریز

ایک تاریخ - ایک جائزہ

جمیل احمد بٹ

فضل عمر فاؤنڈیشن سے انعام یافتہ مقالہ (۱۹۸۱ء)

انتساب

حضرت مسیح موعود کے رفیق
ڈسکہ کے حضرت مولوی جان محمد صاحب
کے نام۔

جن کی نیک طبع نے ۱۹۰۱ء میں قبولِ حق کی سعادت پائی اور پھر احمدیت سے محبت اور تعلق کا ایسا روشن نمونہ چھوڑا جو والد محترم خواجہ عبدالرحیم صاحب مرحوم اور دیگر سب اہل وعیال کے لئے مقدور بھر مشعل راہ ہوا اور جن کی دوسری نسل کے اِس عاجز عامی کو اِس تحریر کی توفیق ملی۔ الحمدللہ۔

اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند کرے اور اللہ کرے کہ اُن کی اگلی نسلیں بھی مخلص خدامِ دین سے بھری رہیں اور سب کی سب زیادہ نمایاں اور قابلِ ذکر خدمت کی سدا توفیق پاتی رہیں۔ آمین

تشکّر

۱- مکرم ومحترم حافظ مظفر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد کا خاکسار کی درخواست پر اپنا گرانقدر وقت صرف کر کے مسوّدہ کو پڑھنا اور کتاب کا پیش لفظ تحریر کرنا اُن عنایات میں ایک بھاری اضافہ ہے جو آپ ہمیشہ اِس ناچیز پر روا رکھتے ہیں۔

خاکسار ان کا دلی شکر گزار ہے اور دُعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے نفع رسانی کے جوہر کو اور بھی بڑھائے۔ آمین

۲- اِس مقالہ کی اشاعت کا ارادہ برادرم مکرم لیفٹیننٹ کرنل ڈاکٹر محمد علی خاں صاحب کا رہینِ منّت ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اِس خواہش کا اظہار فرمایا اور کئی بار یاددہانی کرائی۔

خاکسار کے قیامِ سرگودھا کے دوران ان سے ابتدائی تعارف کے بعد سے ہمیشہ محبانہ نظرِ کرم رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ آمین

۳- مضمون کے ابتدائی خاکے کو مقالے کی شکل میں لانے اور پھر اُسے کتابی صورت دینے کے ارادے سے تکمیل تک کے ہر محنت طلب مرحلے میں خاکسار کی اہلیہ بشریٰ جمیل احمد نے خوب ہاتھ بٹایا۔ نیز آخر میں کتاب کی اشاعت کا تمام خرچ بھی مہیا کیا۔ جزاکم اللہ۔

تحریر و اوراق سے یہ لگاؤ انہیں اپنے والد محترم ملک عبدالحفیظ صاحب مرحوم سے ملا ہے جو راولپنڈی میں کارواں آرٹ پریس کے ذریعہ دمِ آخر تک اس شعبہ سے متعلق رہے۔

خاکسار اُن کا ممنون ہے اور دُعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اِس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین

فہرست مضامین

باب دوم

مسلم ہندوستان اور انگریز ۱۱۹

باب سوئم

باب چہارم ۳۳۵

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ اور جہاد ۳۳۷

باب پنجم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمُ

ابتدائیہ

احمدیت ایک سچائی ہے جس کی بنیاد قرآن کریم اور حدیث صحیح پر ہے۔ یہ عظیم صداقت ہر متلاشی حق کی مخلصانہ کوشش کا انعام ہے۔ ایسا حق جُو اگر کسی سبب اس سچائی کو اپنانے کی سعادت نہ پا سکے تب بھی سدا اس کا گھائل ضرور رہتا ہے۔ سچ کی قوت اپنے مخاطبین کو ہمیشہ یونہی متاثر کرتی ہے۔

خدائی مشیت کے تحت اس کے مرسلین کے ذریعے دنیا میں ظاہر ہونے والی سچائی ہمیشہ ایسی ہی اثر انگیز رہی ہے۔ سچ کی اس سحر کاری سے بچاؤ کیلئے حق کے مخالفین فرار کی راہ اپناتے ہیں اور ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ عوام الناس کو اس آواز کے قریب نہ آنے دیں تا نہ وہ سنیں اور نہ ان کے اس سے متاثر ہونے کا امکان رہے۔ پیغام بر کی تضحیک، تحقیر اور من گھڑت الزام تراشیاں اور ایمان لانے والوں پر ظلم وتشدد ایسے ہتھیار ہیں جو دشمنانِ حق اس دوری کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے کے لئے ہر آسمانی آواز کے خلاف استعمال کرتے چلے آئے ہیں۔

خدائی نوشتہ کے مطابق اس دور میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ جب ایک بار پھر حق کی آواز بلند ہوئی تو مقابلہ کرنے والوں نے ہنسی، ٹھٹھا اور الزام تراشیوں کے انہی حربوں پر مخالفت کی عمارت کھڑی کی۔ ان الزامات میں انگریز اور جماعت احمدیہ کے تعلق کو بار بار موضوع بنایا گیا۔ گو گذرتے وقت کے ساتھ اس الزام کی نوعیت بدلتی رہی۔

اوّل اوّل جب ہندوستان کے تمام مسلمان انگریزوں کے نام کی مالا جپتے تھے تو مخالف حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو انگریز حکومت کا باغی اور اس کے لئے خطرہ بتاتے نہ تھکتے تھے۔ اس وقت یہ الزام اُن کے لئے دو جہت سے کارآمد تھا۔ ایک طرف یہ انگریز حکومت کو جماعت احمدیہ کا مخالف بنائے ہوئے تھا۔ اور دوسری طرف انگریز حکومت کے وفادار مسلمان عوام کو جماعت سے دور رکھنے کے لئے انتہائی موثر تھا۔ بعد میں جب ہندوستان کی آزادی کا غلغلہ ہوا اور انگریز کا جانا یقینی ہو گیا تو مخالفین نے بجا طور پر محسوس کیا کہ ان بدلے ہوئے حالات میں جماعت پر حکومت کی مخالفت کا الزام ان

کے مقاصد کے حصول میں بجائے کارآمد ہونے کے نقصان دہ ثابت ہوگا۔ اس لئے پینترا بدل کر اب جماعت احمدیہ کو انگریز کا خود کاشتہ پودہ قرار دینا زیادہ مفید مطلب ہوا۔ اور یوں جماعت کے قیام کے کم و بیش پچاس برس بعد پہلی بار اس پر انگریز کے ایجنٹ ہونے کا الزام لگایا گیا۔ بعد میں اس کی افادیت کو محسوس کر کے اس الزام کی اس کثرت سے اشاعت کی گئی کہ آج عامۃ المسلمین کو احمدیت سے دور رکھنے کے لئے سب سے زیادہ موثر ہتھیار یہی ٹھہرا ہے۔

سیاست کی کوکھ سے پیدا شدہ یہ الزام محض جھوٹ ہے۔ الزام کو بار بار دھرانے والے اس کے ثبوت میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی حیات مقدسہ میں سے کوئی ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کر سکتے جس سے انگریز کی ایجنٹی کا شبہ پیدا ہو۔ لے دے کر اُن کا تمام تر انحصار خود آپ کی رقم فرمودہ چند ایسی تحریرات ہیں جن میں آپ نے بوجوہ انگریز حکومت کی تعریف فرمائی اور اس کے ساتھ امن سے رہنے کی تعلیم دی یا شرائط جہاد کی عدم موجودگی کی بنیاد پر انگریز حکومت سے جہاد کرنے سے منع فرمایا۔

ان تحریرات کو سیاق و سباق سے علیٰحدہ کر کے من مانے معنی پہنانے کی کتنی ہی کوشش کی جائے اُن کی آپ کی کتب میں موجودگی بجائے خود اس الزام کے جھوٹ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ کوئی ایجنٹ اپنی ایجنٹی کے تعلق کو یوں چھاپ چھاپ کر تقسیم نہیں کرتا۔

اصل بات یہ ہے کہ انگریزی حکومت کی تعریف اس کی اطاعت اور اس سے عدم جہاد کی تعلیم کی بنیاد پر اگر کسی کو انگریز کا ایجنٹ قرار دیا جا سکتا ہے تو برصغیر کے مسلم مشاہیر میں سے کون ہے جو اس اعزاز کا حق دار نہیں؟

انگریز پہلی بار ایک مسلمان بادشاہ جہانگیر کے دربار میں تجارت کی اجازت کے لئے حاضر ہوئے اور بالآخر انہوں نے ایک اور مسلمان بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو ہٹا کر دہلی کو تاج برطانیہ کے تحت کیا۔ اس درمیانے عرصے میں سیاست کی بساط الٹ چکی تھی۔ مغلیہ سلطنت کے یکے بعد دیگرے نااہل وارث پڑوسی ملکوں کے مسلمان حملہ آور اور اندرون ملک اقتدار کی جنگوں نے جہاں انگریزوں کے اختیار میں بتدریج اضافہ کیا وہیں اس افراتفری اور بدامنی سے تنگ آئے ہوئے آبادی کے تمام طبقوں بشمول مسلم عوام اور ریاستوں کو انگریزوں کا دوست، حلیف اور مددگار بنا دیا بیشتر مسلمان ریاستوں نے اپنے تمام وسائل انگریزوں کے لئے وقف کئے رکھے اور مسلمان عوام انگریز فوج میں شامل ہو کر اُن کا دست و بازو بن گئے۔

اس تمام عرصہ میں مسلمانوں کی جانب سے مزاحمت کی جو کوششیں ہوئیں اُن میں کچھ تو وہ تھیں جو اپنے اقتدار کی حفاظت کے لئے انفرادی حیثیت میں کی گئیں۔ جن میں بنگال کے نواب سراج الدولہ، میسور کے حیدر علی اور ٹیپو سلطان، روہیلہ سردار رحمت خان اور پنجاب کے مسلم جاگیردار مرزا غلام مرتضٰی کے نام شامل ہیں۔ ایک اور محدود کوشش صوبہ سرحد میں اُن مسلمانوں کی طرف سے ہوئی جو اگرچہ اپنے آپ کو حضرت سید احمد شہیدؒ سے منسوب کرتے تھے لیکن انگریزوں سے سلوک کے بارے میں اُن کی تعلیمات پس پشت ڈال چکے تھے۔

انگریزوں کے ہندوستان کے قیام کے دوران اُن کے خلاف بڑے پیمانے پر مزاحمت کی ایک تحریک ۱۸۵۷ء کے غدر کی شکل میں رونما ہوئی۔ یہ ہنگامہ ایک ایسی کوشش تھی جس میں ہندوستان میں آباد ہندو اور سکھوں کے ساتھ ساتھ مسلمانوں نے بھی حصہ لیا۔ گو مسلمانوں میں حکومت کے باغیوں کے مقابلے میں انگریزوں کے حامی اور ہمدردوں کی تعداد کہیں زیادہ تھی۔ انگریزوں سے جہاد حرام ہونے کے بارے میں علمائے اسلام کے فتووں اور خلیفۃ المسلمین سلطان ترکی کے انگریزوں کی مدد کے لئے فرمان اور عملی نمونے کے سبب عام طور پر مسلم عوام ان ہنگاموں سے لاتعلق رہے جبکہ مسلمان لیڈر، رؤسا اور ریاستی حکمرانوں نے حتی المقدور انگریزوں کی مدد کی۔

انگریزوں کی مدد کرتے ہوئے اس وقت کے مسلمانوں کے سب سے بڑے لیڈر سر سید احمد خان کا بجنور میں اپنی جان پر کھیل جانا اور انگریز حکومت کے تخت دہلی پر قبضہ کی خوشی میں عظیم مسلم ریاست بہاولپور میں جشن چراغاں کا اہتمام اس ہنگامے میں مسلمانوں کے مجموعی کردار کے نمائندہ واقعات ہیں۔ اور انگریزوں کی خدمت کے صلے میں ملنے والی جاگیریں، عہدے اور خطابات تاریخ کا ایک حصہ۔

باوجود اس فدائیت اور جاں نثاری کے غدر کے بعد اس کا سارا الزام مسلمانوں کے سر آن رہا۔ اور تمام بدنتائج مسلمانوں کو اکیلے بھگتنے پڑے۔ جبکہ ہندو اپنی فطری عیاری کے سبب صاف پہلو بچا گئے۔ اس مشکل وقت میں مسلمانوں کے سامنے بنیادی مسئلہ اپنی بقاء کا تھا۔ حکومت چھن چکی تھی۔ نئے حکمران ناراض تھے اور مخالف ہندو قوم انگریزوں کے سہارے زندگی کے ہر شعبے میں آگے بڑھ رہی تھی۔ ان حالات میں اپنی

اجتماعی حیثیت کو قائم رکھنے اور مضبوط کرنے کے لئے وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ بات ٹھہری کہ غدر کی سیاہی کو مٹا کر من حیث القوم انگریزوں سے تعلقات بحال کئے جائیں۔

اس مقصد کے حصول کے لئے سب سے پہلے تمام دردمند مسلمان لیڈروں اور علماء نے غدر میں شریک ہونے والوں کی سخت ترین الفاظ میں مذمت کی۔ سرسید احمد خان نے ۱۸۵۸ء میں شائع ہونے والی اپنی کتاب ''اسباب بغاوت ہند'' میں اس ہنگامے کو مفسدوں کی حرمزدگیوں میں سے ایک حرمزدگی کہا اور پھر یہ مضمون مختلف پیرایوں میں بار بار دہرایا گیا۔

علمائے کرام نے آئندہ اس قسم کے ہنگاموں کو روکنے کے لئے انگریزوں سے جہاد حرام ہونے کے فتووں کو نئے جوش اور جذبے سے پیش کیا گو ۱۸۰۶ء میں تیرھویں صدی کے مجدد حضرت سید احمد شہیدؒ انگریزوں سے جہاد کو غیر واجب کہہ چکے تھے۔ اور آپ کے شریک کار حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے اسے خلاف اصول مذہب قرار دیا تھا۔ تاہم اب برصغیر کے ہر مسلم طبقۂ فکر یعنی حنفی، شافعی، مالکی، شیعہ، اہل حدیث، اہل قرآن، دیوبندی اور بریلوی علمائے دین نے اس فتویٰ پر از سر نو مہر لگائی۔ یہ علماء اپنے زمانے کے اعتبار سے انگریزی حکومت کے پورے دور میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور جائے قیام کے اعتبار سے پورے برصغیر میں بلکہ اس بات میں مکہ معظمہ کے مفتیان بھی ہمزبان تھے ان فتووں میں انگریزوں سے جہاد کو ناجائز، خلاف طریق اسلام اور شریعت حقہ، بڑے گناہوں میں سے ایک، ہلاکت، معصیت، مشیت ایزدی سے جنگ اور شرعاً حرام قرار دیا گیا۔ ایک ملک گیر اور منظم جدوجہد کر کے ان متفرق انفرادی فتووں کو مسلمانوں کے اجتماعی فیصلے کا رنگ دینے کا شرف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو حاصل ہوا۔ جنہوں نے ۱۸۷۶ء میں ''الاقتصاد فی مسائل الجہاد'' کے نام سے ایک مبسوط رسالہ لکھا اور پٹنہ تک سفر کر کے پنجاب اور اطراف ہند کے اکابر علمائے کرام کی تصدیق حاصل کی۔ اس تمام کاروائی کے بعد ۱۸۷۹ء میں مولوی صاحب نے یہ رسالہ پنجاب کے انگریز لفٹیننٹ گورنر چارلس ایچیسن کے نام معنون کر کے شائع کر دیا۔ بعد میں اس کے انگریزی اور عربی ترجمے بھی شائع ہوئے۔ انگریز حکومت نے اس کوشش کو شرف قبولیت بخشا اور مصنف کو چار مربع زمین عطا کی۔ انگریزوں سے حرمت جہاد ثابت کرنے والی یہ کتب ہندوستان سے باہر مصر و استنبول اور پشاور سے لیکر تہران تک تقسیم کی گئیں۔

انگریز حکومت سے تعلقات کی استواری کے لئے مسلمان لیڈروں، علماء اور روٴسا نے ہر موقع پر

تحریر اور تقریر کے ذریعہ انگریز حکومت کی تعریف وتوصیف اور اس سے اظہار وفاداری کو اپنا شعار بنالیا۔ قلب و نظر میں سمائی ہوئی یہ وفاداری صرف اظہار تک محدود نہ رہی۔ بلکہ قدم قدم پر اس کا عملی ظہور رہوا۔

انگریز اقتدار کی برکات کو دوسرے اسلامی ممالک تک وسیع کرنے کے لئے اُن مسلمان ملکوں کو انگریزوں کا غلام بنانے میں ہندوستان کے مسلمانوں نے مقدور بھر حصّہ لیا۔ مصر کو فتح کرنے میں مسلمان ریاست بھوپال نے مالی و جانی اعانت کی۔ دیگر ریاستوں نے اظہار خیر سگالی کیا۔ جبکہ فتح مصر کی خوشی میں سب ہی شریک ہوئے اسطرح سوڈان میں مہدی سوڈانی کے باغی گروہ کے مکمل خاتمہ کے لئے ہندوستان کے مسلمانوں نے انگریزوں کی زیر کمان فوج میں شامل ہوکر جانیں نذر کیں اس سے قبل جنگ افغانستان میں مسلمان ریاست پالن پور اور چترال کی فوج کشی کے زمانے میں دیر اور سوات کے والی کی مدد اور انگریزی فوج کے لئے اپنے خرچ پر سامانِ رسد کی فراہمی کا ذکر تاریخ میں موجود ہے۔ بعد میں جنگ عظیم اوّل کے دوران پنجاب کے انگریز گورنر سر مائیکل اوڈوائر کی فرمائش پر شاعر مشرق علامہ اقبال نے ایک نظم کہی جو جنگی تنظیمات کے سلسلہ میں ہونے والے ۱۹۱۸ء کے ایک مشاعرے میں پڑھی گئی۔ جس میں انہوں نے یہ پیشکش بھی فرمائی ۔

ھنگامہ وغا میں میرا سر قبول ہو

انگریزوں کی خوشی وغم میں مسلمان برابر کے شریک تھے چنانچہ ۱۸۸۷ء میں ملکہ وکٹوریہ کی پنجاہ سالہ جشن جوبلی کے موقع پر بادشاہی مسجد لاہور میں مختلف فرقہ ہائے اسلام کا مشترکہ اجلاس ہوا اور پرجوش اور موثر تقریروں کے ذریعے سلامتی قیصرۂ ہند کے لئے نیا جوش پیدا کیا گیا۔ اس موقع پر دارالعلوم ندوہ میں ایک دن کی تعطیل کی گئی اور مبارکباد کا تار ارسال کیا گیا۔ ۱۹۱۱ء میں جب جارج پنجم کی تاج پوشی کے سلسلہ میں دہلی میں تقریب جشن منعقد ہوئی تو شاعر مشرق علامہ اقبال نے بادشاہ کی مدح میں ایک نظم بعنوان ''ہمارا تاجدار'' کہی۔ اس موقع پر شاعرِ رسول مولانا ظفر علی خان نے بھی مداح سرائی فرمائی۔ اِس قصیدہ میں یہ شعر بھی شامل تھا۔

نظر آئی تری ظلِ الٰہی شان دونوں کو
برہمن کو صنم خانے میں، مسلم کو اذانوں میں

(اخبار زمیندار۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۱۱ء)

غم میں شرکت کا موقع ۱۹۰۱ء میں عید الفطر کے دن ملکہ وکٹوریہ کے انتقال پر پیدا ہوا۔ مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے شاعر مشرق علامہ اقبال کو عید کا یہ دن محرم لگا۔ ملکہ کی موت کو انہوں نے ہند کے سر سے خدا کا سایہ اٹھ جانا قرار دیا اور اقلیم دل کی شہنشاہ کے چل بسنے کے بعد خدا سے موت کی تمنا کی۔

ہر بڑے قومی کام کے لئے مسلمان انگریزوں کی سرپرستی ضروری جانتے۔ چنانچہ ۱۸۷۷ء میں علی گڑھ کالج کا سنگ بنیاد ہندوستان کے انگریز گورنر جنرل لارڈ لٹن کے ذریعہ رکھوایا گیا۔ اور ۱۹۰۸ء میں جب ''دارالعلوم ندوۃ العلماء'' کے سنگ بنیاد رکھنے کا موقع آیا تو یہ کام ہزآنر لیفٹیننٹ گورنر سر جان پراسکاٹ ہیوٹ کے دست مبارک سے انجام پایا۔ اس ادارہ کی زمین بھی انگریز حکومت نے عطیہ دی اور چھ ہزار روپیہ سالانہ امداد مقرر کی۔ یہ شعر اسی موقع کی یادگار ہے۔

رکھی بنائے ندوہ ہزآنر نے آکر خود

سچ پوچھئے اگر تو فرنگی محل ہے یہ

انگریزوں سے وفاداری کے اظہار کے لئے مسلمان علماء حکومت کو اپنے میں سے ایسے لوگوں کے بارے میں بھی آگاہ کرتے رہتے تھے جن سے ان کی دانست میں حکومت کو کوئی خطرہ تھا یا ہوسکتا تھا۔ انیسویں صدی کی آخری چوتھائی میں ان سرگرمیوں کا نشانہ خود حضرت بانی سلسلہ احمدیہ تھے۔

مسلمانوں نے انگریزوں کے لئے یہ سب کچھ اپنا فرض جان کر کہا اور کیا لیکن انگریز نے بھی دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور ان خدمات اور وفاداری و نیازمندی کے ان مظاہروں کو ہر مرحلے پر انعام و اکرام سے نوازا۔

مسلمان علماء اور لیڈروں کو جاگیروں، زمینوں، وظیفوں، تنخواہوں اور خطابات کی شکل میں عام طور پر ملنے والے ان انعامات پر مستزاد فرقہ اہل حدیث کو ایک منفرد عزت افزائی بھی نصیب ہوئی چنانچہ جب اس فرقہ کے زعماء کی جانب سے حکومت سے یہ درخواست کی گئی کہ اُن کی جماعت کے اراکین کے لئے لفظ ''وہابی'' کے استعمال کو روکا جائے کیونکہ یہ لفظ سرحدی مجاہدین کیلئے عام طور پر استعمال ہوتا ہے اور اہل حدیث کا اُن سے کوئی تعلق نہیں۔ انگریز حکومت نے ان خدمات کو پیش نظر جو اس فرقہ کے بزرگ سید نذیر حسین دہلوی صاحب، نواب صدیق حسن خان صاحب اور مولوی محمد حسین

بٹالوی صاحب، انگریزوں کے لئے بجالا رہے تھے اس درخواست کوشرفِ قبولیت بخشا اور مرکزی حکومت ہند اور حکومت پنجاب کی طرف سے باقاعدہ دوعلیحدہ حکم ناموں کا اجراء ہوا اور انہیں انگریز سرکار کی جانب سے اہل حدیث تسلیم کرلیا گیا۔

المختصر کسی پہلو سے ہی کیوں نہ دیکھا جائے اور انگریزوں کے ساتھ ہندوستان کے مسلمانوں کے تعلقات کے اپنی شدت، نوعیت اور کیفیت کے اعتبار سے کتنے ہی رنگ کیوں نہ ہوں، مجموعی طور پر یہ ہمیشہ خوشگوار اور دوستانہ اور وفاداری بشرطِ استواری کی عملی تصویر رہے ہیں۔ ان تعلقات پر شاعر رسول مولانا ظفر علی خان کا یہ فخر کرنا صرف حقیقت کا اظہار ہی تھا کہ ؎

حدیثِ عاشق ومعشوق تو سنی برسوں

تعلقاتِ رعایا و شہر یار بھی دیکھ

ہندوستان کے مسلمانوں کی انگریزوں سے عشق کی یہ داستان حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی عوامی زندگی کی ابتداء سے بہت پہلے شروع ہوئی اور آپ کی وفات کے عرصہ بعد انگریزوں کے ہندوستان چھوڑنے پر ہی ختم ہوئی ان تعلقات کے انتہائی عروج کے زمانے میں انگریز حکومت کے بارے میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے تحریر فرمودہ کلمات خیر اس سمندر میں ایک قطرہ کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیفیت وکمیت میں کم ہونے کے ساتھ ساتھ اس پس منظر میں اُن کی اہمیت اور بھی کم رہ جاتی ہے۔

۱۸۸۲ء میں آپ کی پہلی تصنیف کی اشاعت سے بہت پہلے تمام مسلم ہندوستان انگریزوں سے عہد وفاداری پر اعلانیہ اتفاق کر چکا تھا جس کی تفصیل گذشتہ صفحات میں ہم دیکھ چکے ہیں۔ اور جس کا اعتراف آج کے ایک عالم دین نے یوں کیا ہے۔

''تھوڑے ہی عرصہ میں مسلمانوں نے من حیث القوم اپنی وفاداری کا یقین دلا دیا۔۔۔۔ علمائے احناف نے انگریزوں کی حمایت اور جہاد کی مخالفت میں مضامین اور فتاویٰ لکھے اور وسیع پیمانے پر ان کو شائع کیا گیا۔ جہاد کے خلاف اور انگریزوں کے حق میں اس مہم کو زیادہ موثر بنانے کیلئے مکّہ معظمہ سے بھی بعض فتوے برآمد کئے گئے۔

الغرض سر سید احمد خان کی یہ کوشش بڑی موثر ثابت ہوئی اور
مسلمانوں کے دو عظیم فرقوں احناف اور شیعہ نے اسے (برٹش گورنمنٹ)
کامل فرمانبرداری کا یقین دلایا اور گورنمنٹ بھی ان دونوں فرقوں کی طرف
سے پوری طرح مطمئن ہوگئی اور یہ سب کچھ ۱۸۷۰ء تک ہو چکا تھا۔''

(مضمون از مولوی عبدالقادر صاحب قدوسی۔مندرجہ ہفت روزہ الاعتصام ۱۹،اکتوبر ۱۹۷۰ء ص ٦)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ انگریزوں کے ایک غیر ملکی طاقت،عیسائیوں کے سرپرست اور ہندوستان کے حاکم ہونے کی مختلف حیثیتوں میں مختلف رویہ رکھتے ہیں۔اپنی پبلک زندگی کا تمام تر زمانہ انگریزوں کے انتہائی عروج کے دور میں گذارنے کے باوجود اُن کا محض ایک بڑی یورپی طاقت ہونا آپ کو بالکل متاثر نہیں کرتا اور یورپ کی تہذیب کی اتباع کو آپ قومی ترقی کے لئے غیر ضروری بلکہ انگریزی طرز اور فیشن کو دین کے اپنانے کی راہ میں روک دیکھتے ہیں اور اس کی ظاہری چمک دمک کو جھوٹی روشنی قرار دیتے ہیں۔اور انگریزوں سے میل جول میں عدم دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔

انگریزوں کی تہذیب وتمدن کے بارے میں آپ کا یہ اشارتاً ناپسندیدگی کا اظہار ان کے مذہب کے معاملہ میں کھلم کھلا مخالفت میں بدل جاتا ہے۔انگریزوں کے نزدیک ہندوستان میں ہر نیا عیسائی اُن کی سلطنت کے استحکام کا ذریعہ تھا۔جبکہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ عیسائیت کے مکمل خاتمے کی خدائی تقدیر کے علم بردار تھے اور اس مقصد کے حصول کے لئے ہر دم جہاد میں مصروف رہتے تھے۔

حکومت سے تعلق کے باب میں آپ کا طرزِ عمل دیگر علمائے دین کے مقابلے میں بعض اور لحاظ سے بھی قطعی مختلف تھا۔مثلاً آپ کے نزدیک حکومت کی شکرگزاری کے اظہار کے لئے انہیں دین حق کی تبلیغ ضروری تھی اس لئے آپ نے عمال حکومت کی قبولیت حق کیلئے دعائیں کیں اور حکام کو براہِ راست دعوت حق بھی دی۔اس دعوت میں ولی عہد سلطنت،وزیر اعظم بلکہ خود ملکہ انگلستان بھی شامل تھی۔اس کے علاوہ آپ نے حکومت کو نشانِ آسمانی دکھانے کی پیشکش کی اور تلاش حق کے لئے دعوت امتحان بھی دی نیز لندن میں جلسہ مذاہب عالم کے انعقاد کی تجویز پیش کی۔

دوسرے حکومت سے عام طور پر لاتعلقی کے فاصلے پر رہتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے سچی بات کے اظہار میں انگریز حکومت کے رعب اور دبدبہ کو کبھی آڑے نہ آنے دیا اور حسب ضرورت اسلامی اقدار

کی سر بلندی کی خاطر حکومت انگریزی پر جائز تنقید اپنا فرض جانا اس پر مستزاد آپ نے انگریز حکومت کے سامنے برصغیر کے مسلمانوں کے حقوق کی بحالی کا مطالبہ کیا ناموس رسولؐ کے دفاع کیلئے آئینی تحریک چلائی اور انگریزوں کی حکومت میں مسلمانوں کے لئے جمعہ کی تعطیل کے اجراء کے لئے مساعی فرمائی۔

تیسرے یہ کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی ذات کو انگریز حکومت کے لئے ایک تعویذ اور پناہ قرار دیا اور اپنے بعد ایک معین عرصہ میں انگریز حکومت کے زوال کی خبر دے کر ایک عظیم الشان انقلاب کی خبر سنائی۔

یہ صرف انگریزوں کی برصغیر کے منصف حاکم ہونے کی حیثیت تھی جس کے بارے میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنے ہمعصر علمائے اسلام کے ہمرنگ رائے کا اظہار فرمایا۔ گوان کی مجموعی طور پر گہرے سرخ رنگ کی تحریروں کے مقابلے میں آپ کی فرمودات محض گلابی ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور اور مرسل تھے اس لئے حکومت وقت سے آپ کا معاملہ تمام دینوی لیڈروں کی ڈگر سے ہٹ کر اُن مرسلین سے مشابہہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ایسی قوموں کی طرف بھیجے گئے جو غیر مذاہب رکھنے والے حکمرانوں کی غلام تھیں بالخصوص حضرت مسیح ناصری کے مقام پر فائز ہونے کے سبب اس بات میں آپ کا طرز عمل ان کے اس اصول سے کامل مطابقت رکھتا تھا کہ ''جو قیصر کا ہے قیصر کو دو''۔ قیصر کو اس کا حق دیتے ہوئے آپ نے انگریزی حکومت کے ذریعہ آنے والے اس انقلاب کی بہت تعریف فرمائی جس کے نتیجے میں پنجاب کو گذشتہ سکھ حکومت کی غلامی اور ظلم و زیادتیوں سے نجات ملی اور نہ صرف ایک پر امن، پرسکون اور محفوظ دنیوی زندگی نصیب ہوئی بلکہ دینی آزادی بھی مل گئی اور دوبارہ یہ ممکن ہوسکا کہ مسلمان مساجد میں اذانیں دیں اور دیگر احکام اسلامی پر بلاخوف و خطر عمل کر سکیں۔ اس طرح آپ نے حکومت انگریزی کی اس مذہبی آزادی کی پالیسی کو بہت سراہا جس کا اعلان انگلستان کی ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے واقعہ غدر کے فوراً بعد ہوا۔ یہ پالیسی گو عام تھی لیکن حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے نزدیک اس کا فائدہ صرف مومن اٹھا سکتے تھے کیونکہ صرف دین حق ہی میں سچائی کی قوت اور طاقت ہے اور یوں اس پالیسی کے نتیجے میں اشاعت حق کے وہ مواقع پیدا ہوئے جن کا اس سے قبل تصور بھی ممکن نہ تھا۔

انگریز حکومت کے ذریعہ مسلمانوں کو ملنے والی دینی و دینوی آزادی اور اشاعت حق میں مد مذہبی

آزادی کی پالیسی کو آپ نے حکومت کا احسان جانا اور اس پر خدا اور رسول ﷺ کی بزرگ تاکیدوں کے تحت شکرگزاری کا اظہار ضروری سمجھا اور اس تعلیم کے حوالے سے انگریزی حکومت کی تعریف و توصیف کو اپنی بہت سی کتب میں جگہ دی۔

اسی طرح ضرورتِ زمانہ کے مطابق جہاد کی تلقین کرنے اور خود ہردم مصروف جہاد رہتے ہوئے آپ نے ایسی دینی لڑائیوں کی مخالفت فرمائی جن کے لئے آپ کے زمانے میں قرآن کریم میں بیان فرمودہ شرائط موجود نہ تھیں۔ اس حقیقت کے باوجود کہ ہندوستان بھر کے مسلمان علماء انگریزوں سے جہاد حرام قرار دے چکے تھے اور ان فتووں کے سبب مسلمانانِ ہند انگریزوں کے خلاف تلوار کے جہاد کا خیال بھی ترک کر چکے تھے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنے آقا و مولیٰ آں حضرت محمد ﷺ کے اس ارشادِ مبارک کی تعمیل میں جس میں مسیح موعود کے زمانے میں جنگوں کے التواء کی خبر تھی۔ خود بھی اس حدیث رسولؐ کے حوالے سے مئی ۱۹۰۰ء میں فریضہ جہاد کے جنگ و قتال کے پہلو کے التواء کا باقاعدہ اعلان فرمایا۔

انگریزوں کے بارے میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا یہ اصولی موقف صرف ان کے انصاف پسند حاکم ہونے کی حیثیت سے متعلق تھا۔ جبکہ انگریز کی منفرد حیثیت اس کا عیسائی ہونا تھا اور عیسائیت کے آپ اوّل دن سے سخت مخالف تھے انگریز ایک غیر ملکی حاکم تھے۔ لیکن یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ صدیوں سے ہندوستان ایسے مسلمان شاہی خاندانوں کے زیر اثر چلا آرہا تھا جو سرحد پار سے آئے تھے۔ پس اگر انگریز بھی مسلمان ہوتے تو شاید ان کا سات سمندر پار سے آنا بھی اتنا ہی غیر اہم ہوتا جتنا بابر کا ہمالیہ پار سے آنا تھا۔ لیکن اس بار ایسا نہ تھا۔ غیر ملکی انگریز حاکم مذہباً عیسائی تھے اور عیسائیت کی تبلیغ کو اپنی حکومت کا خاص مشن، مقصد، فرض اور مفاد قرار دیتے تھے۔ اُن کی دانست میں مشیّت ایزدی نے انہیں ہندوستان کی حکومت دی ہی اس عظیم الشان کام کے لئے تھی کہ وہ ہندوستان میں مذہبی اصلاح کر کے اس کی تمام آبادی کو عیسائی بنالیں اور یہی انگریزی راج کی وہ برکت تھی جو وہ ہندوستان کی آبادی کو عطا کر سکتے تھے۔ اس لئے وہ ہر نئے ہندوستانی عیسائی کو ''ایمپائر'' کے استحکام کا نیا ذریعہ کہتے اور سلطنت کا تحفظ ہندوستان کے عیسائی ہو جانے میں دیکھتے۔ مشنوں سے لاپرواہی برتنا ان کے نزدیک اپنے آپ کو نقصان پہنچانا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کو بھی انگریز حکام نے اسی زاویہ نگاہ کے تحت عیسائیت کے پھیلانے کی کوششوں میں کمی کی سزا سمجھا۔

ہندوستان میں فروغ عیسائیت کی خواہش کے اعلیٰ ترین حکومتی درجہ پر اظہار کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ باقی ہر درجہ کے سول اور فوجی انگریز حکام ہر قدم پر عیسائیت کی اشاعت میں عملی حصّہ لینے لگے وہ عیسائی مشنوں کی سرکاری خزانے سے مدد کرتے خود عطیات دیتے مشنز کے قیام کے بارے میں مشورے دیتے اور سنگ بنیاد رکھنے اور دیگر تقریبات میں شامل ہو کر تقاریر کرتے ۔ ماتحتوں کو تبلیغ کرتے ۔ اسلام کے خلاف کتابیں لکھتے اور ملازمت سے ریٹائر ہو کر خود مشنری بن جاتے ۔ غرضیکہ اپنے ذاتی اثر ورسوخ کو پوری دلچسپی ، سرگرمی اور جوش سے عیسائیت کی تبلیغ میں استعمال کرتے ۔ اور اسی طرح حکومت عیسائی پادریوں کی کھلی سرپرستی کرتی ان کو با قاعدہ امداد بلکہ تنخواہیں اور حوصلہ افزائی کے لئے اُن کی مساعی پر شکر گزاری کا اظہار برطانوی پارلیمنٹ تک میں ہوتا ۔ اس صورتحال کو سر سید احمد خان نے بغاوت ہند کے اسباب میں سے گنواتے ہوئے تحریر کیا۔

'' سب جانتے ہیں کہ گورنمنٹ نے پادریوں کو مقرر کیا ہے ان کو تنخواہ دی جاتی ہے دیگر اخراجات اور تقسیم کتب کے لئے بڑی بڑی رقمیں دی جاتی ہیں اور ہر طرح ان کی مددگار اور معاون ہے حکام شہر اور فوج کے افسر ماتحتوں سے مذہبی گفتگو کرتے تھے ۔ اپنی کوٹھیوں پر بلا بلا کر پادریوں کے وعظ سنواتے تھے غرض اس بات نے یہاں تک ترقی پکڑی کہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ گورنمنٹ کی عملداری میں ہمارا یا ہماری اولاد کا مذہب قائم رہے گا ۔

(اسباب بغاوت ہند از سر سید احمد خان ۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول از مولانا دوست محمد شاہد ص ۱۰۶ ۔ ۱۰۸ ربوہ ۱۹۶۱ء)

اس حقیقت کا ایک ادھورا سا ذکر احمدیت کے ایک مخالف کے ہاں یوں ملتا ہے ۔

'' عیسائی پادری مذہبِ میسحیت کی تبلیغ و دعوت اور دین اسلام کی تردید میں سرگرم تھے حکومت وقت جس کا سرکاری مذہب میسحیت تھا اُن کی پشت پناہ اور سرپرست تھی وہ ہندوستان کو یسوع مسیح کا عطیہ سمجھتی تھی ''

(قادیانیت از سید ابوالحسن ندوی طبع اوّل ص ۴۵)

پادریوں کی ابتدائی دو سو سال کی کوششوں میں کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہونے کے باوجود

عیسائیت کی تبلیغ کیلئے انگریز حکومت کی اس عملی سرپرستی کے نتیجہ میں یکدم ''عیسائیت کے پھیلاؤ کی عظیم صدی'' شروع ہوگئی۔ عیسائی پادری اور مبلغ ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل گئے۔ کروڑوں کی تعداد میں لٹریچر شائع اور تقسیم ہونے لگے۔ مشنوں کے زیرِ سایہ عیسائی اسکول اور ہسپتال کھولے گئے۔ گلیوں اور بازاروں اور چوراہوں پر یسوع مسیح کے گیت گائے جانے لگے اور عیسائیت کا ایک ایسا سیلاب امڈ پڑا جس میں آبادی کے ہر طبقہ کے ساتھ کم وبیش دو سو مسلمان عالم، خطیب، حافظ قرآن اور مسجدوں کے امام بھی بہہ گئے، عیسائیت کی اس ترقی کو عیسائی مورخوں نے قرونِ اولیٰ کے بعد سب سے بڑی کامیابی قرار دیا جس نے ہندوستان میں اُن کی چند سو کی تعداد کو دس لاکھ سے زائد کر دیا۔ اس کامیابی کے زعم میں اگلے سو سال میں ہندوستان کے عیسائی ہو جانے بلکہ مسیح کی عالمگیر بادشاہت اور تمام مذاہب پر عیسائیت کے غلبہ کی باتوں نے یہاں تک زور پکڑا کہ احیائے اسلام کے ہر امکان کو رد کر کے پادریوں کو مکہ اور مدینہ پر صلیبی جھنڈا لہرانے کے خواب نظر آنے لگے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''کاسرِ صلیب'' کے منصب پر فائز ہونے کے دعویدار تھے اور اس حیثیت میں آپ کا مشن انگریزوں کے اس طے شدہ اور اعلانیہ مشن سے سراسر متضاد اور متصادم تھا جو وہ عیسائیت کے عالمگیر غلبہ کے لئے رکھتے تھے۔ انگریز حکومت کے نزدیک اس کا مفاد اور سلطنت کا استحکام عیسائیت کے فروغ میں تھا اور اس کے بالمقابل حضرت بانی سلسلہ احمدیہ عیسائیت کے خاتمے کی خدائی تقدیر کا برملا اظہار کر رہے تھے انگریز عمالِ حکومت عیسائیت کی اشاعت کے لئے ہمہ تن مصروف تھے جبکہ آپ نے ان تمام کاروائیوں کو سحر فرنگ کا قائم کردہ ایک بت قرار دیا اور اپنے آپ کو جادوئے فرنگ کے اس بت کو توڑنے پر خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور۔ آپ نے اپنی بعثت کی غرض ہی صلیب کا توڑنا قرار دیا۔ عیسائی پادریوں کے دینِ حق پر حملوں کا نہ صرف آگے بڑھ کر دفاع کیا بلکہ زبردست ہتھیاروں کے ساتھ عیسائیت پر جوابی حملہ کیا۔ دینِ حق کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کا خواہ وہ کسی ہندوستانی کی ہو یا انگریز پادری کی اور خواہ وہ ہندوستان میں ہو یا یورپ وامریکہ میں آپ نے تعاقب کیا اور عیسائی بڑوں کو روحانی نشان نمائی، مذاکرہ، مباحثہ، مناظرہ ومباہلہ غرضیکہ ہر میدان میں للکارا اور انہیں مقابلہ پر آمادہ کرنے کے لئے ہر طرح چیلنج دیئے اور انعامات کی پیشکش فرمائی۔ عیسائیت کے مستقل مقابلہ کے لئے آپ نے اپنے قلم کی تلوار سے ایک ایسا علمی اسلحہ خانہ تخلیق کیا جو رہتی دنیا تک عیسائیت سے نبرد آزما رہنے والے مجاہدین کے لئے زادِراہ رہے گا آپ نے

اپنی مستقل تصانیف اوراشتہارات کے ذریعہ ان نا قابل تردید دلائل و براہین پر مشتمل علم کلام کی عام اشاعت فرمائی اورکسی اعتراض کوتشنہ جواب نہ رہنے دیا۔

عیسائیت کے خاتمے اورغلبۂ دین حق کے لئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی یہ مسلسل مساعی انگریز حکومت کے مفاد سے صریح متصادم تھی اس قسم کی ہرکوشش کوایک غیراز جماعت عالم بجاطور پر اغراضِ حکومت سے بغاوت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ردِ عیسائیت بظاہر ایک واعظانہ اور مناظرانہ چیز ہے جس کو سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن غور کرو جب حکومت عیسائی گر ہو جس کا نقطۂ نظر ہی یہ ہو کہ سارا ہندوستان عیسائی مذہب اختیار کر لے اور اس کی تمنا دلوں کے پردوں سے نکل کر زبانوں تک آرہی ہو اور بے آئین اور جابر حکومت کا فولادی پنجہ اس کی امداد کر رہا ہو تو یہی تبلیغی اور خالص مذہبی خدمت کس قدر سیاسی اور کتنی زیادہ سخت اور صبر آزما بن جاتی ہے۔ بلا شبہ ردِ عیسائیت کے سلسلے میں ہر ایک مناظرہ ہر ایک تبلیغ اور ہر ایک تصنیف اغراض حکومت سے سراسر بغاوت تھی''

(علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے ازمولانا سید محمد میاں سابق ناظم جمعیۃ العلمائے ہند)

اغراض حکومت کے منافی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی یہ مسلسل سرگرمیاں بلکہ انگریز حکومت کے تعلق میں آپ کا مجموعی رویہ انگریز حکومت کے کلی وفادار مسلمان علماء اور آپ کے مشن کے مخالف عیسائی پادریوں کو یکساں طور پر ناپسند تھا۔ اور وہ مشترکہ طور پر حکام کے سامنے آپ کوحکومت کے ایک مخالف اور بدخواہ اور باغی کے روپ میں پیش کرنے کے لئے مسلسل کوشاں رہتے۔

مخالف مسلمان علماء الزام تراشی کرتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو پولیٹیکل سرداری کا دعویدار، گورنمنٹ کا بدخواہ، گورنمنٹ سے جنگ کرنے کے لئے مستعد، سلطنت کے لئے کوشاں اور مہدی سوڈانی سے زیادہ ضرررساں قرار دیکر انگریز حکومت کوآپ سے محتاط رہنے اور آپ پرنظر رکھنے کی تلقین کرتے۔ بغاوت کا الزام لگا کر آپ کے خلاف سخت کاروائی کا مطالبہ کرنے والے علماء کا دائرہ لدھیانہ سے لیکر میرٹھ تک وسیع تھا۔ ان تحریروں کا ایک نمونہ بطور مثال درج ذیل ہے:-

''اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزا جی نے مسلمانوں کو نصاریٰ سے سخت بدظن اور مشتعل کر رکھا ہے۔ وہ دجّال سمجھتے ہیں تو نصاریٰ کو، خرِ دجال کہتے ہیں تو ریلوے کو اب سوال یہ ہے کہ ریل کس نے جاری کر رکھی ہے جب یہ خرِ دجال ہے تو اس کو چلانے والے بادشاہِ وقت کو ہی یہ دجال کہتے ہیں اور مسلمانوں کو اس کے خلاف سخت مشتعل کر رہے ہیں گورنمنٹ کو ایسے اشخاص کا ہر وقت خیال رکھنا چاہیئے''

(تازیانہ عبرت از شیر اسلام مولوی کرم دین دبیر جلد دوم ص۹۴ مطبوعہ مسلم پرنٹنگ پریس لاہور)

عیسائی پادری بھی حلفیہ طور پر آپ کو خراب، فتنہ انگیز اور خطرناک آدمی قرار دیتے۔ اس مسلسل پروپگنڈہ کا نتیجہ تھا کہ ملک کے واحد نیم سرکاری انگریزی اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور نے بھی آپ کو ایک خطرناک مذہبی جنونی قرار دیکر حکومت کو آپ پر زیادہ نظر رکھنے کا مشورہ دیا۔

مسلمان علماء اور عیسائی پادریوں کی ان مخالفانہ سرگرمیوں کے نتیجہ میں انگریز حکومت کے ہاتھوں کسی بھی امکانی نقصان سے محفوظ رہنے کی انسانی تدبیر کے طور پر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو حکومت سے وفاداری اور عدم جہاد کے بارے میں دینی تعلیمات پر مبنی اپنے مسلک کو بار بار اپنی کتب میں جگہ دینی پڑی۔ اس تکرار کی ضرورت کی نشاندہی خود آپ کے ارشادات میں موجود ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا:-

''اب سمجھ لو کہ قوم سے بھی کوئی امید نہیں ہے۔ رہی گورنمنٹ اس کو بھی بدظن کیا جاتا ہے اور گورنمنٹ کسی حد تک معذور بھی ہے اگر خدا نخواستہ وہ بدظن ہو۔ کیونکہ عالم الغیب نہیں ہے اس لئے ہم کو اکثر مرتبہ خاص طور پر میموریل بھیجنے پڑے اور اپنے حالات سے خود اس کو مطلع کرنا پڑا۔ تاکہ اس کو صحیح اور سچے واقعات کا علم ہو۔''

(ملفوظات جلد اول ص۲۰۹ ربوہ ۱۹۶۰ء)

اور یوں انگریز حکومت سے وفاداری کا بہ شدت اور بہ تکرار ذکر آپ کی جانب سے الزام بغاوت کے ردّ میں ایک بیان صفائی کی حیثیت رکھتا ہے۔

حالات کی ستم ظریفی تھی کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ان کوششوں کو بھی آپ کے ایسے ہمعصر

مخالف علماء نے جو انگریز حکومت سے مقام قرب رکھتے تھے محض جھوٹی خوشامد اور منافقانہ دعویٰ خیر خواہی قرار دیا۔ شاید اسی لئے آپ کی ان تحریروں کو انگریز حکومت نے بھی کسی التفات کے قابل نہ سمجھا اور آپ کو ہمیشہ شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھ کر ایسے سلوک کا سزاوار سمجھا جو ایک حکومت صرف اپنے مخالفین سے کرتی ہے آپ کی خاندانی جائیداد انگریزوں نے پنجاب پر قبضہ کے وقت دیگر باغی امراء کی جائیدادوں کے ساتھ ضبط کر لی تھی۔ بعد میں آپ کے بزرگوں کی کوششوں اور اس وعدے کے باوجود کہ مناسب موقع پر یہ جائیداد واپس کر دی جائے گی۔ سو سال تک حکومت کرنے کے بعد بھی انگریز حکومت نے اسے واگذار نہ کیا۔ بلکہ مزید یہ کہ اس کے عوض جاری ہونے والی سات سو روپیہ سالانہ کی ایک پنشن حکومت نے بتدریج کم کر کے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا وقت آنے پر بالکل بند کر دی۔

عمال حکومت کے ہاتھوں مختلف مواقع پر آپ اور آپ کے ساتھی سختیوں کے سزاوار ٹھہرے۔ آپ کے گھر کا محاصرہ اور تلاشی ہوئی آپ اور آپ کے ملاقاتی پولیس اور سی آئی ڈی کی نگرانی میں رہے۔ آپ کے احباب حکام کے غصہ اور دھونس کا شکار ہوئے اور ان کی جائز دادرسی سے انکار کیا گیا۔ آپ پر حکومت کے محکمہ جات ڈاک، انکم ٹیکس اور پولیس کی طرف سے مقدمات قائم کئے گئے اور آپ پر دائر شدہ مقدمات میں حکام نے واضح جانبداری سے مخالفین کا ساتھ دیا۔

غرضیکہ انگریز حکومت نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سے جو سلوک روا رکھا وہ ہر قسم کی رعایت سے مبّرا بلکہ سراسر مخالفانہ تھا۔ اس مخالفانہ سلوک کی شدت کا صحیح اندازہ داد و دہش کے اس خصوصی برتاؤ کے ساتھ باہم تقابل سے ہوسکتا ہے جو انگریز حکومت آپ کے ہمعصر مسلم مشاہیر بالخصوص آپ کے مخالف علماء کے ساتھ کرتی تھی۔

۱۸۵۷ء کے غدر میں انگریز کا ساتھ دیکر اُن سے بڑی بڑی جاگیریں، زمینیں، وظیفے، عہدے، خطابات اور اسناد خوشنودی حاصل کرنے والے ابھی نہ صرف موجود تھے بلکہ مراعات یافتگان کی اس فہرست میں بدستور اضافہ ہو رہا تھا۔ خدمات کے صلہ میں وفادار مربع جات اور خطابات پا رہے تھے۔ بہت سارے شمس العلماء بن گئے، کچھ سر ہو گئے، کسی نے لندن سے اعزازی ڈگریاں پائیں، کچھ علماء انگریزوں سے ماہوار وظیفے پاتے رہے اور کچھ اپنے قائم کردہ اداروں کے توسط سے مالی امداد اور سر پرستی کے حقدار ٹھہرے۔ انگریزوں کے انعام یافتگان کی اس فہرست میں شمس العلماء مولوی نذیر حسین دہلوی جنہوں نے حضرت بانی

سلسلہ احمدیہ پر سب سے پہلے کفر کا فتویٰ لگایا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب جنھوں نے اپنی زندگی کا مشن ہی بانی جماعت کی مخالفت ٹھہرالیا تھا اور علامہ محمد اقبال جن کی جماعت احمدیہ کے خلاف چند تحریریں آج مخالفین کی اساس ہیں۔ نمایاں طور پر شامل ہیں۔ اپنے استاد کے لئے شمس العلماء کے خطاب کو خود مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی تکفیر کا صلہ قرار دیا۔ جبکہ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کو ملنے والی جاگیر کو ان کے ایک مداح نے ''قادیانی فتنہ'' کا سب سے پہلے سر کچلنے پر حکومت کا انعام گنوایا۔

سیاست کا کیا عجب کرشمہ ہے کہ اُن لوگوں کے نام لیوا جن سے انگریز حکومت نے حضرت بانی سلسلہ جماعت احمدیہ کی مخالفت کے صلے میں یہ مربیانہ سلوک کیا آج خود حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر انگریزوں کا ایجنٹ ہونے کا الزام لگاتے نہیں تھکتے۔ مذہبی میدان میں جماعت احمدیہ کے علم کلام کے سامنے عاجز آجانے کے بعد سیاست کی راہ سے حملہ آور ہونے والوں کی متاع یہی جھوٹی لکیر ہے جسے وہ مسلسل پیٹ رہے ہیں۔ اس الزام تراشی کے بانیوں کی اپنی فخریہ جذباتیت، پھکڑ بازی اور اشتعال انگیزی پر مستزاد مفاد پرستی، وطن دشمنی اور دین حق کے دشمنوں سے ہم آہنگی ان کی نمایاں صفات رہی ہیں۔ مجلس احرار اسلام کا یہ سیاہ رخ کردار احمدیت دشمنی میں ان کی اس سیاسی الزام تراشی کی حقیقت خوب ظاہر کر دیتا ہے۔

غرضیکہ یہ الزام اتنا واضح اور صاف جھوٹ ہے کہ ایک غیر جانبدار قاری تاریخ کی شہادتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے محض یہ دیکھ کر ہی اس کا جھوٹ ہونا پہچان لیتا ہے کہ اس الزام کے ثبوت میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی حیات طیبہ میں ایک واقعہ بھی عملی ایجنٹی کا پیش نہیں کیا جاتا بلکہ اس کی تمام تر بنیاد خود آپ کی تحریرات ہیں۔ گویا ایجنٹ اپنے ایجنٹ ہونے کا اقرار خود چھاپ چھاپ کر تقسیم کرتے ہیں۔

اس ضمن میں پیش کی جانے والی بانی سلسلہ احمدیہ کی تحریرات سے جس قسم کی ایجنٹی ظاہر ہوتی ہے وہ ہندوستان کے جملہ مشاہیر، بااثر علمائے کرام اور گدی نشین انگریز کی آمد کے ساتھ ہی شروع کر چکے تھے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ہمعصری میں بھی وہ انتہائی موثر طور پر یہ فریضہ انجام دیتے رہے اور آپ کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ اگر یہ ایجنٹی ہے تو ایسے بے شمار ایجنٹوں کی موجودگی میں انگریزوں کو کسی مزید ایجنٹ کی کوئی ضرورت نہیں ہو سکتی تھی۔

حضرت بانی سلسلہ اپنی پہلی تصنیف کے منظر عام پر آتے ہی ایک متنازعہ شخصیت بن چکے تھے جبکہ اس سے قبل ایک گمنام سی جگہ پر ایک گمنام وجود تھے۔ جہاں آپ کا دائرہ اثر محدود اور نہ ہونے کے برابر تھا۔

اس کے برخلاف انگریزوں کے حلقہ وفاداری میں بڑے بڑے دینی مراکز سے متعلق اور مسلمانوں میں وسیع اثر ورسوخ رکھنے والے علمائے کرام شامل تھے ان سب کی موجودگی میں بطور کسی ایجنٹ کی تقرری کے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ایک ناموزوں شخصیت تھے۔

انگریز ہندوستان میں عیسائیت کے علمبردار تھے اور عیسائیت کے پھیلاؤ ہی میں اپنا مفاد دیکھتے تھے۔ ان حالات میں ردّ عیسائیت کے سلسلہ میں ہر کوشش اغراض حکومت سے سراسر بغاوت تھی۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کسرِ صلیب کو اپنا خداداد مشن قرار دیتے تھے۔ اور آپ کی حیات طیبہ کا ہر لمحہ اس مشن کی تکمیل میں صرف ہوا۔ مفادات کے اس تضاد سے انگریز کی ایجنٹی کے الزام کا جھوٹ پورے طور پر الم نشرح ہو جاتا ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی حیات طیبہ کا ایک جائزہ آپ کو وقت کے امام کی حیثیت میں مومنوں کے ایک عظیم مصلح اور محسن کے طور پر نمایاں کرتا ہے۔ آپ نے خدائی نوشتوں کے مطابق جہاں انگریز حکومت کی سرپرستی میں امڈ آنے والے عیسائیت کے سیلاب کے آگے بند باندھا وہیں اہل ایمان کو ایک روشن مستقبل کی خبر دی۔ انگریز کے سورج نہ غروب ہونے والے راج کے دوران آپ نے بآواز بلند مومنوں کو ایک نئی زمین اور نئے آسمان کی بشارت دی۔ تمام اہل ایمان کے ایک ہاتھ پر جمع ہونے اور اپنی جماعت میں بادشاہوں کی شمولیت کی خبر عام طور پر شائع کی۔ دین حق کے عالمگیر غلبہ کے لئے مسلسل سعی فرماتے ہوئے آپ نے ہندوستان میں آباد مسلمانوں کی سیاسی آزادی اور خوشحالی کے لئے بنیادی رہنمائی فرمائی آپ کا انگریز حکومت سے مسلمانوں کے لئے حکومت خود اختیاری (Self Government) کا مطالبہ اور دوقومی نظریہ کی نشاندہی ایسے امور ہیں جن کی طرف مسلم سیاسی لیڈروں کی توجہ بھی ربع صدی کے بعد ہوئی آپ نے انگریزوں کی غلامی کے دور کو عارضی قرار دیتے ہوئے درمیانی عرصہ میں ہندوؤں سے بالکل علیٰحدہ رہ کر فنون اور علوم سیکھنے کی طرف توجہ دلائی اور مسلمانوں کی ایک علیٰحدہ سیاسی جماعت کی تائید فرمائی۔

حضرت بانی سلسلہ کی اس بنیادی رہنمائی کی روشنی میں جماعت احمدیہ کی تاریخ دین حق اور اہل ایمان کے لئے قربانیوں کی تاریخ میں بدل گئی۔ جماعت نے قیام واستحکام پاکستان کے ہر مرحلہ پر انتہائی اہم خدمات انجام دیں۔ اس طرح عالمگیر نشاۃ ثانیہ کے مشن کے تحت جماعت احمدیہ ہر اسلامی ملک کے دکھ سکھ میں برابر کی شریک رہی۔ اور عالمِ اسلام کو پیش آمدہ ہر مسئلہ پر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے جانشین رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ خدمات کے اس دائرے میں حجاز مقدس، مصر، شام،

فلسطین، عراق، ایران، ترکی، افغانستان اور انڈونیشیا سب ہی شامل ہیں۔

دینِ حق اور اہل ایمان کی خدمات کا یہ روشن باب کیا انگریز کے کسی ایجنٹ کا کام ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر بلا جواز غیر ملکی حاکموں کے ایجنٹ ہونے کا الزام خدا تعالیٰ کے ان فرستادوں کے ساتھ آپ کی مماثلت ثابت کرتا ہے جن کے بارے میں اُن کے مخالف اس قسم کے الزام پہلے بھی لگاتے آئے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے حضرت صالحؑ، حضرت شعیبؑ اور خود آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ پر کفار کی جانب سے غیر ملکی طاقتوں سے مدد کے حصول کا الزام محفوظ کیا ہے پس یہ الزام تراشی کوئی نئی بات نہیں اور نہ ہی اس کا جھوٹ ہونا نیا ہے۔

انگریز کی ہندوستان میں آمد کے وقت سے روانگی تک کے دور میں ہندوستان کے مسلمانوں کا طرز عمل اور انگریزوں کا مسلمانوں کے ساتھ برتاؤ اور خود انگریزوں کے حضرت بانی سلسلہ سے سلوک پر مشتمل جن واقعات، حالات کا اشارتاً ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں ان کا کسی قدر تفصیلی جائزہ اور اُن کی روشنی میں اس حقیقت کی وضاحت کہ حضرت بانی سلسلہ پر انگریز کے ایجنٹ ہونے کا الزام کس قدر بڑا جھوٹ ہے۔ ہمارے اس مقالے کا موضوع ہے۔

وما توفیقی اِلاّ باللّٰہ

باب اوّل

ہندوستان میں انگریزی حکومت

☆ انگریزوں کی ہندوستان میں آمد اور تدریجی قبضہ

☆ ہندوستان پر انگریز حکومت کا مقصد اور مفاد

☆ تبلیغ عیسائیت کے لئے انگریز حکومت کی مساعی

☆ دورانِ حکومت مستقبل کے منصوبے

بِسم اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

ہندوستان میں انگریز حکومت

انگریزوں کی ہندوستان میں آمد نجی تاجروں کی ایک چھوٹی سی تنظیم کی شکل میں سترھویں صدی عیسوی کے شروع میں ہوئی جو رفتہ رفتہ پورے ہندوستان پر اُن کی حکومت میں بدل گئی۔

بتدریج کمزور ہوتی ہوئی مغلیہ سلطنت، پڑوسی ملکوں کے مسلم حملہ آور، اندرونِ ملک حصول اقتدار کی جنگیں اور ان سب سے تنگ آئے ہوئے آبادی کے تمام طبقوں کی انگریزوں سے ہمدردی اور عملی تعاون وہ بنیادی عوامل تھے جو انگریزوں کے برصغیر پر اس قبضے میں مددگار ثابت ہوئے۔

انگریز مذہباً عیسائی تھے اور ان کا بادشاہ دین کا محافظ تھا۔ اس بنیادی حقیقت کو پیش نظر رکھ کر انگریزوں نے ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ کو اپنی حکومت کا خاص مشن، فرض اور مفاد قرار دیا۔ اُن کی دانست میں مشیت ایزدی نے انہیں ہندوستان کی حکومت دی ہی اس لئے تھی کہ وہ ہندوستان کی تمام آبادی کو عیسائی بنالیں اور یہی انگریزی راج کی وہ برکت تھی جو وہ ہندوستان کی آبادی کو عطا کر سکتے تھے۔ اسی سبب انگریز حکام نے ہر نئے ہندوستانی عیسائی کو ایمپائر کے استحکام کا نیا ذریعہ کہا۔ سلطنت کا تحفظ ملک کے عیسائی ہو جانے میں دیکھا اور مشنوں سے لاپرواہی برتنا اپنے آپ کو نقصان پہنچانا قرار دیا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کو بھی اس نقطہ نظر کے تحت انگریز حکام نے عیسائیت کے پھیلاؤ میں خاطر خواہ کوشش نہ کرنے کی سزا سمجھا۔

تبلیغ عیسائیت کو ارباب حکومت کا اسقدر اہمیت دینے کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ انگریز حکام نے ہر ہر قدم پر عیسائیت کی تبلیغ میں عملی حصہ لیا۔ وہ عیسائی مشنوں کے لئے سرکاری خزانے سے رقمیں دیتے، سنگ بنیاد رکھنے اور افتتاحی تقریبات میں شامل ہو کر تقریریں کرتے، عطیات دیتے غرضیکہ عیسائیت کی تبلیغ میں اپنے ذاتی اثر ورسوخ کو استعمال کرنے میں پوری دلچسپی اور جوش وسرگرمی دکھاتے۔ دوسری طرف عیسائی پادریوں کو حکومت کی کھلی سرپرستی حاصل رہی۔ حکومت ان کو باقاعدہ امدادیں تنخواہیں دیتی اور اُن کی سرگرمیوں پر برطانوی پارلیمنٹ میں بھی شکرگذاری کا اظہار کیا جاتا حکومت کی عیسائیت کی اشاعت میں اس کھلی دلچسپی کا ہی نتیجہ تھا کہ عیسائی پادری اور مبلغ ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل گئے۔ کروڑوں کے

تعداد میں لٹریچر شائع اور تقسیم ہونے لگا۔ گلیوں بازاروں اور چوراہوں پر یسوع مسیح کے گیت گائے جانے لگے اور عیسائیت کا ایک ایسا سیلاب امڈ پڑا جس میں آبادی کے ہر طبقہ کے ساتھ مسلمان عالم، خطیب، حافظ قرآن اور امام مسجد بھی بہنے لگے۔

عیسائیت کے پھیلاؤ کے لئے اربابِ حکومت کی مسلسل کوشش کے نتیجہ میں ہندوستان میں عیسائیت کی ترقی کو عیسائی مورخوں نے قرونِ اولیٰ کے بعد سب سے بڑی کامیابی قرار دیا۔ یہی وہ کامیابی تھی جس سے متاثر ہو کر مسیح کی عالمگیر بادشاہت اور عیسائیت کے تمام مذاہب پر غلبہ کی باتیں عام طور پر کی جانے لگیں اور احیائے اسلام کی کوششوں کو لاحاصل کہہ کر پادریوں کو مکہ اور مدینہ پر صلیبی جھنڈا لہرانے کے خواب نظر آنے لگے۔

ہندوستان میں انگریز حکومت سے متعلق مندرجہ بالا حقائق کا ہم ذیل میں کسی قدر تفصیلی جائزہ لیں گے۔

انگریز کی ہندوستان میں آمد اور تدریجی قبضہ

لندن کے تاجروں کی ایک کمپنی

سولھویں صدی عیسوی کے آخری دن برطانیہ کی ملکہ الزبتھ اول (Queen Elizabath 1) نے لندن کے تاجروں کی ایک کمپنی کو شرق الہند میں تجارت کا اجازت نامہ دیا۔ یہ نجی تاجروں کی ایک غیر اہم سی تنظیم تھی۔ جس کا کل سرمایہ =/30,133 پونڈ تھا۔ بارہ سال تک اسی حیثیت میں کام کرنے کے بعد ۱۶۱۲ء میں یہ ایک جوائنٹ اسٹاک کمپنی میں بدل گئی۔ [۱] اور اس کا نام ایسٹ انڈیا کمپنی ہوا۔ یہی وہ کمپنی تھی جو آہستہ آہستہ ایک دن پورے ہندوستان کی مالک بن بیٹھی۔ کمپنی کا تجارتی کوٹھیوں کی ابتدا سے برصغیر کی حکومت تک اس سفر کا ایک سرسری جائزہ کچھ یوں ہے۔

ابتدائی دور

ستمبر ۱۶۱۵ء میں برطانوی پارلیمنٹ کے ممبر سر طامس رو (Sir Thomes Roe) کو شاہ جیمز اوّل (James 1) نے جہانگیر کے دربار میں بہ حیثیت سفیر بھیجا۔ طامس رو کئی سال دربار میں رہا۔ اور بالآخر ایک تجارتی عہدنامہ مرتب کرنے میں کامیابی حاصل کرلی۔ جس کی رو

ا۔ Encyclopaedia Britennica Vol-12,P.143, London 1970.

سے انگریزوں کو ہندوستان میں ہر جگہ تجارت کرنے کی اجازت مل گئی۔ [1]

انگریزوں نے شروع میں بنگال اور اُڑیسہ کے ساحلوں پر تجارتی کوٹھیاں بنائیں۔ جب یہاں کے صوبیدار نیم خودمختار سے ہو گئے تو وقتاً فوقتاً ان سے مراعات لیکر ملک کے اندر تجارتی اڈے قائم کئے۔ کلکتہ ان میں سے اہم تھا۔ بعد میں مرکز کی اجازت سے کلکتہ کو قلعہ گیر مقام بنالیا۔ [2] اور تجارتی حفاظت کے لئے سپاہی رکھنے کی اجازت بھی لے لی۔ اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں انہوں نے ہگلی اور قاسم بازار میں بھی تجارتی کوٹھیاں بنالیں۔

سلطنت مغلیہ کی زبوں حالی

یہ وہ وقت تھا کہ جب سلطنت مغلیہ اپنے عظیم بادشاہوں جہانگیر، شاہجہاں اور عالمگیر [3] کے بعد اُن نااہل وارثوں کے ہاتھ میں آ گئی تھی جو اپنے لئے خطابات تو جہاندار، فرخ سیر، رفیع الدّ راجات اور روشن اختر وغیرہ تجویز کرتے تھے لیکن جن کی سیرگاہ اور جہاں محل سرا سے باہر نہ تھا اور جو انتہائی گھٹیا اور تیرہ بخت تھے۔ ان بادشاہوں کی اسی نااہلی کا نتیجہ تھا کہ ملک طوائف الملوکی کا شکار ہو گیا۔ اور صوبوں کے صوبیدار آہستہ آہستہ خودمختار ہونے شروع ہو گئے۔ چنانچہ روشن اختر محمد شاہ [4] کے دور میں دکن کے گورنر نظام الملک، بنگال بہار اور اڑیسہ کے صوبیدار علی وردی خان اور اودھ کے گورنر سعادت علی خان کی خودمختاری سے یہ تمام صوبے مغل حکومت کے دائرہ اقتدار سے باہر نکل گئے۔

---

[1] تاریخ اسلام از عبدالرحمٰن شوق بہ اضافہ تالیف عبدالحکیم نشتر جالندھری ص ۶۰۔۷۵۹ ناشر ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور چوبیسواں ایڈیشن اپریل ۱۹۶۷ء۔

[2] ۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی واقعات وحقائق از میاں محمد شفیع ص ۳۶ ناشر مکتبہ جدید لاہور ۱۹۵۷ء۔

[3] اورنگ زیب عالمگیر دور حکومت ۱۶۵۸ء سے ۱۷۰۷ء۔

[4] دور حکومت ۱۷۱۹ء سے ۱۷۴۸ء۔

اس اثناء میں مرہٹوں نے سر اٹھایا اور نہ صرف مالدہ، گجرات، بندھیل کھنڈ اور راجپوتانہ کے کچھ حصے پر قبضہ کر بیٹھے بلکہ ۱۷۳۷ء میں تو دہلی کے باہر شاہی فوجیوں کو ان کے ہاتھوں شکست اٹھا کر بادشاہ کو ان کی شرائط پر صلح کرنی پڑی۔ بعد میں انہوں نے دریائے نربدا سے درہ خیبر کے قریب پشاور تک تقریباً تمام شمالی ہندوستان پر قبضہ کر لیا۔

مرے کو مارے کے مصداق ایران اور افغانستان کے مسلمان حکمرانوں نے ہندوستان پر حملے کر کے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا اور سلطنت مغلیہ کی زبوں حالی کو آخری درجہ تک پہنچا دیا۔ چنانچہ ۱۷۳۹ء میں ایران کے نادر شاہ کے اس حملے کے بارے میں جس میں دہلی میں ایک لاکھ مسلمان مارے گئے لکھا ہے۔

''نادر شاہ چلا گیا۔ پیچھے بربادی ماتم کرتی رہ گئی۔ خاندان مغلیہ کی بچی کھچی وجاہت بھی رخصت ہوئی۔''

(۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی، واقعات و حقائق از میاں محمد شفیع ص۲۳ ناشر مکتبہ جدید لاہور ۱۹۵۷ء)

بعد میں افغانستان کے احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۴۷ء اور ۱۷۶۱ء کے درمیان کم از کم دس بار ہندوستان پر حملہ کیا۔ ابدالی کے ۱۷۵۷ء کے حملہ دہلی کا ذکر کرتے ہوئے مصنف پہلی جنگ آزادی لکھتے ہیں:-

''نادر شاہ سے جو کچھ تن کے کپڑے بچے ہوئے تھے وہ اس کے افغانوں نے اتار لئے۔ خوب لوٹ مچائی اتنی غارت گری نہ کی جتنی آبروریزی کی گئی۔ شریفوں کو مُنہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑا۔ کتنوں نے خودکشی کی اور کتنے وطن چھوڑ کر نکل گئے۔''

(۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی۔ واقعات و حقائق از میاں محمد شفیع ص۳۶ ناشر مکتبہ جدید لاہور ۱۹۵۷ء)

احمد شاہ ابدالی کے ان حملوں کے نتیجہ میں ۱۷۵۴ء میں پنجاب بھی مغلیہ حکومت کے تسلط سے نکل گیا۔ پہلے ابدالی نے معین الملک کے نابالغ بیٹے کو صوبیدار بنایا لیکن ابدالی اور اس کے بیٹے کے بعد پنجاب پر سکھوں نے قبضہ کر لیا۔

بیرونی طاقتوں کی چپقلش

گو ہندوستان کی سونے کی چڑیا سے فیض اٹھانے کے لئے سب سے پہلے آنے والے پرتگیزی تھے لیکن یہ اپنے قتل و غارت اور ظلم و جوار کی وجہ سے مقبول نہ ہوئے۔ بعد میں آنے والوں میں ڈچ اپنے فرانسیسی اور انگریز حریفوں کے سامنے نہ چل سکے۔ فرانسیسی بھی سترھویں صدی میں آگئے تھے گو وہ فراست و سیاست میں انگریز کا لگا نہ کھاتے تھے لیکن عرصہ تک دونوں قومیں باہم دست و گریباں رہیں۔

سلطنت مغلیہ کی کمزوری کے دور میں یہ طاقتیں اور بھی کھل کھیلنے لگیں اور مختلف علاقوں میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کے لئے تگ و دو میں لگ گئیں۔ خاص طور پر دکن اور کرناٹک کے قبضہ و راثت میں تو خوب ٹھنی۔ ۱۷۴۸ء میں دکن کے نظام الملک کے بعد اس کے بیٹوں میں سے انگریز ناصر جنگ کے معاون بنے اور فرانسیسی مظفر جنگ کے۔ اسی طرح کرناٹک میں انگریز محمد علی کے طرفدار تھے اور فرانسیسی چندا صاحب کے۔ جب ۱۷۵۴ء میں یہ جھگڑے ختم ہوگئے تو فرانسیسیوں کا زور ٹوٹ گیا لیکن فرانسیسیوں کا ہندوستان سے عمل دخل بالکل ختم ہونے میں مزید کچھ سال اور لگے اور انگریز فرانسیسیوں کے تمام ہندوستانی مقبوضات پر ۱۷۷۸ء میں اپنا قبضہ مکمل کر سکے۔

جنگ پلاسی

غدر کے ہنگامے سے پورے سو سال قبل ۱۷۵۷ء میں جنگ پلاسی کا واقعہ ہوا۔ پلاسی کے میدان میں ۲۳ جون ۱۷۵۷ء کو انگریز بنگال کے نواب سراج الدولہ پر حملہ آور ہوئے لیکن جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی نواب کی افواج کا مسلمان سپہ سالار میر جعفر فوج کے ایک بھاری دستہ کے ساتھ انگریزوں سے آن ملا اور نواب فتح کی امید نہ دیکھ کر میدان چھوڑ کر مرشد آباد کی طرف بھاگ گیا۔

اس جنگ کے نتائج بہت دوررس ثابت ہوئے چنانچہ لکھا ہے۔

''انگریزوں کے ہاتھوں ہندوستان میں ہماری یہ پہلی شکست تھی ۔ اس شکست سے ہندوستان کا ایک بڑا محاذ ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد کسی ہندوستانی حکمران میں انگریز کے خلاف خوداعتمادی نہیں رہی ۔ اس سے انگریزوں کی فتح ونصرت اور ہندوستانیوں کی شکست ورسوائی کا ایسا دروازہ کھلا کہ پھر بند نہیں ہوا ۔ حتی کہ انگریز رفتہ رفتہ پورے ملک پر قبضہ جما بیٹھے ۔''

(۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی، ازمیاں محمد شفیع صاحب ص۳۹ مکتبہ جدید لاہور ۱۹۵۷ء)

اس جنگ کے بارے میں انسائیکلوپیڈیا نے لکھا:-

" The victory was of supreme importance in the growth of British power in India, for, by making the British the defacto rulers of Bengal, it placed at their disposal one of the wealthiest part of India, the resources of which were used to destroy the French power in Carnatic ! "

(Encyclopaedia Britannica,Vol.12, P.144, London, 1970)

ترجمہ:- یہ فتح ہندوستان میں انگریز طاقت کے پھیلاؤ میں غیر معمولی اہمیت کی حامل تھی کیونکہ اس کے نتیجہ میں انگریز عملاً بنگال کے حاکم ہو گئے اور ہندوستان کے اس امیر ترین صوبے کے وسائل کو انہوں نے کرناٹک میں فرانسیسیوں کو کچلنے کے لئے استعمال کیا۔

پانی پت کی تیسری لڑائی

ہندوستان میں انگریزوں کے قدم جمانے میں سلطنت مغلیہ کی زبوں حالی اور جنگِ پلاسی میں کامیابی کے بعد جس واقعہ نے نمایاں حصّہ لیا وہ پانی پت کی تیسری لڑائی میں احمد شاہ ابدالی کے ہاتھوں مرہٹوں کی شکست تھی۔ یہ جنگ ۱۷۶۱ء میں ہوئی اور اس کے نتیجے میں ہندوستان میں مرہٹوں کی طاقت بہت کمزور ہوگئی۔ اس جنگ کے نتائج کا ذکر کرتے ہوئے مصنف پہلی جنگ آزادی لکھتے ہیں۔

''پانی پت کی تیسری لڑائی میں فتح بجائے اس کے کہ مسلمانوں کیلئے مفید ہوتی انگریزوں کے لئے اکسیر بن گئی۔ اُن کی زیادہ تر کامیابی مسلمانوں کی اس فتح پر موقوف ہے اس لئے کہ مرہٹوں کا زور ٹوٹ گیا۔ بعد میں رہ جانے والے مسلمان کیا تھے اتحاد و یکجہتی سے بیگانہ۔''

(۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی ص ۴۳، از میاں محمد شفیع صاحب مکتبہ جدید لاہور)

انسائیکلوپیڈیا نے یہی نتیجہ نکالتے ہوئے لکھا ہے:-

"But the real importance of the Marhata defeat was that it granted the British the respite needed for the consolidation of their power ! "

(Encyclopaedia Britannica, Vol.12, P.143, London, 1970)

ترجمہ:- مرہٹوں کی شکست کی اصل اہمیت یہ تھی کہ اس نے انگریزوں کو وہ موقع عطا کر دیا جس کی انہیں اپنی طاقت کو مجتمع کرنے کے لئے ضرورت تھی۔

پلاسی اور پانی پت کے بعد

بعد کی تاریخ انگریزوں کے اثر و نفوذ میں مسلسل اضافے اور ہندستان کے علاقوں کا آہستہ آہستہ برطانوی حکومت کا حصہ بنتے جانے کی تاریخ ہے۔

۱۷۶۳ء میں میر قاسم کی شکست اور ۱۷۶۴ء میں بکسر کی جنگ میں عالی گوہر شاہ عالم ثانی اور اودھ کے نواب شجاع الدولہ کی فوجوں کی شکست کے بعد انگریز بنگال کا بلاشرکت غیرے مالک ہو گیا۔

بعد میں مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی [۱] سے ایک خاص معاہدے کے ذریعہ کمپنی کو دیوانی کے اختیارات بھی مل گئے یعنی انہیں یہ حق ہو گیا کہ وہ بنگال، بہار اور اڑیسہ میں مالیہ وصول کر سکیں۔ اس کے بدلے میں بادشاہ کو بیس لاکھ روپے سالانہ خراج دینا قرار پایا۔ انگریزوں نے اس خراج کی ادائیگی ۱۷۷۳ء میں ہی بند کر دی۔

اودھ کا نواب شجاع الدولہ جسے ۱۷۶۵ء کے معاہدہ الٰہ آباد کے ذریعہ اودھ کی حکومت لوٹا دی گئی تھی اب بالکل ہی کمپنی کا باج گذار ہو گیا تھا۔ چنانچہ انگریزوں نے شجاع الدولہ کو بھڑکا کر اور مدد دیکر رحمت خان روہیلہ جیسے جانباز مسلمان اور فرخ نگر کے بہادر شیر دل کو ٹھکانے لگا دیا۔ اور یوں روہیل کھنڈ بھی زیر فرمان ہو گیا۔ [۲]

سرنگا پٹم کا معرکہ

میسور کے سلطان حیدر علی نے پہلی بار ۱۷۸۱ء میں کرناٹک پر حملہ کیا۔ یہ لڑائی ۱۷۸۴ء کے معاہدہ بنگلور سے ناتمام رہ کر ختم ہو گئی۔ حیدر علی کے بعد سلطان ٹیپو نے ۱۷۹۰ء میں

---

[۱] دورِ حکومت ۱۷۵۹ء تا ۱۸۰۶ء

[۲] ۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی، از میاں محمد شفیع صاحب ص ۵۴ ناشر مکتبہ جدید لاہور ۱۹۵۷ء

انگریزوں کے ماتحت ایک ریاست ٹراونکور پر حملہ کیا۔ ۱۷۹۲ء میں جوابی حملہ میں انگریز نامعلوم کیا کیا سمجھا کر نظام دکن کو اپنے ساتھ لے آیا۔ ٹیپو کہاں تک انگریزوں، مرہٹوں اور نظام کی اتحادی فوجوں سے لڑتا۔ صلح کی اور کئی ضلع تینوں کے حوالے کئے۔ [1] ۱۷۹۹ء میں انگریزوں کے سلطان کے خلاف اعلان جنگ سے پہلے سلطان نے مسلمانوں، ہندوؤں کو جگایا۔ ہندوستان میں ہندو، مسلمان برسر اقتدار امیروں کو آمادہ کیا۔ لیکن ان میں سے کسی کو احساس نہ ہوا۔ باہر سے بھی ترکوں تک سے امداد کی امیدیں باندھیں اور انہوں نے مایوس لیا۔ انگریزوں کے فریب نے اس کے دیوان میر صادق اور دیگر ارکان کو توڑ لیا۔ [2] نتیجتاً سلطان جنگ میں کام آیا اور میسور انگریزی اقتدار کے تحت چلا گیا۔

باقی ماندہ ملک پر قبضہ

۱۸۰۱ء میں اودھ کی بفراسٹیٹ (Buffer State) کی حیثیت اس وقت بہت متاثر ہوئی جب اس کے بیشتر علاقوں کو سلطنت برطانیہ میں شامل کرلیا گیا۔ ۱۸۰۳ء میں سندھیا کی فوجوں کی شکست کے بعد مرہٹوں کا دہلی تک کا علاقہ انگریزوں کے زیر اقتدار آ گیا۔ ۱۸۱۸ء میں وسط ہند کے پنڈاروں کی باری آ گئی اور تمام ریاستوں کو غلام بنا گئی۔ ۱۸۱۷ء اور ۱۸۱۹ء کے درمیان مرہٹہ جنگوں میں ہلکر کی شکست کے بعد مرہٹہ طاقت کا بالکل خاتمہ ہوگیا۔ اور اجمیر بھی انگریزوں کے ہاتھ آ گیا۔ ۱۸۳۶ء تک شمالی ہندوستان میں انگریز کے قدم ستلج تک پہنچ گئے تھے۔ پھر سندھ کی باری آئی اور ۱۸۴۳ء میں باقاعدہ فوج بھیج کر اس پر قبضہ کرلیا گیا۔

---

[1] ۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی، از میاں محمد شفیع صاحب ص ۵۴ ناشر مکتبہ جدید لاہور ۱۹۵۷ء ۔

[2] ۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی، از میاں محمد شفیع صاحب ص ۵۲ مکتبہ جدید لاہور ۱۹۵۷ء ۔

آخری ہلہ پنجاب

۱۷۶۱ء میں جسا سنگھ کا لاہور پر ابتدائی قبضہ احمد شاہ ابدالی اور اس کے بیٹے کے بعد پورے پنجاب پر سکھ قبضہ میں بدل چکا تھا۔ ۱۸۱۹ء میں رنجیت سنگھ کی حکومت کے اختتام پر اس سکھ ریاست کی حدود ستلج سے افغانستان کے پہاڑوں اور دوسری طرف ملتان سے کشمیر تک وسیع تھی۔ جب سکھوں نے ستلج پار کر کے انگریزی علاقے پر حملہ کیا تو انگریزوں نے سکھوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ سکھوں کو شکست ہوئی اور مارچ ۱۸۴۶ء کے معاہدہ لاہور کے تحت انگریزوں نے لاہور میں ایک ایجنٹ کا تقرر کر دیا جو اس کونسل کا سربراہ تھا جس کے ذمہ پنجاب کا انتظام و انصرام تھا۔ اپریل ۱۸۴۸ء میں ملتان کے سکھ گورنر نے لاہور گورنمنٹ کے خلاف بغاوت کر دی۔ دو خوفناک جنگوں کے بعد جیلیانوالہ میں سکھ فوج مکمل تباہی سے دوچار ہوئی اور ۲۹، مارچ ۱۸۴۹ء کو پنجاب کا الحاق سلطنت انگریزی سے ہو گیا۔

بعد کے سالوں کا قابلِ ذکر واقعہ ۱۸۵۶ء میں اودھ کا باقاعدہ سلطنت برطانیہ میں شامل کیا جانا اور بے شمار ریاستوں اور جاگیروں کی بحق سرکار ضبطی تھی۔ ان میں قابل ذکر جیت پور (۱۸۴۹ء) جھانسی (۱۸۵۳ء) اور ناگپور (۱۸۵۴ء) ہیں۔ یہ سب ہندو ریاستیں تھیں۔

۱۸۵۷ء کا غدر

۱۸۵۷ء میں واقعہ غدر پیش آیا۔ یہ ہندوستان سے انگریزی حکومت کو ختم کرنے کی ایک ایسی کوشش تھی جس میں انفرادی حیثیت میں ہندوستان میں آباد تمام قوموں مسلم، ہندو اور سکھوں نے شرکت کی۔ دہلی اور لکھنو انقلابیوں کے خاص مرکز رہے۔ اس کے علاوہ ہنگامے کا پھیلاؤ بالائی اور وسطی ہندوستان کے چند علاقوں تک محدود رہا۔ صوبے جات مدارس، بمبئی اور پنجاب اس میں بالکل شامل نہ ہوئے۔ اسطرح تقریباً تمام ریاستی نواب اور راجے لاتعلق رہے۔

اس کوشش کی ناکامی نے ہندوستان پر انگریزوں کے تسلّط کو مکمل کردیا۔ اور ۲، اگست ۱۸۵۸ء کو تخت برطانیہ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے راج کو ختم کر کے برطانوی کابینہ میں وزیرِ ہند کا اضافہ کردیا اور یوں براہ راست حکومت شروع کی۔ گو ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا آخری نشان ۱۸۶۴ء میں اس وقت مٹا جب ایکٹ گیارہ کے پاس ہونے سے مسلمان قاضیوں کا دور اختتام کو پہنچا۔

برٹش انڈیا

انتہائی عروج کے دور میں بھی براہِ راست انگریز راج برصغیر کے مجموعی رقبے کے دو تہائی سے کم پر ہی رہا۔ یہ ساڑھے اکسٹھ فیصد علاقہ ہی برطانوی ہند (British India) کہلاتا تھا۔ اور چھ سات صوبوں میں منقسم تھا۔ جبکہ بقایا ساڑھے اڑتیس فیصد علاقہ ۶۰۱ ہندوستانی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ یہ ریاستیں آئینی طور پر برطانوی ہند کا حصّہ نہ تھیں گو ان کا حکومت سے الحاق تھا اور انگریز ہی ان کے دفاع اور امورِ خارجہ کے ذمہ دار تھے۔

ہندوستان پر انگریز حکومت کا مقصد اور مفاد

انگریزوں نے عیسائیت سے اپنے لگاؤ اور اپنے بادشاہ کے دین کے محافظ ہونے کے پس منظر میں ہندوستان پر اپنی حکومت کا مقصد اس ملک میں عیسائیت کی تبلیغ اور انجام کار پورے ملک کو عیسائی کر کے یہاں یسوع مسیح کی حکومت قرار دیا۔ یہ مقصد اوّل دن سے انگریزوں کے پیش نظر رہا اور اس کو انہوں نے کبھی پوشیدہ نہ رکھا بلکہ انگریز عمال و حکام مختلف پیرایوں میں بار بار اس کا اعلان کرتے رہے۔ اس اظہار میں برطانیہ کے وزیر اعظم، برطانوی کابینہ کے وزیر ھند، ہندوستان کے انگریز وائسرائے، گورنر جنرل، صوبوں کے لیفٹیننٹ گورنر اور دیگر ماتحت فوجی اور سول آفیسر سب برابر کے شریک تھے۔ اپنے پس منظر کے ساتھ ایسے چند بیانات درج ذیل ہیں۔

انگریزوں کا عیسائیت سے لگاؤ

تبلیغ عیسائیت کو ہندوستان پر حکومت کا مقصد قرار دینے میں جس حقیقت نے بنیادی کردار ادا کیا وہ خود انگریزوں کا عیسائی ہونا اور عیسائیت سے غیر معمولی لگاؤ تھا۔ عیسائیت انگلستان کی حکومت کا مذہب ہے اور لارڈ چیف جسٹس سر تھیوہل کے ۱۶۷۶ء کے ایک فیصلے کے مطابق مسیحیت قوانین انگلستان کا ایک حصہ ہے اور جو شخص اس کے خلاف آواز اٹھائے اس کو سخت سزا دی جاسکتی ہے۔ [۱] عیسائیت کی اس قانونی حیثیت ہی کا نتیجہ تھا کہ ماضی قریب میں انجیل کی تعلیم کے خلاف ایک مطلقہ عورت مسز سمپسن سے شادی کرنے کے لئے انگلستان کے بادشاہ ایڈورڈ ہشتم کو تخت سے دست بردار ہونا پڑا۔

۱؎ انگریز اور بانئی سلسلہ احمدیہ از حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص ۱۵ حیدرآباد سندھ ۱۹۵۲ء

دین کا محافظ بادشاہ

عیسائیت کو قوانین انگلستان کا حصّہ قرار دینے پر مستزاد انگلستان کے بادشاہ کو نہ صرف برطانوی چرچ کا سربراہ (Head of the Church of England) تسلیم کیا جاتا ہے اور تمام سرکاری اور قانونی عبارتوں میں اس کے لئے باقاعدہ دعامانگی جاتی ہے بلکہ آئینی طور پر دین کا محافظ (Defender of Faith) اس کا خطاب ہے جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا میں درج ہے۔

The title (defender of faith) was confirmed to Henry by parliament and is still used by his successors on the English Throne.

(Encyclopaedia Britannica, Vol.7, P.171, London, 1970)

ترجمہ:- دین کے محافظ کا خطاب پارلیمنٹ نے شاہ ہنری کو دیا تھا جسے تخت برطانیہ پر اسکے جانشین اب بھی استعمال کرتے ہیں۔

ہندوستان میں مذہبی اصلاح

اس پس منظر میں انگریزوں نے ہندوستان میں مذہبی اصلاح کے نفاذ کو شروع ہی سے اپنا مقصد رکھا۔ چنانچہ شہنشاہ برطانیہ جارج سوم (George III) کے دستخط سے ۱۰ اپریل ۱۸۱۴ء کو نافذ ہونے والے نئے چارٹر میں عیسائی مشنوں کے مفاد میں بطورِ خاص درج ذیل دفعہ کو شامل کیا گیا۔

The clause stated that "It was the duty of this country to promote the introduction of useful knowledge, and of religious and moral inprovement in India, and that facilities be afforded by law to persons desirous of going to and remaining in India,

to accomplish these benevolent designs".

(History of Protestant Missions in India by Rev. M.A. Sherring, P.89, London, 1875)

ترجمہ:- اس ملک (انگلستان) کا فرض ہے کہ وہ مفید علوم و فنون کو رواج دے اور ہندوستان میں مذہبی اور اخلاقی اصلاحات نافذ کرے قانوناً اُن لوگوں کو بھی سہولتیں بہم پہنچائے جو ہندوستان جانے اور وہاں رہ کر اس نیک فرض کی تکمیل کرنے کے خواہش مند ہوں۔

روحوں سے تعلق رکھنے والا خاص مشن

اس پالیسی اعلان کے عین مطابق عیسائیت کی تبلیغ کو روحوں سے تعلق رکھنے والا ایک خاص مشن قرار دیتے ہوئے گورنر جنرل کے ایجنٹ سر ہربرٹ ایڈورڈز (Sir Herbert Edwardes) نے ۱۹ دسمبر ۱۸۵۳ء کو پشاور میں ان خیالات کا اظہار کیا۔

"That man must have a very narrow mind who thinks that this immense India has been given to our little England for no other purpose than that of our aggrandisement........ We may rest assured that the East has been given to our Country for a mission, neither to the minds or bodies, but to the souls of men And can we doubt what that mission is?........ It is a remarkable historical coincidence that the East India Company was founded just two years after the great Reformation of the

English Church. I believe therefore firmly, and I trust not uncharitably, that the reason why India has been given to England is because England has made the greatest efforts to preserve the Christian religion in its purest Apostolic form,.........

Our mission, then, is to do for other nations what we have done for our own. To the Hindoos we have to preach one God; and to the Mahomedans to preach one Madiator."

(Punjab and Sind Missions by R. clark, P.162, London, 1885)

ترجمہ:- وہ شخص نہایت ہی تنگ نظر کا حامل ہوگا جو یہ خیال کرے کہ ہمارے چھوٹے سے انگلستان کو ہندوستان جیسا وسیع ملک فقط ہماری مادی بڑائی کیلئے دیا گیا ہے۔ ہمیں یہ مکمل یقین رکھنا چاہیئے کہ مشرق کا یہ برصغیر ہمارے ملک کو ایک خاص غرض کے لئے دیا گیا ہے وہ مشن ہمارے جسموں اور دلوں سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ وہ انسانوں کی روحوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے کیا ہم شک کر سکتے ہیں کہ وہ مشن کیا ہے؟

یہ ایک عجیب تاریخی اتفاق ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے وجود کی بنیاد انگلش چرچ کی اصلاح کے صرف دو سال بعد رکھی گئی۔ اس لئے میں پورا یقین رکھتا ہوں اور یہ تنگ نظری نہیں کہ ہندوستان کا ملک انگلستان کو فقط اس لئے دیا گیا ہے کہ انگلستان ہی وہ ملک ہے جس نے عیسائیت کو اپنی اصل شکل میں قائم رکھنے کی سب سے زیادہ کوشش کی ہے۔

اب ہمارا مشن یہ ہے کہ ہم دوسری قوموں کیلئے بھی وہی کچھ کریں
جو ہم نے اپنے لئے کیا۔ ہندوؤں کو ہم توحید کی تعلیم دیں اور مسلمانوں کو اپنے
وسیلہ (بائبل) کی۔

مشیّت ایزدی

اس مشن کو بدرجہ اولیٰ اہم ظاہر کرنے کے لئے یہ نظریہ بھی پیش کیا گیا کہ گویا یہ مشیت ایزدی ہے چنانچہ انگلستان کے وزیراعظم لارڈ پامرسٹن (Viscount Palmerston) کی ایک تقریر کا یوں ذکر ملتا ہے:-

"Lord Palmerston observed that perhaps it might be our lot to confer on the countless of millions of India a higher and nobler gift than any mere human knowledge".

(Cambridge Shorter History of India, P.716, Cambridge, 1934)

ترجمہ:- غالبًا یہ ہم لوگ ہی ہوں گے جو ہندوستان کی ان گنت آبادی کو ایک اعلیٰ اور عظیم الشان تحفہ دیں جو محض انسانی علم سے بہت بالا ہو

یہ خیال کہ ہندوستان کے لوگوں کو عیسائی بنانے کا فریضہ مشیت ایزدی نے انگریزوں کے سپرد کیا ہے صرف وزیراعظم کا ہی نہ تھا بلکہ برطانوی راج کے وہ نمائندے جو ہندوستان پر براہِ راست حکومت کرتے تھے۔ خود بھی اسی خیال کے حامی تھے۔ چنانچہ لکھا ہے:-

Two of the most eminent of the Punjab school -- John Lawrence and Herbert Edwardes -- leaned strongly to the view that Providence had placed India in British hands in order that

the people might be Christianised;"

(Cambridge Shorter History of India, P.716 Cambridge, 1934)

ترجمہ:- پنجاب کے انگریز حکمرانوں میں سے دو انتہائی ممتاز حاکم جان لارنس اور ہربرٹ ایڈورڈز بڑی سختی سے اس خیال کے حامی تھے کہ مشیت ایزدی نے ہندوستان انگریزوں کے حوالے کیا ہی اس لئے ہے کہ یہاں کے لوگوں کو عیسائیت میں داخل کیا جائے۔

عظیم الشان کام

ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ کی اہمیت کا اظہار خود برطانوی پارلیمنٹ میں ہوا جہاں ایک پارلیمانی ممبر مسٹر ہنگس نے اپنی تقریر میں کہا:-

''خداوند تعالیٰ نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت انگلستان کے زیرنگیں ہے تاکہ عیسیٰ مسیح کی فتح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے۔ ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہیئے اور اس میں کسی طرح تساہل نہیں کرنا چاہیئے''۔

(علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے، مرتبہ مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیت علماء ہند۔دہلی ص۲۵،۲۶ بحوالہ تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد صاحب شاہد جلد اول ص۱۰۸ ربوہ ۱۹۶۱ء)

عظیم مقصد اور برکت

عیسائیت کو برصغیر کے باشندوں کیلئے برطانوی راج کی سب سے بڑی برکت ہونے کا نظریہ ایک انگریز حاکم سرفریئر ؎ (Sir Frere) نے پیش کیا جس کی یہ حتمی رائے تھی کہ:-

"The conversion of the natives to Christianity was the greatest blessing our rule could confer on them, and as for as human reason could see, one of the great objects for which our rule was permitted,"

(The men who ruled India -- the Guardians by Philip Wood-ruff, P.36, London, 5th Ed. 1963)

ترجمہ:- ہندوستانیوں کا عیسائیت قبول کرنا ہی وہ سب سے بڑی برکت تھی جو انگریز راج انہیں عطا کر سکتا تھا۔ اور عقلِ انسانی کے مطابق یہی وہ عظیم مقصد تھا جس کیلئے یہاں ہماری حکومت کا قیام عمل میں آ سکا۔

فرض ہی نہیں مفاد بھی

ہند میں تبلیغِ عیسائیت کے انگریز کے صریح مفاد میں ہونے کا کھلا اعتراف انگلستان

؎ Sir Henry Bestle Frere -- British imperial administrator of high courage and distinction.

(Encyclopaedia Britannica, Vol.9, P.925, London, 1970)

ترجمہ:- سر ہنری فریئر برطانوی بادشاہت کا بہت ممتاز اور باہمت منتظم تھا۔

کے وزیراعظم لارڈ پامرسٹن (Lord Vicount Palmerston) نے ۱۸۶۲ء میں اُس وفد کے سامنے
کیا جس میں ہاؤس آف کامنز اور ہاؤس آف لارڈ کے ممبر اور انگلستان کا سب سے بڑا پادری آرچ بشپ آف
کنٹربری شامل تھے۔ وزیراعظم نے وفد کے سامنے اعلان کیا۔

"I think we are all agreed as to the end. It is not only our duty but it is our interest, to promote diffusion of Christianity to the maximum and its spread to the length and breadth of India."

(The Missions of the Church Missionary Society by R. Clark, P. 234-235, London, 1904)

ترجمہ:- میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب اپنے مقصد میں متحد ہیں کہ یہ ہمارا فرض ہی نہیں بلکہ خود ہمارا مفاد بھی اس
امر سے وابستہ ہے کہ ہم عیسائیت کی تبلیغ کو جہاں تک بھی ہو سکے فروغ دیں اور ہندوستان کے طول وعرض میں
اس کو پھیلا دیں۔

ایمپائر کے استحکام کا ذریعہ

یہ کوئی معمولی مفاد نہ تھا بلکہ تبلیغ عیسائیت براہِ راست برطانوی ایمپائر کے استحکام کا ذریعہ تھی۔
انگلستان کے وزیر ہند چارلس وڈ (Charles Wood) نے بیان کیا۔

"Every additional Christian in India is an additional bond of union with England and additional source of strength to the Empire."

(The Missions of the Church Missionary Society by R. Clark, P.234, London, 1904)

ترجمہ:- ہر وہ نیا عیسائی جو ہندوستان میں عیسائیت قبول کرتا ہے ۔ انگلستان کے ساتھ ایک نیا رابطہ اتحاد بنتا ہے اور ایمپائر کے استحکام کا ایک نیا ذریعہ ہے

یہی رائے ہندوستان کے ایک وائسرائے لارڈ ہنری لارنس (Sir Henry Lawrence) کی بھی تھی جس نے ایک موقع پر اسی خیال کا اظہار کرتے ہوئے کہا:-

''کوئی چیز بھی ہماری سلطنت کے استحکام کا اس امر سے زیادہ موجب نہیں ہوسکتی کہ ہم عیسائیت کو ہندوستان میں پھیلا دیں ۔''

(Lord Lawrence's Life, by R.B.Smith, Vol.2, P.313, London 1883

بحوالہ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص۳۵ حیدرآباد سندھ ۱۹۵۴ء)

سلطنت کے تحفظ کی شرط

انگریز حکام نے تبلیغ عیسائیت کو سلطنت کے تحفظ کیلئے ایک لازمی شرط بھی قرار دیا چنانچہ پنجاب کے انگریز لیفٹیننٹ گورنر سر ڈونلڈ میکلوڈ (Sir Donald Mcleod) نے اپنی موت سے کچھ عرصہ قبل یہ کہا کہ:-

" I must add at the same time my belife, that if we have any regard to the security of our dominion in India, It is indispensable that we do our utmost to make it a Christian country".

(The Missions of the Church Missionary Society, by Robert Clark, P.47, London, 1904)

ترجمہ:- میں اپنے اس یقین کا بھی اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہمیں سرزمین ہند میں اپنی سلطنت کے تحفظ کا ذرا بھی خیال ہے تو لازمی ہے کہ ہم انتہائی کوشش کریں کہ یہ ملک عیسائی ہو جائے۔

بہت بڑا نقصان

اتنی اہمیت جتانے کے بعد عیسائیت کے لئے مساعی نہ کرنا یقیناً بہت نقصان کی بات تھی اسی لئے پنجاب کے ایک اور انگریز لیفٹیننٹ گورنر میکورتھ ینگ نے ۲۲ اگست ۱۸۹۹ء کو تبلیغ عیسائیت کو ہر دوسری چیز پر مقدم گردانتے ہوئے اپنے سننے والوں کو توجہ دلائی کہ:-

1. Not to care about Missions is extremely short sighted......... can you conceive the possibility of anything short of the Gospel of Christ doing it?.........

2. Not to care about Missions is unkind to the people of India.........

3. Not to care about Missions is to do yourself a great injury. A non-missionary Church is a dead Church, and a non-missionary soul is a dead soul.

(The Missions of the Church Missionary Society by R. Clark, P.157, London, 1904)

ترجمہ:- مشنوں کی پرواہ نہ کرنا نہایت ہی کوتاہ نظری ہے ۔۔۔ کیا تمہارے خیال میں اس بات کا امکان ہے کہ یسوع مسیح کی انجیل کو چھوڑ کر کوئی چیز کامیاب ہو سکتی

ہے ۔ ۔ ۔ ۔ مشنوں میں دلچسپی نہ لینا ہندوستان کے لوگوں
پر ظلم ہے ۔ ۔ ۔ ۔ مشنوں کے ساتھ لا پرواہی برتنا اپنے
آپ کو بہت بڑا نقصان پہنچانا ہے ۔ غیر تبلیغی چرچ ایک
مردہ چرچ ہے اور تبلیغ نہ کرنے والی روح ایک مردہ روح ہے ۔

مقصد سے انحراف کی سزا

۱۸۵۷ء کے واقعہ غدر کو بھی انگریز حکام نے ان بنیادی مقاصد کے آئینہ میں دیکھا اور اسے عام طور پر مقصد سے انحراف کی سزا قرار دیا۔ چنانچہ ایک مورخ لکھتا ہے:-

" They cosidered the Mutiny to be national chastisement caused not by attempts to spread Christianity but by our keeping back Christianity from the people."

(The break up of British India by B.M. Pondly, P.17, London, 1965)

ترجمہ:- وہ سمجھتے تھے کہ غدر قومی آزمائش تھی جس کا سبب عیسائیت کو پھیلانے کی کوششیں نہ تھیں بلکہ عیسائیت کو عوام میں پھیلنے سے روکے رکھنا تھا۔

چنانچہ ایک حاکم سر ہربرٹ ایڈورڈز (Sir Herbert Edwardes) کے بارے میں لکھا ہے:-

" To Edwardes, the mutiny seemed a antional punishment because the English had withheld Christian principles from the people ! "

(The men who ruled India -- the Founders by Philip Woodruff, P.324, London, 8th Ed.-1963)

ترجمہ:- ایڈورڈز کے نزدیک غدر ایک قومی سزا کی مانند تھا۔ جس کا سبب انگریزوں کا عیسائی تعلیمات کو عوام میں پھیلنے سے روکے رکھنا تھا۔

یہی رائے ہندوستان کے ایک اور گورنر جنرل سرجان لارنس (Sir John Lawrance) کی تھی:-

" I believe that what more tended to stir up the Indian Mutiny than anything was the habitual cowardice of Great Britain as to her own religion.

(Punjab and Sind Missions by R. Clark, P.294, London, 1885

ترجمہ:- میں یقین رکھتا ہوں کہ ہندوستان میں غدر کے بھڑکانے کا سب سے بڑا سبب اپنے مذہب کے بارے میں برطانیہ عظمٰی کی حسبِ معمول بزدلی تھی۔

ہر درجہ کے انگریز حکام کے مندرجہ بالا بیانات پوری وضاحت سے یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ ہندوستان پر انگریز حکومت کا بنیادی مقصد عیسائیت کی تبلیغ اور انجام کار مسیحیت کا کامل غلبہ اور یسوع مسیح کی حکومت تھا۔

تبلیغِ عیسائیت کیلئے انگریز حکومت کی مساعی

یورپی طاقتیں اور عیسائیت

مغربی طاقتوں کا اپنی سیاسی برتری کو عیسائیت کے نفوذ کے لئے استعمال کرنا ہمیشہ کا معمول رہا ہے اس حقیقت کو بیان کرنے کے لئے نرم ترین الفاظ استعمال کرتے ہوئے انسائیکلوپیڈیا آف برٹینکا نے ریکارڈ کیا ہے کہ:-

" The political and cultural prestige of Europe aided missionaries in penetrating all parts of the world."

(Encyclopaedia Britannica, Vol.15, P.523, London, 1970)

ترجمہ:- عیسائی مبلغین کے دنیا کے تمام حصوں میں نفوذ کر جانے میں یورپ کے سیاسی اور تہذیبی وقار نے اُن کی مدد کی۔

متذکرہ بالا سیاسی وقار دراصل انیسویں صدی میں یورپی طاقتوں کا غیر یورپی علاقوں پر تسلط تھا جو عیسائیت کی تبلیغ میں براہِ راست ممد و معاون ہوا۔ چنانچہ یہ ذکر ایک اور مصنف کے ہاں یوں ملتا ہے:-

" In the nineteenth century the expansion of European control over non-European territories created an unparalleled opportunity for Christian missionary activity. (That) enabled the Christian realm to grow to primacy in bóth area and population."

(Geography of Religions by David E. Sopher, P.93 and 105, New Jersy, U.S.A. 1967)

ترجمہ:- انیسویں صدی میں یورپ کے غیر یورپی علاقوں پر قبضہ نے عیسائی تبلیغی سرگرمیوں کے لئے ایک ایسا لاثانی موقع فراہم کیا جس نے عیسائی دنیا کو رقبہ اور آبادی دونوں میں انتہائی درجہ تک توسیع کے قابل بنا دیا۔

انگریز حکومت اور عیسائیت

یورپ کی ان طاقتوں میں سب سے نمایاں انگریز حکومت تھی اور غیر یورپی علاقوں میں سب سے بڑا میدان ہندوستان۔ جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا نے یہ گواہی دی کہ:-

''ہندوستان میں مسلمانانِ عالم میں کام کرنے کا سب سے زیادہ وسیع اور موثر میدان موجود ہے۔ یہاں مسلمانوں کی تعداد ساڑھے چھ کروڑ کے قریب ہے اور اس میں ہر قسم کے عقیدے کے لوگ شامل ہیں۔ یہ بات مسلمانوں کو سیاسی طور پر زیادہ اہمیت دیتی ہے۔''

(انسائیکلو پیڈیا آف ریلجنز جلد نمبر ۸ بحوالہ انگریز اور بانی سلسلہ احمدیہ از حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص ۳۱۔ حیدرآباد سندھ ۱۹۵۴ء)

ہم گذشتہ باب میں دیکھ چکے ہیں کہ انگریز ہندوستان پر اپنی حکومت کا واحد مقصد اور مفاد اور حکومت کے تحفظ کا ذریعہ یہاں عیسائیت کی تبلیغ واشاعت کو قرار دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اول دن ہی سے اس بنیادی مقصد کے حصول کو اپنے پیش نظر رکھا اور نہ صرف تبلیغِ عیسائیت میں مصروف عیسائی پادریوں کی کھلی سرپرستی کی بلکہ خود عمال حکومت نے بھی حتی الوسع اس جدو جہد میں عملی حصّہ لیا۔

انگریز حکومت کا ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ میں عمل دخل اس حد تک وسیع اور محیط ہے کہ ایک مورخ جب اس علاقے میں عیسائی کی تاریخ لکھتا ہے تو اس کا نقطہ آغاز ہی یہ اعتراف بنتا ہے کہ:-

" The coming to India of the revolutionary age was intimately associated with British rule.

(Christianity in a Revolutionary Age, Vol. III, By Kenneth Scott Latourette, P.400, London,1961)

ترجمہ:- ہندوستان میں (عیسائیت کے) انقلابی دور کی آمد گہرے طور پر برطانوی راج سے وابستہ تھی۔ مصنف [1] مزید لکھتا ہے۔

" The continued expansion of the company's territories with the bringing of more and more of the country under the pase Britannica, facilitated missions, whether Roman Catholic or Protestant".

(Christianity in a Revolutionary Age, Vol.III, by Kenneth Scott Latourette, P.407, London, 1961)

---

[1] مصنف کی سات جلدوں پر مشتمل عیسائیت کی ایک اور تاریخ کو جو ۱۹۳۷ء اور ۱۹۴۵ء کے درمیان شائع ہوئی، خود انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا نے ایک Encyclopaedic work قرار دیا ہے ملاحظہ ہو:-

(Encyclopaedia Britinnica, London, Vol.15,1970)

ترجمہ:- (ایسٹ انڈیا) کمپنی کے علاقوں کے مسلسل پھیلاؤ کے
ذریعہ زیادہ سے زیادہ ملک کے برطانوی اقتدار کے تحت آجانے سے
عیسائی مشنوں کو خواہ وہ رومن کیتھولک ہوں یا پروٹسٹنٹ بہت سہولت پہنچی۔

آج کے دور کا یہ مورخ اپنے اس اعتراف میں تنہا یا نیا نہیں بلکہ سوسال قبل بھی یہ ذکر خود عیسائی مبلغین کے ہاں ملتا ہے۔ چنانچہ ۱۸۸۸ء میں عیسائی تبلیغی کام کی صد سالہ تقریب کے موقع پر لندن میں ہونے والی عظیم مشنری کانفرنس (Great Missionary Conference) میں ایک مبلغ نے تقریر کرتے ہوئے یہ اقرار کیا کہ:-

" Every political change has worked in our favour......... the world wide expansion of British Colonies......... the consquest of India."

(Turning the world up side down - A century of Missionary Endeavours by A. Pulleng and 5 others, P.583, England, 1972)

ترجمہ:- ہر سیاسی تبدیلی ہمارے (عیسائی مبلغین) حق میں
رہی ہے (مثلاً) برطانوی مقبوضات کا عالمگیر
پھیلاؤ (اور) ہندوستان پر قبضہ۔

تبلیغ عیسائیت کیلئے انگریزوں کی جدوجہد

یوں تو ہندوستان میں پادریوں کی آمد کلائیو اور ہیسٹنگز کے زمانے سے شروع تھی۔[1]
لیکن انہیں کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی اور ان کی سرگرمیاں ایک چھوٹی سی ساحلی پٹی تک ہی محدود رہیں۔ چنانچہ اٹھارھویں صدی میں عیسائیت کی ایک تاریخ میں تحریر ہے کہ:-

" Madura with its appendages was the only example of Christian penetration into the interior of India until the policy of Dupliex obtained for the missionaries limited to the native Kingdoms. The ruin of the empire of Delhi after the death of Aurangzeb in 1707 made further activity impossible. Christianity was thenceforward confined to a coastal strip whence it made no progress in any direction".

(The Church in the Eighteenth Century by H.Daniel-Rops, P.102, London, 1964)

ترجمہ:- ۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب کی وفات کے بعد سلطنت دہلی کی بربادی نے عیسائیت کے لئے کسی بھی پیش رفت کو ناممکن بنادیا۔ اور اُس کے بعد سے ڈوپلے[2] کے عیسائی پادریوں کے

---

[1] پہلی جنگ آزادی از میاں محمد شفیع صاحب ص ۱۱۷ لاہور ۱۹۵۷ء

[2] ڈوپلے کا دور ۱۷۴۹ء تا ۱۷۵۴ء

لئے ریاستوں میں محدود داخلہ کی اجازت حاصل کرنے تک عیسائیت ایک مختصر سی ساحلی پٹی تک محدود رہی جہاں سے کسی بھی سمت میں اس نے کوئی ترقی نہیں کی سوائے میڈورا کے جو اس عرصہ میں اندرون ہند میں عیسائیت کے نفوذ کی واحد مثال تھی۔

پارلیمنٹ کے درویش ممبر

عیسائیت کی تبلیغ کی اس کمزور حالت میں تبدیلی اٹھارویں صدی کی آخری دہائی میں اُس وقت پیدا ہوئی۔ جب برطانیہ میں سرکردہ عیسائیوں کا ایک گروہ جن میں بیشتر پارلیمنٹ کے ممبر تھے۔ ہندوستان میں عیسائیت کی تعلیمات کو متعارف کرانے کے لئے کوشاں ہوا۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا میں تحریر ہے:-

" As early as 1792 members of Chaplan sect had advocated the regeneration of India by the introduction of a knowledge of the Christian religion, the English language and Western science".

(Encyclopaedia Britannica, Vol.12, P.147, London, 1970)

ترجمہ:- چیپلن فرقے ؁ کے اراکین نے ۱۷۹۲ء میں اس بات کی وکالت کی کہ ہندوستان

؁ "Chaplan Sect - A group of christians in England, most of them were members of parliament, nick- named, the saints".

(Encyclopaedia Britannica, Vol.5, P.861, London, 1970)

ترجمہ:- چیپلن فرقہ برطانیہ میں عیسائیوں کا ایک گروہ تھا۔ جن میں سے بیشتر پارلیمنٹ کے رکن تھے۔ اور جن کی عرفیت درویش تھی۔

کو نیا جنم دلانے کے لئے وہاں عیسائی مذہب کی تعلیمات، انگریزی زبان اور مغربی سائینس متعارف کرائی جائے۔

پہلا انگریز مبلغ

ان کوششوں کے نتیجے میں اگلے سال ۱۷۹۳ء ہی میں پہلے انگریز مبلغ ولیم کرے (William Carey) کو ہندوستان بھیجا گیا۔ جس کے کام کے بارے میں مشن کے ایک تاریخ نویس کی رائے ہے کہ:-

" The first British missionary, the well known William Carey worked with his fellow baptists, exercising a powerful influence and incentive to others all over north India".

(Turning the world upside down, by A. Pulleng and 5 others, P.90, England, 1972)

ترجمہ:- پہلے انگریز مبلغ مشہور زمانہ ولیم کرے نے اپنے ساتھی عیسائیوں کے ساتھ کام کیا اور پورے شمالی ہندوستان میں دوسروں کے لئے گہرے اثر اور تحریک کا باعث ہوا۔

تبلیغ کے نئے نئے ادارے

اس کے بعد تو گویا جھڑی لگ گئی۔ لندن میں تبلیغ و اشاعت کے لئے پہلے سے قائم شدہ اداروں کو ناکافی پاکر مندرجہ ذیل نئے ادارے قائم کئے گئے۔

1). The London Missionary Society (1795)

2). The International London Missionary Society (1797)

3). Church Missionary Society (1799)

4). The British and Foreign Bible Society (1804)

5). The Methodist Missionary Society (1814)

(Encyclopaedia Britannica, Vol.15, P.573, London, 1970)

ان سوسائٹیوں میں سے چند کا ذکر ایک عیسائی تاریخ میں یوں کیا گیا ہے۔

" The Church Missionary Socieyt, the London Missionary Society and the Church of Scotland were also early in Indian Mission field".

(Turning the world upside down by A. Pulleng and 5 others, P.90, England, 1970)

ترجمہ:- چرچ مشنری سوسائٹی ، لندن مشنری سوسائٹی اور چرچ آف اسکاٹ لینڈ بھی ہندوستانی تبلیغی میدان میں آگے آگے تھے۔

عیسائی تبلیغ کا بڑا مرکز

یہ برطانوی تبلیغی سوسائٹیاں عیسائیت کی اشاعت کی اس مہم میں ہندوستان پر چھائی رہیں۔ اور چرچ کے تمام وسائل ہندوستان پر خرچ ہوئے جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا نے شہادت دی ہے۔

"British Societies predominated India, more of the resources of the mission went into India than any other country".

(Encyclopaedia Britannica, Vol.15, P.573, London, 1970)

ترجمہ:- برطانوی (مشنری) سوسائٹیاں ہندوستان پر چھاگئیں اور کسی
بھی دوسرے ملک کے مقابلے میں چرچ کے
وسائل کا بیشتر حصّہ ہندوستان میں استعمال ہوا۔

یہی وہ یلغار تھی جس کے سبب اٹھارویں صدی کے آخر میں ہندوستان برطانوی حکومت کی عیسائی تبلیغی سرگرمیوں کا ایک بڑا مرکز قرار پایا۔ جیسا کہ ایک تاریخ نویس نے لکھا ہے۔

" At the end of the eighteenth century one of the great centres of Protestant missionary work was India".

(The Church in Eighteenth Century by H. Daniel Rops, P.188, London, 1964)

ترجمہ:- اٹھارویں صدی کے آخر میں ہندوستان پروٹسٹنٹ
تبلیغی کاموں کے بڑے مرکزوں میں سے ایک تھا۔

عیسائیت کے پھیلاؤ کی صدی

ہندوستان میں تبلیغ عیسائیت کی ان کوششوں میں مزید وسعت پیدا کرنے کیلئے برطانیہ کے بادشاہ جارج سوم (George III) نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے چارٹر میں وہ تبدیلی کی جس کے نتیجہ میں کمپنی کی حدود میں پادریوں کے داخلے کی اجازت ہوگئی [1] اور اس کے ساتھ ہی وہ

---

[1] History of the Protestant Missions in India' by Rev.M.A.Sherring.P.89, London, 1885.

صدی شروع ہوتی ہے جسے سات جلدوں میں عیسائیت کی تاریخ لکھنے والے عظیم مصنف لاٹریٹ نے
''عیسائیت کے پھیلاؤ کی عظیم صدی'' کا نام دیا ہے جیسا کہ لکھا ہے:-

"Latourette has described the period form about 1815 to 1914 as the 'Great Century of Christian Expansion'.

(Encyclopaedia Britannica, Vol.15, P.573, London, 1970)

ترجمہ:- لاٹریٹ نے ۱۸۱۵ء سے ۱۹۱۴ء تک کے دور کو
عیسائیت کے پھیلاؤ کی عظیم صدی قرار دیا ہے۔

انگریز حکام کا تبلیغ عیسائیت میں عملی حصّہ

پادریوں کی دوسوسال کی کوششوں میں کسی خاص کامیابی کو حاصل نہ کرنے کے باوجود یکدم عیسائیت کے پھیلاؤ کی صدی کا شروع ہوجانا اصل میں اس بنیادی تبدیلی کا مرہون منت تھا۔ جو بیشتر ہندوستان پر انگریز حکومت کے قبضہ کی شکل میں ظاہر ہوئی تھی۔ جوں جوں یہ قبضہ مکمل ہوتا گیا۔ انگریز حکام کی عیسائیت کی ترویج و اشاعت میں شمولیت بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ انگلستان کے وزیر ہند چارلس وڈ (Sir Chales Wood) نے ایک موقع پر وزیراعظم لارڈ پامرسٹن (Lord Palmerston) کی موجودگی میں فخریہ یہ اظہار کیا۔

" No persons could be more anxious to promote the spread of Christianity in India than they".

(The missions of the Church Missionary Society by R.Clark, P.234, London, 1904)

ترجمہ:- ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ کے فروغ کے لئے کوئی بھی شخص اُن (وزیراعظم اوروزیرہند) سے زیادہ خواہشمند نہیں ہوسکتا۔

ہندوستان پر انگریز راج کی تاریخ اس حقیقت پر گواہ ہے کہ یہ سلسلہ صرف خواہش کے اظہار پر ختم نہیں ہوگیا بلکہ اس کی تکمیل کے لئے ہندوستان کے انگریز گورنر جنرل سے لیکر کمشنر تک کے افسران دامے، درمے اور سخنے عیسائیت کی تبلیغ کی مہم میں شریک اور حصہ دار رہے۔ وہ مشنوں کے قیام کے بارے میں مشورے دیتے، سنگ بنیاد رکھتے، افتتاحی جلسوں میں شرکت کرتے، اسلام کے خلاف کتابیں لکھتے، ماتحتوں کو تبلیغ کرتے، گرجوں کی تعمیر کے لئے سرکاری فنڈ مہیا کرتے، خود مالی مدد کرتے، مشنری کانفرنسوں میں شرکت کرتے، فاضل اوقات کو تبلیغ میں خرچ کرتے اور ملازمت سے ریٹائر ہوکر خود مشنری بن جاتے۔

تاریخ کی گواہی

ہندوستان میں انگریز حکام کی عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت میں دلچسپی کا اجمالی ذکر تاریخ نویس یوں کرتے ہیں۔

The active sympathy of some British residents including outstanding officials, for Protestant missionary activity tended to further that branch of the faith.

(Christianity in a Revolutionary Age, Vol.III, by K.S. Lautourette, P.407, London, 1961)

ترجمہ:- بشمول ممتاز سرکاری ملازمین بعض انگریز شہریوں کی پروٹسٹنٹ (عیسائی) تبلیغی کوششوں کی سرگرم حمایت نے

عیسائیت کی اس شاخ کو ہندوستان میں آگے بڑھنے میں مدد دی۔

اپنے بیان کی وضاحت میں مصنف مزید لکھتا ہے۔

"Many a British official sought to embody his Christian faith in the performance of his duties".

(Christianity in a Revolutionary Age, Vol. III, by K.S. Lautourette, P.415, London, 1961)

ترجمہ:- بیشتر انگریز افسران اپنے عیسائی عقیدے اور اپنے فرائض کی ادائیگی کو یکجا رکھتے تھے۔
اسی طرح تاریخ کی ایک اور کتاب نے یہ گواہی دی ہے:-

"More than one colonel of the Bengal army preached the Gospel zeolously between parades".

(Cambridge shorter History of India, P.716, Cambridge, 1934)

ترجمہ:- بنگال کی فوج میں بہت سے کرنیلوں نے پریڈوں کے دوران بڑی گرمجوشی سے فوج کو بائبل کا درس دیا۔

اس بارے میں انسائیکلوپیڈیا نے یہ شہادت رقم کی ہے۔

"Some officers like Major General Sir Henry Havelock actually preached in the towns in their spare time".

(Encyclopaedia Britannica, Vol.12, P.112, London, 1970)

ترجمہ:- میجر جنرل سر ہنری ہیولاک جیسے افسر اپنے فاضل اوقات میں شہروں میں (عیسائیت کی) باقاعدہ تبلیغ کرتے تھے۔

لیکن یہ سلسلہ صرف اسی قسم کے افسروں پر مشتمل نہ تھا اور نہ انہی پر ختم ہوتا تھا بلکہ ہر درجہ کے افسروں کے علاوہ ہندوستان کے سب سے بڑے انگریز افسر یعنی وائسرائے تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ ایک عیسائی تاریخ کی کتاب گواہی دیتی ہے کہ:-

''جب ہنری لارنس وائسرائے مقرر ہوئے تو انہوں نے مسیحی تبلیغ کی اور وسیع کوشش کی''

(تاریخ بشارت الہند و پاکستان شائع کردہ پنجاب ریلیجیس بک سوسائٹی ص ۱۶۵ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص ۱۱۱ ربوہ ۱۹۶۱ء)

انگریز حکام کے تبلیغی سرگرمیوں کے چند واقعات

بطور مثال چند واقعات ترتیب زمانی کے لحاظ سے درج ذیل ہیں۔

۱) ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ولیم بنٹنگ کی رائے اور برطانوی اسکیم کے عین مطابق ۱۸۳۵ء میں پادری جے۔ سی لاری نے انگریزی مملکت کی سرحد پر لدھیانہ میں پنجاب کا پہلا عیسائی مشن قائم کیا جہاں برطانوی پولیٹیکل ایجنٹ کیپٹن ویڈ (Captain Wade) نے پہلے سے ایک عیسائی اسکول قائم کر رکھا تھا [۱]۔ کیپٹن ویڈ نے اسے ہر قسم کی مراعات دیں۔ زمین دلوائی اور اپنا ایک اسکول اسکے حوالے کر دیا۔ ۱۸۳۷ء میں پنجاب کا پہلا گرجا گھر بھی یہیں تعمیر ہوا۔ [۲]

۱؎ Our Missions in India by Merris Wherry, P.11,12 Boston, U.S.A, 1926,

بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص ۵۸ ربوہ ۱۹۶۱ء

۲؎ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص ۷ احیدر آباد سندھ ۱۹۵۴ء

۲) ایسٹ انڈیا کمپنی کے فوجی اور سول افسروں نے الحاق پنجاب سے پہلے ہی ۱۸۴۶ء میں چرچ مشنری سوسائٹی لندن سے درخواست کی کہ وہ پنجاب میں تبلیغ کا کام شروع کریں۔ ۱؎

۳) پنجاب کے افسرِ اعلیٰ سر ہنری لارنس نے ۱۸۵۲ء میں امرتسر میں پہلے عیسائی مشن کے قیام کو ایک خط کے ذریعہ خوش آمدید کہا اور مشن کو پانچ صد روپے سالانہ امداد دینے کا وعدہ کیا۔ ۲؎

۴) پشاور میں مشن کے قیام کی اجازت خود سرحد میں گورنر جنرل کے ایجنٹ سر ہربرٹ ایڈورڈس نے دی اور جب ۱۹ دسمبر ۱۸۵۳ء کو مشن کے قیام کے لئے ایک خاص جلسہ ہوا تو نہ صرف اس نے جلسہ کی صدارت کی بلکہ ایک پرزور تقریر بھی کی جس کے بارے میں لکھا ہے۔

" His speech which at the time thrilled through all India, and through many parts of England".

(Punjab & Sind Missions by R. Clark, P.161, London, 1885)

ترجمہ:- اس کی تقریر نے تمام ہندوستان اور انگلستان کے بہت سے علاقوں کو متاثر کیا۔

یہ سر ہربرٹ ایڈورڈس کی عیسائی مشن کے لئے گرانقدر مساعی ہی تھی کہ اس کے تقرر کو بھی عیسائی مورخ خدا کی مشیت قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:-

" Prayer continued to be made for the Afghans, and in God's good Providence, Sir Herbert Edwardes was appointed Commissioner and Agent of the Governer General on the Frontier".

(Punjab & Sind Missions by R. Clark, P.161, London, 1885)

۱؎ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص ۱۷، ۱۸ حیدرآباد سندھ ۱۹۵۴ء

۲؎ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص ۱۸ حیدرآباد سندھ ۱۹۵۴ء

ترجمہ:- افغانوں کے لئے دعائیں جاری تھیں کہ خدا کی مشیت کے تحت سر ہربرٹ ایڈورڈس کی کمشنر اور سرحد میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کے طور پر تقرری ہوگئی۔

(۵) ''اودھ میں مشنری خدمت کے لئے ہنری لارنس چیف کمشنر نے لکھنو میں لکھا۔ جنہوں نے بنارس سے لیو پولٹ کو بھیج دیا۔ ۲۴، ستمبر ۱۸۵۸ء کو منٹگمری نے ایک جلسہ کر کے پانچ ہزار پونڈ جمع کر لیئے اور اودھ مشن کو تقویت پہنچائی''۔

(تاریخ بشارت الھند و پاکستان، شائع کردہ پنجاب ریلجنس بک سوسائٹی ص ۱۶۵ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اوّل از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص ۱۰۸ ربوہ ۱۹۶۱ء)

(۶) بنگال سول سروس کے ایک انگریز افسر سر ولیم میور (Sir Willian Muir) نے پادری فنڈر کی فرمائش پر چار جلدوں میں حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ کے نام پر بہت کچھ بکواس پر مشتمل انگریزی میں ایک کتاب بنام Life of Mahomet and History of Islam to the era of Hagira لکھی۔ یہ جلدیں ۱۸۵۸ء سے ۱۸۶۱ء کے درمیان شائع ہوئیں [1]

---

[1] یہ شخص ۱۸۰۰ء میں برطانوی حکومت ہند کا فارن سیکرٹری بنایا گیا۔ اور ۱۸۶۸ء میں صوبہ سرحد کا لیفٹیننٹ گورنر، ریٹائر ہونے کے بعد ۱۸۷۶ء میں لندن میں کونسل آف انڈیا کا ممبر بن گیا۔ اس وقت بھی اس نے اسلام کے خلاف کتابیں لکھنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور درج ذیل کتابیں لکھیں۔

The Coran - its composition and teaching (1878)

Annals of Early Caliphate (1883)

The Caliphate - Its rise decline and fall (1891)

The Mohammadan Controversy (1897)

(Encyclopeadia Brittannica, Vol.15, P.997, London, 1970)

۷) پنجاب کے دوسرے لیفٹیننٹ گورنر سر رابرٹ منٹگمری نے ۱۸۶۱ء میں صوبے کے مختلف حصوں میں پندرہ گرجا گھر سرکاری خرچ پر تعمیر کرانے کی منظوری حاصل کر لی۔ ۱؎

۸) پنجاب کے تمام انگریز افسروں نے ۱۸۶۲ء میں سی۔ایم۔ایس ۲؎ سے درخواست کی کہ کشمیر میں بھی تبلیغ شروع کریں۔ اور اس مقصد کے لئے لیفٹیننٹ گورنر سر رابرٹ منٹگمری نے ایک ہزار روپے چندہ بھی دیا۔ ۳؎

۹) جالندھر شہر کے انگریز کمشنر جنرل ای۔لیک (General E.Lake) نے یکم جنوری ۱۸۶۳ء کو لاہور میں منعقدہ ایک مشنری کانفرنس میں شامل ہو کر تقریر کے دوران اس بات پر زور دیا کہ وہ لوگ جو باقاعدہ عیسائی مبلغ نہیں مبلغین کا پورے طور پر ہاتھ بٹائیں۔ ۴؎

۱۰) پنجاب کے ایک اور لیفٹیننٹ گورنر چارلس ایچی سن کا جوش تبلیغ پادریوں کے لئے بھی ایک نمونہ تھا۔ وہ خود فریضہ تبلیغ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی عیسائیت کی تبلیغ کرنے کی پرزور تحریک کرتا تھا۔ ۲۱، نومبر ۱۸۸۳ء کو اس نے مشن چرچ ۵؎ بٹالہ کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا اور دوران تقریر ایک ممتاز ہندوستانی کو عیسائیت کی تبلیغ کے اپنے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ:-

''میں نے پوری کوشش کی کہ میں اُسے اُس خون سے آگاہ کردوں جو کالوری میں بہایا

۱؎ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص ۳۲ حیدرآباد سندھ ۱۹۵۴ء

۲؎ چرچ مشنری سوسائٹی (Church Missionary Society) لندن میں ۱۷۹۹ء میں قائم کی گئی۔

۳؎ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص ۳۵ حیدرآباد سندھ ۱۹۵۴ء

۴؎ The Missions by R.Clark, P.248, London 1904

بحوالہ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص ۳۲ حیدرآباد سندھ ۱۹۵۴ء

۵؎ بٹالہ کا مشن ۱۸۶۶ میں شروع کیا گیا تھا اور یہاں فنڈر کے کئے ہوئے یوحنا عیسائی نے امرتسر کے آکر کام شروع کیا تھا۔

گیا۔ جس نے تمام بنی نوع انسان کے لئے گناہوں کی بخشش حاصل کرلی تھی"۔

(The Missions by R.Clark, P.80, London, 1904

بحوالہ انگریز اور بانئی سلسلہ احمدیہ از حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب۔ درد ص ۳۷ حیدرآباد سندھ ۱۹۵۶ء)

(۱۱) امرتسر اور راولپنڈی کے ایک انگریز کمشنر ایچ۔ای۔ پرکنز تیس سال کی سروس کے بعد ریٹائر ہوا تو ۱۸۸۶ء میں باقاعدہ عیسائی مبلغ بن گیا۔ اور اٹاری کے پاس ایک مشن کا انچارج ہوا۔ [۱]

انگریز حکام کی خصوصی توجہ کا مرکز پنجاب

ہندوستان کا وہ علاقہ جو عیسائی تبلیغی سرگرمیوں کا سب سے زیادہ نشانہ تھا وہ صوبہ پنجاب تھا۔ اس صوبے کو تبلیغ عیسائیت کے لئے ایک بنیاد (Base) قرار دیا گیا تھا۔ جیسا کہ ایک عیسائی تاریخ میں لکھا ہے۔

"وسط ایشیا میں عیسائیت کی تبلیغ کے لئے پنجاب ایک قدرتی بنیاد (Base) معلوم ہوتا ہے" نیز یہ کہ "پنجاب کی سرحدی لائن سے اور اسے اپنے کام کی بنیاد (Base) بنا کر عیسائیت اُن مقامات تک پھیل سکتی ہے جہاں ابھی اس کا نام بھی نہیں پہنچا "۔

(The Missions by R.Clark, P.17&245, London 1904

بحوالہ انگریز اور بانئی سلسلہ احمدیہ از مولانا عبدالرحیم صاحب درد صفحہ ۳۲ حیدرآباد سندھ ۱۹۵۶ء)

پنجاب کی اس اہمیت کے پیش نظر لندن کی چرچ مشنری سوسائٹی نے یہاں کے لئے نامزد عیسائی مبلغین کو ۲۰، جون ۱۸۵۱ء کو جو ہدایات جاری کیں ان میں یہ ہدایت بھی تھی۔

" We may trust that if the tidings of a Savior's advent be spread with the first introduction of a Christian Government, a mighty impulse and advancement will be

---

[۱] انگریز اور حضرت بانئی سلسلہ احمدیہ از مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص ۴۱ حیدرآباد سندھ ۱۹۵۶ء۔

given to be Christian cause".

(The Missions of the Church Missionary Society by R.Clark, P.2 & 3, London, 1904)

ترجمہ:- ہم یقین رکھتے ہیں کہ اگر ایک نجات دہندہ کی آمد کی خوشخبری عیسائی حکومت کے شروع ہونے کے ساتھ ہی لوگوں میں پھیلائی جائے تو عیسائیت کے حق میں ایک زبردست اور ترقی پذیر تحریک ہوگی۔

شاید یہی وجہ ہے کہ انگریز حکام کی عیسائیت کی تبلیغی مساعی میں شرکت یہاں کہیں زیادہ نمایاں اور واضح ہے چنانچہ اس کا اعتراف کرتے ہوئے پنجاب کے ایک لیفٹیننٹ گورنر چارلس ایچی سن نے ۱۸۸۸ء میں ایک مشنری کانفرنس میں فخریہ یہ اعلان کیا:-

''پنجاب کے گورنروں نے عیسائی مشنوں کی حمایت اور عملی اعانت کی روایات قائم کردی ہیں ۔ یہ امر اپنی آپ ہی مثال ہے کہ پنجاب میں سی ۔ایم۔ ایس کے بہت سے مشنوں کی بنیاد اُن عام عیسائیوں نے رکھی جو سرکاری ملازم تھے''۔

مزید کہا:-

''جن لوگوں کے میں نے نام لئے ہیں وہ مشنری کام کی حوصلہ افزائی میں پیش پیش تھے۔ جنہوں نے خداوند کی توقیر کی اور اس کے نام کا لوگوں کے سامنے اقرار کیا۔ وہ پنجاب کے نظم ونسق کے بہترین اور نہایت ممتاز اعلیٰ افسر تھے جو کبھی بھی اس صوبے میں پیدا ہوئے ہیں وہ ایسے اشخاص تھے، جن کے نام کو لوگ بہت عزت اور توقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ لارنس، منٹگمری ، ایڈورڈز، میکلوڈ، رینل ، ٹیلر ایسے نام ہیں۔ جو اس صوبے کے ہرگھر میں معروف ہیں۔ بعض اس

صوبے کے باہر بھی ،بعض یورپ میں اور ہر اس جگہ جہاں ہندوستان کی تاریخ پڑھی جاتی ہے مشہور ہیں۔ وہ مشن جو انہوں نے ہمارے سرحدی صوبے میں قائم کئے، سرحدی چوکی کی طرح کھڑے ہیں''۔

(انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص۳۹ حیدرآباد سندھ ۱۹۵۴ء)

انگریز حکومت کی عیسائی پادریوں کی سرپرستی

جیسا کہ ہم نے ابھی دیکھا کہ انگریز افسر اپنے عہدہ اور قوت کے بل پر عیسائیت کی تبلیغ میں خود پورا حصہ لیتے تھے لیکن اصل کام وہ عیسائی مبلغین کی مکمل سرپرستی کی شکل میں کر رہے تھے۔

کمپنی کے ملازم پادری

ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانے ہی سے عیسائی مناد کمپنی کے پرچم تلے آتے تھے چنانچہ ایک ابتدائی عیسائی مبلغ ہنری مارٹن (Henry Martyn 1981-1812) کے بارے میں لکھا ہے۔

" He obtained a chaplaincy under the East India Company and left for India in 1805. Martyn translated the whole of the New Testament into Urdu".

(Encyclopaedia Britannica, Vol.14, P.984, London, 1970)

ترجمہ:- وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے تحت پادری ہوکر ۱۸۰۵ء میں ہندوستان روانہ ہوا۔ مارٹن نے نئے عہد نامے کا مکمل اردو ترجمہ کیا۔

کمپنی کے یہی وہ ملازم پادری تھے۔ جنہوں نے ہندوستان میں تبلیغ عیسائیت کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:-

" The chaplains of the Company (David Brown, Henry Martyn and others) laid the foundation for further

missionary work".

(Turning the World Upside Down by A. Pulleng and 5 others, P.90, England, 1972)

ترجمہ:- (ایسٹ انڈیا) کمپنی کے پادریوں (ڈیوڈ براؤن، ہنری مارٹن اور دوسرے) نے مستقبل کے تبلیغی کام کی بنیاد رکھی۔

کچھ ہی عرصہ کے بعد ۱۸۱۳ء میں برطانوی حکومت نے مزید عیسائی پادریوں کی ہندوستان میں آمد میں آسانی پیدا کرنے کے لئے ایسٹ انڈیا کمپنی کے چارٹر میں تبدیلی کی۔ پھر ۱۸۳۳ء میں اس چارٹر کی تجدید کے وقت عیسائیت کی تبلیغ کو مزید وسعت دینے کے لئے بعض اور اقدامات بھی کئے۔ چنانچہ ایک عیسائی مورخ لکھتا ہے۔

" The alteration of its charter in 1813 which in fact permitted the entrance of missionaries to East India Company's territories was followed by even more favourable terms in the renewal of the charter in 1833, including the creation of three more Anglican Bishoprics".

(Christianity in a Revolutionary Age, Vol.III by K.S. Latourette, P. 407, London, 1961)

ترجمہ:- ۱۸۱۳ء میں چارٹر کی تبدیلی نے درحقیقت ایسٹ انڈیا کمپنی کی حدود میں عیسائی مبلغین کی آمد کی اجازت دے دی۔ ۱۸۳۳ء میں چارٹر کی تجدید کے وقت اس کی دفعات کو بشمول تین مزید تبلیغی مرکزوں کے قیام کی شق کے اور بھی مفید بنادیا گیا۔

غدر کی ایک وجہ

انگریز حکومت کی عیسائی پادریوں کی یہ سرپرستی جلد ہی اس حد تک پہنچ گئی کہ مسلم اکابرین نے اس بات کو ۱۸۵۷ء کے غدر کے بنیادی اسباب میں سے ایک قرار دیا۔ چنانچہ سرسید احمد خان صاحب نے ان سرگرمیوں کو بڑی تفصیل سے بے نقاب کرتے ہوئے لکھا کہ:-

''سب جانتے تھے کہ گورنمنٹ نے پادریوں کو مقرر کیا ہے اُن کو تنخواہ دی جاتی ہے۔ دیگر اخراجات اور تقسیم کتب کے لئے بڑی رقمیں دی جاتی ہیں اور ہر طرح ان کی مددگار اور معاون ہے۔ حکام شہر اور فوج کے افسر ماتحتوں سے مذہبی گفتگو کرتے تھے۔ اپنی کوٹھیوں پر بلا بلا کر پادریوں کے وعظ سنواتے تھے۔ غرض اس بات نے یہاں تک ترقی پکڑی تھی کہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ گورنمنٹ کی عملداری میں ہمارا یا ہماری اولاد کا مذہب قائم رہے گا''۔

(اسبابِ بغاوت ہند، از سرسید احمد خاں صاحب بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص۱۰۷-۱۰۸ ربوہ ۱۹۶۱ء)

نیز آپ نے اپنی اس کتاب میں بطور مثال وہ مکتوب بھی نقل کیا ہے جو دارالامارات کلکتہ سے ۱۸۵۵ء میں ایک پادری ای۔ ایڈمنڈ (E. Admund) نے ہندوستان کے تمام سرکاری ملازمین کے نام لکھا تھا۔ جس میں اس نے لکھا کہ تمام ہندوستان میں عملداری ایک ہوگئی ہے۔ اس لئے مذہب بھی ایک ہونا چاہیئے۔ نیز اس خواہش کا اظہار کیا کہ موجودہ نسل اس حقیقت کو سمجھ لے اور عیسائیت میں آجائے اور یہ کہ ہماری تمنا ہے کہ اس ملک کے گرجاؤں کو ہندوستانیوں سے بھرا ہوا دیکھیں [۱]۔

مشنریوں کی بے مثل تائید

باوجود اس نکتہ چینی کے سرپرستی کا یہ انداز جاری رہا۔ کیونکہ تبلیغ عیسائیت کے باب

[۱] پورے مکتوب کیلئے ملاحظہ ہو، اسباب بغاوت ہند، از سرسید احمد خان صاحب شائع کردہ اردو اکیڈمی سندھ کراچی ص۱۹۲ تا ص۲۰۲۔

میں صوبہ پنجاب انگریز حکومت کی توجہ کا خاص مرکز تھا اس لئے یہاں کے حکام عیسائی مبلغین کی سرپرستی کرنے میں سب سے آگے تھے۔ اس کا اعتراف مشنوں کی ایک تاریخ میں یوں کیا گیا ہے۔

"یہ عجیب بات ہے کہ پنجاب کے نئے صوبے کو جسے مطمئن کرنا بہت مشکل تھا۔ ایسے کئی گورنر ملے جو اعلیٰ استعدادوں کے مالک نہایت ہی قابل اور ممتاز لوگ تھے۔ جیسے ہنری، سرجان الارنس، رابرٹ منٹگمری، سرہربرٹ ایڈ ورڈز، جنرل آرٹیلر۔ اپنے دوسرے امتیازات کے علاوہ یہ لوگ اپنی نیکی اور جوشِ تبلیغ کے لحاظ سے بڑی شہرت رکھتے تھے۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے کبھی اپنے مذہب عیسائیت کو ہندو اور مسلمانوں کے سامنے چھپایا یا نہیں اور نظامِ حکومت کو عیسائی اصولوں کے مطابق چلایا بلکہ انہوں نے مشنریوں کے کام کی تائید اپنے نفس کی قربانی سے کی اور اس ہمت اور ذاتی ولولے سے کی جس کی مثال ہندوستانی مشنوں کی تاریخ میں ملنا مشکل ہے"۔

(مشنوں کی تاریخ از مسٹر جے۔ رچرڈ ص۱۹۳-۱۹۴ لندن ۱۹۰۸ء بحوالہ انگریز اور باغی سلسلہ احمدیہ از مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص۴۱-۴۲ حیدرآباد سندھ ۱۹۵۴ء)

پادریوں کی بالواسطہ مدد

انگریز حکومت کے ہاتھوں نئے ہونے والے عیسائیوں کی عزت افزائی بھی بالواسطہ طور پر پادریوں کے کام کو آسان کرتی تھی۔ اہم کاموں کے لئے ایسے لوگوں پر اعتماد کیا جاتا تھا جو عیسائی ہو چکے ہوتے تھے۔ چنانچہ ۱۸۶۹ء سے ۱۸۷۲ء کے دوران ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ میو کو جب وسط ایشیا میں ایک خفیہ مشن کے لئے ایک قابل اعتماد آدمی کی ضرورت پڑی تو اس نے صوبیدار دلاور

خان کومنتخب کیا جو افغانوں میں سے عیسائی ہو چکا تھا۔ [1]

اسطرح جو لوگ عیسائی ہو جاتے تھے انہیں حکومت کی طرف سے اچھی اچھی ملازمتیں مل جاتی تھیں۔ عبداللہ آتھم اور صفدر علی کو عیسائی ہو جانے پر ڈپٹی بنا دیا گیا۔ عمادالدین کو بھی ڈپٹی بنایا گیا تھا لیکن اس نے پادری بننا بہتر سمجھا۔

حکومت کا اظہار شکر گذاری

پادریوں کی سرپرستی کا ایک اور انداز سرکاری سطح پر ان کی حوصلہ افزائی اور ان کے کام کی تعریف تھا۔ چنانچہ ۱۸۷۳ء میں انگریز حکومت نے ہندستان کی مادی اور اخلاقی حالت کی ترقی کے متعلق ایک رپورٹ تیار کرائی جو دارالعوام (House of Commons) نے شائع کی اس میں لکھا گیا کہ:-

"The Government of India cannot but acknowledge the great obligation under which it is laid by the benevolent exertions made by these 600 missionaries, whose blameless example and self-denying labours are infusing new vigour into the sterotyped life of the great populations placed under English rule, and are preparing them to be in every way better men and better citizens of the great empire in which they dwell".

(History of Protestant Missions by Rev. M.A.Sherring, P.48, London, 1875)

---

[1] انگریز اور پانچ سلسلہ احمدیہ از مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص۳۵ حیدرآباد سندھ ۱۹۵۴ء۔

ترجمہ:- حکومت ہند انتہائی شکرگذاری کے جذبات کے ساتھ اُن چھ سو مشنریوں کی نیک کوششوں کو سراہتی ہے ان کا بے داغ نمونہ اور انکی بے لوث خدمات انگریز رعایا کی بے شمار آبادی کی دقیا نوسی زندگی میں نئی روح پھونک رہے ہیں اور وہ انہیں بہتر آدمی اور اس عظیم الشان ایمپائر کے بہتر شہری بننے کیلئے تیار کر رہے ہیں جس میں وہ بستے ہیں۔

عام اعتراف

غرضیکہ ہندوستان میں عیسائی پادریوں کا انگریز حکومت کے زیر سرپرستی ہونا ایک ایسی روشن حقیقت ہے جس کا اعتراف قدیم اور جدید عیسائی اور مسلم تاریخ نویسوں کے ہاں مشترک ہے چنانچہ ایک مسلمان عالم کا قول ہے۔

''عیسائی پادری مذہب مسیحیت کی تبلیغ و دعوت اور دین اسلام کی تردید میں سرگرم تھے۔ حکومت وقت جس کا سرکاری مذہب مسیحیت تھا۔ ان کی پشت پناہ اور سرپرست تھی۔ وہ ہندوستان کو یسوع مسیح کا عطیہ سمجھتی تھی۔''

(قادیانیت از سید ابوالحسن ندوی طبع اول ص۴۵)

ایک اور مسلمان مورخ کی رائے ہے کہ:-

''حقیقت یہ ہے کہ پادریوں کی تحریک و تبلیغ میں خود گورنر شامل رہے ہیں مبلغین عیسائیت کو باقاعدہ امداد کیا بلکہ تنخواہیں دی جاتی تھیں اور بعض گورنر تبلیغ میں خاص دلچسپی اور جوش و سرگرمی رکھتے تھے''۔

(۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی، از میاں محمد شفیع ص۱۱۹ مکتبہ جدید لاہور ۱۹۵۷ء)

غدر کا انگریزی جواب

انگریزوں کے بڑوں کے نزدیک ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کا سبب عیسائیت کی تبلیغ میں کمی تھا۔

جیسا کہ ایک حاکم سر ہربرٹ ایڈورڈز (Sir Herbert Edwards) کی یہ رائے تھی۔

"The Mutiny was caused not by attempts to disseminate Christianity but by our keeping back Christianity from people".

(The Missions of the Church Missionary Society by R. Clark, P.234, London, 1904)

ترجمہ:- غدر کے برپاہونے کا سبب یہ نہیں تھا کہ عیسائیت کی تبلیغ کی گئی بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ عیسائیت کی تبلیغ نہیں کی گئی۔

دوسری طرف غدر سے انگریزی حکومت کے بچ جانے کو خدا کی مرضی قرار دیا گیا۔ جیسا کہ اس وقت کے Judicial Commissioner مسٹر رابرٹ منٹگمری (Robert Montgomery) نے کہا۔

"It was not policy that saved the Indian Empire to England and England to India. The Lord, our God He it was".

(The Men Who Ruled India - The Founders by Philip Woodruff, P.324, London, 8th Ed, 1963)

ترجمہ:- ہندوستان کی حکومت کو برطانیہ کے لئے بچانے والا ہمارا مالک خدا تھا نہ کہ حکمت عملی۔

یہی وہ دونظریے تھے جن کے تحت غدر کے بعد عیسائی تبلیغی مساعی میں ایک نئی شدت پیدا ہوئی۔ ایک پاکستانی ادیب نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا۔

''انگریزوں کی غدر میں فتوحات کے بعد عیسائی مشنریوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔''

(سید عطاءاللہ شاہ بخاری، از شورش کاشمیری ص ۱۸۷ بحوالہ تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد صاحب شاہد جلد اول ص ۱۱۱ ادارۃ المصنفین ربوہ ۱۹۶۱ء)

واقعاتی طور پر ۱۸۵۸ء ہی میں غدر کے عیسائی جواب کے طور پر (As a Christian reply to Muliny) انگلستان میں ایک خاص انجمن قائم کی گئی۔ جس کا کام صرف یہ تھا کہ ہندوستان میں تبلیغ عیسائیت کے لئے لٹریچر بہم پہنچائے۔ اس سوسائٹی کا نام ہی (Christian Literature Society for India) رکھا گیا نیز عیسائی تبلیغی مساعی کو اور بھی زیادہ منظم کرنے کے لئے ۱۸۶۰ء میں لور پول میں مبلغوں کی ایک کانفرنس بھی بلائی گئی۔[1]

جدوجہد میں اس نئی شدت کا ذکر کرتے ہوئے برصغیر کے ایک صاحبِ قلم لکھتے ہیں۔

''(مسیحی پادریوں نے) اس وقت کو غنیمت اور اس موقع کو بیحد مناسب جان کر مسلمانوں کو بہکانے کے لئے ایک عالمگیر جدوجہد شروع کی جس کا سلسلہ ۱۸۶۰ء سے لیکر ۱۹۰۳ء کے بعد تک بڑے زور وشور سے قائم رہا۔''

(تحریکِ قادیان از مولانا سید حبیب صاحب سابق مدیر سیاست دہلی ص ۲۰۷ ۱۹۳۳ء)

انگریز حکومت کی سرپرستی میں تبلیغ عیسائیت کا مجموعی جائزہ

عیسائیت کی تبلیغ کی اس صدی کے دوران ہندوستان کے قریہ قریہ میں جس طرح عیسائی مشن قائم کئے گئے۔ اسکولوں اور ہسپتالوں کا جال پھیلایا گیا۔ لٹریچر کی بھرمار کی گئی اور چوراہوں پر یسوع مسیح کی منادی کی گئی اس کی وسعت کا کسی قدر اندازہ عیسائی تاریخ سے لئے گئے درج ذیل حقائق سے باآسانی کیا جاسکتا ہے۔

عیسائی پادری اور مبلغ

صدی کے آخر میں ہندوستان میں عیسائی مبلغین کی مجموعی تعداد ساڑھے نو ہزار سے بھی تجاوز کر چکی تھی۔ جبکہ پادریوں اور چرچ کے عملے کی تعداد پانچ ہزار سے زائد تھی۔ چنانچہ لکھا ہے۔

---

[1] ہیسٹنگز انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجنز بحوالہ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص ۲۶ حیدرآباد سندھ ۱۹۵۴ء

" Indian was served by 966 European and 1142 Indian Priests, 440 lay brothers and 2778 sisters.

Protestant Missionaries far out-numbered Roman Catholic - 5465 as against no more than 4000 of the later."

(Christianity in a Revolutionary Age, Vol.III by K.S. Latourette, P.403 & 407, London, 1961)

ترجمہ:- ''ہندوستان میں ۹۶۶ یورپی اور ۱۱۴۲ ہندوستانی پادری کام کر رہے تھے جبکہ برادرز کی تعداد ۴۴۰ اور ننوں کی ۲۷۷۸ تھی۔ جہاں تک عیسائی مبلغین کا تعلق ہے تو رومن کیتھولک فرقہ کے کم وبیش ۴۰۰۰ مبلغین کے مقابلے میں ۵۴۶۵ پروٹسٹنٹ مبلغ موجود تھے''

ان مبلغین کے طریق کار کا اندازہ اس ایک مثال سے کیا جا سکتا ہے۔ ایک مسلم عالم لکھتے ہیں۔

''اس زمانے میں پادری لفرائے[۱] پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لیکر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا تھا کہ تھوڑے عرصے میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنالوں گا۔ ولایت کے انگریزوں سے بڑی مدد اور آئندہ کی مدد کے وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہوکر بڑا تلاطم برپا کیا۔''

(دیباچہ برتفسیر القرآن مولوی اشرف علی صاحب تھانوی از مولانا نور محمد نقش بندی ص ۳۰ دہلی)

عیسائی مبلغین کی کانفرنسیں

عیسائی مبلغین نے تبلیغی کاموں کا جائزہ لینے کے لئے ہندوستان بھر کے پادریوں کی کانفرنسوں کی داغ بیل ۱۸۶۲ء میں ڈالی۔ جو بڑی کامیابی سے ایک مستقل کارروائی کے طور پر جاری رہیں چنانچہ لکھا ہے:-

---

[۱] پادری جارج ایلفر ڈلیفرائے لاہور میں ۱۹۰۰ء میں وارد ہوا۔

" Beginning in 1862 decennial all India conferences were held each with a larger attendance than its predecessor. The one in Madras in 1902 provided a precedent for epoch making. World Missionary Conference which assembled in Edinbourgh in 1900".

(Christianity in a Revolutionary Age, Vol.III, by K.S. Latourette, P.413, London, 1961)

ترجمہ:- ''۱۸۶۲ء میں دس سالہ عیسائی کانفرنسوں کا آغاز ہوا۔ جس میں سے ہر ایک کی حاضری پہلے سے زیادہ رہی۔ ۱۹۰۲ء میں ہونے والی ایسی مدراس کانفرنس نے وہ مثال قائم کی جس پر ۱۹۱۰ء میں ایڈنبرا (انگلستان) میں یادگار عالمگیر مشنری کانفرنس منعقد ہوسکی''۔

عیسائی اسکول اور ہسپتال

تبلیغ عیسائیت کے اور تمام ذرائع کے ساتھ ساتھ عیسائی مبلغ اسکول اور ہسپتالوں کو بھی اس سلسلہ میں پورے طور پر استعمال کر رہے تھے۔

مشن کے قیام کے فوراً بعد ہی ان اداروں کے قائم کرنے کی کوشش کی جاتی۔ لدھیانہ میں دو مشن اسکول کھولے گئے۔ اور ۱۸۹۴ء میں ایک بڑا زنانہ اسکول بھی کھولا گیا۔ اس طرح سیالکوٹ کے بارے میں تاریخ نویس نے لکھا ہے۔

''۱۸۵۶ء میں فوجی افسروں کی درخواست پر اسکاچ مشن نے پنجاب کا رخ کیا۔ جہاں دس سال کے اندر سیالکوٹ کو مرکز بنا کر گرد و نواح کے پچاس میل دائرہ کے شہروں اور قصبوں

میں اسکول، یتیم خانے اور ڈسپنسریاں قائم کر دیں۔''

(تاریخ بشارت الہند و پاکستان ص ۲۴۱ شائع کردہ پنجاب ریلیجس سوسائٹی۔ بحوالہ تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد شاہد صاحب جلد اول ص ۱۱۰ ادارۃ المصنفین ربوہ ۱۹۶۱ء)

یہ اسکول عیسائیت کی اشاعت میں جسطرح حصہ لیتے تھے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے لاٹریٹ نے لکھا ہے کہ:-

"Numbers of Indians who as non-Christian attended school conducted by Missionaries, while holding to their inherited regligions, were influenced, some more some little, by what they learned of Christianity".

ترجمہ:- ''بے شمار غیر عیسائی ہندوستانی جو ایسے اسکولوں میں پڑھتے تھے جنہیں مشنری چلا رہے تھے اپنے پیدائشی مذہب کو اپنائے رکھتے ہوئے عیسائیت کے بارے میں جو کچھ سیکھتے تھے۔ اس سے ضرور متاثر ہوتے تھے۔ کچھ کم اور کچھ زیادہ۔''

اسپتالوں کے اسی کردار کے بارے میں ایک اور تاریخ میں تحریر ہے کہ:-

''اسپتالوں میں باقاعدہ ایک مبلغ کام میں لگا رہتا تھا۔ لیڈی ڈاکٹر گھروں میں جا کر علاج کے ذریعہ عیسائیت کا اثر لوگوں کے گھر میں پہنچاتی تھیں۔''

(The Missions by R.Clark. P.19/20,London ,1904

بحوالہ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص ۴۳، ۴۴ حیدرآباد، سندھ ۱۹۵۴ء)

عیسائی لٹریچر

عیسائی اشاعتی اداروں نے ہندوستانی مسلمانوں کے لئے اردو، فارسی اور انگریزی میں

اسلام کے خلاف کثرت سے کتب، رسائل اور اخبارات [۱] شائع کئے۔ اور کروڑوں کی تعداد میں مفت تقسیم کئے۔ عیسائیوں اور عیسائی ہوجانے والے ہندوؤں اور مسلمانوں نے اسلام کے خلاف بے انتہا گند اچھالا مثلاً سرولیم میور (Sir William Muir) ڈاکٹر فنڈر [۲] (Col Guttleeb Pfander) ڈاکٹر اسپرنگر [۳] عیسائی ہوکر مولوی اور ڈی۔ ڈی کا خطاب پانے والے عمادالدین اور صفدر علی اور ہندوؤں میں سے عیسائی ہونے والے رامچندر اور ٹھاکرداس وغیرہ۔

اس بات میں پادری جی۔ اے لیفرائے کا یہ اعتراف قابل ذکر ہے۔

''ان کے حملوں کا طریق اتنا سخت اور غیر مصالحانہ تھا کہ ہندوستانیوں کے دل میں یہ احساس شدت سے پیدا ہوگیا کہ ہم یہاں آئے ہی اُن کے قدیم عقائد پر حملہ کرنے کی غرض سے ہیں۔''

(انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از مولانا عبدالرحیم صاحب دردؔ ص۴۲۔۴۳ حیدرآباد سندھ ۱۹۵۴ء)

اسی طرح ایک اور منصف مزاج پادری نے تسلیم کیا کہ:۔

''اگر ۱۸۵۷ء کی مانند غدر پھر ہوا تو عمادالدین ایسے بدسگالوں کی بدزبانیوں اور بے ہودہ گوئیوں سے ہوگا۔''

(شمس الاخبار لکھنو باہتمام پادری کریونی ۱۵، اکتوبر ۱۸۷۵ء بحوالہ کتاب البریہ ص۱۰۴ نیز بحوالہ تاریخ احمدیت ازمولانا دوست محمد صاحب شاہد جلد اول ص۱۱۱ ادارۃ المصنفین ربوہ ۱۹۶۱ء)

عیسائیوں کی تبلیغ میں جو اشاعتی ادارے کام کر رہے تھے ان میں ہندوستان کے لئے لندن کی عیسائی علمی سوسائٹی (Christian Literary Society for India) کے علاوہ خود یہاں کم از کم درج ذیل پانچ ادارے کام کر رہے تھے۔

---

[۱] مشہور ''نور افشاں اخبار'' لدھیانہ سے ۱۸۷۳ء میں جاری کیا گیا۔

[۲] ڈاکٹر فنڈر کی کتابیں میزان الحق اور مفتاح الاسرار ۱۸۶۱ء میں مشن پریس لدھیانہ سے شائع ہوئیں۔

[۳] ڈاکٹر اسپرنگر کی رسول ﷺ کی زندگی پر کتاب ۱۸۵۱ء میں الٰہ آباد میں چھپی۔

1) Punjab Religious Book Society, Lahore.
2) Christian Book Store, Ludhiana.
3) Christian literature Society Punjab Branch, Ludhiana.
4) North India Tract Society, Alahabad.
5) Methodist Publishing House, Lucknow.

۱) پنجاب مذہبی کتب سوسائٹی لاہور۔
۲) مسیحی کتاب گھر لدھیانہ۔
۳) عیسائی لٹریچر سوسائٹی، پنجاب شاخ لدھیانہ۔
۴) شمالی ہندوستان ٹریکٹ سوسائٹی۔الہٰ آباد۔
۵) میتھوڈسٹ چھاپہ خانہ۔لکھنو۔

ان اداروں کی شائع کردہ اسلام کے خلاف اردو، انگریزی، عربی اور فارسی کی ۲۲۰ سے زائد کتب پر مشتمل ایک فہرست کے لئے ملاحظہ ہو ضمیمہ کتاب، انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ (ص۸۹ تا ۹۸)۔

کتب کی تعداد فروخت اور اس سے ہونے والی آمدنی کے بارے میں درج ذیل اعداد وشمار سے ملک میں عیسائی لٹریچر کے پھیلاؤ میں بتدریج اضافہ کا کسی قدر اندازہ ہوسکتا ہے۔

سال	تعداد کتب فروخت	رقم فروخت کتب		کل رقم فروخت کتب
		پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی	پنجاب بائبل سوسائٹی	
۱۸۷۰	۱۳۰۷۶	=/۴۴۸ روپے	=/۳۴۲ روپے	=/۷۹۰ روپے
۱۸۸۳	۱،۰۵،۰۸۱	=/۱۹۳۰۵ روپے	=/۲۸۰۸ روپے	=/۲۲۱۱۳ روپے
۱۸۹۸	۳,۳۵,۶۸۱	=/۲۷۹۰۱ روپے	=/۷۹۴۰ روپے	=/۳۵۸۴۱ روپے
کل	۴,۵۴,۸۳۸	=/۴۷۶۵۴ روپے	=/۱۱۰۹۰ روپے	=/۵۸۷۴۴ روپے [۱]

---

[۱] The Missions by Robert Clark, P.19,20, London, 1904

بحوالہ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص۴۴ حیدرآباد سندھ ۱۹۵۴ء

اس سارے اشاعتی کام کو سرانجام دینے کے لئے ملک میں ۴۰ سے زائد عیسائی پریس کام کر رہے تھے جن کی کارگذاری کا ذکر لاٹریٹ یوں کرتا ہے۔

" More than two score mission presses published Christian literature and in that year (1912) over a hundred magazines, newspapers and periodicals were issued".

(Christianity in a Revolutionary Age, Vol.III, by K.S. Latourette, P.412, London, 1961)

ترجمہ:- "۴۰ سے زائد مشن پریس عیسائی لٹریچر چھاپ رہے تھے۔ جنہوں نے سال ۱۹۱۲ میں ایک سو سے زائد رسالے اخبار اور ماہنامے شائع کئے۔"

عیسائیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد

حکومت برطانیہ عیسائیت کی پروٹسٹنٹ شاخ کی سربراہ ہے۔ اس صدی کے دوران ہندوستان میں اس شاخ کی بڑھنے والی تعداد کے بارے میں لکھا ہے۔

"In 1914 the number of baptized Protestants was about one million. However a century earlier Indian Protestants had numbered only a few hundred".

(Christianity in a Revolutionary Age, Vol.III, by K.S. Latourette, P.407, London, 1961)

ترجمہ:- "۱۹۱۴ء میں بپتسمہ شدہ پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی تعداد دس لاکھ سے زائد ہو چکی تھی۔ جبکہ ایک صدی قبل وہ محض چند سو تھے"۔

ان عیسائی ہونے والوں میں مسلمانوں کے ہر طبقے کے لوگ شامل تھے۔ حتیٰ کہ مسجدوں کے امام، خطیب اور مولوی بھی اس رو میں بہہ گئے تھے۔ اور کم و بیش دو سو مولویوں کے عیسائی ہو جانے کا ذکر ملتا ہے۔[1] ان مولویوں میں سے بہت سے تھے جو عیسائی ہونے کے بعد عیسائیت کی تبلیغ کے لئے وقف ہو کر پادری بن گئے تھے۔ چنانچہ آگرہ کی شاہی مسجد کے امام اور خطیب مولوی عماد الدین صاحب ریورنڈ مولوی عماد الدین کہلائے۔ پادری مولوی رجب علی، پادری مولوی سید احمد شاہ، پادری صفدر علی، پادری سلطان محمد خان، پادری عبدالحق، پادری عبداللہ آتھم اور پادری حافظ احمد مسیح دہلوی سب مسلمان مولوی تھے۔ اور آخرالذکر حافظ قرآن بھی۔ چند اور مولوی جو عیسائی ہو کر پادری بن گئے ان کے نام یہ ہیں۔ میاں سراج الدین، مولوی عبدالرحمٰن، مولوی نظام الدین، مولوی حسام الدین بمبئی، مولوی عبداللہ بیگ، مولوی سید علی، مولوی حمید اللہ خان، مولوی کرم دین اور مولوی حارث دین۔

ان مولویوں ہی میں سے وہ بدزبان مولوی احمد شاہ شائق نکلا۔ جس نے ۱۸۹۷ء میں بدنام زمانہ کتاب ''اُمّہات المومنین''، لکھی۔

ہندوستان میں انگریز حکومت کی سرپرستی میں عیسائیت کی تبلیغ کیلئے کی جانے والی سرگرمیوں کی متذکرہ بالا تفاصیل یقیناً ایک قاری کو بھی اسی نتیجہ پر پہنچائیں گی جس سے کہ ایک مورخ نے یہ داستان شروع کی تھی یعنی یہ کہ ''ہندوستان میں عیسائیت کے انقلابی دور کی آمد گہرے طور پر انگریز راج سے وابستہ تھی''۔

---

[1] ایسے علماء کی ایک فہرست کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ ''خطِ شکاگو'' از پادری عماد الدین مطبوعہ ۱۸۹۳ء۔ نیز لندن کا اخبار'' انٹیلجنسر ''بحوالہ ''وفات مسیح اور احیائے اسلام'' ازمولانا دوست محمد شاہد صاحب ص۴۴۔ کراچی ۱۹۷۹ء

دوران حکومت مستقبل کے منصوبے

تبلیغ عیسائیت ہندوستان میں انگریز حکومت کا بنیادی مقصد بھی تھا۔ اور اس کے مفاد کا تقاضا بھی۔ اس مقصد کے حصول کے لئے حکومت کی مشینری اور اس کی زیر سرپرستی عیسائی منادوں نے ابتداہی سے ہر ممکن طریقہ استعمال کیا اور اس میدان میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

قرون اولیٰ کے بعد سب سے بڑی کامیابی

گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ ان کوششوں کے نتائج سامنے آنے لگے۔ اور ملکی آبادی میں سے بپتسمہ لیکر عیسائی ہوجانے والوں کے تعداد میں نمایاں اضافہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ ۱۸۸۸ء میں پنجاب کے ایک لیفٹیننٹ گورنر چارلس ایچی سن نے عیسائیوں کی غیر معمولی بڑھتی ہوئی تعداد کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

''جس رفتار سے معمولی آبادی میں اضافہ ہورہا ہے۔ اس سے چار پانچ گنا زیادہ تیز رفتاری سے عیسائیت اس ملک میں پھیل رہی ہے۔''

(The Missions of C.M.S. in Punjab and Sind by R. Clark.

بحوالہ انگریز اور بانی سلسلہ احمدیہ ازمولانا عبدالرحیم صاحب درد ص۳۸ حیدرآباد سندھ ۱۹۵۴ء)

اس کامیابی کو عیسائی تاریخ میں منفرد قرار دیتے ہوئے ان صاحب نے مزید کہا:۔

''ہر جگہ عیسائیوں کی جماعت اس تیز رفتاری سے پھیل رہی ہے کہ قرون اولیٰ کے بعد کبھی نہیں پھیلی''

(The Missions of C.M.S in Punjab and Sind, by R.Clark

بحوالہ انگریز اور بانی سلسلہ احمدیہ ازمولانا عبدالرحیم صاحب درد ۔حیدرآباد سندھ ۱۹۵۴ء)

مسیح کی عالمگیر بادشاہت

یہی وہ کامیابی تھی جس نے مستقبل کے لئے عیسائیت کی ایک عالمگیر بادشاہت کے خواب کو جنم دیا۔ اور ہند کی انگریز حکومت کے اسی نمائندے نے ایک موقع پر یہ اعلان کیا کہ:۔

''انگریزی سلطنت بحری اور پہاڑی علاقوں میں اپنی قدرتی حدود تک پہنچ گئی ہے۔ لیکن ہمارے خداوند اور اس کے مسیح کی بادشاہت کے لئے وقت اور مقام کی کوئی حد بندی نہیں۔۔۔۔

اسی سلطنت کے لئے مقدر ہے کہ وہ عالمگیر ہو۔"

(انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص ۳۹۔۴۰ حیدرآباد سندھ ۱۹۵۴ء)

عیسائیت کے تمام مذاہب پر غلبہ کی خبر

انگریز حاکم کے اس اعلان کی بازگشت اسی سال (۱۸۸۸ء) لندن میں منعقدہ عظیم تبلیغی کانفرنس (Great Missionary Conference) میں جو تبلیغ عیسائیت کی صدی کی تقریبات کا حصہ تھی۔ اس وقت سنی گئی۔ جب کانفرنس میں ایک مقرر نے مستقبل میں تمام مذاہب کے مقابلے میں عیسائیت کے غلبہ کی پیش خبری کرتے ہوئے کہا۔

" Now only Tibet and portions of Mohammadan Turkey and Turkestan are sealed (against the Gospel) and their fate is doomed. Now Brahmanism and Buddhism, Islam and Judaism each with its many sides and elastic power of absorption and evasion are attacked and sapped and will be over-thrown."
(Turning the World Upside Down - A century of missionary endeavour by A. Pulleng and 5 others, P.593, England, 1972)

ترجمہ:۔ "اب صرف تبت اور اسلامی ترکی اور ترکستان کے کچھ حصے انجیل کی تعلیمات سے محروم ہیں اور اسی لئے ان کا مستقبل تاریک ہے۔ اب ہندومت اور بدھ ازم، اسلام اور یہودیت سب اپنے بہت سے پہلوؤں اور اپنی جذب کرنے اور بچ جانے کی قوتوں کے ساتھ (عیسائیت کے) حملہ کی زد میں ہیں۔ اور ان سب کی صف لپیٹ دی جائے گی"

ہندوستان پرعیسائیت کا کامل تسلط

تقریر کے آخر میں عیسائیت کے اِس مبلغ نے اپنی گفتگو کا نتیجہ نکالتے ہوئے اس یقین کا اظہار کیا کہ:-

"Then shall the second centenary of Foreign missions see India, China, Japan and the islands of the seas, parts of Christiandom and themselves on the way to become missionary Empires. According to our faith and agonising so it will be."

(Turning the World Upside Down by A. Pulleng & 5 others, P.593, England, 1972)

ترجمہ:- "بیرونی مشنز کی دوسری صدسالہ تقریبات تک ہندوستان، چین، جاپان اور جزائرعیسائی سلطنت کا نہ صرف حصّہ ہوچکے ہوں گے بلکہ خود تبلیغی حکومتیں بننے کی راہ پر ہوں گے۔ ہمارے ایمان اور تکالیف اٹھانے سے ایسا ہی ہوگا۔"

مکہ اور مدینہ پر صلیبی جھنڈا لہرانے کے خواب

عیسائیت کے پھیلاؤ کے عزائم اور منصوبے صرف ہندوستان یا دنیا کے بعض اور ملکوں تک ہی محدود نہ تھے۔ بلکہ ان کامیابیوں نے اُن کے حوصلے یہاں تک بڑھا دیئے تھے کہ اب وہ اس یقین کا اظہار کرنے لگے تھے کہ وہ جلد ہی اسلام کا نام ونشان مٹادیں گے اور صلیب کا جھنڈا خانہ کعبہ پر بھی لہرانے لگے گا۔ چنانچہ مشہور پادری جان ہنری بیروز (John Henry Barrows) نے انیسویں صدی کے نصف آخر میں ہندوستان کے دورے میں ایک لیکچر عیسائیت کے عالمی اثرات کے زیرعنوان دیا جس میں اُس نے کہا:-

"I might sketch movement in mussulman lands, which has touched, with the rediance of the cross, the Lebanon and the Persian mountains, as well as the waters of the Basphorus, and which is the sure harbinger of the day when Cairo and Damscus and Tehran shall be the servant of Jesus and when even the solitudes of Arabia shall be pierced, and Christ, in the person of His disciples, shall enter the Kaaba of Mecca and the whole turth shall at last be there spoken. "This is enternal life that they might know Thee, the only true God and Jesus Christ whom Thou hast sent".

(Barrows Lectures 1896-97, Christianity, the Worldwide Religion by John Henry Barrows - P.42)

(بحوالہ وفات مسیح اور احیائے اسلام ازمولانا دوست محمد صاحب شاہد ص۴۵ شائع کردہ جماعت احمدیہ کراچی ۱۹۷۹ء)

ترجمہ:- "اب میں اسلامی ممالک میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں۔ اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی ضو فشانی اگر ایک طرف لبنان پر ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کے نور سے منور ہے۔ یہ صورتحال اس آئندہ انقلاب کا پیش خیمہ ہے۔ جب قاہرہ، دمشق اور طہران خداوند یسوع مسیح کے خدام سے معمور نظر آئیں گے۔ حتٰی کہ صلیب کی چمک صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی خداوند یسوع مسیح کے شاگردوں کے

ذریعہ مکہ اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگی۔ اور بالآخر وہاں اس
حق و صداقت کی منادی کی جائے گی کہ ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ
خدائے برحق کو اور یسوع مسیح کو جانیں جسے تو نے بھیجا ہے۔''

بیسویں صدی میں ملنے والی فتوحات کی جھلک

ایک اور لیکچر میں جان ہنری بیروز نے مستقبل کی پیش بینی کرتے ہوئے یہ کہا کہ:۔

" But all the progress which the nineteenth century has achieved, appears to many christians but a faint prophecy of the christian victories which await the twentieth".

(Barrows Lecturers by John Henry Barrows, P.23, 1896-1897)

ترجمہ:۔ وہ تمام ترقی جو عیسائیت کو انیسویں صدی میں نصیب
ہوئی ہے۔ وہ بہت سے عیسائیوں کے نزدیک اُن فتوحات کی محض ایک
خفیف سی جھلک ہے جو عیسائیت کو بیسویں صدی میں ملنے والی ہیں۔

احیائے اسلام کی لاحاصل کوششیں؟

یہ وہ وقت تھا کہ عیسائیت کے عالمگیر غلبہ پر یقین اس حد تک عام ہوگیا تھا کہ پادریوں کے نزدیک
اب احیائے اسلام ممکن ہی نہ رہا تھا۔ اپنے اس خیال کا اظہار ایک عیسائی پادری فرینک بالڈ (Frank
Balled) نے یوں کیا ہے۔

"Whilst all efforts at reforming it (Islam) seem to amount to the paradox that the only way in which it may hope to

save its life is by committing suicide".

(Why not Islam? by Frank Balled

بحوالہ وفات مسیح اور احیائے اسلام ازمولانا دوست محمد صاحب شاہد ص۴۶ کراچی ۱۹۷۹ء)

ترجمہ:- اسلام کے احیاء کی تمام تر لاحاصل کوششیں بالآخر اس پیچیدہ تضاد پر منتج ہوتی دکھائی دے رہی ہیں کہ وہ واحد طریق جس کی مدد سے یہ اپنے آپ کو تباہی سے بچاسکتا ہے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ یہ اپنے ہی ہاتھوں اپنی زندگی کا خاتمہ کرلے۔

عیسائیت کی تبلیغ کے اس عروج کے دور میں حکومت کے افسران اور پادریوں کا یکزبان ہوکر عیسائیت کے عالمگیر غلبہ کی باتیں کرنا۔اُن عزائم اور منصوبوں کی خوب نشاندہی کرتا ہے جوانگریز اپنے حکومت کے استحکام اور مفاد کی خاطر بیسویں صدی میں عیسائیت کے پھیلاؤ کے لئے رکھتے تھے۔اور جن میں ہونے والی کامیابیوں کی پیش خبریوں میں وہ اسلام کومٹادینے کاعام اعلان کررہے تھے۔

ان تمام منصوبوں کواُن کی حکومت کے اعلانیہ مقاصد اور حصول مقاصد کیلئے مسلسل جدوجہد کے تسلسل میں دیکھا جائے تو یہ بلند بانگ دعوے معمول کے مطابق ایک بات لکھتے ہیں۔کیونکہ یہی کچھ کرنا اول دن سے انگریزوں کے پیش نظر تھا۔

باب دوئم

مسلم ہندوستان اور انگریز

☆ از ابتدا تا قبل از غدر

☆ ۱۸۵۷ء کا غدر

☆ بعد از غدر تا ۱۸۸۱ء

☆ ۱۸۸۲ء تا مئی ۱۹۰۸ء

☆ جون ۱۹۰۸ء تا ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء

☆ مسلم ہندوستان اور انگریزوں کے تعلقات کا مجموعی جائزہ

مسلم ہندوستان اور انگریز

انگریز کی ہندوستان میں آمد اور انجام کار ہندوستان پر قبضہ کی تاریخ کا ہم گذشتہ باب میں جائزہ لے چکے ہیں۔اس سارے عرصہ میں انگریز کا کسی نہ کسی رنگ میں مسلمانوں سے سابقہ رہا۔وہ پہلی بار ایک مسلمان بادشاہ جہانگیر کے دربار میں تجارت کی اجازت کیلئے حاضر ہوئے۔اور بالآخر انہوں نے ایک اور مسلمان بادشاہ بہادر شاہ کو ہٹا کر دہلی کو تاج برطانیہ کے تحت کیا۔گو درمیانے عرصے میں سیاست کی بساط الٹ چکی تھی۔جہانگیر پورے ہندوستان کا بادشاہ تھا جبکہ بہادر شاہ کا اقتدار لال قلعہ پر بھی پورا نہ تھا۔

اقتدار کی اس جنگ میں اپنے اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے انفرادی حیثیت میں چند ہندوستانی حکمران انگریزوں سے ضرور لڑے۔لیکن انگریز کے بڑھتے ہوئے اقتدار کے خلاف بڑے پیمانے پر کوئی تحریک کہیں نہ اٹھی۔۱۸۵۷ء کے ہنگامے سے قبل اس ضمن میں مسلمانوں کی جانب سے مزاحمت کا قابل ذکر واقعہ صرف وہ تحریک ہی ہے جو حضرت سید احمد صاحب شہید سے منسوب کچھ مسلمانوں نے صوبہ سرحد میں برپا کی۔اس تحریک اور چند حکام کی مزاحمانہ کوشش کے علاوہ عام طور پر مسلمان حکمران، وزرا اور ریاستیں عملاً انگریزوں کے دوست، حلیف اور مددگار رہے۔خاص طور پر مشہور مسلمان ریاستوں نے تو اپنے تمام وسائل انگریزوں کے لئے وقف کئے رکھے۔افراتفری اور بدامنی سے تنگ آئے ہوئے مسلم عوام کا ردِّ عمل بھی عام طور پر انگریزوں کے حق میں رہا۔حتٰی کہ مسلمانوں نے انگریز فوجوں میں شامل ہو کر ان کی فتوحات کے لئے اپنی جانیں قربان کیں۔

۱۸۵۷ء کا غدر انگریزوں کے خلاف ایک ایسی کوشش تھی۔جس میں انفرادی حیثیت میں ہندوستان کی تمام اقوام نے حصّہ لیا۔گو مسلمانوں میں حکومت کے باغیوں کے مقابلے میں انگریزوں

کے حامی اور ہمدردوں کی تعداد کہیں زیادہ تھی۔ علمائے دین کے فتوؤں اور خلیفۃ المسلمین سلطان ترکی کے انگریزوں کی حمایت میں عملی نمونہ کے پیش نظر مسلمان لیڈروں، رؤسا اور ریاستی حکمرانوں نے غدر سے نپٹنے کے لئے انگریزوں کی ہر ممکن مدد کی۔ اور انگریز حکومت سے اس کے صلے میں انعامات پائے۔

غدر میں اپنی تمام تر خدمات کے باوجود اس کے بدنتائج بعد میں صرف مسلمانوں کو بھگتنے پڑے۔ جبکہ ہندو صاف پہلو بچا گئے۔ قومی زندگی کی بقا اور ناراض حکمرانوں سے درپیش خطرہ سے بچاؤ کے لئے انگریزوں سے تعلقات کی بہتری وقت کی سب سے بڑی ضرورت ٹھہری۔ جس کے حصول کے لئے تمام دردمند اور روشن خیال لیڈروں اور علمائے اسلام نے غدر کے معاً بعد اس میں شریک ہونے والوں کی سخت ترین الفاظ میں مذمت کی۔ انگریزوں سے جہاد حرام ہونے کے فتوے دیئے۔ صوبہ سرحد میں جاری تحریک مجاہدین سے عام لاتعلقی کا اظہار کیا اور انگریز حکام سے اظہار وفاداری اور ان کی تعریف و توصیف میں مسلسل بیان دیئے۔ ۱۸۸۲ء میں حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی پہلی تصنیف سے قبل تمام مسلم ہندوستان اِن خیالات پر عملاً اتفاق کر چکا تھا۔

واقعہ غدر کے پرانے ہوجانے تحریک مجاہدین کے ختم ہوجانے اور مسلم زعماء کی انگریز سے اظہار وفاداری کی مسلسل کوششوں کا نتیجہ انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان باہم دوستی اور یگانگت کے ایک انتہائی روشن دور کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس دور میں جہاں علمائے اسلام کی طرف سے انگریزوں سے جہاد کی ممانعت کے فتوے بحیثیت اولوالامر اُن کی اطاعت کی تبلیغ اور ہر موقع پر اُن کی تعریف وتوصیف کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ وہاں انگریزوں کے دکھ سکھ میں شرکت کے عملی مظاہرے، حکومت کے بظاہر مخالفین کی نشاندہی اور انگریزوں سے حصول انعامات ومراعات کے پہلو نمایاں ہوکر سامنے آئے۔ یہ دور ۱۹۴۷ء میں انگریزوں کے ہندوستان چھوڑ دیئے پر ہی ختم ہوا۔ گو بعد کے سالوں میں اس کی شدت میں بتدریج کمی ہوتی رہی۔

از ابتدا تا قبل از غدر

انگریزوں کی ہندوستان میں آمد سے غدر تک کا زمانہ برصغیر پران کے تدریجی قبضہ کا دور ہے اس واقعاتی تسلسل میں گو تاریخ نے چند ایسے مسلمان حکمرانوں کے نام محفوظ کئے ہیں۔ جو اپنے علاقائی حدود حاکمیت کی حفاظت کے لئے انگریزوں سے نبرد آزما ہوئے۔ نیز ان کے خلاف ایک تحریک مجاہدین کا بھی ذکر ملتا ہے۔لیکن مقابلتاً کہیں زیادہ نام ایسے حکمرانوں کے ہیں جنہوں نے بالواسطہ یا براہِ راست انگریز سے دوستی کا دم بھر کر ان کی بھرپور اعانت کی۔اسی طرح عام عوامی ردِعمل میں بھی انگریز سے بہتر تعلقات کی خواہش غالب رہی۔

انگریزوں سے مقابلہ

نواب سراج الدولہ

مقابلہ کرنے والوں میں سب سے اول نام بنگال کے نواب سراج الدولہ کا ہے جو غدر کے ہنگامے سے پورے سو سال قبل ۱۷۵۷ء میں اپنے علاقے میں انگریزوں کے مقابلے کے لئے نکلا۔ پلاسی کا میدان رزم گاہ ٹھہرا۔لیکن جنگ شروع ہونے سے قبل ہی نواب کی افواج کا مسلمان سپہ سالار میر جعفر فوج کا ایک بھاری دستہ لیکر انگریزوں سے جاملا۔فتح کی امید نہ پا کر نواب میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ جسے بعد میں میر جعفر کے لڑکے نے جا پکڑا۔اور اذیتیں دے دے کر ہلاک کر دیا۔اور لاش کی مرشد آباد میں تشہیر کی۔میر جعفر کو انگریزوں نے اس صلہ میں بنگال کا نواب بنا دیا۔

سلطان حیدر علی اور ٹیپو

دوسرا بہادر مسلمان جس نے اپنے علاقے میں انگریزوں سے مقابلہ کیا سلطان حیدر علی تھا۔ اس نے ۱۷۸۱ء میں کرناٹک میں انگریزوں سے مقابلہ کیا۔ یہ جنگ تین سال تک جاری رہی۔ لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔ بالآخر ایک معاہدے پر ختم ہوئی۔ بعد میں سلطان کے بیٹے ٹیپو سلطان نے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ جوابی حملہ میں سلطان کے خلاف حیدر آباد کا مسلمان حکمران نظام بھی انگریزوں کا ہم رکاب تھا۔ سلطان کی مسلمان امیروں سے مدد کی فریاد لا حاصل رہی۔ خود اس کے دیوان میر صادق اور دیگر معتمد ارکان حکومت انگریزوں سے مل گئے۔ نتیجتاً سلطان جنگ میں کام آیا اور میسور انگریزوں کے زیر اقتدار چلا گیا۔

روہیلہ سردار

روہیلہ سردار رحمت خان بھی ان حکمرانوں میں شامل تھا۔ جو انگریز کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روکنا چاہتے تھے۔ لیکن انگریز کے حمایت یافتہ اودھ کے نواب شجاع الدولہ کے سامنے اسکی ایک نہ چلی اور شجاع الدولہ نے انگریزوں کے ساتھ ملکر اسے شکست دیدی۔[۱]

پنجاب کے ایک مسلم جاگیردار

ایک اور مسلم جاگیردار جنہوں نے اپنے علاقے میں انگریزوں کے بڑھتے ہوئے قدم روکنے کے لئے اپنی سی کوشش کی پنجاب کے مرزا غلام مرتضٰی صاحب تھے۔ پنجاب پر سکھوں کا قبضہ تھا اور بلحاظ حاکم انہی کا انگریزوں سے مقابلہ تھا۔ لیکن جبکہ ۱۸۴۸ء کی بغاوت میں پنجاب کے ''ہزاروں سکھ انگریزوں سے مل گئے تھے''۔[۲] مرزا غلام مرتضٰی صاحب نے ''فرنگی حکومت کا

۱۔ ۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی از میاں محمد شفیع ص۵۲ مکتبہ جدید لاہور ۱۹۵۷ء

۲۔ بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد از رئیس احمد جعفری ندوی ص۶۲۲ بحوالہ تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد صاحب شاہد جلد اول ص۴۴ ادارۃ المصنفین ربوہ ۱۹۶۱ء۔

ساتھ دینے سے صاف انکار کر دیا''۔ اس موقع پر ایک سکھ وزیر نے بھاگووال کے ایک وزیر کے ذریعہ سے انہیں پیغام بھی بھیجا انگریز طاقتور ہیں۔ان سے صلح کرلو۔خوامخواہ آدمی نہ مرواؤ۔مگر انہوں نے حکومت وقت سے بے وفائی گوارہ نہ کی ۱؎ چنانچہ تذکرہ روسائے پنجاب میں یہ شہادت یوں درج ہے کہ:۔

''جب ۱۸۴۸ء کی بغاوت ہوئی تو یہ (مرزا غلام مرتضٰی صاحب) اپنی سرکار کا نمک حلال رہا اور اس کی طرف سے لڑا۔''

(تذکرہ رؤسائے پنجاب از سر لیپل گریفن اور کرنل میسی جلد دوم ص ۶۷ اردو ترجمہ ۱۹۴۱ء بحوالہ تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد صاحب شاہد جلد اول ص ۵۲ ادارۃ المصنفین ربوہ ۱۹۶۱ء)

یہی سبب تھا کہ جب مارچ ۱۸۴۹ء میں پنجاب کا انگریزی سلطنت سے الحاق عمل میں آ گیا تو جہاں اکثر و بیشتر سکھ خاندانوں کے حقوق و اعزازات بدستور قائم رکھے گئے ۲؎ بلکہ بعض کو قیمتی جاگیروں سے نوازا گیا۔ وہاں انگریز حکومت نے قادیان کی جاگیر ضبط کر کے اشک شوئی کے لئے سات سو روپے کی پنشن مقرر کر دی۔ ۳؎ انگریز حکومت کا یہ اقدام باغی سرداروں کے بارے میں اسکی اس پالیسی کے عین مطابق تھا۔ جس کے تحت ''الحاق پنجاب کے وقت باغی سرداروں کی جاگیریں ضبط کر کے انکی پنشن مقرر کر دی گئی'' ۔۴؎

۱؎ تاریخ احمدیت جلد اول از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص ۴۴ ربوہ ۱۹۶۱ء ۔

۲؎ شمشیر خالصہ از بھائی گیان سنگھ گیانی ص ۷۰۹ حصہ سوم طبع اول ۱۸۹۲ء بحوالہ تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد صاحب شاہد جلد اول ص ۴۴ ربوہ ۱۹۶۱ء

۳؎ تذکرہ رؤسائے پنجاب از سر لیپل گریفن اور کرنل میسی ص ۶۸ بحوالہ تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد صاحب شاہد جلد اول ص ۵۲ ربوہ ۱۹۶۱ء ۔

۴؎ تاریخ ہندو پاکستان حصہ دوم ص ۱۷۰ بحوالہ تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد صاحب شاہد جلد اول ص ۴۴ ربوہ ۱۹۶۱ء ۔

تحریک مجاہدین

تحریک مجاہدین کے نام سے انگریزی حکومت کے خلاف شورش کا مرکز سرحد تھا۔ اور اس کی سرگروہ مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت تھی جو اپنے آپ کو حضرت سید احمد صاحبؒ سے منسوب کرنے کے باوجود اُن کے فرمودات کی صریح خلاف ورزی کر رہی تھی۔ کیونکہ سید صاحبؒ کی تحریک صرف سکھوں کے خلاف تھی۔ جبکہ انگریزوں سے جہاد کی آپ نے واضح طور پر ممانعت فرمائی تھی۔ بلکہ ذاتی طور پر انگریزوں سے آپ کے اچھے تعلقات تھے۔ بالکل یہی مسلک آپ کے ساتھی حضرت اسمٰعیل شہیدؒ کا تھا۔ یہ حقائق سید صاحب کے چند سیرت نگاروں کے الفاظ میں ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

صرف سِکھا شاہی کے خلاف جہاد

''حضرت سید احمد صاحب شہیدؒ نے ۱۸۲۶ء میں صرف اس طاغوتی اور برائے نام سِکھا شاہی حکومت کے خلاف ہی ہجرت و جہاد کے وعظ کہے تھے۔ عِلَم جہاد بلند کیا تھا۔ جس میں مساجد اور اسلامی شعائر کی اعلانیہ بے حرمتی ہوتی تھی۔ اور پنجاب کے مسلمان سخت مصائب و آلام میں مبتلا تھے اور اُن کی زندگیاں اجیرن ہو چکی تھیں''۔

(حیاتِ سید احمد صاحب شہیدؒ از مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ ص ۱۸)

انگریزی حکومت سے پیشگی اجازت

یہی نہیں بلکہ انگریزوں کی حاکمیت تسلیم کرتے ہوئے سکھوں کے خلاف اس جہاد کو شروع کرنے سے قبل جب

''سید صاحب کے پاس مجاہدین جمع ہونے لگے تو سید صاحب نے مولانا اسمٰعیل کے مشوروں سے شیخ غلام علی رئیس الہ آبادی کی معرفت لیفٹیننٹ گورنر ملک مغربی پاکستان کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کی تیاری کرنے کو ہیں۔ سرکار کو اس میں کچھ اعتراض تو

نہیں ہے؟ لیفٹیننٹ گورنر صاحب نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری اور امن کو خلل نہ پڑے تو ہمیں کچھ سروکار نہیں۔''

(حیات طیبہ مرتبہ مرزا حیرت دہلوی ص ۳۰۲ بحوالہ خون کے آنسو از مولوی مشتاق احمد نظامی ص ۳۴)

انگریز حکومت کی اس اجازت کی توجیہ ایک اور مصنف یوں کرتے ہیں:-

''اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سیدؒ صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سیدؒ صاحب کو کچھ مدد نہ پہنچتی مگر سرکار اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو''۔

(تواریخ عجیبہ ص ۱۸۲ بحوالہ خون کے آنسو از مولوی مشتاق احمد نظامی ص ۳۳)

انگریزوں سے جہاد کی ممانعت

اس باب میں حضرت سید احمد صاحب شہید کا مسلک آپ کے سیرت نگاروں کے الفاظ میں یوں ہے۔

۱) آپ نے ہندوستان کی سرحد میں سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا کبھی نام بھی نہیں لیا''۔

(ترجمان وہابیہ از مولوی صدیق حسن خان صاحب ص ۱۰۷ حقانی بکڈپو امرتسر)

۲) ''آپ کی سوانح عمر اور مکاتیب میں تیس سے زائد ایسے مقامات پائے گئے ہیں جہاں کھلے کھلے اور اعلانیہ طور پر سید صاحب نے بدلائل شرعی اپنے پیرو لوگوں کو سرکار انگریزی کی مخالفت سے منع کیا ہے''۔

(سوانح احمدیؒ از مولانا محمد جعفر تھانیسری ص ۲۴۶)

اس سوال کے جواب میں کہ آپ دور دراز کا سفر اختیار کر کے سکھوں سے جہاد کرنے کیوں جاتے ہیں اور انگریزوں سے جہاد کیوں نہیں کرتے؟ خود حضرت سید صاحبؒ کا یہ جواب تاریخ میں محفوظ ہے کہ:-

''ہمارا اصل کام اشاعت توحید اور احیائے سنن سید المرسلین ہے سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک

میں کرتے ہیں پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب طرفین کا خون بلا سبب گرادیں''۔

(سوانح احمدی از مولانا محمد جعفر تھانیسری ص ۱۷۱ اسٹیم پریس لاہور اور تواریخ عجیبیہ ص ۱۹۱ بحوالہ خون کے آنسو ص ۳۴)

ممانعت جہاد از حضرت اسمٰعیل شہید

حضرت سید احمد صاحب کے دستِ راست اور آپ ہی کے ساتھ سکھوں سے جہاد کرتے ہوئے مئی ۱۸۳۱ء میں جام شہادت نوش کرنے والے بزرگ حضرت مولانا اسمٰعیل شہید کا مسلک بھی یہی تھا۔ چنانچہ جب اُن سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے جواب دیا کہ:-

''ان پر جہاد کرنا کس طرح واجب نہیں ایک تو ان کی رعیّت ہیں دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے ۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح کی آزادی ہے بلکہ ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانو ں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں''۔

(حیات طیّبہ مرتبہ مرزا حیرت دہلوی ص ۲۹۶ بحوالہ خون کے آنسو ص ۳۲)

اسی طرح جب آپ سے سوال کیا گیا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ:-

''ایسی بے رو وریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں''

(سوانح احمدی از مولانا محمد جعفر تھانیسری ص ۵۲)

انگریزوں سے دوستانہ تعلقات

سیّد صاحبؒ ابتدا ہی سے انگریزوں کی اس عملداری کو اپنی عملداری سمجھتے تھے۔[۱] اس لئے آپ نے ان کے خلاف جہاد کی ممانعت فرمائی اور سکھوں کے خلاف تحریک جہاد شروع کرنے سے قبل بھی آپ سے اجازت لینا ضروری سمجھا۔ لیکن اس پر مستزاد آپ کے انگریزوں سے باہم دوستانہ تعلقات بھی رہے۔ جس کا کسی قدر اندازہ درج واقعہ سے لگ سکتا ہے۔ لکھا ہے کہ:-

''اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ انگریز گھوڑوں پر سوار چند پالکیوں میں کھانا رکھے کشتی کے قریب آیا اور پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں۔ حضرتؒ نے کشتی سے جواب دیا کہ میں یہاں موجود ہوں۔ انگریز گھوڑے پر سے اترا اور ٹوپی ہاتھ میں لئے کشتی پر پہنچا اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ تین روز سے میں نے اپنے ملازم کو یہاں کھڑا کر دیا تھا۔ کہ آپ کی اطلاع کریں۔ آج انہوں نے اطلاع دی کہ اغلب یہ ہے کہ حضرت قافلے کے ساتھ تمہارے مکان پر پہنچیں یہ اطلاع پاکر غروب آفتاب تک میں کھانے کی تیاری میں مشغول رہا سید صاحب نے حکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں منتقل کرلیا جائے۔ کھانا لیکر قافلے میں تقسیم کرلیا گیا۔ اور انگریز دو تین گھنٹے ٹھہر کر چلا گیا۔''

(سیرت سید احمدؒ ازمولوی ابوالحسن ندوی صاحب حصّہ اول ص۱۹۰ بحوالہ خون کے آنسو مولانا مشتاق احمد نظامی ص۱۳۰ لاہور)

قدر شناسی کا معاملہ

مولانا اسمٰعیل شہید صاحب کے ساتھ بھی حکومت انگریزی قدر شناسی کا معاملہ رکھتی تھی جیسا کہ لکھا ہے۔

> ''انہوں (یعنی سید اسمٰعیل شہید) نے اپنی کسی کتاب میں مسئلہ جہاد کا نہیں لکھا۔ چہ جائیکہ ذکر جہاد با سرکار عالیہ انگریزی، بلکہ سرکار نے انکی نسبت معاملہ قدر شناسی کا اس وقت میں فرمایا۔

---

[۱] سوانح احمدی ازمولانا محمد جعفر تھانیسری ص۱۳۹۔

چنانچہ تحریر سید احمد خان نیچر سے بھی ثابت ہے اگرچہ بہت سے مفسدین
نے جن کا شعار فسق وفجور تھا اُن کے مقابلے میں بہت کوششیں کیں مگر
حکام انگریزی نے اس کی سماعت نہیں کی اور نہ کبھی ان سے تعرض کیا۔" .

(ترجمان وہابیہ از مولوی صدیق حسن خان صاحب ص ۲۱ حقانی بکڈ پو امرتسر)

بے مصرف تحریک کا انجام

حضرت سید احمد صاحبؒ نے جس سکھا شاہی کے خاتمے کے لئے تحریک جہاد شروع فرمائی تھی وہ مقصد ۱۸۴۹ء میں انگریزوں کے ہاتھوں پنجاب پر سکھوں کی حکومت کے خاتمے سے حاصل ہو گیا تھا۔ اور آپ کے متبعین کو چاہیئے تھا کہ آپ کی تعلیمات اور طرزِ عمل کے مطابق جنگی سلسلہ کو ختم کر دیتے۔ لیکن آپ کی صریح نافرمانی کرتے ہوئے اس کا رخ انگریزوں کی طرف موڑ دیا گیا۔

اس ہنگامے سے نپٹنے کے لئے ۱۸۵۰ء سے ۱۸۵۷ء تک انگریزوں کو سولہ مہمات روانہ کرنی پڑیں۔ جن میں ۳۳ ہزار سپاہیوں نے حصہ لیا۔ اس بے مصرف تحریک کا خاتمہ ہونے میں مزید چند سال لگے اور غدر کے بعد ۱۸۶۳ء تک الگ الگ مہمات کی تعداد بیس ہوگئی جن میں سپاہ کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔[۱]

بعد میں ۱۸۶۴ء سے ۱۸۷۱ء تک پانچ سرکاری مقدمے (State Trail) کر کے بہت سے مجرموں کو سزا دی گئی اور یوں یہ شورش اپنے انجام کو پہنچی۔

---

[۱] ہمارے ہندوستانی مسلمان، از ہنٹر بحوالہ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص ۲۷ ۱۹۵۴ء

انگریزوں کے دوست اور ہمدرد حاکم

انگریزوں کے ہندوستان پر قبضہ میں اس وقت کے جو مسلمان حکمران بالواسطہ یا براہِ راست مددگار ہوئے۔ ان کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

مغل بادشاہ

بالواسطہ مدد دینے والوں میں سب سے اول تو خود سلطنت مغلیہ کے بادشاہ تھے۔ انگریز جہانگیر کے دور میں ہندوستان میں وارد ہوئے اور ایک عرصہ تک اُن کی سرگرمیاں بادشاہ وقت کی اجازت اور شاہی فرمانوں میں دی گئی رعایتوں کے مطابق انجام پاتی رہیں۔

اور اورنگ زیب کے بعد اس کے بیٹے بہادر شاہ اوّل نے کچھ رقم لیکر انگریزوں کو کوٹھیاں بنانے کی اجازت دے دی۔[1]

بعد میں بتدریج پاؤں پھیلانے میں نمایاں حصہ سلطنت مغلیہ کے نااہل وارثوں کی کمزوری اور لاچاری تھی۔ کتاب پہلی جنگ آزادی کے مصنف کا تاثر یہ ہے کہ:-

> شاہ عالم ثانی سے انگریزوں نے دیوانی کے اختیارات لیکر حکومت کرنے کے حقوق پیدا کرلئے اور شہنشاہی اور دولت سمٹتے سمٹتے دہلی کی چاردیواری تک محدود ہوگئی۔ اگلا بادشاہ اکبر شاہ ثانی انگریزوں کا وظیفہ خوار تھا۔ اور اس کے وقت شاہی کی حیثیت تاج اور نام کی ایک جاگیر سے زیادہ نہ تھی۔ بہادر شاہ ظفر بھی انگریزوں سے وظیفہ پاتا تھا۔ اور وہ عملاً ایک پیر کی حیثیت کا گدی نشین ہوگیا تھا۔ بلکہ باقاعدہ بیعت لینے لگا تھا۔ اور شاعری باقاعدہ طور پر سنبھال لی تھی۔[2]

---

[1] ۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی، از میاں محمد شفیع ص ۳۶ مکتبہ جدید لاہور ۱۹۵۷ ۔

[2] ۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی، از میاں محمد شفیع ص ۳۶ مکتبہ جدید لاہور ۱۹۵۷ ۔

نادرشاہ اوراحمد شاہ

دوسرے نمبر پر انگریزوں کو فائدہ پہنچانے والے ملک ایران اورافغانستان سے آنے والے مسلمان حملہ آور نادرشاہ اور احمد شاہ ابدالی تھے ان حملوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والی لوٹ مار اور افراتفری نے جہاں عوام الناس کوانگریزوں کا ہمدرد بنایا وہیں قائم شدہ حکومت کوکمزور سے کمزورتر کر کے طوائف الملو کی کوجنم دیا۔ انہیں حملہ آوروں نے ملک میں تمام طاقتوں بالخصوص مرہٹوں کو جوانگریز کا راستہ روک سکتے تھے۔ختم کیااور یوں انگریزوں کی بالواسطہ مدد کی۔

میر جعفر وصادق

انگریزوں سے مقابلہ کرنے والے مسلم حکمرانوں کو ناکام رکھ کرانگریزوں کو کامیاب بنانے کے لئے ہرمرحلہ پرکوئی نہ کوئی مسلمان سرکردہ ان کی حمایت میں کوشاں رہا۔سراج الدولہ سے مقابلہ میں میر جعفر نے اور سلطان ٹیپو سے مقابلہ میں میر صادق نے انگریزوں کی مدد کی۔سراج الدولہ کے توامیرو عزیز سب انگریزوں سے مل گئے تھے۔

مسلمان ریاستیں [1]

اودھ کا نواب شجاع الدولہ انگریزوں کا باجگذار تھا۔ اوراس نے مسلم روہیلہ سرداروں کے خاتمے میں نمایاں حصہ لیکر انگریزوں کی خوب مدد کی تھی۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی تمام مسلم ریاستیں انگریزوں کے تابع فرمان تھیں۔

ریاست ٹونک تو قائم ہی انگریزوں کے دوست امیر خان روہیلہ نے کی تھی۔[2] ریاست مالیر کوٹلہ کے شروع انیسویں صدی سے انگریزی حکومت سے گہرے روابط و مراسم تھے۔ ریاست جوناگڈھ نے ۱۸۱٦ء سے انگریزی حکومت سے معاہدہ کررکھا تھا۔ جس کی ہمیشہ پابندی

---

[1] تفاصیل ملاحظہ ہو کتاب، صحیفۂ زریں، مطبوعہ نولکشور پریس لکھنو ۱۹۰۲ء۔

[2] ۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی ازمیاں محمد شفیع ص ٦۳ مکتبہ جدید لاہور ۱۹۵۷ء۔

کی گئی۔ ریاست کے بہاؤالدین آرٹس کالج اور ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ کا افتتاح وائسرائے ہند لارڈ کرزن نے کیا۔ ریاست رادھن پور ۱۸۲۰ء سے برٹش گورنمنٹ کی حمایت کر رہی تھی۔ ریاست فاران کے والی سر فیروز خان شیروانی سرکار انگریزی کے وظیفہ خوار تھے۔ اور ان کو چھ ہزار روپے سالانہ ملتا تھا۔ دیر اور سوات کے والی نے انگریزوں کو چترال کی فوج کشی کے زمانے میں بہت مدد دی حتٰی کہ سرکاری افواج کیلئے اپنے مصارف سے سامان رسد فراہم کیا۔

دیگر اور ریاستیں جن کے مسلمان والی، نواب، حکمران انگریزوں سے دوستی کا دم بھرتے تھے۔ ان میں کھمبائت، سچین، بالاستورا، لسبیلہ، ممدوٹ، پالن پور اور رامپور شامل ہیں۔ ریاست قلات نے بھی ۱۸۵۴ء میں انگریزی حکومت کے ساتھ باقاعدہ عہد و پیمان کر لیا تھا۔ ایک اور نواب امیر الدین احمد خان فخر الدولہ نواب لوہارو کو انکی خدمات کی قدر دانی میں انگریز نے ۲۲، جون ۱۸۵۷ء کو سی۔ آئی۔ ای کا خطاب دیا۔

ان سب پر مستزاد وہ مسلم ریاستیں جن کے انگریزوں سے مثالی تعلقات تھے بھوپال اور ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست حیدر آباد دکن ہیں۔ مسلمانوں کی اس علم نواز ریاست بھوپال کی فرمانروا نواب شاہ جہاں بیگم اور والیہ نواب سکندر بیگم ہمیشہ حکومت برطانیہ کی فرمانبردار رہیں۔ نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی لکھتے ہیں۔

''ریاست بھوپال اور متوسل اُس کے خواہ اخوانِ ریاست ہوں جو خاندانِ خاص بانئ ریاست میاں وزیر محمد خان بہادر مرحوم میں ہیں یا اہل ریاست بڑے ہوں یا چھوٹے سب خیر خواہ گورنمنٹ عالیہ ہیں۔''

(ترجمان وہابیہ از نواب صدیق حسن خان صاحب ص ۸۔ امرتسر)

لیکن سب سے بڑھ کر خدمتگذار ریاست دولت آصفیہ رہی۔ ریاست کے نظام اول وقت ہی سے انگریزوں کے قدم بقدم تھے۔ ٹیپو سلطان سے مقابلہ کرنے والی انگریز فوج میں نظام انگریزوں کا ہم رکاب تھا۔ غرضیکہ انگریزی حکومت کیلئے نظام حیدر آباد کی خدمات اتنی بہت، نمایاں اور اہم ہیں کہ انگریزی حکام نے یہاں تک اعتراف کیا کہ:-

''اگر نظام حیدر آباد ہمارے ساتھ نہ ہوتے تو ہندوستان میں انگریزی حکومت نہ رہ سکتی۔''

(حیات عثمانی ص ۱۱۱ مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹر حیدر آباد دکن)

عام عوامی ردِّ عمل

انگریزوں کی آمد پر عوام الناس کے ردِّ عمل کے بارے میں آج کے مورخ کا تاثر یہ ہے کہ:-

''اس وقت ہندوستانی رئیس، بادشاہ سے لیکر عوام تک، مسلمان سے لیکر ہر قوم وملت تک وطنیت اور آزادی کا احساس یہاں تک کھو چکے تھے کہ نہایت مسرت وشادمانی سے انگریز کی طرف کھنچے چلے گئے اور کسی کی بھی اس تباہی پر آنکھیں نہ کھلیں۔ سر جان مالکم کا یہ قول اس پر شاہد ہے کہ ''ہندوستان کبھی مسخر نہ ہوتا اگر خود اس کے فرزند ہماری مدد نہ کرتے۔ (وسط ہندوستان کی سیاسی تاریخ)''۔

(کتاب ۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی از میاں محمد شفیع صاحب ص ۳۶ لاہور ۱۹۵۷ء)

انگریز کی فوج میں مسلمان

عام مسلم عوام انگریزوں سے دوستی کے عملی اظہار کے لئے اُن کی فوج میں بھرتی ہوکر مقامی حکمرانوں سے انگریزوں کی طرف سے لڑے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

''ارکاٹ اور بنگال کی لڑائیوں میں دیسی بھرتی ہوئے۔ بارہ پلٹنیں تیار ہوئیں جو اپنے ہی میر قاسم اور شاہ عالم سے لڑیں۔ ولزلی کے زمانے میں ساڑھے چوبیس ہزار گورے اور ڈیڑھ لاکھ دیسی تھے جنہوں نے میسور اور مرہٹہ ریاستوں کو تباہ کیا۔ انہیں فوجوں نے برما سے لیکر کابل تک کا سارا ملک فتح کر کے انگریز کی گود میں ڈال دیا۔''

(۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی از میاں محمد شفیع ص ۵۵-۵۶ لاہور ۱۹۵۷ء)

انگریز فوجوں میں مسلمان بھی برابر کے شریک تھے جیسا کہ لکھا ہے:-

''صوبہ جات متحدہ کی تباہی کے بعد مسلمان بھی انگریز فوج میں بھرتی ہونے لگے۔ ہندو ٹھاکر اور مسلمان انگریز کے ہاتھ پاؤں بن کر جانیں قربان کرنے لگے''۔

(۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی از میاں محمد شفیع ص ۵۴ لاہور ۱۹۵۷ء)

انگریز کے تحت انتظامیہ میں مسلمانوں کی شرکت فوج تک محدود نہ تھی بلکہ وہ سول میں بھی حتی الوسع شامل تھے۔ چنانچہ ۱۸۴۹ء میں سرسید احمد خان صاحب دہلی میں انگریزی حکومت کے تحت سب جج کے عہدے پر مامور تھے۔

انگریزوں کی حمایت کیوں؟

انگریز کے حق میں اس عوامی ردِّعمل کا پس منظر بیان کرتے ہوئے مصنف پہلی جنگِ آزادی نے ان تمام وجوہات کو گنوایا ہے جن کا ہم اس سے قبل ذکر کر چکے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

''ملک انگریزوں سے مرعوب ہوکر اور پچھلی افراتفری، رات دن کی ہنگامہ آرائی جھگڑے، فساد، باہمی دھینگا مشتی اور سلسلہ بدانتظامی سے بددل ہوکر انگریز کو غنیمت سمجھنے لگا تھا۔ خود اکثر نواب اور راجے، مہاراجہ بھی انگریز کے دامن میں اپنی عافیت سمجھتے تھے۔

سرسید احمد خان مرحوم بھی اسی خیال کے تھے کہ جو گڑبڑ اور ہنگامہ انگریزوں سے پہلے تھا۔ پھر لوٹ کر نہ آئے۔ یعنی وہ تھیٹر کا سا بادشاہ، لوٹ مار سے ملک کو تہ وبالا کرنے والے مرہٹہ، باہم گریباں پھاڑنے والے نواب اور راجہ، آئے دن دہلی کو لوٹنے والے پٹھان، روہیلے اور دکنی اُجڈ سارے ملک کو پریشانیوں اور بے قانونیوں سے بھر دینے والے حالات اور معاملات پھر ملک پر مسلّط نہ ہوں۔

منشی ذکاء اللہ اور اس وقت کے دیگر غور وفکر کرنے والے یہی سوچتے تھے کہ وہ ہنگامہ آرائیاں اور وہ رات دن کی لڑائیاں جھگڑے، فضیحتے، بدنظمی اور ابتری واپس نہ آئے اسی لئے امن کی روٹی پر قناعت کر کے انگریزوں کی امداد اور اعانت میں لگے رہے۔

ایسے مفکر بھی کام کر رہے تھے۔ اور ملک کی تہائی آبادی بھی ملک وطن کے مفاد سے بے نیاز ہوکر اغیار کی مدد پر لگی رہی۔''

(۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی از میاں محمد شفیع ص ۲۹۴۔۲۹۵ مکتبہ جدید لاہور ۱۹۵۷ء)

۱۸۵۷ء کا غدر

۱۸۵۷ء کے غدر میں جہاں انگریزوں سے لڑنے والوں میں ہر قوم کے افراد شامل تھے وہیں ان کی حمایت کرنے والوں میں بھی مسلم، ہندو اور سکھ سب تھے۔ گو ہر قوم میں حامیوں کی تعداد مخالفین سے کہیں زیادہ تھی۔ مسلمانوں کے لئے اس عام حمایت کی بنیاد خلیفۃ المسلمین سلطان ترکی کا اس بارے میں فرمان اور انگریزوں کی عملی مدد کا نمونہ اور علمائے اسلام ہند کے ممانعت جہاد کے فتوے تھے۔ اس بنیاد پر انگریزوں کی مدد کے لئے جہاں مسلم ریاستوں نے اپنے تمام وسائل خرچ کئے وہاں انفرادی طور پر صاحبِ حیثیت مسلمانوں نے بھی حصہ لیا۔ غدر کے بعد انگریز نے سب کو ان کی خدمات کے مطابق انعامات سے نوازا۔

غدر میں حصہ لینے والے

کتاب ۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی میں قوم کے مجاہدین کے عنوان سے انگریزوں کی سرگرم مخالفت کرنے والی نمائندہ شخصیتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اُن میں پہلا نام ایک برہمن منگل پانڈے کا ہے۔ جس کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا گیا ہے:۔

> منگل پانڈے! او کھشتری کا کام کرنے والے براہمن تو ہی تو تھا جس نے ملک و مذہب کی آزادی کے لئے پہلی قربانی دی۔ تو ہی تو تھا جس نے عام رست خیز کی دعوت دیکر ہندوستان کے گوشوں گوشوں کو بیداری کا پیغام سنایا تھا۔ شانتی ہو تیری روح کو، وطن پرستی کے متوالے تیرے طریقے پر چلتے رہیں گے۔
>
> (۱۸۵۷ء جنگ آزادی از میاں محمد شفیع ص ۳۰۳،۳۰۲ مکتبہ جدید لاہور ۱۹۵۷ء)

اس بیان میں کل تیرہ نام ہیں۔ جن میں آدھے مسلمان ہیں۔ اور باقی غیر مسلم یعنی منگل پانڈے، نانا صاحب، رانی لکشمی بائی، تانتیا توپی، راؤ صاحب اور راجہ کمار سنگھ [1]۔

---

[1] مولوی غلام رسول مہر صاحب نے اپنی کتاب "۱۸۵۷ء کے مجاہد" میں جن بہادر اور الوالعزم مجاہدین کی سوانح حیات تحریر کی ہے۔ اس میں ان کے علاوہ کنور سنگھ، امر سنگھ، راجہ بینی مادھو بخش اور راجہ لال سنگھ مجاہدین کے نام بھی شامل ہیں۔

جن مسلمان مجاہدین کا ذکر مصنف نے کیا ہے ان میں واجد علی شاہ کی ایک بیگم حضرت محل، ایک مغل شہزادہ فیروز شاہ، اودھ کے مولوی رحمت اللہ شہید فیض آبادی، مرہٹہ پیشوا ناناصاحب کا مشیر عظیم اللہ [۱] اور تین روہیلہ سردار بہادر خان [۲] محمود خان اور جنرل بخت خان [۳] شامل ہیں۔

خلیفۃ المسلمین کا فرمان اور عملی مدد

دوسری طرف انگریزوں کی حمایت کرنے والوں کے جونام اس تاریخ میں گنوائے گئے

---

[۱] ''یہ ناناصاحب کی پنشن کی بحالی کے مقدمے کا سربراہ بنا کر لندن بھیجا گیا۔ جب لندن پہنچا تو لندن کی بڑی بڑی خاندانی لیڈیوں کا مطمع نظر بن گیا۔ جہاں جاتا چاہنے والیوں کی بھیڑ جمع ہوجاتی۔ پارکوں میں اس کو پروانوں کی طرح گھیر لیتی تھیں اور تڑپ کے ساتھ اسکو پیارے عظیم اللہ کہہ کر درد محبت کی کہانیاں لکھ لکھ کر بھیجتی تھیں۔''

(۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی از میاں محمد شفیع صاحب ص ۳۱۴۔ لاہور ۱۹۵۷ء)

[۲] ''یہ حافظ رحمت خان کا پوتا تھا۔ انگریزوں نے اس کی عزت کی اور بریلی میں مجسٹریٹ کا عہدہ بھی دے دیا سردار کو انگریزوں کی طرف سے دو پنشنیں بھی ملتی تھیں۔ ایک تو حافظ شہید کی وراثت کی بنا پر اور دوسری جوڈیشل افسر ہونے کی وجہ سے اور اسی وجہ سے لوگ اسے انگریز کا طرفدار سمجھتے تھے۔ گورنمنٹ کو بھی اس پر پورا اعتماد تھا۔''

(۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی از میاں محمد شفیع ص ۳۰۵،۳۰۶۔)

[۳] ''انگریزی فوج میں اس نے اپنے ہموطنوں میں ممتاز حیثیت حاصل کرلی۔ کابل کی جنگ میں دیکھتے دیکھتے توپ خانے کی اسامداری اور صوبیداری پر فائز ہوگیا اور انگریزوں سے شجاعت اور لیاقت کی داد لی۔ انگریزوں نے اسکی دانائی اور فوجی شعور دیکھ کر تمام دیسی توپ خانہ اس کے ماتحت کردیا۔ جس بیڑی کا یہ سردار تھا وہ کارگذاری میں سب پر سبقت لے گئی تھی۔''

(۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی از میاں محمد شفیع صاحب ص ۳۱۱)

ہیں اُن میں غیر مسلم صرف تیرہ ہیں۔(دو ہندو اور گیارہ سکھ) جبکہ مسلمان اُن سے تقریباً دُگنے یعنی ۲۳۔اس سے ہوا کے رخ کا خوب اندازہ ہوتا ہے۔مسلمانوں کے انگریزوں سے ہمدردی اور دوستی کے اس وسیع مظاہرے کی ایک بنیادی وجہ کا ذکر ایک اور تاریخ اسلام میں یوں کیا گیا ہے:-

''۱۸۵۷ء میں برطانوی حکومت نے سلطان عبدالحمید[1] سے مسلمانانِ ہندوستان کے نام اس مضمون کا ایک فرمان حاصل کیا کہ مسلمانانِ ہندوستان کو انگریزوں کے ساتھ صلح و آشتی سے رہنا چاہیئے کیونکہ انگریز ان کے خلیفہ کے دوست ہیں۔اس فرمان کا مسلمانوں پر زبردست اثر ہوا۔یعنی اس وقت سے ہندوستان کے تمام مسلمان انگریزوں کو اپنا دوست اور محافظ سمجھنے لگے''

(تاریخ اسلام از عبدالرحمٰن شوق بہ اضافہ و تالیف عبدالحکیم نشتر جالندھری ص ۸۰۰ لاہور جو بیسواں ایڈیشن ۱۹۶۷ء)

خلیفۃ المسلمین سلطان ترکی عبدالحمید ثانی نے صرف فرمان ہی جاری نہیں کیا بلکہ انگریزوں کی عملی مدد کے لئے اقدام بھی کئے چنانچہ لکھا ہے:-

''۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں غدر مچا اس غدر کو فرو کرنے کیلئے انگریزوں کی افواج کو مصر سے گذر کر ہندوستان پہنچنے کی اجازت حضور خلیفۃ المسلمین سلطان المعظم نے ہی دی تھی۔''

(ترکوں پر اپنوں کے فرضی مظالم، از شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹر ص ۲۳ سیکریٹری خلافت کمیٹی سیالکوٹ ناشر مجلس خلافت پنجاب ۱۹۲۵ء)

انگریز کے حامی علمائے دین

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں ہندوستان کے ہر مسلمان فرقے کے سرکردہ علماء انگریزوں کے ساتھ تھے۔چنانچہ علمائے دیوبند کے بارے میں لکھا ہے:-

---

[1] سلطنت عثمانیہ کے اس وقت کے خلیفہ۔

''امرِ واقعہ یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کی ملکی لڑائی میں علمائے دیوبند نے مولانا مملوک علی [۱] کی پالیسی اختیار کرتے ہوئے من حیث الجماعت انگریزوں کا ساتھ دیا۔''

(مضمون مولوی عبدالقادر صاحب قدوسی مندرجہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۰ء ص ۶)

امیر اول تحریک دیوبند کے بھتیجے اور دیوبندی فکر کے مشہور بزرگ مولانا محمد احسن نانوتوی صاحب کے بارے میں لکھا ہے:-

''میاں صاحب بھی گورنمنٹ انگلشیہ کے کیسے وفادار تھے۔ زمانہ غدر ۱۸۵۷ء میں جبکہ دہلی کے بعض مقتدر اور بیشتر مولویوں نے انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ دیا تو مولوی صاحب نے اس پر دستخط کیا نہ مہر وہ خود فرماتے تھے۔ میاں وہ ہلٹر تھا۔''

(الحیات بعد الممات ص ۱۲۵ مولفہ حافظ عبد الغفار صاحب سلفی امام محمدی مسجد ناشر مکتبہ شعیب حُریت منزل کراچی)

۱۸۵۷ء کے زمانے کے ایک اور بزرگ کے بارے میں لکھا ہے:-

''مولوی محبوب علی دہلوی نے زمانہ غدر کی لڑائی کی نسبت جس میں بخت خان باغی نے ان کو شریک کرنا چاہا تھا، جہاد ہونے سے انکار کیا۔''

(ترجمان وہابیہ از جناب نواب مولوی صدیق حسن خان صاحب ص ۹۴ ناشر حقانی بکڈپو امرتسر)

مسلم حکمرانوں کی خدمت گذاری

اس غدر میں کسی بھی انفرادی کوشش سے کہیں زیادہ اہم اور مفید وہ خدمت

---

[۱] امیر اول تحریک دیوبند۔

تھی جو مسلم ریاستوں کے نواب اور والیوں نے کی۔[1] ایسی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱) ریاست رامپور کے نواب محمد سعید خان ۱۸۵۷ء کے آغاز سے اختتام تک انگریزی حکومت کے خیر خواہ رہے اور ان خدمات کے صلہ میں انگریزوں کی طرف سے انہیں ایک خلعت فاخرہ مع خطاب کے۔سی۔ایس۔آئی اور ایک سو چھیالیس مواضع عطا ہوئے۔

۲) ریاست ٹونک نے بھی انگریزوں کا ساتھ دیا اور فرمان روا نواب عبید اللہ خان نے جی۔سی۔آئی۔اے کا خطاب پایا۔

۳) ریاست پالن پورہ جہاں کے والیانِ ریاست اور اکثر باشندے سید محمد جونپوریؒ کے مرید تھے۔اس غدر میں دوسری مسلمان ریاستوں کے دوش بدوش بغاوت کو ختم کرنے میں سرگرم رہی۔

۴) ریاست بہاولپور کے ساتھ انگریزوں کے ایسے گہرے روابط و مراسم تھے کہ جب انگریزی حکومت دہلی پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئی تو ۲۴ دسمبر ۱۸۵۷ء کو اس کی خوشی میں جشن چراغاں منایا گیا۔

(بہاولپور کی سیاسی تاریخ از مسعود حسن شہاب ص ۲۸ بحوالہ جماعت احمدیہ کی ملی خدمات از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ربوہ)

سر سید احمد خاں صاحب کی مساعی

غدر کے ہنگاموں میں انگریزوں کی مدد کرنے والے ہندوستانی مسلمانوں کے سرخیل سر سید احمد خان صاحب تھے۔آپ کی اس مساعی کے بارے میں ایک صاحبِ تاریخ لکھتے ہیں:۔

''غدر کے زمانے میں نہ صرف اس تحریک میں کوئی حصّہ نہ لیا بلکہ دل و جان سے انگریزوں کی مدد کی اور بہت سے انگریزوں کی جان بچائی۔

---

[1] تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب صحیفۂ زریں، مطبوعہ نولکشور پریس ۱۹۰۲ء۔

پورے استقلال اور عزیمت کے ساتھ وہ جادۂ وفا پر استوار رہے۔ ایک لحہ کیلئے بھی انہوں نے انگریزوں کا ساتھ نہیں چھوڑا۔''

(کاروانِ گم گشتہ از رئیس احمد جعفری صاحب ص۹۸)

'' انہوں نے بڑے خلوص سچائی اور وفاداری کے ساتھ انگریزوں کا ساتھ دیا تھا۔ سرسید نہ ہوتے تو بجنور میں ایک انگریز بھی نہ بچ سکتا تھا۔''

(کاروانِ گم گشتہ از رئیس احمدی جعفری ص۸۹)

سرسید کی یہ مساعی انقلابیوں کے علم میں آجانے کے سبب ایک بار اُن کی جان کے لئے خطرہ کا سبب بھی بنی۔ چنانچہ لکھا ہے:-

''سرسید اس وقت بجنور میں منصف تھے۔ انگریزوں کو پناہ دے رہے تھے۔ یہ بات انقلابیوں کے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔ محمود خان ان سے سخت الجھا جس سے سرسید کی جان بھی خطرے میں پڑ گئی اور بصد مشکل چھٹکارا پاکر کسی طرف کھسک گئے۔ لیکن اتنا کیا کہ انگریزوں کو میرٹھ بھیج دیا۔''

(۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی از میاں محمد شفیع صاحب ص۳۰۹)

''انگریزوں سے سرسید کی ہمدردی اور عملی مدد کی بنیاد اُن کا یہ یقین تھا کہ دورِ مجنوں گزشت، اب انگریز ہی اس ملک پر راج کریں گے۔ ان سے لڑنا ان سے مقابلہ کرنا مشیّت ایزدی سے جنگ کرنا ہے۔''

(کاروانِ گم گشتہ از رئیس احمد جعفری ص۹۹)

دیگر مسلم مددگار

خلیفۃ المسلمین کی اتباع اور سرسید احمد خان کے ہم خیال اور اُن کے طریق کے مطابق عمل کر کے انگریزوں کی مدد کرنے والے مسلمانوں میں سے جو نام کتاب ۱۸۵۷ء میں گنوائے گئے ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔

بہادر شاہ ظفر کا رشتہ میں چچا اور سمدھی مرزا الٰہی بخش، لدھیانہ کے مولوی سید رجب علی شاہ، بجنور کے مولوی محمد علی، ملتان کے مخدوم و مرشد شاہ محمود، پشاور کا پٹھان محمد حیات خان، کھرل خاندان کا نواب احمد علی

خان کھرل، رئیس سرفراز خاں کھرل، ٹوانہ خاندان کا ملک صاحب خان ٹوانہ اور اس کا بھائی ملک فتح خان، ملتان کا صادق محمد خان، گردیزی خاندان کے بڑوں میں مراد خان، کالاباغ کا مظفر خان، قزلباش خاندان کا علی رضا خاں قزلباش اور محمد رضا خان قزلباش، کابل والے شاہ شجاع کی اولاد میں سے شہزادہ نادر خاں اور قادیان کے ذمہ داروں میں سے مرزا غلام مرتضٰی صاحب اور ان کے صاحبزادے مرزا غلام قادر صاحب۔

خدمات اور صلہ خدمات

وہ امداد جو ان مسلمانوں نے غدر کے دوران انگریزوں کو دی اور اس کے بدلے میں انگریزوں نے انہیں بعد میں جو صلہ دیا اسکی تفصیل بھی کتب مذکورہ میں دی گئی ہے۔ اس کے مطابق یہ مدد مخبری، خود مع قریبی عزیزوں کے انگریز کی فوج میں شامل ہونا، لڑنے کے لئے فوجی دستے بہم پہنچانا، جائیداد بیچ کر ان کا خرچ بھرنا ۱۰۰ سے ۳۰۰ تک سپاہی مہیا کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں بعض خدمت گذاروں کے بارے میں مصنف ۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی نے یہ خیال ظاہر کیا ہے۔

"غدر میں انگریزوں کی ایسی مخلصانہ مدد کی ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کا بیٹا بھی نہ کرتا (ص ۳۲۷)
ایسی سچی وفاداری اور غمخواری دکھائی کہ لندن تک کے انگریز شکر گذار ہوئے (ص ۳۳۴)

ان مختلف خدمات کے جو بدلے انگریزوں نے ان مسلمانوں کو دیئے اُن میں علیحدہ علیحدہ ملنے والے درج ذیل انعامات شامل ہیں۔[۱]

دربار میں پہلی کرسی۔
نسل در نسل چلنے والی لڑکوں اور لڑکیوں اور عزیزوں کی الگ الگ =/۲۲۸۳۰ روپے سالانہ پینشن۔
=/۶۰۰۰۰ روپے کی مالیتی جاگیر۔
ایک لاکھ تیرہ ہزار ایکڑ زمین۔
تیرہ ہزار ایکڑ گھوڑوں کی چراگاہ۔
=/۵۰۷ روپے سالانہ لگان کی معافی۔

---

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب ۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی از میاں محمد شفیع ص ۳۲۵ تا ص ۳۳۴

=/۷۰۰۰ روپے نقد انعام۔

=/۱۰۰۰ روپے کی خلعت۔

چیف جج، مجسٹریٹ، پولیٹیکل ایجنٹ، انکم ٹیکس آفیسر، تحصیلدار اور تعلقداری کے عہدے، ہتھیار اور چالیس تلواریں بلا لائیسنس رکھنے کی اجازت۔

اے۔سی۔ایس۔آئی۔آرڈر آف میرٹ، سردار بہادر، خان بہادر، نواب اور ارسطو جاہ کے خطاب سند خوشنودی۔

خاندان حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی غدر میں خدمات اور انعام

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر اپنے موضوع کی مناسبت سے اس خدمت کو جو حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے والد بزرگوار اور برادرِ محترم سے ظہور میں آئی اور اس انعام کو جو انہوں نے انگریزوں سے پایا کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جائے تا کہ مقابلتاً اسکی اہمیت اور قدر و قیمت کی وضاحت ہو جائے۔

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ اس سلسلہ میں خود تحریر فرماتے ہیں۔

> ''میں ایک ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے میرا والد میرزا غلام مرتضٰی گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا۔ جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی۔ یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے ان خدمات کی وجہ سے جو چٹھیات خوشنودی حکام ان کو ملی تھیں مجھے افسوس ہے کہ بہت سی ان میں سے گم ہو گئیں۔ مگر تین چٹھیات جو مدت سے چھپ چکی ہیں ان کی نقلیں حاشیہ میں درج کی گئی ہیں۔ پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی میرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا اور جب تموں کے گذر پر مفسدوں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا''۔

(کتاب البریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۳ ص ۴-۶ ربوہ ۱۹۶۳ء)

سر گریفن کی جس تاریخ کی طرف مندرجہ بالا سطور میں اشارہ ہے اس میں اس بارے میں لکھا ہے کہ:-

''اس خاندان نے غدر ۱۸۵۷ء کے دوران بڑی اچھی خدمات کیں۔ غلام مرتضیٰ نے بہت سے آدمی بھرتی کئے اور اس کا بیٹا غلام قادر جنرل نکسن صاحب بہادر کی فوج میں اس وقت تھا جبکہ افسر مذکورہ نے تریموگھاٹ پر نمبر ۴۶ نیوانفنٹری کے باغیوں کو جو سیالکوٹ سے بھاگے تھے۔ تہہ تیغ کیا۔ جنرل نکسن صاحب بہادر نے غلام قادر کو ایک سند دی جس میں یہ لکھا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں خاندان قادیان گورداسپور کے تمام خاندانوں سے نمک حلال رہا۔''

(تذکرہ روسائے پنجاب از سر لیپل گریفن اور کرنل میسی جلد دوم ص ۶۸ بحوالہ حیات النبی از شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی جلد اول ص ۱۷، ۱۸ قادیان ۱۹۱۵ء)

اس خاندان کو ملنے والے انعام کی تفصیل اس چٹھی سے ملتی ہے جس کا ذکر بھی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی مذکورہ بالا تحریر میں کیا گیا ہے۔ خط کے اصل الفاظ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

'' نقل مراسلہ (رابرٹ کسٹ صاحب بہادر کمشنر لاہور)۔

تہور و شجاعت دستگاہ مرزا غلام مرتضیٰ رئیس قادیان بعافیت باشند از آنجا کہ ہنگام مفسدہ ہندوستان موقوعہ ۱۸۵۷ء از جانب آپ کے رفاقت و خیر خواہی و مدد دہی سرکار دولتمدار انگلشیہ درباب نگاہداشت سواران وبہم رسانی اسپاں بخوبی بمنصہ ظہور پہنچی اور شروع مفسدہ سے آج تک آپ بدل ہوا خواہ سرکار رہے اور باعث خوشنودی سرکار ہوا لہٰذا بجلد دی اِس خیر خواہی اور خیر سگالی کے خلعت مبلغ دوصد روپیہ کا سرکار سے آپکو عطا ہوتا ہے اور حسب منشاء چٹھی صاحب چیف کمشنر بہادر نمبری ۵۷۶ مورخہ ۱۰ اگست ۱۸۵۸ء پروانہ ہذا باظہار خوشنودی سرکار ونیکنامی ووفاداری بنام آپ کے لکھا جاتا ہے۔ مرقومہ تاریخ ۲۰ ستمبر ۱۸۵۸ء''۔

(کتاب البریہ از حضرت اقدس بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۳ ص ۵، ۶ ربوہ ۱۹۶۳ء)

یہ وہ کل خدمت ہے جو حضرت بانیٔ سلسلہ کے خاندان سے ظہور میں آئی یعنی آپ کے والد محترم حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب نے پچاس سوار اور گھوڑے مہیا کئے اور برادر محترم مرزا غلام قادر صاحب ایک محاذ پر شریک جنگ ہوئے اور انعام میں اس خاندان کو جو ملا وہ دو سو روپے کی ایک خلعت اور ایک پروانہ خوشنودی تھا۔ یہ انعام اس فہرست انعامات کے لحاظ سے جو غدر میں خدمات کرنے والے مسلمانوں کو ملے انتہائی کم ترین انعام ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ وہ خدمت جو اس خاندان نے کی وہ گو حکومت سے انکی وفاداری کے مسلک کے عین مطابق تھی لیکن انگریزوں کے اپنے مفاد کے پیش نظر اور دیگر مسلم خدمت گذاروں کی خدمت گذاری کے مقابلے میں وہ کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی۔

مذکورہ بالا جائزہ یہ ظاہر کرنے کے لئے بہت کافی ہے کہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں حصہ لینے والے چند مسلمانوں سے قطع نظر بحیثیت مجموعی تمام مسلمان انگریزوں کے عملاً حامی اور مددگار یا کم از کم ہمدرد ضرور تھے۔

بعداز غدرتا ۱۸۸۱ء [1]

غدر کے ہنگامے میں باوجود تمام قوموں کی انفرادی شمولیت کے، ناکامی کے بعد تمام تر بُرے نتائج مسلمانوں کو بھگتنے پڑے کیونکہ ہندو اپنی فطری عیاری کے سبب پہلو بچا گئے اور سارا الزام مسلمانوں کے سر آن رہا۔

اپنے اقتدار حکومت کے کلی خاتمے اور نئے حکمرانوں کی ناراضگی نے برصغیر میں مسلمانوں کا مستقبل بالکل ہی تاریک کردیا۔ بقول مولانا ابوالکلام آزاد۔

> ''۱۸۵۷ء کے انقلاب نے ان کے ہرایک نظم کو پارہ پارہ کردیا اور ان کے تمام اختیارات کو صفحۂ ہستی سے مٹادیا۔''

(اخبار آزاد ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء)

انگریز حکمرانوں کی ناراضگی کو تازہ رکھنے کیلئے عیسائی پادری سرگرم عمل رہے چنانچہ پہلے پادری فنڈل نے ۱۸۶۹ء میں کتاب ''میزان الحق'' میں اور پھر ڈاکٹر ہنٹر نے ۱۸۷۱ء میں اپنی کتاب '' Indian Musalmans '' (ہندوستانی مسلمان) میں یہ پروپاگنڈہ کیا کہ ہندوستانی مسلمان انگریزوں کے خیرخواہ نہیں ہیں۔

ان حالات میں مسلمانوں کے سامنے بنیادی سوال اپنی بقا کا تھا۔ انگریز کے سہارے زندگی کے ہر شعبہ میں آگے بڑھتی ہوئی ہندو قوم سے مقابلہ کرکے اپنی اجتماعی حیثیت کو برقرار اور مضبوط کرنے کا مشکل کام حکومت کی رضامندی اور مدد کے بغیر ممکن نہ تھا۔ یہی وہ احساس تھا جس کے سبب اس وقت کے تمام دردمند اور روشن خیال لیڈر اور علماء مسلمانوں کے ماتھے پر لگی ہوئی غدر کی سیاہی کو حکومت سے

---

[1] حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے قلم سے انگریزوں کے بارے میں پہلی تحریر آپ کی مشہور زمانہ کتاب براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں ملتی ہے جو ۱۸۸۲ء میں شائع ہوئی۔ اس وقت سے آپ کی وفات تک کے زمانے کو یکجا رکھ کر باہم تقابل کی آسانی کے لئے ہم اس حصہ مضمون کو ۱۸۸۱ء پر ختم کررہے ہیں۔

عہد وفاداری کے پانی سے دھوتے نظر آتے ہیں اور یوں غدر کے بعد سے شروع ہونے والے اس دور کے نمایاں اور ممتاز پہلو درج ذیل نظر آتے ہیں۔

غدر میں شریک ہونے والوں کی عام مذمت۔

تحریک مجاہدین سے لاتعلقی۔

انگریزوں سے ممانعت جہاد کے فتوے۔

انگریزوں کی تعریف وتوصیف اور اظہار وفاداری۔

غدر میں شریک ہونے والے مسلمانوں کی عام مذمت

غدر کے بعد برصغیر کے مسلم زعماء نے اعلانیہ ان مسلمانوں کی مذمت کی جنہوں نے غدر میں انگریزوں کے خلاف ہنگامہ آرائی میں حصہ لیا۔ اس سلسلہ میں سب سے نمایاں، گرج دار اور فوری آواز برصغیر میں مسلمانوں کے سب سے بڑے سیاسی لیڈر سر سید احمد خان صاحب (۱۸۱۷ء تا ۱۸۹۸ء) نے غدر کے معاً بعد ۱۸۵۸ء میں اپنی مشہور کتاب ''اسباب بغاوت ہند'' کے ذریعہ بلند کی۔ اس آواز کی تائید اس وقت کے دوسرے علماء نے بھی کی۔ مثلاً شیخ العرب والعجم فخر ہند والمسند ہ حضرت شیخنا ومولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی۔ [۱] (۱۸۰۵ء تا ۱۹۰۲ء) رئیس الموحدین جناب مولوی صدیق حسن خان صاحب بھوپالوی۔ (۱۸۳۲ء تا ۱۸۹۰ء) اور ایڈوکیٹ اہل حدیث مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی (۱۸۳۵ء تا ۱۹۲۰ء)۔ ایسی چند تحریریں ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

مفسدوں کی حرمزدگیوں میں سے ایک حرمزدگی

''جن لوگوں نے جہاد کا جھنڈا بلند کیا۔ ایسے خراب اور بدرویہ اور بداطوار آدمی تھے کہ بغیر شراب خوری اور نمائش بینی اور ناچ اور رنگ دیکھنے کے کچھ وظیفہ ان کا نہ تھا بھلا کیونکر یہ پیشوا اور مقتداء جہاد کے گنے جاسکتے تھے۔ چند بدذاتوں نے دنیا کی طمع اور منفعت اور اپنے خیالات کو پورا کرنے اور

---

[۱] اشاعۃ السنۃ جلد ۱۸ نمبر ۶ ص ۱۸۰۔

جاہلوں کے بہکانے کو اور اپنے ساتھ جمعیت جمع کرنے کو جہاد کا نام لے لیا۔ پھر یہ بات بھی مفسدوں کی حرمزدگیوں میں سے ایک حرمزدگی تھی نہ واقع میں جہاد۔''

(اسباب بغاوت ہند از سرسید احمد خان ص ۱۰۶۔۱۰۷ اردو اکیڈمی سندھ کراچی)

سخت گناہگار اور مفسد و باغی و بدکردار

''مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گناہگار اور بحکم قرآن و حدیث وہ مفسد باغی و بدکردار تھے۔ اکثر ان میں عوام کالانعام تھے۔ بعض جو خواص علماء کہلاتے تھے وہ بھی اصول علوم دین (قرآن وحدیث) سے بے بہرہ تھے یا نافہم و بے سمجھ۔ باخبر و سمجھدار علماء اس میں ہرگز شریک نہیں ہوئے اور نہ اس فتویٰ پر جو اس غدر کو جہاد بنانے کے لئے مفسد لئے پھرتے تھے انہوں نے خوشی سے دستخط کئے۔''

(الاقتصاد فی مسائل الجہاد از مولوی سید محمد حسین صاحب بٹالوی ص ۵۱)

ہڑبونگ جاہلوں کا اور بھیڑ مفسدوں کا اور جمگھٹا بیوقوفوں کا

''ہم کو بڑا تعجب آتا ہے ان لوگوں پر جنہوں نے غدر میں بغیر وجود شرائط کے اور بغیر وجود امام کے اور بغیر اتباع شرع کے باوجود قتل کرنے لڑکوں اور عورتوں کے جو محض بے گناہ اور معصوم تھے کیونکر فتویٰ دیدیا کہ یہ ہڑبونگ جاہلوں کا، بھیڑ مفسدوں کا[۱] اور جمگھٹا بیوقوفوں کا جہاد ہے۔ معلوم نہیں ہوتا کہ انہوں نے یہ فتویٰ کس قرآن سے نکالا اور کونسی حدیث سے ثابت کیا۔''

(ترجمان وہابیہ از مولوی صدیق حسن خان صاحب ص ۳۱ امرتسر)

حشرات الارض خانہ برانداز

''میاں وہ ہلڑ تھا بہادر شاہی نہ تھی وہ بیچارہ بوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا حشرات الارض خانہ براندازوں نے تمام دہلی کو خراب و ویران، تباہ و برباد کر دیا۔ شرائط امارت و جہاد بالکل مفقود تھے۔ ہم نے تو اس فتویٰ پر دستخط نہیں کیا[۱]۔

(ارشاد سید نذیر حسین صاحب دہلوی از حیات بعد الممات، مولفہ حافظ عبدالغفار صاحب سلفی ص ۱۲۵ ناشر مکتبہ شعیب حدیث منزل کراچی)

---

[۱] نقل مطابق اصل۔

بے ایمانی وعہد شکنی وفساد وعناد

''مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے اصل معنی جہاد کے لحاظ سے بغاوت ۱۸۵۷ء کو شرعی جہاد نہیں سمجھا بلکہ اسکو بے ایمانی وعہد شکنی وفساد وعناد خیال کر کے اس میں شمولیت اور اسکی معاونت کو معصیت قرار دیا ہے۔''

(اشاعت السنہ جلد ۶ نمبر ۱۰ ص ۲۸۸)

مفسدین

''مولانا مملوک علی کے صاحبزادے اور دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس مولانا محمد یعقوب نانوتوی صاحب ۱۸۵۷ء کو غدر اور اس میں حصہ لینے والوں کو مفسدین سے تعبیر کرتے تھے۔''

(بحوالہ الاعتصام ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۰ء ص ۶)

متفرق کلمات مذمت

مولوی نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنی کتاب ترجمان وہابیہ میں غدر میں شریک مسلمانوں کا جن الفاظ میں ذکر کیا ہے ان میں سے چند ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔

۱:- فکر کرنا ان لوگوں کا جو اپنے حکم مذہبی سے جاہل ہیں۔ اس امر میں کہ حکومت برٹش مٹ جاوے اور یہ امن وامان جو آج حاصل ہے فساد کے پردے میں جہاد کا نام لیکر مٹا دیا جاوے۔ سخت نادانی اور بیوقوفی کی بات ہے۔ (ص ۳۰)

۲:- غدر میں جو چند عوام الناس فتنہ وفساد پر آمادہ ہو کر جہاد کا جھوٹ موٹ نام لینے لگے انہوں نے خطائے فاحش کی اور قصور ظاہر۔ (ص ۲۴)

۳:- اس لڑائی کو جہاد ٹھہرایا۔ حالانکہ وہ جہاد نہ تھا۔ سراسر فتنہ تھا۔ (۳۰)

۴:- جو لوگ بغیر شرائط جہاد حکام فرنگ کے قتل کا ارادہ کرتے یا اس فعل شنیع کے مرتکب ہوتے ہیں وہ شریعت اسلامیہ اور احکام دین محمدیہ سے بالکل جاہل وغافل ہیں۔ (ص ۳۹)

۵:- ''یہ بغاوت جو ہندوستان میں بزمانہ غدر ہوئی اس کا نام جہاد رکھنا ان لوگوں کا کام ہے جو اصول دین اسلام سے آگاہ نہیں ہیں۔'' (ص ۱۰۶۔۱۰۷)

جبراً فتویٰ جہاد

غدر کے دوران بعض مقتدر علماء کی جانب سے جہاد کے فتووں کی حقیقت ظاہر کرتے ہوئے مولانا صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

''زمانہ غدر میں سواروں اور تلنگوں نے بعض مولویوں سے زبردستی جہاد کے مسئلے پر مہر کرائی، فتویٰ لکھایا جس نے انکار کیا اسے مارڈالا۔ اس کا گھر لوٹ لیا۔''

(ترجمان وہابیہ از مولوی صدیق حسن خان صاحب ص ۱۰۸ حقانی بکڈپو۔ امرتسر)

گمراہ کرنے والے عامی علماء

وہ مولوی جنہوں نے غدر میں جہاد کا فتویٰ اپنی مرضی سے دیا اُن کے بارے میں حدیث رسولؐ کے حوالے سے مولوی صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

''حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں ایسے امام بھی پیدا ہونگے جو لوگوں کو گمراہ کردینگے جیسے وہ لوگ کہ فتنوں میں مثلاً حکم جہاد کا دیکر غریب جاہلوں کو دین و دنیا دونوں سے کھودیتے ہیں حالانکہ خوب جانتے ہیں کہ یہ شورش و بلوے و فساد جو خلق میں جابجا ہاتھ سے اوباش بدمعاش لوگوں کے ہوتا ہے شرعاً فتنہ ہے نہ جہاد۔ اس سے تو جہاں تک ہو سکے خود بچے دوسروں کو بچاوے نہ یہ کر فضائل جہاد سنا کر اس میں خود پھنسے یا دوسروں کو پھنساوے''۔

(ترجمانِ وہابیہ از مولوی صدیق حسن خان صاحب ص ۱۳۴ حقانی بکڈپو امرتسر)

تحریک مجاہدین سے لاتعلقی

ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ اپنے آپ کو حضرت سید احمد شہید صاحب سے منسوب لیکن عملاً ان کے مسلک سے صریح روگردانی کرنے والے چند افراد حکومت انگریزی کے خلاف غدر کے بعد بھی باغیانہ سرگرمیوں میں مصروف تھے حکومت نے ان لوگوں کو وہابی کے نام سے مطعون کیا[1] بلکہ

---

[1] ہندوستان کی پہلی مسلم تحریک از مسعود عالم ندوی ص ۱۵۔

''حکومت انگریزی نے باغی اور وہابی مترادف الفاظ قرار دیئے ۔ عامۃ المسلمین میں اُن کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا کیا اور ایک عام معاشرتی انقطاع شروع کیا گیا۔''

(حیات سید احمد شہید از مولانا محمد جعفر تھانیسری ص ۲۳)

تو یہ کاروائی سب سے زیادہ انہیں لوگوں کے لئے تکلیف اور پریشانی کا موجب ہوئی جو سید صاحب کے مسلک پر کاربند تھے ۔ چنانچہ انہوں نے اصلاح احوال کی مسلسل کوشش کی اور حکومت انگریزی کو یہ جتانا شروع کیا کہ غدر میں حصّہ لینے والے اہل حدیث نہ تھے بلکہ:-

''جتنے لوگوں نے غدر میں شر و فساد کیا۔ حکام انگلشیہ سے برسرِ عناد ہوئے وہ سب کے سب مقلدان حنفی تھے نہ متبعان حدیث نبوی ۔ مگر مکر اور زور کی راہ سے فتنہ پردازی کی تہمت دوسروں پر باندھ دی اور اہل غدر کو وہابی ٹھہرایا۔''

(ترجمان وہابیہ از مولوی صدیق حسن خان ص ۷۴ حقانی بکڈپو امرتسر)

اور یہ کہ اہل حدیث تو دورانِ غدر بلکہ ابتدا ہی سے انگریزوں کے دوست و ہمدرد تھے چنانچہ لکھا:-

''ابتدائے عملداری سرکار سے وہابیوں سے قبل انگریزی تو درکنار کبھی خلاف تہذیب بھی سرزد نہیں ہوئی ۔ عین بغاوت ۱۸۵۷ء کے عام فتنہ کے وقت بجائے بغاوت و فساد کے انگریزوں کی میم اور بچوں کو باغیوں کے ہاتھوں سے بچا کر اپنے گھروں میں چھپا رکھا۔''

(تاریخ عجیب عرف کالا پانی مصنفہ مولانا محمد جعفر صاحب تھانیسری ص ۲۷ شائع کردہ صوفی بکڈپو منڈی بہاؤالدین)

ان اندرونی شہادتوں کے علاوہ غدر کے بعد اہل حدیث حضرات کے انگریزوں سے خوشگوار تعلقات میں یہ شہادت بھی ملتی ہے۔

جب ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی ناکام ہوگئی اور براعظم ہند پر انگریزوں کو کامل غلبہ و تسلط حاصل ہوگیا تو اہل حدیث اور اس کے اکابر نے انگریزوں کی وفاداری کو دل و جان سے قبول کرلیا اور جہاد کی منسوخی کی تائید میں رسالے لکھے۔

(مضمون پروفیسر محمد ایوب قادری مندرجہ ماہنامہ البلاغ جولائی ۱۹۷۰ء بحوالہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۱۳ اگست ۱۹۷۰ء)

اہل حدیث نے صفائی کی کوشش پر ہی اکتفانہ کیا بلکہ اپنے ان بھٹکے ہوئے دوستوں کی جو ابھی ہزارہ میں انگریز کے خلاف باغیانہ سرگرمیوں میں مصروف تھے اصلاح کے لئے بھی انگریز حکومت کے سامنے تجویز اور خدمات پیش کیں۔ چنانچہ لکھا ہے:-

"مولوی محمد حسین نے اس بات کی استدعا کی تھی کہ وہابیاں ملک ہزارہ کے نزدیک عام ایلچی بذریعہ مسلمانانِ ہند بھیجا جائے اور وہ مع اس فتویٰ کے جا کر اس ناسمجھ کو مطلع کردے کہ جہاد بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند کے ممنوع ہے اور نیز ان کو آمادہ کردے کہ انکی اس نافہمی کے خونریزی وقتال وجہاد پر سخت گناہ ثابت ہے۔ اور سب کا گناہ ان کے سر پر وارد شرعی ہے اور چونکہ از روئے شریعت اسلام برٹش گورنمنٹ ہند سے جہاد کرنا خلاف طریقہ اسلام شریعتِ حقّہ کے ہے اس لئے ان کو خیرخواہی گورنمنٹ ہند میں برابر مستعد رہنا چاہیئے۔ چنانچہ یہ دعویٰ ارسال رسل مولوی محمد حسین صاحب کا سرہنری پولیس لیفٹیننٹ گورنر بہادر ممالک پنجاب کے اجلاس میں پیش کیا گیا تھا۔

(ترجمان وہابیہ از مولوی صدیق حسن خان صاحب ص ۱۲۱ امرتسر)

تحریک مجاہدین سے لاتعلقی کی ان کوششوں میں کامیابی کے بدولت ہی ان حضرات کے لئے یہ ممکن ہوسکا کہ وہ انگریزی سرکار سے درخواست کر کے اپنے لئے وہابی لفظ کا استعمال بحکم بند کرا سکیں۔ ترجمان وہابیہ میں اس کی تفصیل یوں لکھی ہے۔

"فرقہ موحدین، لاہور نے صاحب بہادر موصوف [۱] کی روبکاری میں استدعا پیش کی کہ موحدین جو لفظ بدنام 'وہابی' سے پکارے جاتے ہیں اور اطلاق اس لفظ کا عامۃ الموحدین پر کیا جاتا ہے سو بطور سرکار اشتہار دیا جاوے کہ آئندہ فرقہ ہائے موحدین لفظ بدنام 'وہابی' سے نہ مخاطب کئے جاویں۔ چنانچہ لیفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر نے اس درخواست کو منظور کیا اور پھر ایک اشتہار اس مضمون کا دیا گیا کہ موحدین ہند پر شبہ بدخواہی

---

[۱] سرہنری پولیس لیفٹیننٹ گورنر پنجاب۔

گورنمنٹ ہند عامۃً نہ ہو اور خصوصی جو لوگ کہ وہابیان ملک ہزارہ سے نفرت ایمانی رکھتے ہوں اور گورنمنٹ ہند کے خیر خواہ ہیں ایسے فرقہ موحدین مخاطب بہ وہابی نہ ہوں۔"

(ترجمان وہابیہ از مولوی نواب صدیق حسن خان صاحب ص ۱۲۲ امرتسر)

اور یوں تحریک مجاہدین کا یہ معاملہ وہابیان ملک ہزارہ سے نفرت ایمانی کے مرحلے پر تمام ہوا۔

انگریزوں سے ممانعت جہاد کے فتاویٰ

غدر کے ہنگامے کے بعد علماء ہند جہاں اُن مسلمانوں کی عام مذمت کر رہے تھے جنہوں نے غدر میں حصّہ لیا تھا اور اس ہنگامے کے بارے میں قطعی طور پر یہ فیصلہ دے چکے تھے کہ یہ محض بلٹر وفساد اور مفسدہ تھا نہ کہ جہاد شرعی۔ نیز تحریک مجاہدین سے اپنی کامل لاتعلقی ظاہر کر کے ان کی اصلاح کے لئے کوشاں تھے وہیں ان ناخوشگوار واقعات کو دوبارہ رونما ہونے سے روکنے کے لئے مسلسل اس حقیقت کا پرچار کر رہے تھے کہ قرآن وحدیث کی رو سے انگریز حکومت سے جہاد ہرگز جائز نہیں اس بات کو عام پھیلانے کے لئے کتابیں لکھی جارہی تھیں۔ لیکچر دیئے جارہے تھے۔ شیعہ، سُنی علماء دہلی لکھنو، کلکتہ اور مکّہ سے فتوے دے رہے تھے۔ ایسے چند فتوے ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

۱ - "مقدمات ابھی جاری تھے کہ ۱۷ جولائی ۱۸۷۰ء کو شمالی ہند کے سات بڑے بڑے علماء کی طرف سے اس مضمون کا ایک فتویٰ شائع ہوا کہ انگریزوں سے جہاد جائز نہیں ہے ان علماء اور ان کے علاوہ چند اور حضرات کے نام جنہوں نے اسی مضمون کے فتوے دیئے درج ذیل ہیں۔ لکھنو کے مولانا عبدالحیٔ، مولانا محمد علی، مولانا فیض اللہ، مولانا محمد نعیم، مولانا رحمت اللہ، مولانا قطب الدین صاحب، مفتی سعد اللہ اور رامپور کے مولانا لطیف اللہ اور مولانا غلام علی۔"

(ہمارے ہندوستانی مسلمان از ڈبلیو۔ ڈبلیو ہنٹر ص ۳۱۵)

۲ - اسی سال ۲۳ نومبر کو کلکتہ کی محمڈن لٹریری سوسائٹی کے ایک اجلاس میں مولوی کرامت اللہ جونپوری صاحب نے اپنے خطاب میں یہ ثابت کیا کہ انگریزوں کے خلاف جہاد جائز نہیں۔ مولوی صاحب کے خطاب کا ایک حصّہ درج ذیل ہے۔

اب اگر کوئی گم کردہ راہ مجنوں اپنی الٹی قسمت کی وجہ سے ملک ہندوستان کے انگریز حاکموں کے خلاف جنگ شروع کر دے تو اس قسم کی جنگ کو بغاوت تصور کیا جائے گا اور بغاوت اسلامی فقہ میں سخت منع ہے۔ اس لئے یہ جنگ بھی ناجائز ہوگی۔ اگر کوئی شخص کسی حالت میں بھی ایسی جنگ کریگا تو مسلمان اپنے حاکموں کا ساتھ دینے پر مجبور ہونگے اور ان کے ساتھ ملکر باغیوں سے جنگ کرینگے۔"

(بحوالہ کتاب ہمارے ہندوستانی مسلمان از ڈبلیو۔ ڈبلیو ہنٹر ص ۳۱۶)

یہ لیکچر بعد میں سیکرٹری خان بہادر مولوی عبداللطیف صاحب کے اہتمام سے ایک رسالہ کی صورت میں چھپا جس کا موضوع "گورنمنٹ کے خلاف مخالفت جہاد" تھا۔ اس میں دوسرے حنفی علماء کی آرا کو درج کیا گیا۔ چنانچہ اس کا ذکر کرتے ہوئے مولوی نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں۔

> "اس وقت (۱۸۷۱ء میں) مولوی عبداللطیف خان بہادر مجسٹریٹ کلکتہ نے اس خیال کے ردّ میں عام مسلمانوں کی طرف سے ایک رسالہ مشتہر کیا تھا اور اس میں عام اطراف ہندوستان اور نیز علماء مکہ و مدینہ وغیرہ کے فتوے نقل کئے تھے۔ جس سے سرکار کو معلوم ہو جاوے تمام فتاوائے مذکورہ کی رو سے کل مسلمانوں کو سرکار کی مخالفت ناجائز ہے اور کسی شخص کو حیثیت موجودہ پر ہندوستان کے "دارالاسلام" ہونے میں شک نہ رہے۔"

(ترجمان وہابیہ از مولوی صدیق حسن خان صاحب ص ۹۵ حقانی بکڈ پو امرتسر)

۳ - اس مسلک کو نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی صاحب (۱۸۴۶ تا ۱۸۹۵) نے بھی اپنی کتاب "تحقیق الجہاد" میں دہرایا۔

۴ - ۱۸۷۱ء ہی میں منشی امیر علی صاحب نے کلکتہ سے ایک رسالہ بعنوان "جہاد" شائع کیا جس میں شیعہ فقہ کی رو سے یہ ثابت کیا گیا کہ ملکہ معظّمہ کے خلاف جہاد کرنا جائز نہیں۔

۵ - ۱۸۷۱ء میں مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے ایک مفصّل فتویٰ دیا جس میں لکھا۔ جبکہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی تو جہاد کا یہاں کرنا ہلاکت اور معصیت ہوگا۔

(فتاویٰ نذیریہ جلد ۶ ص ۲۷۴ مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس)

۶ - مولوی نواب صدیق حسن خان صاحب نے لکھا:-

''حنفیہ جن سے یہ ملک بھرا ہوا ہے اُن کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتویٰ ہے کہ یہ دارالاسلام ہے اور جب یہ ملک دارالاسلام ہوا تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنی؟ بلکہ عزم جہاد ایسی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے۔''

(ترجمانِ وہابیہ از مولوی صدیق حسن خان صاحب ص۲۹ حقانی بکڈپو امرتسر)

۷ - دیوبندی عالم مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی (۱۸۲۸ تا ۱۹۰۵) نے فتویٰ دیا۔

''مسلمانوں کو یہاں ہندوستان میں جو مقبوضہ اہل مسیح ہے رہنا اور انکی رعیت بننا درست ہے۔

(صراۃ مستقیم از مولوی اشرف علی صاحب تھانوی)

۸ - مولوی عبدالحیٔ صاحب حنفی (۱۸۴۸ء تا ۱۸۸۶ء) بھی ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیتے تھے۔[۱]

مفتیان مکہ کا فتویٰ دربارہ مخالفت جہاد

انگریزوں سے جہاد کی ممانعت میں صرف ہندوستان کے علماء ہی فتوے نہ دے رہے تھے بلکہ مکہ مکرمہ سے حنفی، شافعی اور مالکی مسلک کے مفتیانؒ نے بھی اس کی تائید میں فتوے جاری کئے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

جمال الدین ابن عبداللہ شیخ عمر حنفی مفتی مکہ معظمہ اور حسن بن ابراہیم مالکی مفتی مکہ معظمہ سے بھی فتوے حاصل کئے گئے۔ جن میں ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کا اعلان کیا گیا۔

(کتاب عطاءاللہ شاہ بخاری از شورش کاشمیری)

علمائے ہند کے دستخطوں سے متفقہ فتویٰ کی اشاعت

انگریزوں سے جہاد کی مخالفت میں انفرادی طور پر ہندوستان بھر کے علمائے کرام تو عوام الناس کو تبلیغ کر ہی رہے تھے لیکن اس سلسلے میں ایک ملک گیر اور منظم جدوجہد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے حصّے میں آئی۔ جنہوں نے ۱۸۷۶ء میں الاقتصاد فی مسائل الجہاد کے نام سے ایک مبسوط رسالہ لکھا اور بہت

[۱] مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحیٔ صاحب لکھنوی جلد۲۔ ص۲۳۵ مطبوعہ ۱۳۱۱ھ

سارو پیہ اور وقت خرچ کر کے ہندوستان کا ایک طویل سفر کیا اور اکابر علمائے ہندوستان کو حرف بحرف سنا کر ان سے اس رسالے کے مندرجات کی تصدیق کرائی ازآں بعد اسے عوام میں بھی مشتہر کرنے کے لئے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ کے ذریعہ یہ اعلان کیا کہ:۔

ہم نے اپنے رسالہ ''الاقتصاد فی مسائل الجہاد'' میں حدیث نبوی کے مطابق یہ ثابت کیا ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ کی بغاوت حرام اور اس کے مخالفوں کو مدد دینا ناجائز ہے

(اشاعت السنہ ستمبر ۱۸۷۹ء)

اس اعلان پر نہ صرف یہ کہ اس کے مخالف کوئی آواز نہیں اٹھی بلکہ مسلمانوں نے اس کو بہت پسند کیا۔ بلکہ رائے دی کہ اس رسالہ کو جلد از جلد شائع کرانا چاہیئے۔

(اشاعت السنہ ضمیمہ نومبر ۱۸۷۹ء)

اور اسی طرح ہندوستان کے مختلف فرقہ ہائے اہل اسلام کے علماء و عوام کی پسندیدگی کے بعد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اس فخریہ اعلان کے ساتھ ۱۸۷۹ء میں یہ رسالہ ملک میں شائع کر دیا کہ

''اگر چہ اس مضمون (منسوخی جہاد) کے رسائل گورنمنٹ اور ملک کے اور خیر خواہوں نے بھی لکھے ہیں لیکن جو ایک خصوصیت اس رسالہ میں ہے وہ آج تک کسی تالیف میں پائی نہیں جاتی۔ وہ یہ ہے کہ یہ رسالہ صرف مولف کا خیال نہیں رہا۔ ہر گروہ کے عوام و خواص نے اسے پسند کیا اور اس سے اپنے آرا کا توافق ظاہر کیا۔ اس توافق رائے کو حاصل کرنے کے لئے مولف نے عظیم آباد، پٹنہ [۱] تک سفر کیا تھا۔''

(اشاعۃ السنہ جلد ۸ ص ۲۶۱-۲۶۲)

اس فتویٰ کی ہمہ گیر حیثیت پر یہ شہادت بھی قابلِ ذکر ہے۔ لکھا ہے:۔

''مولوی محمد حسین صاحب نے اپنے اس دعویٰ اور جواب کی تصدیق میں کل علماء ملک پنجاب و اطراف ہند کے پاس اپنے فتویٰ جوابی کو بھیج دیا اور اچھی طرح سے مشتہر کیا اور

---

[۱] یاد رہے کہ پٹنہ ہی وہ مقام ہے جو ہندوستان میں تحریک مجاہدین کی امداد کا سب سے بڑا مرکز تھا۔

کل علماء ہند و ملک پنجاب سے اس بات کی تصدیق میں اقرار مہری اور دستخطی کرالیا کہ عموماً مسلمانانِ ہند کو ہتھیار اٹھانا اور جہاد بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند کرنا خلاف مسئلہ سنت و ایمان موحدین ہے اور نیز کل علمائے ملک پنجاب و ہند نے تائید قول مولوی محمد حسین کی کی ہے اور اپنے اپنے دستخط و مہر کر کے مولوی محمد حسین کو اس فتوے میں بہت سچا اور پکا کہا ہے اور سب نے اپنی اپنی رضائے اسلامی و ایمانی سے اس فتویٰ کو قبول کیا ہے اور جانا اور مانا ہے کہ بمقابلہ گورنمنٹ ہند فرقہ موحدین کو ہتھیار اٹھانا خلاف ایمان و اسلام کے ہے۔"

(ترجمان وہابیہ از مولوی نواب صدیق حسن خان صاحب ص ۱۲۰-۱۲۱ حقانی بکڈپو۔ امرتسر)

اس کتاب میں جہاں گورنمنٹ انگریزی سے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے جہاد کو قطعاً حرام کہا گیا ہے وہیں یہ بھی نتیجہ نکالا ہے کہ:-

"ان دلائل سے صاف ثابت ہے کہ ملک ہندوستان باوجودیکہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے دارالاسلام ہے اس پر کسی بادشاہ کو عرب کا ہو خواہ عجم کا، مہدی سوڈانی یا حضرت سلطان شاہ ایرانی، خواہ امیر خراساں ہو مذہبی لڑائی و چڑھائی کرنا ہرگز جائز نہیں۔"

(الاقتصاد فی مسائل الجہاد از مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ص ۱۶)

مولوی صاحب نے یہ رسالہ پنجاب کے نامور و ہر دلعزیز لیفٹیننٹ گورنر چارلس ایچیسن صاحب بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کے نام معنون کیا اور بعد میں انگریزی اور عربی زبانوں میں اس کے ترجمے بھی ہوئے۔ حکومت انگریزی نے اس رسالے کی اشاعت پر مولف کو چار مربع زمین بھی عطا کی۔

(اشاعۃ السنہ جلد ۱۹ ص ۶)

انگریزوں کی تعریف وتوصیف اور اظہار وفاداری

انگریزوں سے تعلقات بہتر بنانے کا عمل غدر کے بعد ہی سے شروع ہوگیا۔ یہ عمل بنیادی طور پر انگریزوں کی تعریف و توصیف، انگریز حکام پر بار بار مسلمانوں کی وفاداری کے اظہار اور عملاً حکومت کی دوستی و ہمدردی کے مظاہرے پر مشتمل تھا۔

ملکہ معظّمہ کے سر پر خدا کا ہاتھ

اس اظہار کا پہلا موقع ملکہ وکٹوریہ کی جانب سے یکم نومبر ۱۸۵۸ء کو جاری ہونے والا وہ اعلان تھا جس کے ذریعے انگریز حکومت نے بلا امتیاز مذہب وملت اپنی پوری رعایا کو مذہبی آزادی دی۔ اس اعلان کا مسلمانوں کی طرف سے پر جوش خیر مقدم کیا گیا۔ سرسید احمد خان نے لکھا:-

"بے شک ہماری ملکہ معظّمہ کے سر پر خدا کا ہاتھ ہے بے شک یہ پُر رحم اشتہار الہام سے جاری ہوا ہے۔"

(اسباب بغاوت ہند از سرسید احمد خان صاحب طبع اول ۱۸۵۸ء)

بنیادی مقصد وفاداری

بعد میں اس عمل کو جاری رکھتے ہوئے مسلمانوں کے ہر پلیٹ فارم سے حکومت سے وفاداری کا اعلان اور ہر نئی قائم ہونے والی انجمن کے اغراض و مقاصد میں حکومت انگریزی کی اطاعت وفرمانبرداری کی شق ایک لازمی حیثیت اختیار کر گئی مثلاً جب ۱۸۶۹ء میں پنجاب میں مسلمانوں کی پہلی فعال تنظیم "انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور" کا قیام عمل میں آیا تو اس کے بانیوں نے مقاصد کا اعلان کرتے ہوئے لکھا:-

"اس انجمن کا مقصد بالعموم مسلمانانِ ہند اور بالخصوص مسلمانانِ پنجاب کے مذہبی، اخلاقی اور سوشل معاملات کے متعلق سود و بہبود کی تجاویز کو سوچنا اور عمل میں لانا اور اپنی گورنمنٹ عالیہ کی نسبت خیالاتِ وفاداری کو استحکام دینا اور مسلمانوں کے حقوق کی نسبت گورنمنٹ کی خدمت میں مودبانہ التماس کرنا ہے۔"

(سہ ماہی رسالہ انجمن اسلامیہ لاہور مارچ ۱۸۶۹ء ص ۲ سرورق)

علماء کے اعلاناتِ وفاداری

انگریزوں سے تعلقات بہتر بنانے میں ان صاحبِ اثر مسلمان علماء نے بھی قابل قدر حصّہ لیا جو نہ صرف اپنی ذات میں انگریز کے حامی تھے اور اس کا فخریہ اعلان کرتے تھے بلکہ اپنے حلقہ زیر اثر میں اس کا

پرچار بھی کرتے تھے۔ چنانچہ دیوبندی عالم مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے بارے میں لکھا ہے۔

''آپ اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے۔ تازیست خیر خواہ ہی میں ثابت رہے''

(تذکرۃ الرشید مولفہ مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب ص ۷۹۔ بار دوم مکتبہ عاشقیہ میرٹھ)

اور پھر آپ کا یہ قول بھی درج کتاب ہے۔

''میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار رہا ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بیکا نہ ہوگا اور مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔

(تذکرۃ الرشید مولفہ محمد عاشق الٰہی جلد اول ص ۸۰ میرٹھ)

شمس العلماء شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب انگریزوں کے بارے میں محمد حسین بٹالوی کی پوری پالیسی میں ممد و معاون بلکہ سرپرست و سرخیل رہے۔ [1] ان کے بارے میں مزید لکھا ہے کہ:-

''مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی جو ایک نامی خیر خواہ دولت انگلشیہ کے ہیں واسطے خدمت گویندہ گری وہابیان کے دہلی سے راولپنڈی طلب ہوئے۔''

(تاریخ عجیب عرف کالا پانی مصنفہ مولانا محمد جعفر تھانیسری ص ۲۵ شائع کردہ صوفی بکڈپو منڈی بہاؤالدین)

مزید لکھا ہے:-

''میاں صاحب کا جہاں تحریک سے کوئی واسطہ نہ تھا اور بقول مولف الحیات بعد الممات (سوانح عمری میاں نذیر حسین دہلوی) میاں صاحب وفادار گورنمنٹ ٹھہرے اور کوئی الزام ثابت نہ ہو سکا۔ جب میاں صاحب حج کو تشریف لے گئے تو کمشنر دہلی کا خط ساتھ لے گئے۔''

(حیات سید احمد شہید از محمد جعفر تھانیسری ص ۳۸۴)

---

[1] حیات سید احمد شہید از مولوی محمد جعفر تھانیسری ص ۲۸)

سب سے زیادہ خیر خواہ اور قدر شناس

اہل حدیث بحیثیت مجموعی سب سے بڑھ کر وفاداری کے دعویدار تھے چنانچہ فرقہ کے زعیم لکھتے ہیں۔

''کوئی فرقہ ہماری تحقیق میں زیادہ تر خیر خواہ اور طالب امن وامان وآسائش رعایا اور قدر شناس بندوبست گورنمنٹ کا اس گروہ سے نہیں جو اپنے آپ کو اہل سنت و حدیث کہتا ہے۔''

(ترجمان وہابیہ از مولوی صدیق حسن خان صاحب ص ۱۱۶۔ حقانی بکڈپو امرتسر)

مزید لکھتے ہیں۔

''یہ امر کہ کوئی قوم اہل تقویٰ اور ارباب دیانت سے زیادہ تر سرکار انگلشیہ کی دوست دار اور خیر خواہ نہیں، یقینی اور قطعی وواقعی ہے اس لئے ان کا طریقہ عدالت اور امانت اور دیانت پر مبنی ہے اور بغاوت کا حرام ہونا نقض عہد کا مذموم سمجھنا اُن کے ذہنوں میں جما ہوا ہے۔''

(ترجمان وہابیہ از مولوی صدیق حسن خان صاحب ص ۱۴۱ حقانی بکڈپو امرتسر)

سر سید احمد خان صاحب کے عملی اقدام

سر سید احمد خان صاحب ابتدا ہی سے انگریزوں کے حامی تھے۔ اِس دور میں بھی انہوں نے انگریزوں سے مسلمانوں کے تعلقات کو خوشگوار بنانے کے لئے اپنی کوشش جاری رکھی۔ جب ان کے بیٹے کو حکومت کی طرف سے ولایت جانے کے لئے وظیفہ ملا تو وہ خود بھی ۱۸۶۹ء میں انگلستان گئے اور وہاں ڈیڑھ سال کے قریب قیام کیا اپنی مشہور کتاب ''خطباتِ احمدیہ'' بھی آپ نے وہیں لکھی۔ بعد میں جب انگریزی دور میں قائم ہونے والے مسلمانوں کے سب سے بڑے تعلیمی ادارے علی گڑھ کے قیام کا مرحلہ آیا تو اس درسگاہ کا سنگ بنیاد اور سرپرستی کے لئے انگریز حکام کو ہی دعوت دی۔ چنانچہ کالج کا سنگ بنیاد ہندوستان کے انگریز گورنر جنرل لارڈ لٹن نے ۸ جنوری ۱۸۷۷ء کو رکھا۔ [۱] اور کالج میں انگریز پروفیسر مقرر کئے۔

---

[۱] تفصیل ملاحظہ ہو حیات جاوید از مولانا الطاف حسین حالی جلد نمبر ا ص ۱۵۶

عام اعترافِ حقیقت

ہر مکتبہ فکر کے مسلمانوں کی جانب سے انگریزوں کی تعریف وتوصیف اوراظہار وفاداری کے مسلسل مظاہروں کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام مسلم ہندوستان انگریزوں کا خیر خواہ بن گیا۔ چنانچہ اس دور کے ایک عالم نے یہ اعلان کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

''الحاصل یہ رسالہ اس غرض سے لکھا گیا ہے کہ سرکار عالیہ برٹش کو یہ بات معلوم ہوجاوے کہ مسلمانانِ ہند ورعایائے ہند میں کوئی بدخواہ اس دولت عظمٰی کا نہیں ہے۔''

(ترجمان وہابیہ از مولوی نواب صدیق حسن خان ص ۸ حقانی بکڈپو امرتسر)

انگریزوں سے تعلقات کی بہتری کے لئے مسلمانانِ ہند کی اس وقت کی وفادارانہ مساعی اور اُس کے حسب منشا نتائج نکلنے کا اعتراف آج بھی یونہی کیا جاتا ہے جیسا کہ ایک صاحب قلم لکھتے ہیں۔

''تھوڑے ہی عرصہ میں مسلمانوں نے من حیث القوم اپنی وفاداری کا یقین دلا دیا۔ سرسید نے یہ رسالہ (اسبابِ بغاوت ہند) ۱۸۵۸ء میں لکھا تھا۔ صرف بارہ سال بعد ۱۸۷۰ء میں مسلمان قوم کی یہ کیفیت ہوگئی کہ مسلمانوں کا ایک اہم فرقہ شیعہ سب کا سب انگریزوں کو اپنی کامل وفاداری کا یقین دلانے میں پیش پیش تھا۔ اگرچہ یہ فرقہ کسی وقت بھی انگریزوں کے نزدیک مشکوک نہیں رہا تھا۔ چنانچہ اس کی طرف سے فارسی زبان میں ایک رسالہ شائع ہوا۔ جس میں جہاد کی مخالفت اور گورنمنٹ کے ساتھ پوری پوری وفاداری کا اعلان تھا۔

علمائے احناف نے انگریزوں کی حمایت اور جہاد کی مخالفت میں مضامین اور فتاویٰ لکھے اور وسیع پیمانے پر ان کو شائع کیا گیا۔ جہاد کے خلاف اور انگریزوں کے حق میں اس مہم کو زیادہ سے زیادہ موثر بنانے کیلئے مکہ معظمہ سے بھی بعض فتوے درآمد کئے گئے۔

الغرض سرسید احمد خان کی یہ کوشش بڑی موثر ثابت ہوئی اور مسلمانوں کے دو عظیم فرقوں احناف اور شیعہ نے اسے (برٹش گورنمنٹ کو) کامل فرمانبرداری کا یقین دلایا اور گورنمنٹ بھی ان دونوں کی طرف سے پوری طرح مطمئن ہوگئی اور یہ سب کچھ ۱۸۷۰ء تک ہوچکا تھا۔''

(مضمون از مولوی عبدالقادر صاحب قدوسی مندرجہ ہفت روزہ الاعتصام ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۷۰ء ص ۶)

۱۸۸۲ء تا مئی ۱۹۰۸ء [۱]

مقتدر مسلم زعما اور علماء مسلمانوں کو ۱۸۵۷ء کے غدر کے بدنتائج سے بچانے کیلئے جہاد کی مخالفت اور انگریز حکومت کی تعریف وتوصیف اور اس سے اظہار وفاداری کی جو مسلسل اور متواتر کوششیں کر رہے تھے وہ بالآخر رنگ لائیں اور انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان باہم دوستی اور یگانگت کا ایک انتہائی روشن دور شروع ہوا۔ اس دور میں حکومت کے خلاف کوئی چھوٹی سے چھوٹی آواز بھی نہ اٹھی بلکہ تمام قابل ذکر حضرات انگریز حکومت سے اظہار وفاداری میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے میں مصروف نظر آتے ہیں۔

واقعہ غدر کے پرانے ہو جانے اور تحریک مجاہدین کے عملاً ختم ہو جانے کے بعد اس دور کے مسلم بزرگوں کے اظہار خیال اور طرزِ عمل کے نمایاں پہلو درج ذیل نظر آتے ہیں۔

اول۔ انگریزوں سے جہاد کی ممانعت اور بحیثیت اولی الامر انکی اطاعت کی فرضیت کی تبلیغ۔

دوم۔ انگریز حکومت کی ہر موقع پر تعریف وتوصیف۔

سوم۔ انگریزوں سے دوستانہ تعلقات کے عملی مظاہرے۔

چہارم۔ حکومت کے بظاہر مخالف فرد اور جماعت کی انگریزوں کے سامنے نشاندہی۔

پنجم۔ انگریزوں سے حصول انعامات ومراعات۔

ان پہلوؤں کا کسی قدر تفصیلی ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں۔

انگریزوں سے جہاد حرام اور اطاعت فرض

جہاد کی ممانعت پر علماء اسلام اس سے قبل کے زمانے میں بے شمار فتوے دے چکے تھے اور ان مخالف جہاد کتابوں کو دوسرے اسلامی ملکوں میں بھی تقسیم کرتے رہے تھے۔ جیسا کہ لکھا ہے:-

---

[۱] ۱۸۸۲ء میں حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے قلم سے انگریزوں کے بارے میں پہلی تحریر ''براہین احمدیہ حصہ اول'' کے ذریعہ منظر عام پر آئی اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔ اس طرح اس باب کے مندرجات آپ کے ہمعصر مسلم زعماء کے طرز عمل سے متعلق ہیں۔

''دو برس پیشتر اس مسئلہ (جہاد) کو کتاب موائد الفوائد میں نہایت خوبی وتحقیق سے بیان فرمایا ہے اور کتابیں ہندوستان سے لیکر مصر واستنبول تک اور پشاور سے لیکر طہران تک تقسیم ہوگئیں۔ ویسے ہی یہ کتاب بھی جابجا پہنچ گئی۔''

(ترجمان وہابیہ از مولوی صدیق حسن خان صاحب ص۹۶ حقانی بکڈپو امرتسر)

بعد میں آنے والوں نے جہاں اس سلسلے کو جاری رکھا۔ وہاں ایک قدم آگے بڑھ کر انگریزوں کو اولی الامر قرار دیکر ان کی اطاعت بھی مسلمانوں پر فرض قرار دی۔ چند حوالے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

ا - مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی جہاد کی مخالفت میں کتاب کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد بھی مولوی صاحب اس مضمون کی یاددہانی کراتے رہے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے۔

الف- ''اہل اسلام ہندوستان کے لئے گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت اور بغاوت حرام ہے۔''

(اشاعۃ السنہ جلد ۶ نمبر ۱۰ ص ۲۸۷)

ب- ''بھائیو! اب سیف کا وقت نہیں رہا۔ اب تو بجائے سیف قلم ہی سے کام لینا ضروری ہوگیا ہے۔''

(اشاعۃ السنہ جلد ۶ نمبر ۱۲ ص ۳۶۵)

ج - ''اس گورنمنٹ سے لڑنا یا ان سے لڑنے والوں کی مدد کرنا صریحاً غدر اور حرام ہے۔''

(اشاعۃ السنہ جلد ۹ نمبر ۱۰ ص ۳۴۸)

د - مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے انگریزوں کے خلاف جہاد کی منسوخی پر جو مضامین ۱۸۶۹ء سے لیکر ۱۸۹۶ء تک اپنے اخبار اشاعۃ السنہ میں لکھے ان کی ایک فہرست بمع ایک دوسطری خلاصہ کے ایک انگریزی رسالہ میں شائع کی یہ رسالہ ۱۴ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو وکٹوریہ پریس سے شائع کیا۔ اور اس فہرست کا عنوان یہ رکھا گیا۔

The following is a list of Articles in the Ishatul Sunna where in the Illegality of the rebellion or opposition to the Government and the true nature of Jehad (crescentade) is explained.

ترجمہ: ''اشاعت السنہ میں شائع شدہ ان مضامین کی فہرست جن میں حکومت کے خلاف بغاوت یا اس کی مخالفت کا غیر قانونی ہونا اور جہاد کی اصل حقیقت واضح کی گئی ہے۔''

۲ - مولانا کرم دین آف بھین (جہلم) نے اس مضمون کو اس رنگ میں پیش کیا کہ:-

"امام مہدی ہماری دولت برطانیہ کا مقابلہ کیونکر کریں گے جبکہ کروڑوں مسلمان اس حکومت میں آرام پا رہے ہیں۔"

(اخبار سراج الاخبار ۱۱ جون ۱۸۹۴ء)

۳ - مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے فتویٰ دیا کہ:-

"ہندوستان دارالاسلام ہے اسے دارالحرب کہنا ہرگز صحیح نہیں۔"

(کتاب نصرت الابرار ص ۲۹ مطبوعہ ۱۸۸۸ء مطبع صحافی پریس۔ لاہور)

۴ - اسی کتاب میں مفتی لدھیانہ مولوی محمد صاحب کا یہ فتویٰ بھی درج ہے۔

"انگریزی گورنمنٹ کی مخالفت مسلمانوں کے لئے شرعاً حرام ہے۔"

(نصرت الابرار ۱۸۸۸ء۔ لاہور)

۵ - ۱۸۹۹ء میں شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے اپنے ترجمۃ القرآن میں انگریزوں کو اولی الامر قرار دیکر انکی اطاعت کو لازمی قرار دیا۔ چنانچہ لکھا ہے۔

جن لوگوں نے اس زمانے میں فسخ جہاد کی تاویلوں کے علاوہ **اَطِیْعُو اللّٰہ وَاطیعُو الرَّسُولَ وَاُوْلِی الامْرِ مِنکُمْ** میں اولی الامر کا مصداق انگریزوں کو ٹھہرایا۔ اُن میں مشہور انشاپرداز ڈپٹی نذیر احمد کا نام بھی ہے۔۔۔۔ انہوں نے قرآن مجید کے ترجمے میں انگریزوں کو پہلی دفعہ اولی الامر قرار دیا اور ان کی اطاعت کو اللہ اور رسولؐ کی اطاعت سے مستلزم۔

(داستان تاریخ اردو مصنفہ حامد حسن قادری ص ۴۹۸ بحوالہ کتاب عطاءاللہ شاہ بخاری از شورش کاشمیری ص ۱۳۵)

۶ - ۱۹۰۲ء میں مولوی محمد عبداللہ صاحب چکڑالوی نے لکھا۔

"خدا ہر ایک مسلمان کو گورنمنٹ کی اطاعت میں مصروف اور ان کی مخالفت سے دور رکھے جیسا کہ ہمارے دستور العمل قرآن مجید کا حکم ہے۔ **اطیعو اللّٰہ والطیعو الرَّسول واولی الامر منکم۔**"

(اشاعت القرآن از مولوی محمد عبداللہ صاحب چکڑالوی ص ۵۴ مطبوعہ ۱۳۲۰ھ)

۷ - انگریزوں کے اولی الامر ہونے کا نظریہ جلد ہی قبول عام کی سند حاصل کر گیا۔ چنانچہ ۱۹۰۳ء میں انجمن حمایت اسلام کے جملہ ممبران کے طرف سے یہ اعلان شائع ہوا۔

"عنایات گورنمنٹ کے عوض ہمارا فرض ہے کہ ہم گورنمنٹ کی وفادار رعایا بنے رہیں اور مسلمانوں کو دہرا فائدہ ہے رعایا ہونے کا حق علیحدہ اور ثواب کا ثواب کیونکہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں تعلیم دی۔ اطیعو اللّٰہ واطیعو الرسول و اولی الامر منکم۔"

(اعلان مطبوعہ رپورٹ انجمن حمایت اسلام ۱۹۰۳ء)

۸ - ۱۹۰۷ء میں مولانا ظفر علی خان کے والد مولوی سراج الدین صاحب نے بھی یہ بات دہرائی آپ لکھتے ہیں:-

"بلاشبہ یہ امر ہماری خوشی کا باعث ہے کہ ہماری قوم کے لیڈر اور پیشوا گورنمنٹ کی مخالفت کو خلاف مذہب خیال کرتے ہیں اور ہمارا اپنا بھی یہی ایمان ہے قرآن مجید میں صاف حکم ہے۔ اطیعو اللّٰہ واطیعوالرسول و اولی الامر منکم اس کی صحت میں جو شک کرے وہ کافر ہے۔"

(اخبار زمیندار لاہور یکم مئی ۱۹۰۷ء)

۹ - بریلوی حضرات بحیثیت مجموعی اس نظریہ کے حامی تھی چنانچہ لکھا ہے:-

"انہوں نے انگریز کے اولی الامر ہونے کا اعلان کیا اور فتویٰ دیا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے انگریزوں کا یہ خود کاشتہ پودا کچھ دنوں کے بعد ایک مذہبی تحریک بن گیا۔"

(تحریر شورش کاشمیری از ہفت روزہ چٹان۔ لاہور ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۲ء)

انگریز سے مسلسل اظہارِ وفاداری اور انکی تعریف وتوصیف

جب انگریز اولی الامر ٹھہرے تو ان سے وفاداری بسلسلہ اولیٰ فرض ٹھہری۔ گو اظہار وفاداری میں مسلم زعماء پہلے بھی پیچھے نہ تھے اور ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد سے مسلسل اس کا اعلان کر رہے تھے لیکن اب تو

بلا استثناء سب نے ہر موقع پر انگریز سے وفاداری کا اظہار اور ان کی تعریف اپنا وطیرہ قرار دے لیا۔ چنانچہ ایسے چند ارشادات بلحاظ ترتیب زمانی ملاحظہ ہوں۔

خیر خواہی اور وفاداری

۱۸۸۳ء میں مسلمانانِ ہند کے سیاسی حقوق کی ترجمانی کے لئے ملکی سطح پر سب سے پہلی مشہور انجمن اینگلو محمڈن ڈیفنس ایسوسی ایشن کے نام سے قائم ہوئی۔ اس انجمن کا اجلاس اول ۱۲ اپریل ۱۸۸۳ء کو علیگڑھ میں منعقد ہوا۔ جس میں مسلمانوں کے لئے یہ لائحہ عمل قرار پایا۔

''ہمیشہ گورنمنٹ کے کام میں خیر خواہی اور وفاداری کے ساتھ مدد دیتے رہیں''

(اخبار عام لاہور ۱۴ اپریل ۱۸۸۳ء ص ۶-۸)

وفاداری و نمک حلالی

اگلے سال جب مارچ ۱۸۸۴ء میں مسلمانوں کی مشہور انجمن حمایت اسلام کا لاہور میں قیام عمل میں آیا تو اس کے بنیادی مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ قرار دیا گیا۔

''اہل اسلام کو گورنمنٹ کی وفاداری اور نمک حلالی کے فوائد سے آگاہ کرنا'' (ماہوار رسالہ انجمن حمایت اسلام لاہور)

خدا تعالیٰ کی رحمت پر سرتاپا احسان مند

سرسید احمد خان صاحبؒ نے انگریزوں کی حمایت میں غدر کے فوراً بعد جو مہم شروع کی تھی اسے آپ نے جاری رکھا۔ عام طور پر مسلمانوں کو انگریز کی حمایت کی تلقین کرتے رہے۔ چنانچہ فرمایا:-

''بادشاہ عادل کا کسی رعیّت پر مستولی ہونا درحقیقت خدا تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے بلاشبہ تمام رعیت اُس عادل بادشاہ کی احسان مند ہے۔ پس ہم رعایائے ہندوستان جو ملکہ معظمہ وکٹوریہ دام سلطنتہا ملکہ ہند و انگلینڈ کی رعیت ہیں اور جو ہم پر عدل و انصاف کے ساتھ بغیر قومی و مذہبی طرفداری کے حکومت کرتی ہے۔ سرتاپا احسان مند ہیں اور ہم کو یہ ہمارے پاک اور روشن مذہب کی تعلیم ہے ہم کو اس کی احسانمندی کا ماننا اور شکر بجالانا واجب ہے۔''

(مجموعہ لیکچر ہائے انریبل ڈاکٹر سرسید احمد خان بہادر ص ۱۵ ہلالی پریس ساڈھورا دسمبر ۱۸۹۲ء)

گورنمنٹ پر اعتبار

۱۰ مئی ۱۸۸۶ء کو علی گڑھ میں تقریر کرتے ہوئے سرسید نے نصیحت فرمائی:

''میری نصیحت یہ ہے کہ گورنمنٹ کی جانب سے اپنے دل صاف رکھ کر اور نیک دلی سے پیش آؤ اور سب طرح پر گورنمنٹ پر اعتبار رکھو۔''

(مجموعہ لیکچر ہائے انریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان صاحب بہادر ص ۲۳۹ ہلالی پریس ساڈھورا دسمبر ۱۸۹۲ء)

تاریخ میں بے مثل اور امام کے واسطے مثال

مولوی صدیق حسن خان صاحب نے انگریز حکومت کی تعریف میں کہا:-

''کتب تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو امن و آسائش اِس حکومت انگریزی میں تمام خلق کو نصیب ہوئی ہے کسی حکومت میں بھی نہ تھی۔''

(ترجمان وہابیہ ص ۱۶)

حکومت انگریزی کے اس عمل کو آپ نے امام کے لئے نمونہ قرار دیتے ہوئے مزید لکھا:-

''اول درجہ عدل کے واسطے امام کے یہ ہے کہ مثل سرکار برٹش اسباب رفاہِ عام میں کوشش کرے اور خیر خواہ وامن جوئے عام خلق ہو۔''

(ترجمان وہابیہ از مولوی صدیق حسن خان صاحب ص ۹۸-۹۹)

مسلمانوں کیلئے فخر اور سب اسلامی سلطنتوں سے بہتر

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے برٹش گورنمنٹ کو مسلمانوں کے لئے فخر کا محل اور سب اسلامی سلطنتوں سے بہتر قرار دیتے ہوئے لکھا:-

''سلطان روم ایک اسلامی بادشاہ ہے لیکن امن عامہ اور حسن انتظام کے لحاظ سے (مذہب سے قطع نظر) برٹش گورنمنٹ بھی ہم مسلمانوں کے لئے کچھ کم فخر کا موجب نہیں اور خاص کر گروہ اہل حدیث کے لئے یہ سلطنت بلحاظ امن و آزادی اس وقت کی تمام سلطنتوں (روم، ایران، خراسان) سے بڑھ فخر کا محل ہے۔

اس امن و آزادی عام و حسن انتظام برٹش گورنمنٹ کی نظر سے اہل حدیث ہند اس سلطنت کو ازبس غنیمت سمجھتے ہیں اور اس گورنمنٹ کی رعایا ہونے کو اسلامی سلطنت کی رعایا ہونے سے بہتر جانتے ہیں اور جہاں کہیں وہ رہیں یا جاویں (عرب میں خواہ روم میں خواہ اور کہیں) کسی اور ریاست کا محکوم ہونا نہیں چاہتے۔"

(اشاعۃ السنہ جلد ۶ نمبر ۱۰ ص ۲۹۲-۲۹۳)

سرکار ابد پائیدار، پر جان نثار

حکومت پنجاب کی طرف سے لفظ "وہابی" کے استعمال کی حکماً ممانعت پر اہل حدیث حضرات کے ردِ عمل کو بیان کرتے ہوئے ایک اہل حدیث بزرگ لکھتے ہیں:-

"میں دیکھتا ہوں کہ بوجہ اس قدردانی گورنمنٹ کے یہ لوگ اسقدر گورنمنٹ کے ہوئے ہیں کہ اگر موقع آپڑے تو سرکار ابد پائیدار پر اپنی جان نثار کر دیویں۔"

(تاریخ عجیب عرف کالا پانی از مولانا محمد جعفر صاحب تھانیسری ص ۲۸ صوفی بکڈپو۔منڈی بہاؤالدین)

بحضور فیض گنجور قیصرہ ہند

۱۸۸۷ء میں برطانیہ کی ملکہ وکٹوریہ کے پنجاہ سالہ جشن جوبلی کے موقع کو مسلمانانِ ہند نے تجدید عہد وفاداری کے لئے استعمال کیا۔ اس موقع پر ہر فرقہ اسلام کی جانب سے بقدر ہمت او سعت کوشش کی گئی۔ چنانچہ جماعت اہل حدیث نے جو ایڈریس "بحضور فیض گنجور کوئین وکٹوریہ ملکہ گریٹ برٹن و قیصرہ ہند بارک اللہ فی سلطنتہا" پیش کیا گیا اس کا مکمل متن درج ذیل ہے:-

۱- "ہم ممبران گروہ اہل حدیث اپنے گروہ کے کل اشخاص کی طرف سے حضور والا کی خدمت عالی میں جشن جوبلی کی دلی مسرت کے ساتھ مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

۲- برٹش رعایائے ہند میں سے کوئی فرقہ ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں اس مبارک تقریب کی مسرت جوش زن نہ ہوگی اور اس کے بال بال سے صدائے مبارک نہ اٹھتی ہوگی۔ مگر خاص کر فرقہ اسلام کہ سلطنت کی اطاعت اور فرمانروائے وقت کی اطاعت

اُس کا مقدس مذہب سکھاتا اور اس کا ایک مذہبی فرض قرار دیتا ہے۔ اس اظہارِ مسرت اور اِدائے مبارکباد میں دیگر مذاہب کی رعایا سے پیش قدم ہے علی الخصوص گروہ اہل حدیث منجملہ اہل اسلام اس اظہارِ مسرت وعقیدت اور دُعائے برکت میں چند قدم اور بھی سبقت رکھتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ جن برکتوں اور رحمتوں کی وجہ سے یہ ملک تاج برطانیہ کا حلقہ بگوش ہو رہا ہے۔ از انجملہ ایک بے بہا نعمت مذہبی آزادی سے یہ گروہ ایک خصوصیت کے ساتھ اپنا نصیبہ اٹھا رہا ہے۔

۳ - وہ خصوصیت یہ ہے کہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص کر اسی سلطنت میں حاصل ہے بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ ان کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی آزادی حاصل ہے اس خصوصیت سے یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام واستحکام سے زیادہ مسرت ہے اور ان کے دل سے مبارکباد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں۔ ہم بڑے جوش سے دُعا مانگتے ہیں کہ خدا تعالیٰ حضور والا کی رعایا کے تمام لوگ حضور کی وسیع حکومت میں امن اور تہذیب کی برکتوں سے فائدہ اٹھائیں۔"

(اشاعۃ السنہ جلد ۹ نمبر ۷ ص۲۰۵-۲۰۶ حاشیہ بحوالہ تحریک احمدیت اور اس کے نقاد از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص۴۰، ۴۱، ۴۲)

خدا کی بے انتہا مہربانی

شمس العلماء مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی نے ارشاد فرمایا:-

"الغرض یہ بات خدا تعالیٰ کی طرف سے فیصل شدہ ہے کہ سارے ہندوستان کی عافیت اس بات میں ہے کہ کوئی اجنبی حاکم اس پر مسلط رہے جو نہ ہندو ہو نہ مسلمان ہی ہو۔ کوئی سلاطین یورپ میں سے ہو مگر خدا کی بے انتہا مہربانی اس کی مقتضی ہوئی کہ انگریز بادشاہ ہوئے۔"

(مجموعہ لیکچرز شمس العلماء مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی ص۴، ۵ بار اول ۱۸۹۰ء)

بے مثل آسائش

شمس العلماء نے مزید فرمایا:-

''جو آسائش ہم کو انگریز عملداری میں میسر ہے کسی دوسری قوم میں اس کے مہیا کرنے کی صلاحیت نہیں۔''

(مجموعہ لیکچرز شمس العلماء مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی ص ۲۶ بار اول ۱۸۹۰ء)

انگریز ہی اہل اور حقدار ہیں

شمس العلماء مزید ارشاد فرماتے ہیں:-

''میں اپنی معلومات کے مطابق اس وقت کے ہندوستانی والیانِ ملک پر نظر ڈالتا تھا اور برما اور نیپال اور افغانستان بلکہ فارس اور مصر اور عرب تک خیال دوڑاتا تھا اس سرے سے اس سرے تک ایک متنفس سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ جس کو ہند میں ہندوستان کا بادشاہ بناؤں امیدواران سلطنت میں سے اور کوئی گروہ اس وقت موجود نہ تھا کہ میں اس کے استحقاق پر نظر کرتا۔ میرا اس وقت کا فیصلہ یہ تھا کہ انگریز ہی سلطنت ہندوستان کے اہل ہیں۔ سلطنت انہیں کا حق ہے انہیں پر بحال رہنا چاہیئے۔''

(مجموعہ لیکچرز شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی ص ۲۶، ۲۷ بار اول ۱۸۹۰ء)

تعلیم الاسلام حکومتِ انگریزی کی کیسی موئید ہے

عنوان بالا کے تحت مولوی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور نے اپنے اخبار کی اشاعت ۱۴ اپریل ۱۹۰۰ء میں ایک ضروری سرحدی اسٹیشن کے تمام معزز مسلمانوں کی رائے نمایاں طور پر شائع کی جس مین یورپین افسروں کے ایک جاہل سرحدی آدمی، کے ہاتھ سے بلاوجہ قتل کئے جانے پر مولوی صاحب کے اداریئے کی تائید کی تھی۔

(اخبار مذکورہ بحوالہ سفرنامہ، آوارہ گردگی ڈائری، از ابن انشاء ص ۳۰)

خداوند تعالیٰ کا نہایت احسان

مولوی محمد عبداللہ چکڑالوی صاحب بانی اہل قرآن نے اپنی کتاب اشاعت القرآن میں زیر عنوان ''شکریہ گورنمنٹ'' لکھا۔

''خداوند تعالیٰ کا ہم پر نہایت احسان ہوا کہ ہم پر گورنمنٹ انگلشیہ دامِ سلطنت کا سایہ آ گیا۔ جس کے نیچے ہم کو اظہارِ حق کا آزادانہ طور پر خوب موقع مل گیا۔ گو مولوی محمد حسین صاحب جیسی تلخ طبیعتوں نے کفر والحاد کے فتاویٰ مشتہر کر کے عوام الناس کو مشتعل کرنے میں کمی نہ کی۔ جن کے دلوں میں ابھی تک وہی پرانے خیال قتل وقتال سمائے ہوئے ہیں مگر خدا کے فضل اور گورنمنٹ کی عنایت سے کوئی فساد نہ ہوا۔ جس کا ہم لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ خدا ہر ایک مسلمان کو گورنمنٹ کی اطاعت میں مصروف اور انکی مخالفت سے دور رکھے۔''

(اشاعۃ القرآن از مولوی محمد عبداللہ چکڑالوی ص ۸۴ مطبوعہ ۱۳۲۰ھ)

دعا نکلتی ہے دل سے حضور شاد رہیں

۲۲ نومبر ۱۹۰۲ء کو انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسے کے دوسرے اجلاس میں انگریز لیفٹیننٹ گورنر صوبہ پنجاب ہز آنر سر میکورتھ ینگ اور سررشتہ تعلیم پنجاب ڈبلیو بل تشریف لائے اس موقع پر علامہ محمد اقبال نے ایک نظم بعنوان خیر مقدم پڑھی چند اشعار درج ذیل ہیں:-

خوشا نصیب وہ گوہر ہے آج زینت بزم — کہ جسکی شان سے ہے آبروئے تاج و سریر
وہ کون زیب دہِ تخت صوبہ پنجاب — کہ جس کے ہاتھ نے کی قیصرِ عدل کی تعمیر
مزے سے سوتا ہے بے خوف دیدۂ عالم — کہ تیرے عہد کا خواب بھی ہے نکو تعبیر
جو بزم اپنی ہے طاعت کے رنگ میں رنگین — تو درس گاہِ رموزوفا کی ہے تفسیر
اسی اصول کو ہم کیمیا سمجھتے ہیں — نہیں ہے غیر اطاعت جہاں میں اکسیر
مگر حضور نے ہم پر کیا ہے وہ احسان — کہ جس کے ذوق سے شیریں ہوا لب تقدیر

وہ لوگ ہم ہیں کہ نیکی کو یاد رکھتے ہیں / اسی سبب سے زمانے میں اپنی ہے توقیر
دعا نکلتی ہے دل سے حضور شاد رہیں / رہیں جہان میں عظمت طراز تاج و سریر
خدا انہیں بھی زمانے میں شاد کام رکھے / ہماری بزم کی یکبار بڑھ گئی توقیر
بڑھے جہاں میں اقبال ان مشیروں کا / کہ ان کی ذات سراپا ہے عدل کی تقدیر

(باقیاتِ اقبال از علامہ محمد اقبال ص ۹۸،۹۹۔ طبع دوم ۱۹۶۶ء نقوش پریس لاہور)

زیرسایہ اور تابعدار

۱۹۰۳ء میں انجمن حمایت اسلام کے جملہ ممبران نے انگریزوں کیلئے یہ دعا کی:۔

خدا ایسی سلطنت کو مدت تک ہمارے سر پر قائم رکھے جس کے سایہ عاطفت میں اتنا آرام پایا اور ہمیشہ ہم کو ان کا تابعدار رکھے۔

(اعلان مطبوعہ رپورٹ انجمن حمایت اسلام ۱۹۰۳ء)

امن پسند بادشاہ

شیر اسلام مولوی محمد کرم دین صاحب دبیر لکھتے ہیں:۔

''اس وقت ہمارے سر پر ایک ایسے امن پسند بادشاہ کا (ملک معظم قیصر ہند کا) ہاتھ ہے جس کے انصاف وعدل اور امن گستری کے مخالف وموافق قائل ہیں اور مسلمان اس کے سایہ میں امن وامان سے اپنے مذہبی فرائض بجالاتے ہیں۔''

(تازیانہ عبرت از مولوی کرم دین صاحب بھیں ص ۹۸ مطبوعہ مسلم پرنٹنگ پریس لاہور طبع دوم)

انگریزوں سے دوستانہ تعلقات کے عملی مظاہرے

انگریزوں اور ہندوستان کے مسلمانوں میں اچھے دوستانہ تعلقات کے مظاہرے اس عرصہ میں عام طور پر نظر آتے ہیں۔ ان قریبی دوستانہ تعلقات ہی کا نتیجہ تھا کہ مسلمان انگریزوں کی ضرورت کے وقت مدد کے لئے حاضر رہتے۔ انگریزوں کی خوشی سے خوش ہوتے اور ان کے غم میں برابر کے شریک۔ ہم اپنی بات کی وضاحت میں تینوں مواقع کی ایک ایک مثال پیش کرتے ہیں:۔

مصر پر انگریزوں کے قبضے میں مسلمانانِ ہند کی مدد

ان مسلمانوں سے قطع نظر جو ہندوستان میں انگریزوں کے زیر کمان اُن کی فوج میں شامل ہوکر ملک میں اور ملک سے باہر دوسری مسلمان ریاستوں اور حکومتوں سے لڑتے اور جانیں نچھاور کرتے۔ ہندوستان کی مسلم ریاستیں عام طور پر اپنے وسائل انگریزوں کی امداد کے لئے وقف رکھتیں۔ چنانچہ غدر اور سکھ لڑائیوں کے بعد جنگ افغانستان میں ریاست پانی پورہ اور چترال کی فوج کشی کے زمانے میں ریاست دیر اور سوات کی مدد اور انگریزی فوج کیلئے اپنے خرچ پر سامان رسد کی فراہمی کا ذکر تاریخ میں موجود ہے۔[۱] لیکن اس وقت خاص طور پر قابل ذکر وہ مدد ہے جو مصر پر انگریزوں کے قبضہ میں مسلم ہندوستان نے دی۔ اس بارے میں تاریخی شہادت یہ ہے:-

> ''معرکہ حال مصر میں جس طرح ریاست بھوپال نے آمادگی اپنی واسطے اعانت مالی و جانی سرکار انگریز کی ظاہر کی اور اس کے جواب میں لارڈ رپن صاحب بہادر گورنر جنرل ہند تحریر خریطہ خط شکریہ بیگم صاحبہ کا مع استجناب ظاہر فرمایا۔ اس طرح دیگر ریاستہائے ہند نے بھی اظہار خیر سگالی کا کیا اور فتح مصر کی سب کو خوشی حاصل ہوئی۔''

(ترجمان وہابیہ از مولوی نواب صدیق حسن خان صاحب ص ۸۔ امرتسر)

فتح مصر کے بعد بھی خدمات کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ ایک اور پہلو یہ ذکر ہوا ہے:-

> ''۱۶ ستمبر ۱۸۸۴ء کو مولوی سمیع اللہ[۲] مصر میں انگریزوں کے استعمار کو مضبوط کرنے کی غرض سے پولیٹیکل مشن پر مصر گئے۔ وہاں انہوں نے جمال الدین افغانی کی تحریک کو نقصان پہنچایا ان خدمات کے صلے میں ان کو سی۔ ایم۔ جی کا خطاب ملا۔''

(مولانا محمد احسن نانوتوی ص ۱۸۴ بحوالہ ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۰ء۔ ص ۲)

۱۔ ملاحظہ ہو کتاب صحیفہ زرین مطبوعہ نولکشور پریس۔ ۱۹۰۲ء

۲۔ مولوی سمیع اللہ صاحب امیر اول تحریک دیوبند مولوی مملوک علی صاحب کے تلامذہ میں سے بڑی شہرت کے مالک اور گورنمنٹ کے معتمد علیہ آدمی تھے۔ (مضمون پروفیسر محمد ایوب صاحب قادری مندرجہ ''البلاغ'' لاہور جولائی ۱۹۷۰ء

ضمنی نوٹ بسلسلہ مہدی سوڈانی

یہاں ضمنی طور پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ مصر پر انگریزوں کے اس قبضے کے بعد ہی وہ مہدی سوڈانی کی اس تحریک کا نشانہ بنے جو نسلی بنیاد پر سوڈان پر قابض مصریوں کے خلاف پہلے سے جاری تھی۔ چنانچہ اس بارے میں ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور سے لئے گئے درج ذیل حقائق کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

''مہدی سوڈانی ۱۸۴۴ء میں پیدا ہوئے ان کے پروان چڑھنے کا زمانہ وہ تھا جب سوڈان سیاسی طور پر مصر کا محکوم تھا۔ مصری افواج اور سول حکام اپنے ساتھ بگڑی ہوئی تہذیب وتمدن لیکر آئے تھے۔ مصری حکام سوڈانیوں کو غلام سمجھتے تھے۔ محمد احمد ایسی بگاڑ کے سامنے بند باندھنے کیلئے میدان میں آئے۔ ۱۸۸۱ء میں انہوں نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اس زمانے میں محمد رؤف سوڈان کا گورنر تھا۔ اس نے فوج کا ایک دستہ محمد احمد کو گرفتار کرنے کیلئے بھیجا۔ مہدی کے انصار نے مصریوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ مصری حکام سے نالاں دیندار سوڈانی قبائل ان کے پرچم تلے جمع ہونے لگے مصری افواج کو شکست پر شکست دیتے ہوئے دسمبر ۱۸۸۲ء میں کردخان کے دارالحکومت البعید کا محاصرہ کرلیا۔ محاصرہ اتنا شدید تھا کہ ایک مکھی بھی اندر جانے نہ دی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قحط پڑ گیا اور جنوری ۱۸۸۳ء کو مصری افواج نے ہتھیار ڈال دیئے اس فتح سے ایک لاکھ پونڈ ان کے ہاتھ لگے۔ محمد احمد نے شہر کے گورنر اور دوسرے مصری فوجی افسروں کو جان کی امان دلائی لیکن بعد میں انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اسی اثنا میں برطانیہ نے مصر پر قبضہ کر لیا۔''

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور مئی ۱۹۷۰ء مضمون بعنوان مہدی سوڈانی)

اب ظاہر ہے کہ وہ باغیانہ سرگرمیاں جو مصریوں کے خلاف باوجود ان کے مسلمان ہونے کے محض نسلی بنیاد پر کی جارہی تھیں انگریزوں کے خلاف کیوں جاری نہ رہتیں؟ اور یہی ہوا بھی۔ مہدی سوڈانی کا پانچ سالہ دور مہدویت ۲۲ جون ۱۸۸۵ء کو ان کے انتقال پر تمام ہوا لیکن اس کے قائم کردہ باغی گروہ کی سرگرمیاں ۱۸۹۸ء میں اپنے مکمل خاتمے تک جاری رہیں۔ اس خاتمہ میں ہندوستان کے مسلمانوں نے حسب معمول مقدور بھر حصہ لیا اور انگریزوں کی زیرکمان فوج میں شامل رہ کر جانیں نذر کیں۔

ملکہ وکٹوریہ کی جشن جوبلی کی تقریب اور مسلمان

انگریزوں کی خوشی میں ہندوستان کے مسلمانوں کا پورے جوش اور جذبے کیساتھ شرکت کا ایک مظاہرہ ۱۸۸۷ء میں ملکہ وکٹوریہ کے پنجاہ سالہ جشن جوبلی کے موقع پر ہوا۔

ہندوستان بھر کے مسلمانوں نے اس تقریب میں پورے جوش وخروش سے حصہ لیا ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک خوشیاں منائیں۔ فقراء اور مساکین کو کھانا کھلایا اور ملکہ وکٹوریہ کی درازئی عمر اور سلطنت کے لئے دعائیں کیں۔ ہندوستان کے دوسرے شہروں کی طرح لاہور کی بادشاہی مسجد میں مختلف فرقہ ہائے اسلام کا زبردست اجتماع ہوا۔ جس میں شیعہ، سنی اور اہل حدیث ہر خیال کے مسلمان جمع ہوئے۔ لکھا ہے کہ:-

> ''اس موقع پر انجمن اسلامیہ لاہور کے ممبران نے بڑی پر جوش اور موثر تقریروں سے حکومت پنجاہ سالہ قیصرۂ ہند کی برکتوں اور آسائشوں کو بیان فرمایا اور حاضرین کے دلوں میں دعائے صحت وسلامتی قیصرہ ہند کیلئے تازہ جوش پیدا کیا۔''

(اشاعتہ السنہ جلد ۹ نمبر ۱۰ ص ۲۰۷)

اس موقع پر جماعت اہل حدیث کا ''بحضور فیض گنجور کوئین وکٹوریہ ملکہ گریٹ برٹن وقیصرۂ ہند بارک اللہ فی سلطنتہا'' کے نام ایڈریس ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

ملکہ وکٹوریہ کے انتقال پر مسلمانوں کا اظہار ماتم

اپنی خوشی کو انگریزوں کے غم پر قربان کردینے کا یہ واقعہ ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء کو عیدالفطر کے دن ملکہ وکٹوریہ کا انتقال تھا۔

مسلمانانِ ہند کے دلی جذبات کی ترجمانی کا شرف تصور پاکستان کے خالق شاعر مشرق علامہ اقبال کو حاصل ہوا۔ جنہوں نے اپنے درد کے اظہار کے لئے ''اشک خون'' کے عنوان سے دس صفحات پر مشتمل ایک مرثیہ لاہور کے ایک ماتمی جلسہ میں پڑھا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:-

میت اٹھی ہے۔ شاہ کی تعظیم کے لئے — اقبال اٹھ کے خاک سرراہ گذار ہو
آئی ادھر نشاط ادھر غم بھی آگیا — کل عید تھی تو آج محرم بھی آگیا
کہتے ہیں آج عید ہوئی ہے ہوا کرے — اس عید سے تو موت ہی آئے خدا کرے
صورت وہی ہے نام میں رکھا ہوا ہے کیا — دیتے ہیں نام ماہ محرم کا ہم تجھے
اقلیم دل کی آہ شہنشاہ چل بسی — ماتم کدہ بناہے دل داغدار آج
اے ہند تیرے سر سے اٹھا سایۂ خدا — اک غمگسار تیرے مکینوں کی تھی گئی
اے شمع بزم ماتم سلطانہ جہاں — کیا تھی جھلک تیری کہ ثریا تلک گئی
ہلتا ہے جس سے عرش یہ رونا اسی کا ہے — زینت تھی جس سے تجھکو جنازہ اسی کا ہے
جس کا دلوں پہ راج ہو مرتا نہیں کبھی — صدیاں ہزار گردش دوراں گذار دے
وکٹوریہ نہ مُرد کہ نام نکو گزاشت — ہے زندگی یہی جسے پروردگار دے
مرحوم کے نصیب ثواب جزیل ہو — ہاتھوں میں اپنے دامن صبر جمیل ہو

(مرثیہ طبع اول ۱۹۰۱ء مطبع خادم التعلیم بحوالہ باقیات اقبال ص ۹۲-۹۴ طبع ۱۹۶۶ء آئینہ ادب انارکلی لاہور)

بظاہر حکومت کے مخالفین کی نشاندہی

مسلمانوں اور انگریزوں کے تعلقات کا ایک اور رخ یہ تھا کہ وہ انگریز حکومت کی انتہائی خیر خواہی کے جذبے سے ایسے افراد اور گروہوں کی نشاندہی کرتے رہتے تھے جن سے انکی دانست میں حکومت کو کسی قسم کا خطرہ تھا یا مستقبل میں ہونے کا امکان تھا یہ حالات کی ستم ظریفی تھی کہ ان مخبریوں کا نشانہ خود حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی ذات اور انکی جماعت تھی۔

چنانچہ اس عرصہ میں مخالف علماء کی جانب سے انگریز حکومت کو توجہ دلانے کیلئے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے خلاف شائع ہونے والی چند تحریریں درج ذیل ہیں۔

۱ - ۱۸۸۲ء میں براہین احمدیہ کی اشاعت کے وقت ہی بعض علماء نے آپ کی تکفیر اور مخالفت کی۔ لدھیانہ کے مولوی محمد صاحب اور مولوی عبدالعزیز صاحب کی اس مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے وہ وجہ بھی نقل کی ہے جس کی بنیاد پر ان علماء نے مخالفت کی اور وہ یوں ہے۔

''یہ کتاب (براہین احمدیہ) گورنمنٹ کے مخالف ہے اور اس کے مولف نے پیشوائی مذہب کے علاوہ پولیٹیکل سرداری کا بھی اس میں دعویٰ کیا ہے۔''

(اشاعت السنہ جلد ۷ نمبر ۶ ص ۱۷۴)

۲ - ۱۸۹۱ء میں میرٹھ کے ایک اخبار نے اپنے اداریہ میں لکھا:-

''اگرچہ مثیل مسیح ہونا کوئی بڑی بات نہیں لیکن جب ہم اس کو مذہبی اور پولیٹیکل لحاظ سے دیکھتے ہیں تو یہ دعویٰ بہت ہی اہم اور نہایت خطرناک معلوم ہوتا ہے مرزا صاحب کا یہ خروج اور یہ دعویٰ بعثت ایک مذہبی شکل پکڑتا جاتا ہے اور جس کیلئے انجام میں ایک جدید پارٹی کا قائم ہونا اور پولیٹیکل صورت میں بدل جانا ضرور ہے۔۔۔۔ ہر ایک ریفامر پہلے مذہبی ریفارمر بنا ہے اور بتدریج پولیٹیکل ریفارمر بن گیا ہے سوڈان میں کسی قدر مہدیوں نے سوشل رنگ میں خروج کیا مگر آخر میں سب کے سب پولیٹیکل رنگ میں رنگے گئے۔''

(اداریہ شحنہ ہند۔ میرٹھ ۱۴ ستمبر ۱۸۹۱ء بحوالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ نمبر ۴)

۳ - مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے تو اپنا مشن ہی یہ بنالیا تھا اور مسلسل اس سلسلے میں خود بھی حکومت کو توجہ دلاتے تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کام پر اکساتے تھے۔ چنانچہ ۱۸۹۱ء میں لکھا۔

''اسلام کے حامیو! مسلمانوں کے پولیٹیشین/اعیانو! ملک کے امن و بہی خواہو! آپ اس فتنہ قادیانی سے کیوں غافل اور بے فکر سو رہے ہیں۔ ملک اور گورنمنٹ کو اس فساد کے انسداد کی تدبیریں کیوں نہیں بتاتے۔''

(اشاعت السنہ جلد ۴ نمبر ۴ ص ۱۰۹)

۴ - ۱۸۹۲ء میں مولوی صاحب نے انگریزی حکومت کو خبردار کرتے ہوئے لکھا:-

''اس کے دھوکہ ہونے پر یہ دلیل ہے کہ دل سے وہ گورنمنٹ غیر مذہب کی جان مارنے اور اسکا مال لوٹنے کو حلال جانتا ہے۔۔۔۔ لہذا گورنمنٹ کو اس کا اعتبار کرنا مناسب نہیں اور اس سے پُر حزر رہنا ضروری ہے ورنہ اس مہدی قادیانی سے اس قدر نقصان پہنچنے کا احتمال ہے جو مہدی سوڈانی سے نہیں پہنچا۔''

(اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ نمبر ۴ حاشیہ ص ۱۶۸)

۵ - ۱۸۹۷ء میں پھر لکھا:-

"میں تب سے ہی گورنمنٹ کو بتا رہا ہوں کہ یہ شخص محل خوف ہے اس سے گورنمنٹ کو مطمئن نہ رہنا چاہیئے۔"

(اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ نمبر ۳ ص ۸۱)

۶ - اسی سال ایک بار پھر لکھا:-

"گورنمنٹ اور مسلمانوں کے ایڈوکیٹ اشاعۃ السنہ نے گورنمنٹ کو بار ہا بتا دیا ہوا ہے کہ یہ شخص در پردہ گورنمنٹ کا بدخواہ ہے اپنے جملہ مخالفین مذہب کے جان و مال کو گورنمنٹ ہو خواہ غیر، معصوم نہیں جانتا اور ان کو تلف کرنے کی فکر میں ہے دیر ہے تو صرف جمعیت و شوکت کی دیر ہے۔"

(اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ نمبر ۵ ص ۱۵۲)

۷ - ۱۹۰۵ء میں منشی محمد عبداللہ صاحب نے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ اور احباب جماعت کے بارے میں لکھا:-

"ایسے ہی دیگر آیات قرآنیہ اپنے چیلوں کو سنا سنا کر گورنمنٹ سے جنگ کرنے کیلئے مستعد کرنا چاہتا ہے۔"

(شہادت قرآنی از منشی محمد عبداللہ ص ۲۰ مطبوعہ اسلام اسٹیم پریس ۱۹۰۵ء)

۸ - شیر اسلام مولوی کرم دین صاحب دبیر نے حکومت کو متنبہ کرتے ہوئے لکھا:-

"گورنمنٹ کو اپنی وفادار مسلمان رعایا پر اطمینان ہے اور گورنمنٹ کو خوب معلوم ہے کہ مرزا جی نے تو مسلمانوں میں یہ خیال پیدا کر دیا ہے کہ مہدی و مسیح کا یہی زمانہ ہے اور قادیان ضلع گورداسپور میں وہ مہدی و مسیح بیٹھا ہوا ہے جو کسرِ صلیب کے لئے مبعوث ہوا ہے تا کہ عیسویت کو محو کر کے اسلام کو روشن کرے اور یہ بھی برملا کہتا ہے کہ خدا نے اسے بتلا دیا ہے کہ سلطنت بھی اس کو ملنے والی ہے اب خیال فرمایئے کہ یہ خیال کہاں تک خوفناک خیال ہے۔ جبکہ مرزا جی نے یہ الہام ظاہر کر کے پیشگوئی کر دی ہے کہ

بادشاہ اس کے حلقہ بگوش ہونگے اور بادشاہت مرزائیوں کو ملے گی۔ کیا عجب کہ ایک زمانے میں مرزائیوں کو جو اس کی پیشگوئیاں پوری کرنے کے لئے اپنی جانیں دینے کو تیار ہیں۔۔۔۔ یہ جوش آ جائے کہ اس پیشگوئی کو پورا کیا جائے اور وہ فتنہ و بغاوت برپا کردیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزا جی نے مسلمانوں کو نصاریٰ سے سخت بدظن اور مشتعل کر رکھا ہے۔ وہ دجال سمجھتے ہیں تو نصاریٰ کو خرِ دجال کہتے ہیں تو ریلوے کو اب سوال یہ ہے کہ یہ ریل کس نے جاری کر رکھی ہے جب یہ خر دجال ہے تو اس کے چلانے والے بادشاہِ وقت کو ہی یہ دجال کہتے ہیں اور مسلمانوں کو اس کے خلاف سخت مشتعل کر رہے ہیں۔ گورنمنٹ کو ایسے اشخاص کا ہر وقت خیال رکھنا چاہیئے۔''

(تازیانہ عبرت از شیر اسلام مولوی کرم دین صاحب دبیر جلد دوم ص ۹۳، ۹۴ مطبوعہ مسلم پرنٹنگ پریس لاہور)

انگریزوں سے حصول انعامات و مراعات

انگریز حکومت سے مسلمان زعماء کے اچھے تعلقات کا اظہار ان خطابات و انعامات سے بھی ہوتا ہے جو اس دور میں بڑے لیڈروں اور علماء کو انگریزوں نے عطا کئے۔ ان میں سے چند کا ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں۔

۱ - علی گڑھ کالج کے بانی اور اس دور کے مسلمانوں کے سب سے روشن خیال لیڈر سر سید احمد خان صاحب کو کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب ملا۔ سر کا یہ خطاب بعد میں آپ کے صاحبزادے سر محمود صاحب کو اور پوتے سر راس مسعود کو بھی عطا ہوا۔ آپ کے صاحبزادے سر محمود کو زمانہ طالبعلمی میں ولایت جانے کیلئے حکومت کی طرف سے وظیفہ بھی ملا۔

۲ - ''مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے گورنمنٹ انگریزی کی جو خدمات سرانجام دی تھیں۔ وہ اتنی شاندار تھیں کہ معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اس کے معاوضے میں سرکارِ انگریزی سے انہیں جاگیر ملی تھی۔''

(ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک از مولوی مسعود عالم صاحب ندوی ص ۲۹)

مولوی صاحب نے خود بھی لکھا ہے کہ رسالہ (الاقتصاد فی المسائل جہاد) کی اشاعت پر مولف کو چار مربع زمین عطا ہوئی۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۱۹ نمبر ۹ ص ۶)

مولوی صاحب کے ایک مداح نے اس بارے میں لکھا ہے:-

''قادیانی فتنہ کا سر بھی سب سے پہلے آپ ہی نے کچلا اور ہندوستان بھر کے علماء سے فتویٰ حاصل کر کے شائع کیا۔ حکومت کی خدمت بھی کی اور انعام میں جاگیر بھی پائی۔''

(سیرت ثنائی از مولوی عبدالمجید صاحب سوہدروی ص ۳۷۲)

۳ - مارچ ۱۸۸۷ء میں لیفٹیننٹ گورنر پنجاب مسٹر سی۔ یو۔ آچیسن نے عہدۂ گورنری سے رخصت ہوتے وقت مولوی محمد حسین بٹالوی کو یہ خصوصی سرٹیفکیٹ دیا کہ:-

ابوسعید محمد حسین فرقہ اہل حدیث کے ایک سرگرم مولوی اور فرقہ اسلام کے وفادار اور ثابت قدم وکیل ہیں۔ نیز وہ ملکہ معظمہ کی وفادار رعایا میں سے ہیں۔

(اشاعۃ السنہ جلد ۹ نمبر ۱۰ تا ۱۲ ص ۲۹۲)

۴ - خود مولوی صاحب کا اپنا بیان بھی یہ ہے کہ:-

''انکی معروضات بحق اہل حدیث گورنمنٹ میں عزت واعتبار سے سنی جاتی تھیں۔''

(اشاعۃ السنہ جلد ۹ نمبر ۱۰ تا ۱۲ ص ۲۹۲)

۵ - شیخ الکل مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی کو ۱۴ جون ۱۸۹۷ء کو انگریزی حکومت سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔ [۱]

۶ - مولوی صدیق حسن خان صاحب کو حکومت برطانیہ نے نواب عالیجاہ امیر الملک اور معتمد المہام کے خطابات سے نوازا۔ [۲]

۷ - ڈپٹی نذیر احمد صاحب (۱۸۳۶ تا ۱۹۱۲) کو پہلے شمس العلماء کا خطاب ملا۔ بعد میں اپنے ترجمہ قرآن پر جس میں انہوں نے اولی الامر کا مصداق انگریزوں کو قرار دیا تھا۔ ۱۹۰۲ء میں ایڈنبرا یونیورسٹی انگلستان نے ایل۔ ایل۔ ڈی کی ڈگری پیش کی۔ [۳]

۱۔ سیرت ثنائی از مولوی عبدالمجید سوہدروی ص ۱۹۷ اور ''موج کوثر'' ص ۵۰ طبع ثانی۔

۲۔ تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد صاحب شاہد جلد دوم ادارۃ المصنفین ربوہ ۱۹۵۹ء۔

۳۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری از شورش کاشمیری ص ۱۳۵ بحوالہ داستان تاریخ اردو از حامد حسن قادری صاحب ص ۴۰۸۔

۸ - مولانا شبلی نعمانی کو انگریز حکومت سے شمس العلماء کا خطاب ملا اور مسٹر نولکسٹون کمشنر میرٹھ نے مولانا کو اپنے ہاتھ سے عمامہ، عبا اور تمغہ حوالے کیا اور اپنی مختلف علمی اور تعلیمی کمیٹیوں میں اُن کو ممبر بنایا۔ دربار میں انکو بحیثیت شمس العلماء کرسی ملتی تھی۔[1]

۹ - اسی طرح مولوی محمد حسین صاحب آزاد اور مولوی محمد ذکا اللہ صاحب کو بھی انگریز حکومت سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔[2]

۱۰ - مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے بارے میں لکھا ہے کہ:-

> مولانا احمد رضا خان (انگریزوں سے) ان خدمات کا معاوضہ نواب رامپور کی معرفت پانچ سو روپیہ ماہانہ لیتے رہے اور یہ راز اب سیکرٹ سروس کے ان کاغذوں سے کھل کر سامنے آ گیا ہے جو برٹش میوزیم لندن میں رکھے گئے ہیں۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۲ء)

۱۱ - فرقہ اہل حدیث کے لئے لفظ ''وہابی'' کے استعمال کی انگریز حکومت کی طرف سے حکماً ممانعت بھی اُن خدمات کے صلے میں تھی جو اس فرقہ کے جملہ افراد نے اپنے بزرگوں، محمد حسین صاحب بٹالوی، نواب صدیق حسن خان صاحب اور سید نذیر حسین صاحب دہلوی کی سرکردگی میں انگریزوں کے لئے سرانجام دیں۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی لکھتے ہیں۔

> ''دس مارچ ۱۸۸۶ء کو نواب لیفٹیننٹ گورنر سے خاکسار کی ملاقات ہوئی تو حضور ممدوح نے ازراہِ لطف زبانی بھی فرمایا کہ ہم نے آپ کو (یعنی اس فرقہ کو) اہل حدیث کا خطاب عطا کیا۔ جس کا خاکسار نے بڑے ادب سے شکریہ ادا کیا۔''

(اشاعت السنہ جلد ۹ نمبر ۷ ص ۲۰۳)

بعد میں اس سلسلہ میں باقاعدہ احکامات حکومت ہند کی طرف سے ۳ دسمبر ۱۸۸۶ء اور حکومت پنجاب کی طرف سے ۱۹ جنوری ۱۸۸۷ء کو جاری ہوئے۔

---

[1] حیات شبلی از سید سلیمان صاحب ندوی ص ۴۸۳-۴۸۴۔

[2] انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص ۶۰ حیدرآباد سندھ ۱۹۵۴ء۔

جون ۱۹۰۸ء سے اگست ۱۹۴۷ء [۱]

ادوار سابقہ کی مانند اس دور میں بھی برصغیر کے مسلمانوں کے زعماء، لیڈر، علماء اور ادارے، انگریز حکومت کے دامن سے وابستہ رہ کر مسلسل انگریزوں کی مدح سرائی میں مصروف رہے۔ گو اس عرصہ میں تشدد اور جارحیت سے ہندوستان کی قائم شدہ حکومت کو الٹنے کی ایک ناکام کوشش ضرور کی گئی لیکن جلد ہی خود اس تحریک کے کرتا دھرتا بھی اپنی اس پالیسی کو ہمیشہ کیلئے ترک کر کے باقی مسلمانوں کے ہم خیال ہو گئے۔

اس دور میں انگریزوں سے ممانعت جہاد، ان کی مداح سرائی اور ان سے قریبی تعلقات سے ذیل میں چند ارشادات و واقعات درج کئے جاتے ہیں:-

انگریزوں سے جہاد کی ممانعت

جس طرح اس سے پہلے انگریزوں سے جہاد کرنا حرام اور گناہ کہا گیا۔ اس دور میں بھی علماء اس خیال کے حامی رہے۔

مولانا شبلی نعمانی صاحب

شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء تا ۱۹۱۴ء) نے اس حقیقت کا اظہار یوں فرمایا:-

> رسول اللہ ﷺ کے عہد زریں سے لیکر آج تک مسلمانوں کا یہ شعار رہا کہ وہ جس حکومت کے زیر سایہ رہے اس کے وفادار رہے۔ یہ صرف ان کا طرز عمل نہ تھا بلکہ ان کے مذہب کی تعلیم تھی جو قرآن مجید، حدیث، فقہ سب میں کنایتاً اور صراحتاً مذکور ہے۔

(مقالات شبلی از شبلی نعمانی جلد اول ص ۱۷۱ مطبوعہ مطبع معارف اعظم گڑھ)

شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب بمع پانچ سو علماء

انگریزوں کے خلاف تشدد اور جارحیت کی دوسری ناکام کوشش کے بعد اس پالیسی پر عمل پیرا علماء کا

[۱] حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی وفات کے بعد سے برصغیر سے انگریزوں کے واپس جانے تک کا زمانہ۔

عدم تشدد کی پالیسی پر ایمان لانے کا ذکر یوں کیا گیا ہے:۔

"۱۹۱۴ء میں علماء کی ایک جماعت نے اس خیال سے یعنی مسلم راج کرنے کے خیال سے تحریک شروع کی اور اس میں بھی شکست کھائی۔ اس کے بعد ۱۹۲۰ء میں شیخ الہند محمود الحسن دیوبند مالٹا سے رہا ہو کر تشریف لائے۔ دہلی میں ملک کے مختلف حصّوں سے پانچ سو سے زائد علماء کا اجتماع ہوا اور وہاں یہ طے پایا کہ تشدد کا راستہ غلط ہے موجودہ دور میں اسلامی حکومت کا قیام تقریباً ناممکن ہے۔"

(سید عطاء اللہ شاہ بخاری مولفہ خان کابلی ص ۱۲۰ مطبوعہ ہندوستانی قطب خانہ ۶۳ ریلوے روڈ لاہور طبع اول جون ۱۹۴۰)

خواجہ حسن نظامی صاحب

خواجہ حسن نظامی صاحب (۱۸۷۸ء تا ۱۹۵۵ء) کا فرمان اس بارے میں یہ ہے کہ:۔

"انگریز نہ ہمارے مذہبی امور میں دخل دیتے ہیں نہ اور کسی کام میں ایسی زیادتی کرتے ہیں، جس کو ظلم سے تعبیر کر سکیں۔ نہ ہمارے پاس سامان حرب۔ ایسی صورت میں ہم لوگ ہرگز ہرگز کسی کا کہنا نہیں مانیں گے اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہیں ڈالیں گے۔"

(رسالہ شیخ سنوسی مولفہ خواجہ حسن نظامی صاحب ص ۱۷)

مولوی حسین احمد مدنی صاحب

مولوی حسین احمد صاحب مدنی نے اس باب میں یہ اصولی بات کہی ہے:۔

"اگر کسی ملک کا اقتدار اعلیٰ کسی غیر مسلم جماعت کے ہاتھوں میں ہو لیکن مسلمان بھی بہر حال اس اقتدار میں شریک ہوں اور ان کے مذہبی اور دینی شعائر کا احترام کیا جاتا ہو تو وہ ملک حضرت شاہ صاحب (حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث قدس سرہٗ۔ ناقل) کے نزدیک بلاشبہ دارالاسلام ہوگا اور از روئے شرع مسلمانوں کا فرض ہوگا کہ وہ اس ملک کو اپنا ملک سمجھ کر اس کے لئے ہر نوع کی خیر خواہی اور خیر اندیشی کا معاملہ کریں۔"

(نقش حیات از مولوی حسین احمد مدنی جلد ۲ ص ۱۱)

مولوی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب

ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیکر انگریزوں سے جہاد کو جائز نہ سمجھنے کی آخری صدا مولوی مودودی صاحب نے لگائی کیونکہ اس کے بعد انگریزوں کے چلے جانے کی وجہ سے مزید صداؤں کا موقع نہ رہا۔ مودودی صاحب نے لکھا:-

''ہندوستان اس وقت بلاشبہ دارالحرب تھا۔ جب انگریزی حکومت یہاں اسلامی سلطنت کو مٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس وقت تو مسلمانوں پر فرض تھا کہ یا تو اسلامی سلطنت کی حفاظت میں جانیں لڑا دیتے یا اس میں ناکام ہونے کے بعد ہجرت کر جاتے لیکن وہ مغلوب ہو گئے اور انگریز حکومت قائم ہو چکی اور مسلمانوں نے اپنے پرسنل لا پر عمل کرنے کی آزادی کے ساتھ یہاں رہنا قبول کر لیا تو اب یہ ملک دارالحرب نہیں رہا۔ اس لئے کہ یہاں اسلامی قوانین منسوخ نہیں کئے گئے نہ مسلمانوں کو سب احکام شریعت کی اتباع سے روکا جاتا ہے نہ ان کو اپنی شخصی اور اجتماعی زندگی میں شریعت اسلامی کے خلاف عمل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے ایسے ملک کو دارالحرب ٹھہرانا اور ان رخصتوں کو نافذ کرنا جو محض دارالحرب کی مجبوریوں کو پیش نظر رکھ کر دی گئی ہیں۔ اصول قانون اسلامی کے قطعاً خلاف ہے اور نہایت خطرناک بھی۔''

(سود از مولوی ابوالاعلیٰ مودودی حصہ اول ص ۷۷-۷۸ طبع اول شائع کردہ مکتبہ جماعت اسلامی لاہور)

انگریزوں کی تعریف وتوصیف اور اظہار وفاداری ۱؎

اس ضمن مین تقریباً تمام قابل ذکر علماء زعماء کے ارشادات کا ہم گذشتہ صفحات میں ذکر کر چکے ہیں۔ بہر حال انگریزوں کی تعریف توصیف کا سلسلہ کہیں ختم نہیں ہوا اور اس عرصہ میں بھی مسلمان لیڈر اور ادارے اس باب میں کوشاں رہے۔ چنانچہ اس وقت ہم شاعر رسول مولانا ظفر علی خان صاحب شاعر مشرق علامہ محمد اقبال اور ممتاز شیعہ علماء کی آرا اور مسلمانوں کی چوٹی کی درس گاہ ندوہ کی پالیسی اور طرز عمل بیان کریں گے۔

دارالعلوم ندوہ کی پالیسی اور طرزِ عمل

جولائی ۱۹۰۸ء میں مسلمانوں کی اس چوٹی کی مذہبی درس گاہ نے اپنی اس پالیسی کا اعلان کیا۔

> ''ندوہ اگرچہ پالیٹیکس سے بالکل الگ ہے لیکن چونکہ اس کا اول مقصد روشن خیال علماء پیدا کرنا ہے اور اس قسم کے علماء کا ایک ضروری فرض یہ بھی ہے کہ گورنمنٹ کی برکات حکومت سے واقف ہوں اور ملک میں گورنمنٹ کی وفاداری کے خیالات پھیلائیں۔''

(رسالہ الندوہ جلد ۵ ص لکھنو جولائی ۱۹۰۸ء)

۱؎ یہ ذکر بھی برمحل معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں سے اظہار وفاداری میں برصغیر کی باقی اقوام بھی پیچھے نہ تھیں اور جنگ آزادی کے علم برداروں اور ملک کے چوٹی کے لیڈروں کا یہ اصول تھا کہ ہمیشہ کانگریس کے پلیٹ فارم سے پہلا ریزولیشن انگریز کی وفاداری کا پاس کیا کرتے تھے۔

انگریز سے محبت اور وفاداری کا اظہار ہر موقع پر ہوتا تھا چنانچہ جب ۱۹۱۴ء کے کانگریس کے اجلاس میں گورنر مدراس لارڈ پینٹ لینڈ پنڈال میں آیا تو تمام مجمع یکدم تعظیم کے لئے کھڑا ہوگیا۔ مسٹر اے۔ پی۔ پیٹرو کی تقریر کو روک کر سر بندرا ناتھ بیز جی سے کہا گیا کہ صاحب بہادر کی موجودگی میں وفاداری کا ریزولیشن پیش کریں جو حسب دستور بڑی لفاظی اور جوش و خروش سے پیش کر کے پاس کیا گیا۔

(Sixty years of Congress by Mr.Sita Pal. P,III, Lahore, 1946. & History of the Indian National Congress by Mr.B.P.Sitaramaya.1935.

بحوالہ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص ۵۳-۵۴)

ندوہ اپنی اس پالیسی پر پوری مستعدی سے عمل پیرا رہا۔ ۳۰ اگست ۱۹۰۸ء کو ندوۃ العلماء کی طرف سے پوری شان وشوکت سے جلسہ شکریہ گورنمنٹ منعقد ہوا۔ ۱؎ پھر حکومت انگریزی کی پنجاہ سالہ جوبلی کی خوشی میں دارالعلوم میں ایک دن کی تعطیل دی گئی اور جناب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں ندوہ کی طرف سے مبارکباد کا تار بھیجا گیا۔ ۲؎ اس کے بعد ۲۸ نومبر ۱۹۰۸ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کا سنگ بنیاد ہز آنر لیفٹیننٹ گورنر سرجان پرسکاٹ ہیوٹ کے۔سی۔ایس۔آئی۔ کے دست مبارک سے رکھوایا گیا اور اس کی آمد پر اراکین انتظامیہ ندوہ استقبال کیلئے لب فرش دو رویہ صف باندھ کر کھڑے ہوئے اور ایڈریس میں تمام مسلمانوں کی طرف سے اس کا شکریہ ادا کیا۔ ۳؎ یہ شعر اسی موقع کی یادگار ہے۔

رکھی بنائے ندوہ ہز آنر نے آکر خود

سچ پوچھئے اگر تو فرنگی محل ہے یہ

(حیات شبلی مولفہ مولانا سید سلیمان ندوی ص ۴۸۴ مطبوعہ فروری ۱۹۴۳ء)

اس ایڈریس میں ارباب ندوہ نے اپنے اس یقین کا بھی اظہار کیا کہ ہم اس یقین پر قائم ہیں کہ جیسا کہ انکی حکومت سے وفاداری مسلم ہے ان پیدا ہونے والے علماء کے ذریعے سے وہ حکومت کی اطاعت وفرمانبرداری میں زیادہ ہوجائیں گے۔

(رسالہ الندوہ لکھنو ص ۷ دسمبر ۱۹۰۸ء بحوالہ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از مولانا عبدالرحیم دردصاحب ص ۵۵)

جمعیت اہل حدیث کی پالیسی

اہل حدیث حضرات کے بزرگوں کا انگریزوں سے نیازمندانہ تعلق کا تفصیلی ذکر ہم گذشتہ صفحات میں کر چکے ہیں اس دور میں بھی ان کا طرز عمل ایسا ہی رہا۔ چنانچہ لکھا ہے۔

> دسمبر ۱۹۰۶ء میں بمقام آرہ (بہار) آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس وجود میں آئی جس کے سب سے فعال کارکن مولانا ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری تھے۔ اہل حدیث کانفرنس کی پالیسی بھی کم وبیش مولوی محمد حسین بٹالوی کے انداز پر رہی۔

(حیات سید احمد شہید از مولانا جعفر تھانیسری ص ۲۸)

۱؎ رسالہ الندوہ لکھنو ستمبر ۱۹۰۸ء ص ۱ بحوالہ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص ۵۴

۲؎ رسالہ الندوہ لکھنو نومبر ۱۹۰۸ء ص ۱ بحوالہ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص ۵۴

۳؎ رسالہ الندوہ لکھنو دسمبر ۱۹۰۸ء ص ۴ بحوالہ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص ۵۴-۵۵

شیعہ علماء کا اظہار حقیقت

۱ - ''فی الحقیقت آپ بہت ہی ناشکر گذار ہونگے اگر آپ اس کا اعتراف نہ کریں کہ ہم کو ایسی سلطنت کے زیر سایہ ہونے کا فخر حاصل ہے جسکی عدالت اور انصاف پسندی کی مثال اور نظیر دنیا کی کسی اور سلطنت میں نہیں مل سکتی۔

ضرورت ہے کہ حضور کی تائید میں مسلمان اس مبارک مہربان، منصف اور عدل پسند برطانیہ عظمیٰ کی دعا گوئی اور ثناء جوئی کریں اور اس کے احسانوں کے شکر گذار رہیں۔۔۔۔

اس سلطنت (برطانیہ عظمیٰ) کے وجود وبقا اور قیام کے لئے تمام احباب دعا کریں اور اس کے ایثار کا جو وہ اہل اسلام اور خاص کر شیعوں کی تربیت میں بے دریغ مرعی رکھتی ہے۔ ہمیشہ صدق دل سے شکر گذار ہوں اور اس کے ساتھ دل سے وفادار رہنا اپنا شعار بنالیں اور ان کے خلاف جلسوں اور مظاہروں میں شریک اور معین ہونے سے قطعاً احتراز کریں۔''

(موعظہ تقیہ از علامہ علی الحائری ص ۷۲، ۷۶۔ کتب خانہ حسینیہ حلقہ نمبر ۲۷ لاہور طبع سوم)

۲ - ''نیابتاً تمام شیعوں کی طرف سے برٹش سلطنت کا صمیم قلب سے میں شکر یہ ادا کرتا ہوں اس ایثار کا جو وہ اہل اسلام کی تربیت میں بے دریغ مرعی رکھتی ہے۔ خاص کر ہمارا فرقہ شیعہ جو تمام اسلامی سلطنتوں میں تیرہ سو برس تک ناقابل برداشت مظالم کے بعد آج اس انصاف پسند عادل سلطنت کے زیر حکومت اپنے تمام مذہبی فرائض اور مراسم تولا وتبرا کو بپابندی قانون اپنے اپنے محل وقوع میں ادا کرتے ہیں اور خلاف قانون کوئی غیر رکاوٹ کا باعث نہیں ہوسکتا۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ یہ شیعہ کو اس احسان کے عوض میں جو آزادی مذہب کی صورت میں انہیں حاصل ہے صمیم قلب سے برٹش گورنمنٹ کا احسان مند اور شکر گذار رہنا چاہئے اور اس کے لئے شرع بھی اُس کو مانع نہیں ہے کیونکہ پیغمبر اسلام علیہ وآلہٖ وسلم نے نوشیرواں عادل کے عہد سلطنت میں ہونے کا ذکر مدح اور فخر کے رنگ میں بیان فرمایا ہے۔''

(ارشاد علامہ علی الحائری منقول موعظہ تحریف قرآن بابت ماہ اپریل ۱۹۲۲ء ص ۶۸ شائع کردہ ینگ مین سوسائٹی خواجگان نارووالی لاہور بحوالہ انگریز و بانئی سلسلہ احمدیہ از حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص ۵۶)

۳ - '' ہزار شکر پروردگار عالم کا ہے کہ اس حاکم حقیقی نے اس وقت ہماری حمایت کے لئے ہم کو ایسا شہنشاہ عادل یعنی شہنشاہ جارج پنجم دام سلطنتہا دیا ہے۔

ایسی جہاں پناہ سلطنت میں ہم لوگ کس عزت و آبرو سے اوقات بسر کرتے ہیں اور کیسی آزادی سے اپنے مذہبی اعمال اپنے کانشنس کے موافق بجالاتے ہیں اور الیکشن والی پارٹی ہم کو دبانا چاہتی ہے تو ہمارے حضور قیصر ہند کے عادل حکام ہماری حمایت فرماتے ہیں۔۔۔۔ہم شیعوں کیلئے تو یہ سلطنت نعمت عظمٰی ہے اس لئے ہم لوگ سب شیعے قندھار سے مانڈلے اور نیپال سے کیپ کامران کے رہنے والے دعا کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ اس عادل اور مہربان سلطنت کو ہمیشہ قائم رکھے اور ہمارے حضور قیصر ہند کو طول عمر عطا فرمائے۔"

(نور ایمان مصنفہ جناب خان بہادر مولوی سید خیرات احمد صاحب وکیل ص ۲۸۰-۲۸۱ شائع کردہ منیجر کاظم بکڈپو دہلی)

مولانا ظفر علی خان

چند ارشادات ملاحظہ ہوں:-

۱- "بحیثیت جمیعۃ الاسلام کے آقا ہونے کے اس گھٹاٹوپ تاریکی میں امید کی کوئی روشن کرن نظر آتی ہے تو وہ حضور جارج خامس شہنشاہ خلداللہ ملکھم کی ذات برکات ہے جو دس کروڑ مسلمانوں کے آقا ہونے کے لحاظ سے ہماری دستگیری پر منجانب اللہ مامور کئے گئے ہیں۔"

(زمیندار ۲۸ جولائی ۱۹۱۱ء)

۲- "خدایا یہ بے شک اسلامی حکومت ہے اس حکومت کا سایہ ہمارے سروں پر ابدالاباد تک قائم رکھ خدا ہمارے شہنشاہ جارج خامس قیصر ہند کے عمر اقبال سے ہمیں مستفیض ہونے کا موقع دے۔"

(زمیندار ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۱ء)

۳- "ہمارا پاک مذہب بادشاہ وقت کی اطاعت کا حکم دیتا ہے ہم کو سرکار انگلشیہ کے سایہء عاطفت میں ہر قسم کی دینی و دنیوی برکتیں حاصل ہیں۔

ہم پر ازروئے مذہب گورنمنٹ کی اطاعت فرض ہے ہم انگریزوں کے پسینے کی جگہ خون بہانے کیلئے تیار ہیں۔زبانی نہیں بلکہ جب وقت آئیگا تو اس پر عمل کر کے بھی دکھاویں گے۔"

(زمیندار لاہور یکم نومبر ۱۹۱۱ء بحوالہ ظفر علی کی گرفتاری از خان کابلی)

۴ - ''زمیندار اور اُسکے ناظرین گورنمنٹ برطانیہ کو سایہء خدا سمجھتے ہیں اور اس کی عنایات شاہانہ اور انصاف خسروانہ کو اپنی دلی ارادت اور قلبی عقیدت کا کفیل سمجھتے ہوئے اپنے بادشاہ عالم پناہ کی پیشانی کے ایک قطرہ کی بجائے اپنے جسم کا خون بہانے کے لئے تیار ہیں اور یہی حالت ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی ہے۔''

(زمیندار لاہور ۹ نومبر ۱۹۱۱ء)

۵ - مسلمانوں میں۔۔۔۔اپنے بادشاہ کی اطاعت، حکومت وقت کی جانثاری سلطنت ابد مدت برطانیہ کے ساتھ محبت کے وہ ضروری اوصاف بھی بدرجہ اتم موجود ہو جائیں جن کے بغیر ہندوستان کا مسلمان اطاعت اولی الامر کے الہامی ارشاد کے معیار میں پورا اترنے کے باعث کامل مسلمان نہیں کہلا سکتا۔''

(اخبار زمیندار لاہور ۹ نومبر ۱۹۱۱ء)

۶ - ہندوستان دارالسلام اور دارالاسلام ہے جہاں دھڑلے سے مسجدوں میں اذانیں دی جاتی ہیں۔ جہاں پادریوں کے پہلو بہ پہلو اسلامی مناد اور واعظ تبلیغ دین مبین کا فرض انجام دے رہے ہیں۔ جہاں پریس ایکٹ کے موجود ہونے پر لوگوں کو تحریر و تقریر کی وہ آزادی حاصل ہے جس نے ایک عالم کو متحیر بنا رکھا ہے جہاں تمام وہ اقتصادی و تمدنی و سیاسی برکتیں جو کسی آزاد قوم کو حاصل ہونی چاہئیں۔ اعتدال آمیز حریت کے ساتھ انہیں حاصل ہیں۔ مسلمان ایسی جگہ ایک لمحہ کیلئے بھی ایسی حکومت سے بدظن ہونے کا خیال نہیں کر سکتے۔ اس مذہبی آزادی اور امن و امان کی موجودگی میں بھی اگر کوئی بدبخت مسلمان گورنمنٹ سے سرکشی کی جرات کرے تو ہم ڈنکے کی چوٹ سے کہتے ہیں کہ وہ مسلمان مسلمان نہیں۔

اخبار زمیندار لاہور ۱۱ نومبر ۱۹۱۱ء)

۷ - اگر خدانخواستہ گورنمنٹ انگلشیہ کی کسی مسلمان طاقت سے ان بن ہوجائے تو مسلمانان ہند اول تو آخر تک گورنمنٹ سے یہی التجا کریں گے کہ وہ اس جنگ سے محترز رہے اگر ان کی استدعا شرف پذیرائی حاصل نہ کرے اور گورنمنٹ کو لڑائی کے

بغیر اپنی مصلحتوں کی بنا پر چارہ نہ رہے تو ایسی حالت میں مسلمانوں کو اسی طرح سرکار کی طرف سے جلتی آگ میں کود کر اپنی عقیدت مندی ثابت کرنی چاہیئے جس طرح سرحدی علاقہ اور سمالی لینڈ کی لڑائیوں میں مسلمان فوجی سپاہیوں نے اپنے مذہبی اور قومی بھائیوں کے خلاف جنگ کر کے اس بات کا بارہا ثبوت دیا ہے کہ اطاعت اولی الامر کے اصول کے وہ کس درجہ پابند ہیں۔

(اخبار زمیندار لاہور ۱۱ نومبر ۱۹۱۱ء)

۸ - گاڈ سیو دی کنگ

قریب جشن شہ جارج کا ہے دہلی میں
شکوہ بکری و اکبری وقار بھی دیکھ

سنا ہے تو نے سلیمان کے تخت کا قصہ
تو ہند میں شاہ انگلشیہ کا گذار بھی دیکھ

حدیث عاشق و معشوق تو سنی برسوں
تعلقات رعایا و شہریار بھی دیکھ

کہا جو لاکھوں نے ملکر گاڈ سیو دی کنگ
ملک کہیں گے فلک پہ گاڈ سیو دی کنگ

(اخبار زمیندار لاہور ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۱ء)

۹- مدح جارج پنجم بر موقع رسم تاجپوشی ۱۹۱۱ء

سنا ہے نام جمشید اسکندر کا فسانوں میں
مگر رکھا ہی کیا ہے ان پرانی داستانوں میں

ہے شیریں نام ایسا بادشاہ جارج خامس کا
غدوبت ہے زبانوں میں صداقت ہے بیانوں میں

ودیعت ہے شہنشاہ کی عقیدت آفریں الفت
سروں میں اور سینوں میں دلوں میں اور جانوں میں

دلوں میں جو کچھ آئے ترجماں اس کی زبانیں ہوں
کہاں حاصل تھیں یہ آزادیاں اگلے زمانوں میں

یہ سچ ہے ہم مسلمانوں کو یہ نعمت میسر تھی
شمار اس کا ہے لیکن قرن اول کے نشانوں میں

نظر آئی تیری ظل الہٰی شان دونوں کو
برہمن کو صنم خانے میں مسلم کو اذانوں میں

سلامت قیصرہ اور قیصر کو خدا رکھے
یہی اک نغمہ جاں پرور ہے سب قومی ترانوں میں

ہمارے واسطے کیا کم یہی انعام و عزت ہے
کہ داخل ہو گئے قیصر کے ہم بھی مدح خوانوں میں

(اخبار زمیندار ۱۰ دسمبر ۱۹۱۱ء)

۱۰ - دعائیں

عالم میں شاہ جارج کا اونچا علم رہے
قائم ہر ایک ملک میں جاہ وحشم رہے

(اخبار زمیندار ۹ دسمبر ۱۹۱۱ء)

ہند میں آپ صد وسی سال رہیں
خوف ہو آپ کی سطوت کو نہ کچھ لینن سے

(بہارستان از مولوی ظفر علیخان ص ۵۸۶)

۱۱ - مولانا ظفر علی خان اپنے اخبار زمیندار لاہور کی پیشانی پر محروف جلی یہ شعر بھی لکھواتے رہے ہیں۔

تم خیر خواہ دولت برطانیہ رہو سمجھیں جناب قیصر ہند اپنا جانثار

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال

۱ - شاہی دربار تاجپوشی ہز امپریل میجسٹی جارج پنجم بمقام دہلی ۱۹۱۱ء میں علامہ اقبال نے درج ذیل نظم کہی:

ہمارا تاجدار

ہمائے اوج سعادت ہو آشکار اپنا کہ تاجپوش ہوا آج تاجدار اپنا
اسی کے دم سے ہے عزت ہماری قوموں میں اسی کے نام سے قائم ہے اعتبار اپنا
اسی سے عہدوفا ہندیوں نے باندھا ہے اسی کے خاک قدم پر ہے دل نثار اپنا

(زمانہ کانپور۔ دربار شاہی نمبر دسمبر ۱۹۱۱ء نیز باقیات اقبال ص ۲۰۶ انارکلی لاہور طبع دوم ۱۹۶۶ مخزن لاہور جنوری ۱۹۱۲ء)

۲ - پہلی جنگ عظیم کے دوران سر مائیکل اوڈوائر گورنر پنجاب کی فرمائش پر علامہ اقبال نے ایک نظم لکھی جو جنگی تنظیمات کے سلسلے میں ہونے والے ۱۹۱۸ء کے ایک مشاعرے میں پڑھی گئی اس میں سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:-

اے تاجدار خطہ جنت نشان ہند

اے تاجدار خطہ جنت نشانِ ہند
روشن تجلیوں سے تیری خاورانِ ہند

محکم تیرے قلم سے نظام جہاں ہند
تیغ جگر شگاف تیری پاسبان ہند

ہنگامہ وغا میں میرا سر قبول ہو
اہل وفا کی نظر محقر قبول ہو

تلوار تیری دہر میں بقاد خیروشر
بہروز جنگ توز، جگر سوز، سینہ ور

رویت تیری سپاہ کا سرمایہ ظفر
آزادہ پرکشادہ پری زادہ نیم سپر

سطوت سے تیری پختہ جہاں کا نظام ہے
ذرے کا آفتاب سے اونچا مقام ہے

جو کچھ بھی ہے عطائے شہ محترم سے ہے
آبادئی دیار ترے دم قدم سے ہے

قائم رہے حکومت آئین اسی طرح
دبتارہے چکور سے شاہیں اسی طرح

(باقیات اقبال ص۲۱۶-۲۱۹ مطبوعہ نقوش پریس لاہور ۱۹۶۶ء)

انگریزوں سے حصول انعام

١ - "دارالعلوم ندوہ کے لئے زمین کی منظوری بھی ہزآنر بیوٹ صاحب لیفٹیننٹ گورنر نے دی اور چھ ہزار روپیہ سالانہ امداد مقرر کی۔"

(حیات شبلی از سید سلیمان ندوی صاحب ص ۲۵۸)

٢ - ہفت روزہ سوادِاعظم لاہور نے بحوالہ مولوی بشیر احمد صاحب عثمانی لکھا ہے کہ:-

"دیوبندی ٹولہ انگریزوں نے اپنی ضرورت کے تحت تنخواہیں دیکر کھڑا کیا تھا اور اس انگریزی محکمہ کے انچارج مولوی اشرف تھانوی تھے۔ جو کہ چھ سو روپیہ ماہوار (سات ہزار دو سو روپے سالانہ) انگریز سے تنخواہ پاکر مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی کہتے تھے۔"

(ہفت روزہ سواداعظم لاہور مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۶۲ء بحوالہ مکالمۃ الصدرین ص ۱۶)

٣ - ارباب دیوبند کے بارے میں مزید لکھا ہے:-

"تھے خانہ زاد لارڈ کلائیو کے چاریار
نانوتوی و قاسمی، گنگوہی، تھانوی

ارباب دیوبندی تھے برٹش کے فضلہ خوار
پاتے تھے ماہوار وہ رقمیں بڑی بڑی"

(سوادِاعظم لاہور ۲۸نومبر ۱۹۶۲ء)

۴ - ڈاکٹرمحمداقبال کے متعلق لکھا ہے:-

"خودسالک لاہوری کا یہ مصرع ڈاکٹراقبال صاحب کے متعلق زبان زد ہے کہ
سرکار کی دہلیز پر سر ہو گئے اقبال"

(سوادِاعظم لاہور ۲۸نومبر ۱۹۶۲ء)

۵ - "یہ بھی مشہور ہے کہ مجلس احرار نے جب مسجد شہید گنج کے مسئلے پر، تمام مسلمانوں کی مخالفت میں حکومت انگریزی سے گٹھ جوڑ کیا تو بغیر معاوضہ کے نہ کیا تھا۔اس لئے کسی شاعر نے کہا ہے

احرار کا اسلام ہے سرکار کا اسلام"

(اخبار سیاست لاہور ۱۶اگست ۱۹۳۵ء)

۶ - جمعیت العلمائے اسلام کے انگریز حکومت سے مالی روابط کے بارے میں لکھا ہے:-

"کلکتہ میں جمعیت العلمائے اسلام حکومت کی مالی امداد اور اُسکی ایما سے قائم ہوئی"

(ہفت روزہ طوفان ملتان ۷نومبر ۱۹۶۲ء بحوالہ مکالمۃ الصدرین ص۷)

۷ - تبلیغی جماعت کوانگریز حکومت کی طرف سے ملنے والی امداد کے بارے میں لکھا ہے:-

"مولانا الیاس صاحب کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداً حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد کچھ روپیہ ملتا تھا۔"

(ہفت روزہ طوفان ملتان ۷نومبر ۱۹۶۲ء بحوالہ مکالمۃ الصدرین ص۸)

مسلم ہندوستان اور انگریزوں کے تعلقات کا مجموعی جائزہ

انگریز کی ہندوستان میں آمد سے ان کے واپس جانے تک کے زمانے میں برصغیر کے مسلمانوں اور ان کے باہم تعلقات کا ایک واقعاتی تذکرہ ہم گذشتہ صفحات میں پوری تفصیل سے کر چکے ہیں ان تعلقات کے اپنی شدت، نوعیت اور کیفیت کے اعتبار سے کتنے ہی رنگ کیوں نہ ہوں اگر اس کے لئے کوئی ایک عنوان تجویز کرنا ہو تو صرف ''وفاداری بشرط استواری'' ہی ہوسکتا ہے۔ جہاں کی منسوخی کے فتوے اور انگریزوں کو اولی الامر قرار دینا، مقابلہ کرنے والوں کی مذمت کرنا، ہر موقع پر تعریف وتوصیف کرنا، دوستانہ مراسم رکھنا اور ان سے مراعات پانا، سب اسی احساس وفاداری کے عملی مظاہرے تھے۔

منسوخی جہاد کے فتوے

تیرھویں صدی کے مجدد حضرت سید احمد صاحب شہیدؒ نے ۱۸۰۶ء میں انگریزوں سے جہاد کو غیر واجب کہا اور ان کے شریک کار حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے خلاف اصول مذہب بتایا۔ اس ابتدا سے انتہا تک برصغیر میں پیدا ہونے والے کم وبیش ہر قابل ذکر عالم دین نے عملاً اس منسوخی جہاد کو فتوے پر مہر لگائی اور جہاد کرنا جائز، خلاف طریقہ اسلام اور شریعت حقہ، بڑے گناہوں میں سے ایک، ہلاکت و معصیّت، مشیت ایزدی سے جنگ اور شرعاً حرام قرار دیا۔

ان فتویٰ دہندگان میں ہر مسلم طبقۂ فکر حنفی، شافعی، مالکی، شیعہ، اہل حدیث، اہل قرآن، دیوبندی اور بریلوی کے علماء شامل تھے بلکہ مکہ معظمہ کے مفتیان بھی ہم زبان تھے۔ یہ علماء اپنے زمانے کے اعتبار سے انگریز حکومت کے پورے دور میں پھیلے ہوئے تھے اور جائے قیام کے اعتبار سے پورے برصغیر میں۔ علمائے ہند میں سے چند ایسے نام جو عام طور پر شہرت رکھتے ہیں درج ذیل ہیں۔

امیر اول تحریک دیوبند مولانا مملوک علی

مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی (۱۸۰۵ء - ۱۹۰۲ء)

سرسید احمد خان صاحب (۱۸۱۷ء - ۱۸۹۸ء)
مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی (۱۸۲۸ء - ۱۹۰۵ء)
مولوی محمد صدیق حسن خان صاحب بھوپالی (۱۸۳۲ء - ۱۸۹۰ء)
مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی (۱۸۳۵ء - ۱۹۲۰ء)
مولوی کرم دین آف بھین (- ۱۹۴۶ء)
مولوی محمد عبداللہ صاحب چکڑالوی
شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی (۱۸۳۶ء - ۱۹۱۲ء)
مولوی چراغ علی صاحب (۱۸۴۶ء - ۱۸۹۵ء)
شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب (۱۸۵۱ء - ۱۹۲۰ء)
مو نا سید احمد رضا خاں صاحب بریلوی (۱۸۵۶ء - ۱۹۲۱ء)
مولانا محمد احسن نانوتوی
مولانا شبلی نعمانی صاحب (۱۸۵۷ء - ۱۹۱۴ء)
مولانا حسین احمد مدنی صاحب (۱۸۷۶ء - ۱۹۵۷ء)
خواجہ حسن نظامی صاحب (۱۸۷۸ء - ۱۹۵۵ء)
مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب (۱۹۰۳ء - ۱۹۷۹ء)

ان علماء میں سے جنہوں نے غدر کے فوراً بعد کا زمانہ پایا انہوں نے سخت ترین الفاظ میں اُن مسلمانوں کی مذمت کی جنہوں نے ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں انگریزوں کے خلاف بغاوت کی تھی وہ اس ہنگامے کو ہلڑ، مفسدہ، بے ایمانی، عہد شکنی اور مفسدوں کی خرمزدگیوں میں سے ایک حرمزدگی کہتے تھے اور اس میں حصہ لینے والے مسلمانوں کو عوام کالانعام، حشرات الارض، مفسد، باغی، جاہل، بے وقوف، نافہم، ناسمجھ، غافل، خاران، اصول علومِ دین سے بے بہرہ، خراب، بدرویہ، بداطوار، بدکردار، بدذات، سخت گناہ گار۔

انگریزوں کی تعریف وتوصیف اور اظہار وفاداری

مسلمان لیڈر، زعماء اور علماء گورنمنٹ برطانیہ کو خدا تعالیٰ کے بے انتہا رحمت اور احسان کا نتیجہ بلکہ سایہ خدا جانتے اور خاص طور پر ملکہ معظمہ کے سر پر خدا کا ہاتھ ہونا مان کر انگریزوں دلی ارادت اور قلبی

عقیدت رکھتے تھے اوران کے زیر سایہ ہونے کو عرب اور روم کی اسلامی سلطنتوں کے مقابلے میں بہتر اور جائے فخر قرار دیکر اعلانیہ ان کے دلی اور تازیست خیر خواہ سرکار کے فرمانبردار اور نامی خیر خواہ دولت انگلشیہ کے تھے اور بادشاہ عالم پناہ کی پیشانی کے ایک قطرہ کی بجائے اپنے جسموں کا خون بہانے کے لئے تیار، ہنگامِ وغا سر پیش کرنے کو آمادہ اور اپنے مارے جانے پر سرکار کو اختیار دیتے تھے۔

مبارک، مہربان، منصف، عدل گستر، بے نظیر عادل اور انصاف پسند ابد مدت برطانیہ عظمیٰ کی عنایات شاہانہ، انصاف خسروانہ، سایہ عاطفت، ہر قسم کی دینی و دنیوی برکتوں کے حصول کا اعتراف کرنے اور اس عادل اور مہربان سلطنت کو نعمت عظمیٰ جانتے اور اس کے لئے پروردگار عالم کا ہزار شکر بجالاتے اور ساتھ ہی آنحضرت ﷺ کی اتباع میں شہنشاہ عادل حضور قیصر ہند کے صمیم قلب اور صدق دل سے احسان مند اور شکر گذار ہوتے اور انگریز حکومت کے وجود، بقا حضور والا کی حکومت کو اور بڑھانے اور ہمیشہ قائم رہنے اور حضور قیصر ہند کی طولِ عمر کے لئے دعا گو رہتے۔

ان کے نزدیک انگریز اولی الامر اور ان کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت سے مستلزم تھی۔ اور اس بات میں شک کرنے والا کافر اسلئے ان کی اطاعت کرنا اپنا مذہبی فرض قرار دیتے اور دعا گو بھی رہتے کہ خدا ہمیشہ ان کو بھی اور ہر ایک مسلمان کو گورنمنٹ کا تابعدار، اطاعت میں مصروف اور ان کی مخالفت سے دور رکھے اور ساتھ ہی گورنمنٹ کی نسبت خیالات وفاداری کو استحکام دینا اور پھیلانا اپنا فرض جانتے۔

تمام مسلمانوں کو علمائے کرام یہی درس دیتے تھے کہ بادشاہ کی اطاعت، جانثاری اور محبت کے بغیر مسلمان کامل مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی بد بخت مسلمان گورنمنٹ سے سرکشی کی جرات کرے تو ڈنکے کے چوٹ وہ مسلمان مسلمان نہیں اور مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ خیر خواہی اور وفاداری کے ساتھ گورنمنٹ کو مدد دیں۔ برطانیہ عظمیٰ کی دعا گوئی اور ثنا جوئی کریں اور پوری وفاداری و نمک حلالی کے ساتھ اس کے احسانوں کے شکر گذار رہیں۔ انگریزوں پر حملے کی صورت میں اُن پر آنچ نہ آنے دیں اور اگر کسی مسلمان طاقت سے اُن کی ان بن ہو جائے تو سرکار کی طرف سے جلتی آگ میں کود کر اپنی عقیدت مندی ثابت کریں۔

مسلمانوں کے قومی شاعر مسلمانوں کی عزت اور اعتبار انگریزوں کے دم سے ہوتے اور دنیا کا نظم ان کی عظمت کے سبب قائم ہونے کے گیت گاتے۔ وہ انگریز کو ظلِ الٰہی کہتے اور مسلم کو اذانوں میں اُن کی شان نظر آنے کی ترکیبیں باندھتے۔ حضور کے شاد رہنے کی دعائیں اُن کے دل سے نکلتیں اور فلک پر فرشتے انہیں

بادشاہ کی سلامتی کی دعائیں کرتے سنائی دیتے۔شہنشاہ کی عقیدت آفریں الفت وہ اپنے سر، سینے، دل اور جان میں ودیعت پاتے وہ عالم میں بادشاہ کا علم اونچا رہنے اور ہر ایک ملک میں اُن کے جاہ وحشم کے قیام کی تمنا ظاہر کرتے اور اس تمام مدح سرائی کو اپنے لئے ایک انعام اور عزت جانتے۔

تعلقات

مسلمانانِ ہند کے اپنے علماء اور لیڈروں کے توسط سے انگریزوں سے عام طور پر اچھے اور دوستانہ تعلقات رہے اور اچھے دوستوں کی مانند مسلمان انگریزوں کی ہر ضرورت کے وقت انکی مدد کرتے اور اُن کی ہر خوشی اور غمی میں شریک رہتے۔ ہر بڑے قومی کام میں انگریز کی سرپرستی ضروری ہوتی۔ چنانچہ دینی تعلیم کیلئے دارالعلوم کا قیام ہو یا دینوی تعلیم کے لئے کالج کا، ہر دو کا سنگ بنیاد رکھنے کیلئے انگریز حاکم ہی بلائے جاتے۔

انگریزوں کی سرکردگی میں مسلمان فوجی ملک کے اندر بھی اپنے مذہبی اور قومی بھائیوں کے خلاف جنگ کرتے اور دوسرے اسلامی ملکوں پر انگریزوں کو قبضہ دلانے میں بھی حصہ لیتے۔محاذ پر نہ پہنچنے والے اس مقصد کے لئے مالی مدد دیتے اور انگریز کی فتح پر خوشیاں مناتے۔

ہندوستان پر انگریز حکومت کی پنجاہ سالہ جوبلی ہو یا خود ملکہ کی ہر موقع پر اُن کے بال بال سے صدائے مبارک بلند ہوتی اور مبارکباد کی صدائیں دل سے نعرہ زن ہوتیں اور اظہار مسرت وعقیدت اور دعائے برکت میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کا مقابلہ شروع ہو جاتا۔مسجدوں میں پر جوش اور موثر تقریروں سے قیصرہ ہند کی برکتوں اور آسائشوں کو بیان کیا جاتا اور دعائے صحت وسلامتی قیصرۂ ہند کے لئے ہاتھ بلند کئے جاتے۔خوشی کے ساتھ غم میں بھی برابر کی شرکت تھی ملکہ وکٹوریہ کا انتقال ہوا تو شاعر مشرق کو عید کا دن محرم لگا۔ملکہ کی موت کو انہوں نے ہند کے سر سے خدا کا سایہ اٹھ جانا قرار دیا اور اقلیم دل کی شہنشاہ کے چل بسنے کے بعد روزِ عید کے مقابلے میں خدا سے موت کی تمنا کی۔

مراعات

جو کچھ مسلمانوں نے کیا وہ فرض جان کر کیا لیکن انگریز نے بھی دوستی کا حق نبھایا اور ہر مرحلے پر ان خدمات، وفاداری اور نیازمندی کے مظاہروں کو انعام واکرام سے نوازا۔

۱۸۵۷ء کے ہنگاموں میں انگریز کا ساتھ دینے والوں کو ان کی خدمات کے مطابق بڑی بڑی جاگیروں، زمینوں، وظیفوں، عہدوں، خطابات اور اسنادِ خوشنودی سے نوازا گیا۔ بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ مسلمان علماء نے جو خدمات کیں اُن کے صلے میں مربع جات اور خطابات پائے بہت سارے شمس العلماء بنے کچھ سر ہو گئے۔ کسی نے لندن سے اعزازی ڈگریاں پائیں۔ مسلمان نوابین اور روسا مزید جاگیروں اور زمینوں کے مالک بنتے رہے اور ان کی شان و شوکت میں انگریز کے دم سے ہر آن اضافہ ہوتا رہا۔

کچھ علماء انگریزوں سے ماہوار وظیفہ پاتے رہے۔ انگریز مسلم اداروں اور تنظیموں کی بھی مالی امداد اور سرپرستی کرتے رہے۔

الختصر کسی پہلو سے ہی کیوں نہ دیکھا جائے انگریزوں اور مسلم ہندوستان کے تعلقات مجموعی طور پر انتہائی خوشگوار اور دوستانہ رہے اور ان پر شاعر رسول مولوی ظفر علی خان صاحب کا یہ فخر کرنا صرف حقیقت کا اظہار ہی تھا کہ ؎

حدیث عاشق و معشوق تو سنی برسوں
تعلقات رعایا و شہریار بھی دیکھ

باب سوئم

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ اور انگریز

☆ حضرت بانئ سلسلہ اور انگریز قوم

☆ حضرت بانئ سلسلہ اور انگریز عیسائی

☆ حضرت بانئ سلسلہ اور انگریز حکومت - ۱

☆ حضرت بانئ سلسلہ اور انگریز حکومت - ۲
جو قیصر کا ہے قیصر کو دو۔

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ اور انگریز

انگریزوں کے ایک یورپی طاقت، عیسائیت کے سرپرست اور ہندوستان کے حاکم ہونے کی مختلف حیثیتوں کے مطابق ہم حضرت بانئ سلسلہ کی حیات طیبہ میں آپ کے انگریزوں سے تعلق کے مختلف رویے کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

اولاً انگریز قوم کا محض ایک بڑی یورپی طاقت ہونا آپ کو ذرہ برابر متاثر نہیں کرتا اور آپ یورپ کی تہذیب اور انگریزی طرز، وضع اور فیشن کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ انگریزوں سے میل جول میں عدم دلچسپی دکھاتے ہیں اور ملاقات کی صورت میں اپنی توجہ صرف تبلیغ دین پر مرکوز رکھتے ہیں۔ دوسری طرف اپنے کاسر صلیب ہونے کے خداداد منصب کے تحت عیسائیت کے خلاف جہاد کرتے وقت آپ اس بات کو قطعی اہمیت نہیں دیتے کہ عیسائیت نہ صرف انگریز حکومت کا مذہب ہے بلکہ عیسائیت کی ترویج و اشاعت کو انگریز حکومت اپنی حکومت کے استحکام کا ذریعہ سمجھتی ہے۔ تیسری طرف حکومت کے مذہب کی اعلانیہ نفی کے ساتھ آپ خود ارباب حکومت کو دعوت اسلام دیتے ہیں۔ حکومت سے لاتعلقی کے فاصلے پر رہ کر پوری بے باکی سے مسلمانوں کے حقوق کے لئے آواز اٹھاتے ہیں اور حکومت سے اس کے فرائض کی بجا آوری کا مطالبہ کرتے ہیں اور بلاکسی تردد کے انگریزی حکومت کے زوال اور ایک عظیم اسلامی ریاست کے قیام کی پیش خبری سناتے ہیں۔ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے انگریزوں کے ساتھ طرز عمل کے یہ سارے رخ اپنے ہم عصر مسلم زعماء کے انگریز کے ساتھ فدویانہ برتاؤ کے قطعی برعکس ہونے کے ساتھ ساتھ انگریزوں کے مفاد سے بھی براہ راست متصادم تھے۔

انگریز حکومت سے تعلقات کے بارے میں حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے حضرت مسیح ناصریؑ کے اس اصول کو بھی کہ جو قیصر کا ہے قیصر کو دو پیش نظر رکھا۔ انگریز حکومت کے دور میں گذشتہ سکھ حکومت کے برعکس مسلمانوں کو جو دینی اور دینوی آزادی ملی اور حکومت کی آزادئ مذہب کی پالیسی سے اشاعت اسلام میں جو آسانی ہوئی آپ نے ان اچھے کاموں کے لئے خدا اور رسول کی بزرگ تاکیدوں کے تحت انگریز حکومت کی تعریف فرمائی اور احسان مندی سے ان کا ذکر کیا۔ بعد میں جب آپ کے مخالف مسلمان علماء اور

عیسائی پادریوں نے آپ کو انگریز حکومت کا مخالف قرار دیکر حکومت سے شکایات کا ایک سلسلہ شروع کر دیا تو رفع شر کی انسانی کوشش کے طور پر آپ کو اپنا یہ موقف بار بار دھرانا پڑا۔ یوں اس موضوع نے آپ کی بہت سی تحریروں میں جگہ پائی۔

انگریز قوم۔ انگریز عیسائی اور انگریز حکومت سے آپ کے تعلقات کے ان تمام پہلوؤں کا جائزہ ہمارے اس حصہ مضمون کا موضوع ہے یہ جائزہ قارئین کرام کو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچائے گا کہ جہاں آپ کے ہمعصر تمام مسلم زعماء اور لیڈر انگریزوں کے خدمتگذاروں، وفاداروں اور مراعات یافتگان کی حیثیت میں نمایاں سے نمایاں مقام پر نظر آتے ہیں وہاں خود حضرت بانئ سلسلہ نہ صرف اس فہرست خاص میں آخری نمبر پر بھی شامل ہونے کی پوزیشن میں نہیں ہیں بلکہ اس کے برعکس آپ انگریزوں کے مفاد کے ایک نمایاں اور کامیاب ترین باغی کے روپ میں سامنے آتے ہیں۔

حضرت بانئ سلسلہ اور انگریز قوم

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے اسی سال ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان میں پہلی بار اپنا روپیہ کا سکہ جاری کیا جس پر ملکہ کی تصویر تھی۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے وقت آپ بعمر ۲۲ سال قادیان میں گوشہ گمنامی میں تھے اور یوں آپ کی پبلک زندگی کا تمام تر زمانہ انگریزوں کے انتہائی عروج کے دور میں گذرا۔ اس کے باوجود آپ انگریز قوم کے محض ایک یورپی طاقت ہونے سے ذرہ برابر مرعوب یا متاثر نہیں ہوئے بلکہ اس کے برعکس آپ نے ایسے لوگوں پر اتمام حجت کر کے انہیں نادم اور منفعل کرنے کے لئے اپنا قلم اٹھایا۔ جنہوں نے ''یورپ کی جھوٹی روشنی کو اپنا دیوتا'' بنا رکھا تھا۔ [1]

انگریزی تہذیب

یورپ کی تہذیب کو مجموعی طور پر آپ نے جھوٹی تہذیب [2] اور ایمانی غیوری سے بہت دور پڑی ہوئی [2] قرار دیا اور قومی تعمیر کے لئے یورپ کی اتباع اور مغربی دنیا کو قبلہ بنانے کی بڑی سختی سے ممانعت فرمائی۔ جیسا کہ ارشاد ہے:-

> ''کوئی مجھ کو یہ بتائے کہ کیا پہلے زمانے میں جب قوم بنی تھی وہ یورپ کی اتباع سے بنی تھی؟ کیا مغربی قوموں کے نقش قدم پر چل کر انہوں نے ساری ترقیاں کی تھیں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ہاں اسی طرح ترقی کی تھی تو بے شک گناہ ہوگا اگر ہم اہل یورپ کے نقش قدم پر نہ چلیں لیکن اگر ثابت نہ ہو اور ہرگز نہ ہوگا پھر کسقدر ظلم ہے اسلام کے اصولوں کو چھوڑ کر قرآن کو چھوڑ کر کہ جس نے ایک وحشی دنیا کو انسان اور انسان سے باخدا انسان بنایا۔ ایک دنیا پرست قوم کی پیروی کی جائے جو لوگ اسلام کی بہتری اور زندگی مغربی دنیا کو قبلہ بنا کر چاہتے ہیں۔ وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔''

(ارشاد ۲۲ دسمبر ۱۹۰۰ء بحوالہ ملفوظات جلد دوم ص ۱۵۶-۱۵۷ ربوہ ۱۹۶۰ء)

---

[1] اشتہار مشمولہ براہین احمدیہ حصہ سوم آخر بحوالہ روحانی خزائن جلد ا ص ۳۱۲ ربوہ ۱۹۵۸ء۔

[2] ازالہ اوہام ص ۱۲۶ از حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۳ ص ۱۱۶ الشرکتہ الاسلامیہ ربوہ ۱۹۵۸ء۔

اسی طرح آپ نے انگریزی طرز اور فیشن کو دین و مذہب کے راستے میں ایک روک سمجھا جیسا کہ فرمایا:-

''پس وہ لوگ جو انگریزی طرز اور فیشن کے دلدادہ ہیں وہ کب دین کی حدود کے اندر آنے لگے اور مذہب کی طرف بلانے والوں کی طرف ان کی رغبت ہو تو کس طرح۔''

(تقریر حضرت اقدس برموقعہ جلسہ سالانہ ۲۸ دسمبر ۱۸۹۸ء بحوالہ ملفوظات جلد اول ص ۴۴۸ الشرکتہ الاسلامیہ ربوہ ۱۹۶۰ء)

انگریزی تعلیم

انگریزی طرز تعلیم سے پہنچنے والے نقصان کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے لکھا:-

''اس زمانے کے بعض ناقص الفہم اور آزاد مشرب مسلمانوں۔۔۔۔کو انگریزی کی سوفسطائی اور مغشوش تعلیموں نے مغرور اور کور باطن کر کے فرقان مجید کے بے مثل و مانند ہونے سے جو اس کے منجانب اللہ ہونے کے لئے خاصا لازمی ہے روگردان اور منکر کر دیا ہے۔''

(براہین احمدیہ حصہ سوم بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱ ص ۲۰۵-۲۰۷ ربوہ ۱۹۵۸ء)

اسی طرح فرمایا:-

انگریزی تعلیم اور انگریزی وضع نے بھی ایک قسم کی نصرانیت پھیلا دی جبکہ سروں میں آزادی ہی آزادی کا خیال بھر گیا۔''

(تقریر حضرت اقدس ۵ اپریل ۱۹۰۲ء مندرجہ ملفوظات جلد سوم ص ۲۳۸ شائع کردہ الشرکتہ الاسلامیہ ربوہ ۱۹۶۱ء)

انگریزی زبان

اسی طرح انگریزی زبان کو بھی آپ نے عربی زبان کے بعد اور وہ بھی تبلیغ دین کی نیت سے ہی پڑھنے کی طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ خود اپنے بارے میں فرمایا:-

''اگر خدا تعالیٰ ہمیں انگریزی زبان سکھا دے تو ہم خود پھر کر اور دورہ کر کے تبلیغ کریں
اور اسی تبلیغ میں زندگی ختم کر دیں۔ خواہ مارے ہی جاویں۔''

(ارشاد ۱۴ اجون ۱۹۰۲ء مندرجہ ملفوظات جلد سوم ص ۲۹۲ الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ ۱۹۶۱ء)

باوجود اس خواہش حسنہ کے آپکو اپنی اہم دینی مصروفیات سے کبھی اتنی مہلت نہ ملی کہ انگریزی زبان کو سیکھنے کی طرف توجہ فرماتے۔ سوائے اس کے کہ آپ کی حیات طیبہ میں قیام سیالکوٹ کے زمانے میں انگریزی کی ایک دو کتابوں کے پڑھنے کا ذکر ملتا ہے۔ [1]

انگریزوں سے میل جول میں عدم دلچسپی

حضرت بانئ سلسلہ عام طور پر انگریزوں سے ملنے جلنے کے خواہش مند نہ تھے۔ زمانہ ماموریت سے پہلے اور بعد میں بھی اپنی حیات طیبّہ کے آخر تک آپ کا یہی اصول رہا۔ جیسا کہ درج ذیل واقعات سے ظاہر ہوگا۔

۱ - آپ خود تحریر فرماتے ہیں:-

'' ایک مرتبہ ایک صاحب کمشنر نے قادیان میں آنا چاہا۔ میرے والد صاحب نے بار بار مجھ کو کہا کہ ان کی پیشوائی کیلئے دو تین کوس جانا چاہیئے مگر میری طبیعت نے نہایت کراہت کی۔''

(کتاب البریہ از حضرت اقدس بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۱۸۳ حاشیہ الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ ۱۹۶۳ء)

۲ - جنوری ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے:-

امرتسر کے اسٹیشن پر ایک لیڈی جو جنرل کی بیوی تھی ولایت سے آ رہی تھی۔ ہجوم کو دیکھ کر حیران رہ گئی اور میاں معراج دین صاحب عمر سے پوچھا کہ یہ کون ہیں اور ہجوم اس قدر کیوں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ یسوع مسیح ہیں جو اپنی دوسری بعثت میں آئے ہیں۔ اس نے قریب جا کر ہاتھ ملانا چاہا مگر حضرت صاحب نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔''

(روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد ۹ ص ۱۸۱، ۱۸۲ بحوالہ تاریخ احمدیت از مولوی دوست محمد صاحب شاہد حصہ سوم ص ۲۷۴ ادارۃ المصنفین ربوہ ۱۹۶۲ء)

---

[1] سیرۃ المہدی از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب حصّہ اول ص ۱۳۷ بحوالہ قادیانی مذہب ص ۹۱۔

۳ :- وفات سے چند دن پیشتر ۸ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے حضور کی خدمت میں تحریری درخواست کی کہ ایک انگریز حضور کو ملنا چاہتا ہے جس پر حضور نے جواب دیا کہ :-

مجھے معلوم نہیں کہ کیسا اور کس خیال کا انگریز ہے بعض جاسوسی کے عہدے پر ہوتے ہیں اور بعد ملاقات خلاف واقعہ باتیں لکھ کر شائع کرتے ہیں۔ صرف یہ اندیشہ ہے۔''

(ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادق صاحب ص ۳۴۴-۳۴۵)

انگریز ملاقاتیوں کو دعوتِ حق

انگریزوں سے میل جول میں عدم دلچسپی کے سبب حضرت بانیٔ سلسلہ کی حیات مبارکہ میں اس رابطہ کے علاوہ جو بسلسلہ مذہبی معرکہ آرائی یا مقدمات تھا انگریزوں سے بالمشافہ ملاقات کے چند ہی واقعات ملتے ہیں۔ یہ ملاقاتی جس غرض سے بھی آئے ہوں آپ نے ان کو پیغام حق پہنچانا اپنا فرض جانا اور ان ملاقاتیوں میں بنیادی موضوع گفتگو ہمیشہ اسلامی تعلیمات ہی رہا۔ ایسے تمام واقعات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

۱ - ایک برطانوی سیاح مسٹر ڈی۔ ڈی۔ ڈکسن عرب کربلا اور کشمیر کی سیاحت کرتے ہوئے صرف ایک دن قیام کا پروگرام لیکر ۱۷ نومبر ۱۹۰۱ء کو قادیان آئے۔ حضرت اقدس نے مسٹر ڈکسن سے فرمایا۔

''ہماری دلی آرزو یہی ہے کہ آپ چندروز ہمارے پاس اور ٹھہریں تا کہ میں اسلام کی وہ روحانی فلاسفی جو اس زمانے میں مخفی تھی اور جو خدا نے مجھے عطا کی ہے آپ کو سمجھاؤں۔''

(ارشاد ۱۸ نومبر ۱۹۰۱ء مندرجہ ملفوظات جلد سوم ص ۱۰-۱۱ ربوہ ۱۹۶۱ء)

مسٹر ڈکسن نے معذرت چاہی چنانچہ حضرت اقدس سے انکی ملاقات اگلے دن صبح کی سیر کے دوران ہی رہی جس میں آپ نے قادیان سے چار میل دور نہر کے پل تک کے راستے میں ڈکسن صاحب کو مخاطب کر کے ایک پُر جوش تقریر میں اپنے دعویٰ کی غرض و غایت بیان فرمائی۔ [1]

۲ - ۲۱ مارچ ۱۹۰۸ء کو پنجاب کے فنانشل کمشنر سر جیمز ولسن ایک روزہ دورہ پر قادیان آئے تو حضرت اقدس سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ حضور اپنے بعض خدام کے ساتھ شام کے پانچ بجے تشریف

---

[1] اخبار الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۱ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم از مولوی دوست محمد صاحب شاہد ص ۲۰۴ ربوہ ۱۹۶۲ء۔

لئے گئے۔ ملاقات پون گھنٹہ تک رہی جس میں آپ اسلام کی خوبیوں اور اپنے سلسلہ کے اغراض و مقاصد پر گفتگو فرماتے رہے۔ آپ نے خود بتایا کہ:-

''ہم نے خوب کھول کھول کر فنانشل کمشنر کو اسلام کی خوبیاں سنائیں اور اپنی طرف سے حجت پوری کردی۔''

(سیرت احمد از مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری ص ۱۶۱ ۲ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم ص ۵۳۳)

۳ - انگلستان کے ایک ماہر ہیئت دان پروفیسر کلیمنٹ ریگ نے ہندوستان کی سیاحت کے دوران حضرت اقدس کے مخلص خادم حضرت مفتی محمد صادق صاحب سے آپ کے دعاوی پر اطلاع پا کر ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا۔ چنانچہ ۱۲ مئی ۱۹۰۸ء کو قبل ظہر اُن کو شرف ملاقات نصیب ہوا۔ مسٹر ریگ کے ساتھ ایک لیڈی بھی تھی۔ انہوں نے بہت سے سوالات کئے اور حضرت کے جوابات سن کر کہا ''مجھے ہر طرح سے اطمینان ہو گیا اور یہ اطمینان دلانا خدا کے نبی کے سوا کسی میں نہیں۔'' [۱]

۱۸ مئی کو مسٹر ریگ مزید سوالات کے ساتھ دوبارہ حاضر خدمت ہوئے حضور نے ہر سوال کے جواب میں ایسی جامع وضاحت فرمائی کہ بول اٹھے کہ ''میں تو خیال کرتا تھا کہ سائنس اور مذہب میں بڑا تضاد ہے جیسا کہ عام طور پر علماء میں جانا گیا ہے مگر آپ نے تو اس تضاد کو بالکل مٹا دیا ہے۔'' [۲]

پروفیسر اس ملاقات کے اثر سے بعد میں احمدی مسلمان ہو گئے تھے اور تاحیات اسلام پر قائم رہے۔ [۳]

---

[۱] اخبار بدر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء ص ۱ کالم ۲ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم ص ۵۴۲۔

[۲] اخبار الحکم ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء ص ۴-۷ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم ص ۵۴۲۔

[۳] تاریخ احمدیت جلد سوم ص ۵۴۳ از مولوی دوست محمد شاہد صاحب ربوہ ۱۹۶۲ء۔

حضرت بانئ سلسلہ اور انگریز عیسائی

انگریزوں کی تہذیب وتمدن کے بارے میں آپ کا اشارۃً اظہارِ ناپسندیدگی، اُن کے مذہب کے معاملے میں کھلم کھلا مخالفت میں بدل جاتا ہے۔ آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے کاسرِ صلیب کے منصب پر فائز ہونے کے دعویدار تھے اور اس حیثیت میں آپ کا مشن انگریزوں کے اس مشن سے سراسر متصادم اور متضاد تھا جو وہ ہندوستان میں عیسائیت کے کامل غلبہ کے لئے رکھتے تھے اور حکومت کی پشت پناہی کے ساتھ جسطرح اس کے حصول کیلئے مسلسل کوشاں تھے۔ انگریز حکومت کے نزدیک ہندوستان میں عیسائی ان کی سلطنت کے استحکام کا ذریعہ تھا۔ اس کے بالمقابل حضرت سلسلہ احمدیہ خود عیسائیت ہی کے کلی خاتمے کی خدائی تقدیر کا برملا اظہار کر رہے تھے اور اس مقصد کے حصول کے لئے ہر دم میدان جہاد میں تھے۔ آپ نے عیسائی پادریوں کے اسلام پر حملوں کا آگے بڑھ کر دفاع کیا اور عیسائیت پر اتنی شدت سے جوابی حملے کئے کہ عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔ مزید برآں آپ نے ردِّ عیسائیت کے لئے ایک ایسا مستقل علمی اسلحہ خانہ تخلیق کیا جس کے ذریعہ آج تمام دنیا میں جماعت احمدیہ کے ہاتھوں عیسائیت کے خلاف کامیاب جہاد ہو رہا ہے۔ عیسائیت سے اس مقابلہ کے پہلو بہ پہلو آپ نے انگریز عیسائیوں کو مثبت رنگ میں دعوت اسلام کے لئے بھی مسلسل مساعی فرمائی اس تمام جدوجہد کا ایک مختصر سا جائزہ درج ذیل ہے۔

حضرت بانئ سلسلہ کا انگریزوں سے متضاد اور متصادم مشن

انگریز حکومت کا مشن۔ عیسائیت کا غلبہ

گذشتہ ابواب میں ہم پوری وضاحت سے یہ جان چکے ہیں کہ انگریزوں کا ہندوستان پر قبضہ کا مقصد یہاں انجام کار عیسائیت کا کامل غلبہ اور یسوع مسیح کی حکومت تھی۔ اپنے رنگ میں ہندوستان میں مذہبی اصلاح کا مقصد اول دن سے ان کے پیش نظر تھا۔ ہندوستان کو عیسائی بنانا ایک ایسا خاص مشن اور اہم کام تھا جس کو انگریز اپنا فرض ہی نہیں مفاد بھی گردانتے تھے۔ وہ ہر نئے ہونے والے عیسائی کو ایمپائر کے استحکام کا ذریعہ سمجھتے اور سلطنت کا تحفظ پورے ملک کے عیسائی ہو جانے میں دیکھتے۔

اپنے اس مشن کے اعلانیہ اظہار میں برطانیہ کے وزیر اعظم، برطانوی کابینہ کے وزیر ہند، ہندوستان کے انگریز وائسرائے، گورنر جنرل، صوبوں کے لیفٹیننٹ گورنر اور دیگر ماتحت افسر برابر کے شریک تھے اور عملاً اس کے حصول میں ہر آن کمر بستہ اور کوشاں تھے۔

اس مقصد کے حصول کے لئے بھرپور مساعی کے بعد اس سے حاصل ہونے والے خوشکن نتائج سے مزید حوصلہ پاکر انگریزوں نے نہ صرف ہندوستان کے عیسائی ہو جانے بلکہ ایک عالمگیر عیسائی حکومت کے قیام کے دعوے کرنے شروع کر دیئے تھے اور وہ اپنے حسابوں اسلام کے احیاء کے کسی بھی امکان کو رد کر چکے تھے۔

حضرت بانئ سلسلہ کا مشن۔عیسائیت کا خاتمہ

اسلام اور اہل اسلام کیلئے مایوسی کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں خدائی مشیت کے تحت حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ ایک سراسر متضاد اور متصادم مشن کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔آپ اسلام کے مقابلہ میں عیسائیت کی تبلیغ کی ہمہ قسم کی کاروائیوں کو سحر فرنگ کا قائم کردہ موم کا ایک بت قرار دیتے ہیں اور اپنے آپ کو جادوئے فرنگ کے اس بت کو توڑنے پر خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور۔ [۱] آپ نے اپنی بعثت کی غرض ہی صلیب کا توڑنا قرار دیا۔جیسا کہ فرمایا:-

> ''مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے۔سو میں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔میں آسمان سے اترا ہوں اُن پاک فرشتوں کے ساتھ۔۔۔۔اور ان کے ہاتھ میں بڑی بڑی گُرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔''

(فتح اسلام بحوالہ روحانی خزائن جلد ۳ ص ۱۱ حاشیہ ربوہ ۱۹۵۸ء)

عیسائیت کے خاتمہ کی بنیاد

حضرت بانئ سلسلہ نے عیسائی پادریوں کو دجّال قرار دیا اور اپنا کام قتل دجال۔۔۔۔دجال کے قتل اور عیسائیت کے خاتمے کی بنیاد آپ کا عیسائیوں کے مزعومہ خدا حضرت مسیح ناصریؑ کی وفات کا اعلان اور اس

[۱] فتح اسلام بحوالہ روحانی خزائن جلد ۳ ص ۶ ربوہ ۱۹۵۸ء۔

کے ثبوت میں نا قابل تردید دلائل اور شواہد کا ظاہر فرمانا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے اس مقصد کے حصول کیلئے آپ نے مسلسل خدا کے حضور دعائیں کیں اور اللہ تعالیٰ سے علم پا کر عیسائیت کے خاتمے کی خدائی تقدیر کا اعلان عام فرمایا۔

عیسائی پادریوں کو دجال قرار دینا

عیسائی پادریوں کو دجال قرار دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:-

۱ - ''اس زمانے کے پادریوں کی مانند کوئی اب تک دجال پیدا نہیں ہوا اور نہ قیامت تک پیدا ہوگا۔''

(ازالہ اوہام بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر۳ ص ۳۶۲ ربوہ ۱۹۵۸ء)

۲ - ''درحقیقت یہی لوگ (انگریز پادری) دجال معہود ہیں۔''

(ازالہ اوہام بحوالہ روحانی خزائن جلد ۳ ص ۴۷۰ ربوہ ۱۹۵۸ء)

۳ - ''یہ بات کسی پہلو سے درست نہیں ٹھہر سکتی کہ حال کے پادریوں کے سوا اور بھی دجال ہے جو ان سے بڑا ہے۔''

(انجام آتھم بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۱ ص ۴۷ ربوہ ۱۹۶۳ء)

اور عیسائی پادریوں کو دجال کہنے کے ساتھ دجال کے قتل کو آپ نے اپنے خاص کاموں میں شمار کیا۔ جیسا کہ فرمایا:-

''مسیح موعود کا خاص کام کسرِ صلیب اور قتل دجال اکبر ہے''

(انجام آتھم بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۱ ص ۴۷ ربوہ ۱۹۶۳ء)

عیسائیوں کے خدا کی موت کا اعلان

عیسائیت کے خاتمے کے لئے بنیادی حملہ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کا عیسائیوں کے مزعومہ خدا کا انتقال ہو کر زیر زمین ہونے کا اعلان تھا۔ حضرت عیسٰی کے وفات یافتہ ثابت ہوتے ہی کفارہ اور الوہیت مسیح کے عقائد پر تعمیر عیسائیت کی پوری عمارت زمین پر آن رہتی ہے اسی پس منظر میں آپ نے فرمایا:-

"یقیناً سمجھو کہ جب تک اُن کا خدا فوت نہ ہو اُن کا مذہب بھی فوت نہیں ہوسکتا۔۔۔۔ان کے مذہب کا ایک ہی ستون ہے اور وہ یہ ہے کہ اب تک مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ بیٹھا ہے اس ستون کو پاش پاش کرو پھر نظر اُٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دنیا میں کہاں ہے۔"

(ازالہ اوہام۔بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر۳ ص ۴۰۲ ربوہ ۱۹۵۸ء)

اس اعلان کے بعد تاریخی اور واقعاتی شواہد کے ملنے پر آپ نے حضرت عیسیٰ کے صلیب سے زندہ اتر آنے سفر کشمیر اور وہاں ان کی قبر ہونے کے انکشاف بھی فرمائے۔

اس باب میں حرفِ آخر آپ کا یہ ارشاد ہے کہ:-

"عیسیٰ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے"

(بدر ۱۱ جون ۱۹۰۸ء ص ۷)

عیسائیت کے خاتمے کے لئے دُعائیں

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ عیسائیت کے خلاف عملی جدوجہد، خدا تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دُعاؤں کے ساتھ کرتے ہیں۔ ان دُعاؤں میں آپ نے انتہائی دردِ دل سے عیسائیت کے فتنہ سے نجات کیلئے خاص تائیدِ حق اور نصرتِ الٰہی کیلئے التجائیں کی ہیں۔اس قلبی کیفیت کا اندازہ آپ کی ایک عربی نظم کے درج ذیل چند اشعار سے بخوبی ہوسکتا ہے۔

یَا ربِّ خُذْهُمْ مِثْلَ اَحَدِکَ مُفْسِدا
اے خدا توان کو پکڑ جیسا کہ تو ایک مفسد کو پکڑتا ہے

قَدْ اَفْسَدَ الْاٰفَاقَ طُوْلُ زَمَانِهِمْ
ان کے طولِ زمانہ نے دنیا کو بگاڑ دیا

اَدْرِکْ رِجَالاً یَاقَدِیْرُوَ نِسْوَۃً
اے قادر تو اپنے رحم سے مردوں اور عورتوں کی جلد خبر لے

رَحْمًا وَنَجِّ الْخَلْقَ مِنْ طَوْفَانِهِمْ
اور مخلوق کو اس طوفان سے نجات بخش

یَارَبِّ اَحْمَدَ یَا اِلٰهَ مُحَمَّدٍ
اے احمدؐ کے رب اے محمد ﷺ کے الٰہ

اعصِمْ عِبَادَکَ مِنْ سُمُومِ دُخَانِهِم
اپنے بندوں کو ان کے دھوؤں کی زہروں سے بچالے

یَارَبِّ سَحِّقْهُمْ کَسُحْقِکَ طَاغِیاً
اے میرے رب انکو ایسا پیس ڈال جیسا کہ تو ایک طاغی کو پیستا ہے

وَانْزِلْ بِسَاحَتِهِمْ لِهَدْمِ مَکَانِهِمْ
اور انکی عمارتوں کو مسمار کرنے کیلئے انکے صحن خانہ میں اتر آ

یَـا رب اَرِنِـیْ یـومَ کَسْـرِ صَلِیْبِهِـمْ　　　یَـارب سَـلِـطِـنِـیْ عـلٰی جُـدُ رَانِهِـمْ

اے میرے رب صلیب کا ٹوٹنا مجھے دکھلا　　　اے میرے رب اُنکی دیواروں پر مجھ کو مسلط کر

(نورالحق حصہ اوّل بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۸ ربوہ ۱۹۶۱ء)

عیسائیت کے خاتمے کی خدائی تقدیر کا اعلان عام

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے عیسائیت کے خاتمے کو اپنا مشن قرار دیا اور اس باب میں خدا تعالیٰ سے علم پا کر عیسائیت کے خاتمے اور اسلام کے عالمگیر غلبہ کی خدائی تقدیر کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

''آخر توحید کی فتح ہے غیر معبود ہلاک ہونگے اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے۔ مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئے گی اور نیز اس کا بیٹا اب ضرور مرے گا۔۔۔۔ کوئی ان کو بچا نہیں سکتا اور وہ تمام خراب استعدادیں بھی مریں گی جو جھوٹے خداؤں کو قبول کر لیتی تھیں۔ نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا۔۔۔۔ قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہونگی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کند ہوگا۔ جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کردے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں۔ ملکوں میں پھیلے گی اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کردے گا۔ لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کی روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔''

(اشتہار مورخہ ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۳۰۴-۳۰۵ ربوہ ۱۹۷۲ء)

آپ نے اس سلسلہ میں مزید اعلان فرمایا کہ:-

''جھوٹے خدا کے لئے اتنا ہی غنیمت ہے کہ اس نے ایک ہزار نو سو برس تک اپنی خدائی کا سکّہ قلب چلا لیا۔ آگے یاد رکھو کہ یہ جھوٹی خدائی بہت جلد ختم ہونے والی ہے وہ دن آتے ہیں کہ عیسائیوں کے سعادتمند لڑکے سچے خدا کو پہچان لیں گے اور پرانے بچھڑے ہوئے وحدہٗ لاشریک کو روتے ہوئے آملیں گے۔''

(سراج منیر طبع اول ۲۴ مارچ ۱۸۹۷ء بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۲ ص ۶۶ ربوہ ۱۹۶۳ء)

عیسائیت کے خاتمے کے اس مشن میں جس طرح آپ کی حیات طیبہ کی ہر گھڑی صرف ہوئی اس کا بیان ایک عظیم دفتر کا متقاضی ہے اس وقت ہم اس مہم کے صرف درج ذیل تین پہلوؤں کا کسی قدر ذکر کریں گے۔

۱ - عیسائی پادریوں کے اسلام پر حملوں کی روک تھام اور جوابی حملے۔
۲ - ردِّ عیسائیت کیلئے ایک مستقل علمی اسلحہ خانہ کی تخلیق۔
۳ - انگریز عیسائیوں کو تبلیغ اسلام۔

عیسائی پادریوں کے اسلام پر حملوں کی روک تھام اور جوابی حملے

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ اپنی ابتدائی حیات طیبہ ہی میں عیسائیت سے مقابلہ کے لئے محاذ قائم فرما چکے تھے لیکن عیسائیت کے علمبرداروں سے دو بدو مقابلہ اور اسلام پر ان کے حملوں کی روک تھام کے لئے پر جوش حملہ آورانہ انداز میں جواب دینے کا ایک لاثانی دور آپ کے خدا تعالیٰ کی طرف سے مقام ماموریت پر فائز ہونے پر شروع ہوا۔ اس اعلان جنگ کے ساتھ کہ ''یہ مقام دارالحرب ہے پادریوں کے مقابلے میں''[۱] آپ نے اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کا خواہ وہ کسی ہندوستانی پادری کی ہو یا انگریز پادری کی اور خواہ وہ ہندوستان کی سرحد میں ہو یا یورپ و امریکہ میں، تعاقب کیا اور عیسائی بڑوں کو روحانی نشان نمائی، مذاکرہ، مناظرہ اور مباہلہ غرضیکہ ہر میدان میں للکارا نیز انہیں مقابلہ پر آمادہ و تیار کرنے کے لئے ہر طرح چیلنج دیئے اور انعامات کی پیشکش فرمائی۔

۱؎ الحکم ۱۷ جون ۱۹۰۲ء ص ۲

آپ کی جانب سے عیسائیوں کو یہ دعوت مقابلہ ہمیشہ قائم رہی ۔۔

''اٹھو عیسائیو! اگر کچھ طاقت ہے تو مجھ سے مقابلہ کرو''

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۲ اص ۳۷۴ ربوہ ۱۹۶۳ء)

لیکن ساتھ ہی آپ نے یہ اعلان بھی فرمایا کہ عیسائی پادری آپ سے مقابلہ میں عاجز رہیں گے چنانچہ ارشاد ہوا کہ :-

''مجھے خدا نے اپنی طرف سے قوت دی ہے کہ میرے مقابل پر مباحثہ کے وقت کوئی پادری ٹھہر نہیں سکتا اور میرا رعب عیسائی علماء پر خدا نے ایسا ڈال دیا ہے کہ اُن کو طاقت نہیں رہی کہ میرے مقابل پر آسکیں ۔ کیونکہ خدا نے مجھے روح القدس سے تائید بخشی ہے اور اپنا فرشتہ میرے ساتھ کیا ہے اس لئے کوئی پادری میرے مقابل پر آ ہی نہیں سکتا۔''

(تحفہ نورویہ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۷ اص ۱۴۹-۱۵۰ ربوہ ۱۹۶۵ء)

اور یہی ہوا ۔ جتنے بھی عیسائی زعماء نے مقابلہ پر آنے کی ہمت کی انکی انجام کا ہزیمت وشکست تاریخ کا حصہ بن گئی ۔ آپ کی حیات طیبہ میں سے عیسائیت سے مقابلہ سے متعلق چند واقعات ہم ترتیب وار ذیل میں درج کرتے ہیں ۔

قبل از ماموریت کا ابتدائی محاذ

حضرت اقدس ابتدائے عمر ہی سے عیسائیت کے خطرے سے آگاہ و ہوشیار تھے چنانچہ خود فرماتے ہیں :-

''میں سولہ سترہ برس کی عمر سے عیسائیوں کی کتابیں پڑھتا ہوں اور ان کے اعتراضوں پر غور کرتا ہوں میں نے اپنی جگہ ان اعتراضوں کو جمع کیا ہے جو عیسائی آنحضرت ﷺ پر کرتے ہیں ۔ ان کی تعداد تین ہزار کے قریب پہنچتی ہے۔''

(الحکم جلد ۵ نمبر ۱۶ بحوالہ تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد صاحب شاہد جلد اول ص ۵۷ ربوہ ۱۹۶۱ء)

یہ بھی ایک خدائی تقدیر تھی کہ آپ کی طرف سے عیسائیت کے خلاف عملی اقدامات کا سلسلہ

سیالکوٹ کی زمین سے شروع ہوا۔ جہاں عیسائیوں نے ایک دفاعی اسکیم کے تحت فوجی افسروں کے مشورے اور ایما پر عیسائی مشن قائم کیا تھا۔

حضرت بانی سلسلہ ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۸ء کے دوران سیالکوٹ میں قیام پذیر تھے۔ اس عرصہ میں آپ نے عیسائیت کے جن مقامی نمائندوں سے اسلام کی حقانیت پر تبادلہ خیالات فرمایا ان میں مشن اسکول کے ہیڈ ماسٹر ایک دیسی پادری الائشہ اور اسکاچ مشن کے نامی گرامی اور فاضل پادری بٹلر ایم۔ اے شامل ہیں۔ [۱] اس کے علاوہ عیسائیت کے خلاف آپ کا علم کلام اور مسکت اور معقول دلائل کی اشاعت ایک اخبار ''وزیر ہند'' کے ذریعہ ہوئی جس کے مدیر مرزا امراد بیگ صاحب جالندھری اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور جو کچھ فیض پاتے اُسے اپنے رنگ میں اخبار میں درج کر دیتے۔ [۲]

بعد میں آپ کے واپس قادیان آجانے سے عیسائیت کے خلاف یہ محاذ بھی یہاں منتقل ہو گیا عیسائیت کے خلاف آپ کی سرگرم شخصیت کے فیضان کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگرچہ عیسائی مشنری پادری بیٹ مین وغیرہ قادیان آتے اور بازاروں میں وعظ کرتے تھے لیکن وہ اس بات سے مایوس تھے کہ قادیان میں بھی کوئی شخص عیسائی ہو جائے گا۔ قادیان کے بھائی کشن سنگھ کے بارے میں پادری صاحب کو یہ توقع پیدا ہوئی کہ وہ عیسائی ہو جائے گا لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ وہ حضرت مسیح موعود سے راہ و رسم رکھتا ہے تو اس نے صاف کہہ دیا کہ کشن سنگھ کے خیالات مرزا صاحب نے بگاڑ دیئے ہیں۔ [۳]

قریب ہی بٹالہ کے ایک منشی نبی بخش صاحب پٹواری کو آپ نے تردید عیسائیت میں بعض الزامی اور تحقیقی جواب سکھائے اور جب بٹالہ کے ایک مولوی قدرت اللہ صاحب عیسائی ہو گئے تو آپ نے انہی منشی صاحب کو مولوی صاحب کو واپس اسلام میں لانے کیلئے کوشش کا تاکیدی ارشاد کیا اور فرمایا تم جا کر کوشش کرو میں دعا کروں گا آپ کی قیمتی نصائح اور ہدایات پر عمل کے نتیجے میں بالآخر مولوی قدرت اللہ دوبارہ مسلمان ہو گئے۔ [۴]

---

[۱] تاریخ احمدیت جلد اول از مولوی دوست محمد صاحب شاہد ص ۱۱۳ ربوہ ۱۹۶۱ء۔

[۲] تاریخ احمدیت جلد اول از مولوی دوست محمد صاحب شاہد ص ۱۱۴ ربوہ ۱۹۶۱ء۔

[۳] حیات احمد جلد اول نمبر سوم از حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ص ۲۷۴۔

[۴] تاریخ احمدیت جلد اول از مولوی دوست محمد صاحب شاہد ص ۱۳۵-۱۳۶ ربوہ ۱۹۶۱ء۔

نشان نمائی کی پہلی دعوت

۱۸۸۲ء میں شائع ہونے والی اپنی پہلی تصنیف براہین احمدیہ میں آپ نے سچائی اور راستی سے خداتعالیٰ کے طالبوں کو نشان نمائی کی پہلی دعوت دیتے ہوئے اول نمبر پر پادریوں کو مخاطب فرما کر یہ دعوت دی کہ:-

''اپنے تمام تکبروں اور غروروں اور نفاقوں اور دنیا پرستیوں اور ضدّوں اور خصومتوں سے بکلی پاک ہو کر فقط حق کا خواہاں اور حق کا جویاں بن کر ایک مسکین اور عاجز اور ذلیل آدمی کی طرح سیدھا ہماری طرف چلا آوے اور پھر صبر اور برداشت اور اطاعت اور خلوص کو صادق لوگوں کی طرح اختیار کرے تا انشاء اللہ اپنے مطلب کو پاوے۔''

(براہین احمدیہ حصہ سوم حاشیہ ۱۱ص ۲۷۴-۲۷۵ بحوالہ روحانی خزائن جلد ا ربوہ ۱۹۵۸ء)

نشان نمائی کی عالمگیر دعوت

۱۸۸۵ء میں آپ نے مذاہب عالم کے سربرآوردہ، لیڈروں اور مقتدر رہنماؤں کو الٰہی بشارتوں کے تحت نشان نمائی کی عالمگیر دعوت دی۔[1] اس دعوت کی عالمگیر اشاعت کی گئی اور آپ نے اس زمانے کی کوئی نامور اور معروف شخصیت ایسی نہیں چھوڑی جس تک یہ خدائی آواز نہ پہنچائی ہو۔[2]

اس دعوت کو جن لوگوں نے بظاہر قبول کیا اُن میں ایک پادری سوفٹ بھی تھے۔ آپ نے پادری صاحب کی پیش کردہ شرائط کے جواب میں جو خط لکھا اس کے آخر میں انہیں خدائے کامل و صادق کی قسم دیتے ہوئے غیرت دلائی کہ:-

''آپ ضرور تشریف لاویں ضرور آئیں اگر وہ قسم آپ کے دل پر مؤثر نہیں تو پھر اتمام الزام کی نیت سے آپ کو حضرت مسیح کی قسم ہے کہ آپ آنے میں ذرا توقف نہ کریں تا حق اور باطل میں جو فرق ہے وہ آپ پر کھل جائے۔''

(مکتوبات احمدیہ جلد سوم مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ص ۱ تا ۱۰ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم از مولوی دوست محمد صاحب شاہد ص ۹۳ ربوہ ۱۹۵۹ء)

---

[1] مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۲۰ تا ۲۲ بحوالہ تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد صاحب شاہد جلد دوم ص ۷۹۔

[2] سیرۃ المہدی حصہ دوم ص ۱۳، ۱۴، بحوالہ تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد صاحب شاہد جلد دوم ص ۸۰۔

نشان نمائی کی دعوت بشرطِ انعام

نشان نمائی کی گذشتہ دعوت پر اتمام حجت کیلئے آپ نے ستمبر ۱۸۸۶ء میں مخالفین اسلام بشمول مسٹر عبداللہ آتھم، پادری عمادالدین اور پادری ٹھاکر داس کو ایک بار پھر چالیس دن میں نشان دیکھنے کی دعوت دی اور بصورت ناکامی پانچ سو روپیہ نقد انعام کی پیشکش بھی کی۔ [۱]

پادری کی دعوت مقابلہ قبول اور فتح

مئی ۱۸۸۶ء میں بٹالہ میں ایک پادری فتح مسیح کی طرف سے روحانی مقابلہ کی دعوت پر آپ نے اسی دن بذریعہ اشتہار یہ اعلان حق فرمایا:-

''چونکہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ عیسائی کلیسیا برکت اور قبولیت اور ایمانداری کے پھلوں سے بالکل خالی ہے اور سارا گذارا لاف وگزاف اور یاوہ گوئی پر ہے اور تمام برکتیں اسلام ہی سے خاص ہیں۔ اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ اس لاف وگزاف کی اصلیت ظاہر کرنے کے لئے اور نیز یہ بات پبلک کو دکھانے کیلئے کہ کہاں تک عیسائیوں میں دروغگوئی اور بے باکی نے رواج پکڑلیا ہے اِسے بالمقابل کرامت نمائی کے لئے اجازت دی جائے تا سیہ روئے شود ہر کہ دروغش شود''

(اشتہار ۱۸ مئی ۱۸۸۸ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۱۴۶ ربوہ ۱۹۷۱ء)

انجام کار پادری صاحب نے برسرِ عام کسی بھی نشان دکھانے سے انکار کر کے اپنی شکست کا اعتراف کیا۔

یورپین پادریوں پر اتمام حجت

دیسی پادری فتح مسیح کی شکست کے بعد حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے بٹالہ مشن کے انچارج یورپین پادری وائٹ بریجنٹ پر خصوصاً اور دوسرے یورپین پادریوں پر عموماً اتمام حجت کے لئے جون ۱۸۸۸ء میں ایک اشتہار بعنوان ''پادری وائٹ بریجنٹ صاحب پر اتمام حجت اور میاں فتح مسیح کی دروغگوئی کی کیفیت'' [۲]

---

[۱] مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۱۱۸ تا ۱۲۰ بحوالہ تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص ۲۹۴ ربوہ ۱۹۵۹ء۔

[۲] مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۱۵۰-۱۵۲ ناشر الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ ۱۹۷۱ء۔

سامع کر کے روحانی مقابلہ کی زبردست دعوت دی آپ نے اس غرض سے ایک ماہ تک بٹالہ میں قیام بھی فرمایا۔ پادری بریجنٹ اس مقابلہ کے لئے آمادہ نہ ہوئے اور اسلام کو عیسائیت کے خلاف ایک اور فتح ہوئی۔

پادریوں کو دعوتِ مذاکرہ

۲۰ مئی ۱۸۹۱ء کو آپ نے ایک اشتہار بمقابلہ پادری صاحبان شائع فرمایا۔ جس میں آپ نے عقیدہ حیات مسیح کو عیسائی مذہب کے بنیادی ستون اور اس کے ٹوٹ جانے سے تمام یورپ وایشیا اور امریکہ کا مذہب توحید میں داخل ہو جانا ذکر فرما کر پادری صاحبان کو اس مسئلے پر اپنے آپ سے گفتگو کی دعوت دی اور اعلان فرمایا کہ:-

"خداتعالیٰ نے میرے پر ثابت کردیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم ہمیشہ کیلئے فوت ہو چکے ہیں اور اس قدر ثبوت میرے پاس ہیں کہ کسی منصف کو بجز ماننے کے چارہ نہیں۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اول ص۲۲۴ ربوہ ۱۹۷۱ء)

عیسائیوں کو مباحثہ اور مباہلہ کی دعوت

مئی ۱۸۹۳ء کو کتاب حجۃ الاسلام کے ذریعہ آپ نے ڈاکٹر ایچ مارٹن کلارک صاحب اور بعض دوسرے عیسائی صاحبوں کو اس عظیم الشان دعوت کے لئے بلایا کہ دنیا میں زندہ اور بابرکت اور آسمانی روشنی اپنے اندر رکھنے والا مذہب صرف اسلام ہی ہے اس کتاب میں آپ نے عیسائیوں کو صداقت اسلام کے اظہار کیلئے مباحثہ اور مباہلہ کی دعوت بھی دی۔

جنگِ مقدس

امرتسر کے انچارج مشن ڈاکٹر ہنری کلارک نے مسلمانوں کو یہ تحریری چیلنج دیا کہ "اے اہل اسلام جنڈیالہ! اپنے علماء اور بزرگان دین کو میدان میں لاکر دین حق کی تحقیق کریں۔ ورنہ آئندہ سوال کرنے سے خاموش ہو جائیں۔" علاقہ کے ایک غیور مسلمان نے دیگر علماء کے ساتھ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کو بھی خط لکھا کہ "آں جناب اہل اسلام جنڈیالہ کی مدد فرمائیں" خط پڑھ کر آپ نے فرمایا۔ "خدا تعالیٰ نے ہمارے

لئے ایک شکار بھیجا ہے'' [۱] بعدازآں یہ مباحثہ ۲۲ مئی سے ۵ جون ۱۸۹۳ء تک امرتسر میں منعقد ہوا۔ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے بھی نفس نفیس شرکت فرمائی جبکہ عیسائیوں کے مناظر عبداللہ آتھم اور معاون پادری جے۔ایل ٹھاکرداس، پادری عبداللہ اور پادری ٹامس ول صاحب قرار پائے۔

اس مباحثہ کی تفصیلات آپ کی کتاب جنگ مقدس میں چھپی ہوئی موجود ہیں جو عیسائی مناظر پر آپ کی جیت کی گواہ ہیں۔

عیسائی مناظر کے انجام کے بارے میں پیشگوئی

مباحثہ کے آخری دن حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے خدا سے علم پاکر یہ زبردست پیشگوئی فرمائی کہ اس بحث میں سچے خدا کو چھوڑنے والا فریق پندرہ ماہ میں ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔اس پیشگوئی کے عین مطابق عیسائی مناظر عبداللہ آتھم پر مباحثہ کے فوراً بعد ہی ذہنی انتشار اور مخبوط الحواسی کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور اس کی اسلام کے خلاف بڑھ بڑھ کر بولنے والی زبان بالکل خاموش ہوگئی یوں اس نے پیشگوئی میں مذکور شرط سے فائدہ اٹھا کر کچھ مہلت اور پائی۔

بعد میں جب مخالفین کی جانب سے آتھم کے رجوع الی الحق کی حقیقت کو چھپا کر مخالفانہ غوغا آرائی بہت کی گئی تو حضرت بانئ سلسلہ نے اس بات کے لئے کہ آتھم قسم اٹھاوے کہ وہ تثلیث کے عقیدے سے متزلزل نہیں ہوا۔انعامی چیلنج دیا۔یہ چیلنج ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کو ایک ہزار روپیہ کے انعام کے ساتھ دیا گیا۔پھر ۲۰ ستمبر، ۱۵ اکتوبر اور ۲۷ اکتوبر کو انعامی رقم الترتیب دو، تین اور چار ہزار تک بڑھا کر دہرایا گیا اور آپ نے یہ پیشگوئی بھی فرمائی کہ:-

> ''ہمارے خدا کی ضرور یہ قدرت ظاہر ہوگی کہ اس قسم والے برس میں ہم نہیں مریں گے لیکن اگر آتھم صاحب نے جھوٹی قسم کھائی تو ضرور فوت ہوجائیں گے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۶۳ ربوہ ۱۹۷۲ء)

آخری اشتہار میں آپ نے لکھا:-

---

[۱] تاریخ احمدیت جلد دوم از مولوی دوست محمد صاحب شاہد ص ۲۱۲، ۲۱۳، ۳۱۳ ربوہ ۱۹۵۹ء۔

''اگر قسم نہ کھاویں تو پھر بھی خدا تعالیٰ ایسے مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑے گا۔ جس نے حق کا اخفا کر کے دنیا کو دھوکہ دینا چاہا۔'' ۱؎

ان پیشگوئیوں کے مطابق عیسائیت کے نمائندے مسٹر عبداللہ آتھم ۲۷ جولائی ۱۸۹۹ء کو فیروز پور میں وفات پا کر اسلام کی فتح کا نشان بن گئے۔

عیسائی پادریوں کو روحانی مقابلہ کی انعامی دعوت

عیسائی پادریوں کو بالخصوص مخاطب کرتے ہوئے آپ نے ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار ۲؎ کے ذریعہ اسلام کے زندہ مذہب ہونے کا پرشوکت چیلنج دیا اور اس روحانی مقابلہ کے لئے چالیس دن مقرر فرمائے کچھ ہی دن بعد ۲۸ جنوری کو ایک انعامی اشتہار ۳؎ شائع فرمایا۔ جس میں کسی بھی پادری کو جو آپ کی پیشگوئیوں اور نشانوں کے مقابلے میں یسوع مسیح کی پیشگوئیوں اور نشانات کو قوی تر ثابت کر سکے ایک ہزار روپیہ نقد کی پیشکش کی آپ کے ان پے در پے حملوں سے گھبرا کر پادریوں نے یہ عذر تراشا کہ انجیل کی رو سے جھوٹے رسول اور جھوٹے مسیح بھی ایسے بڑے نشان دکھلا سکتے ہیں۔ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر دیں۔ ۴؎ آپ نے ۲۸ فروری کو ایک اور اشتہار کے ذریعہ اس بہانہ کا رد فرمایا۔ ۵؎

عیسائیوں کے نام عظیم الشان انعامی چیلنج

۱۸۹۸ء کے آغاز میں آپ نے عیسائیوں کے نام ایک عظیم الشان چیلنج اپنی تصنیف ''کتاب البریہ'' میں بایں الفاظ دیا۔

۱؎ مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۱۰۶ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم از مولوی دوست محمد صاحب شاہد ص ۳۴۲۔

۲؎ مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۳۰۴ تا ص ۳۱۳ ربوہ ۱۹۷۲ء۔

۳؎ مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۳۱۷۔ ربوہ ۱۹۷۲ء۔

۴؎ کرسچین ایڈووکیٹ، بحوالہ اخبار عام ۲۳ فروری ۱۸۹۷ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم ص ۴۱۲۔

۵؎ مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۳۲۸، ۳۳۲ ربوہ ۱۹۷۲ء۔

''بھلا اس سید الکونین ﷺ کی تو شان عظیم ہے ذرا انصافاً پادری صاحبان ان میرے الہامات کو ہی انصاف کی نظر سے دیکھیں اور پھر خود ہی منصف ہو کر کہیں کہ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر ایسے کلمات سے خدائی ثابت ہوسکتی ہے تو یہ میرے الہامات یسوع کے الہامات سے بہت زیادہ میری خدائی پر دلالت کرتے ہیں اور اگر خود پادری صاحبان سوچ نہیں سکتے تو کسی دوسری قوم کے تین منصف مقرر کر کے میرے الہامات اور انجیل میں سے یسوع کے وہ کلمات جن سے اس کی خدائی سمجھی جاتی ہے اُن منصفوں کے حوالے کریں۔ پھر اگر منصف لوگ پادریوں کے حق میں ڈگری دیں اور حلفاً یہ بیان کردیں کہ یسوع کے کلمات میں سے یسوع کی خدائی زیادہ تر صفائی سے ثابت ہوسکتی ہے تو میں تاوان کے طور پر ہزار روپیہ ان کو دے سکتا ہوں۔''

(کتاب البریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۱۰۶ ربوہ ۱۹۶۳ء)

بشپ کو مقابلہ کی کھلی دعوت اور اس کا فرار

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کو ایک اور اشتہار کے ذریعہ بشپ جارج الفریڈ لیفرائے کو دعوت دی کہ صرف ترک شر میں مقابلہ کی بجائے وہ اِس بات کے لئے میدان میں آئیں کہ:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا علمی اور عملی اور اخلاقی اور تقدسی اور برکاتی اور تاثیراتی اور ایمانی اور عرفانی اور افاضہ خیر اور طریق معاشرت وغیرہ وجوہ فضائل میں باہم موازنہ اور مقابلہ کیا جائے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۲۵۴ ربوہ ۱۹۷۵ء)

حضرت بانئ سلسلہ کے اس چیلنج کا اس وقت کے اخبارات میں خوب چرچا ہوا مثلاً الہ آباد کے اخبار پاؤنیئر نے لکھا:-

''بے شک اگر ڈاکٹر لیفرائے مقابلہ کرنا منظور کرے تو یہ مباحثہ نہایت دلچسپ ہوگا۔''

اسی طرح اخبار انڈین ڈیلی ٹیلیگراف نے اپنی ۱۹ جون ۱۹۰۰ء کی اشاعت میں لکھا:-

''ہماری رائے ہے کہ اگر بشپ اس چیلنج کو قبول کرے تو بہت اچھا ہوگا۔''

انگریز بشپ کو مقابلے پر آمادہ کرنے کی یہ تمام کوششیں ناکام رہیں اور بشپ صاحب نے میدان مناظرہ میں آنے سے بالکل انکار کر کے اپنی شکست کا اعتراف کرلیا۔

عیسائیت کے اس نامور نمائندے[۱] کا حضرت بانئ سلسلہ کے مقابلے پر یوں بے بسی کے ساتھ میدان چھوڑنے پر ایک شور مچ گیا اور ملکی اخبارات نے کھلے لفظوں لارڈ بشپ کے گریز کو عیسائیت کی بھاری شکست سے تعبیر کیا چنانچہ اخبار ''انڈین اسپیکٹیٹر'' نے لکھا:-

''معلوم ہوتا ہے کہ لاہور کے بشپ نے متانت کو چھوڑ کر جلد بازی کے ساتھ ایک ایسے چیلنج سے گریز اختیار کیا ہے جس کا محرک وہ پہلے خود ہی ہوا تھا۔'' [۲]

آسمانی نشانوں میں مقابلہ کی دعوت

۲۳ جولائی ۱۹۰۰ء کو آپ نے اربعین نمبر ا کے ذریعہ پورے زور اور قوت کے ساتھ آسمانی نشانوں میں مقابلہ کی دعوت دیتے ہوئے پادری صاحبان سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:-

''اب کہاں ہیں وہ پادری صاحبان جو کہتے تھے کہ نعوذ باللہ حضرت سیدنا وسید الوریٰ محمد مصطفیٰ ﷺ سے کوئی پیشگوئی یا اور کوئی امر خارق عادت ظہور میں نہیں آیا میں سچ سچ کہتا ہوں کہ زمین پر وہ ایک ہی انسان، گذرا ہے جس کی پیشگوئیاں اور دعائیں قبول ہونا اور دوسرے خوارق ظہور میں آنا ایک ایسا امر ہے جو اب تک امت کے سچے پیرووں کے ذریعے سے دریا کی طرح موجیں ماررہا ہے۔۔۔۔ مگر یاد رکھو کہ تمام مخالفوں کیلئے یہ

۱۔ بشپ جارج ایلفریڈ لیفرائے ہندوستان کے انگریز وائسرائے لارڈ کرزن کے چہیتے عبرانی، فارسی اور اُردو زبانوں کے فاضل اور اس خیال کے حامی تھے کہ خداوند یسوع نے ہندوستان کو بطور امانت انگریزوں کے سپرد کیا ہے اسلئے ہمیں تندہی سے تبلیغ کرنی چاہئے۔

(تاریخ بشارت الہند و پاکستان مؤلفہ پادری خورشید عالم ص ۲۱۸، ۲۱۹ شائع کردہ چرچ مشنری سوسائٹی گوجرہ ۱۹۴۹ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص ۹۷۔)

۲۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص ۱۰۴ ربوہ ۱۹۶۲ء۔

دروازہ بند ہے اور اگر دروازہ بند نہیں ہے تو کوئی آسمانی نشانوں میں مجھ سے مقابلہ
کرے اور یاد رکھیں کہ ہرگز نہیں کرسکیں گے۔ پس یہ اسلامی حقیّت اور میری حقانیت
کی ایک زندہ دلیل ہے۔"

(اربعین نمبرا بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۷ص ۳۴۶ الشرکتہ الاسلامیہ ربوہ ۱۹۶۵ء)

طاعون سے حفاظت کے لئے چیلنج

حضرت بانئ سلسلہ کی پیشگوئیوں کے مطابق جب ہندوستان میں طاعون کی وبا پھیلی اور آپ نے قادیان کی حفاظت کے خدائی وعدہ کا اعلان فرمایا تو اس موقع پر آپ نے اپریل ۱۹۰۲ء میں عیسائیوں کو دعوت مقابلہ دیتے ہوئے فرمایا کہ:-

"اسی طرح عیسائیوں کو چاہیئے کہ کلکتہ کی نسبت پیشگوئی کردیں کہ اس میں طاعون نہیں
پڑے گی کیونکہ بڑا بشپ برٹش انڈیا کا کلکتہ میں رہتا ہے۔"

ساتھ ہی یہ اعلان بھی فرمایا کہ:-

اگر وہ (مخالف) قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا تو ضرور
وہ مقام طاعون میں گرفتار ہو جائیگا کیونکہ اس نے خدا تعالیٰ کے مقابل پر گستاخی کی"

(دافع البلاء ومعیار اہل الاصطفاء بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۸ص ۲۳۱-۲۳۸ ربوہ ۱۹۶۶ء)

امریکن پادری ڈوئی کو دعوت مباہلہ اور اس کی ہلاکت

امریکہ میں ظاہر ہونے والا یہ پادری ڈاکٹر جان الیگزنڈر ڈوئی اسلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کا سخت دشمن تھا اور اپنے چرچ کے ذریعہ اسلام کو نابود اور محمڈن ازم کو تباہ کرنے کا عزم رکھتا تھا۔ حضرت بانئ سلسلہ نے ستمبر ۱۹۰۲ء میں اس دشمن اسلام کو مباہلہ کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:-

"ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیشگوئی نہ سناویں بلکہ ان میں سے
صرف مجھے اپنے ذہن میں رکھ کر یہ دعا کردیں کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ
پہلے مر جائے۔۔۔۔تب میں بھی بجواب اس کے یہی دعا کروں گا اور انشاء اللہ

ہزار آدمی کی گواہی لکھ دوں گا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ڈوئی کے اس مقابلہ سے تمام عیسائیوں کیلئے حق کی شناخت کیلئے راہ نکل آئے گی۔"

(ریویو آف ریلیجنز (انگریزی) ستمبر ۱۹۰۲ء ص۳۴۲ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم ص۲۴۹)

حضرت بانیٔ سلسلہ کے اس چیلنج کی اخبارات میں وسیع پیمانے پر تشہیر ہوئی اور کم از کم اٹھائیس امریکی اخبارات تو اس زمانے میں قادیان بھی پہنچے جن کے مضامین کا خلاصہ آپ نے تتمہ حقیقت الوحی ص ۷۰، ۷۱ میں درج فرمایا۔ اس بکثرت اشاعت پر ایک سال گذرنے کے باوجود ڈاکٹر ڈوئی نے اس چیلنج کو قبول کیا اور نہ رد۔ گو اس عرصہ میں وہ اپنی بدزبانی سے باز نہ آیا۔ چنانچہ ۲۳، اگست کو حضرت مسیح موعود نے ایک اور انگریزی اشتہار کے ذریعہ ڈوئی کے بارے میں یہ پیشگوئی شائع فرمائی:۔

"مسٹر ڈوئی اگر میری درخواست مباہلہ قبول کرے گا اور صراحتاً یا اشارتاً میرے مقابلے پر کھڑا ہوگا تو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ اس دنیائے فانی کو چھوڑے گا۔۔۔۔ اگر مسٹر ڈوئی اس مقابلہ سے بھاگ گیا تو دیکھو آج میں تمام امریکہ اور یورپ کے باشندوں کو اس بات کا گواہ کرتا ہوں کہ یہ طریق اس کا بھی شکست کی صورت سمجھی جائے گی اور اگرچہ وہ اس طرح سے موت سے بھاگنا چاہے گا لیکن درحقیقت ایسے بھاری مقابلہ سے گریز کرنا بھی ایک موت ہے پس یقین سمجھو کہ اس کے صیحون پر جلدتر ایک آفت آنے والی ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں سے ضرور ایک صورت اسکو پکڑ لیگی۔"

(ریویو آف ریلیجنز اردو اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۴۳-۱۴۴ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم از مولوی دوست محمد صاحب شاہد ص۲۵۲)

اس اشتہار کے جواب میں ڈوئی نے اپنے اخبار (Leaves of Healing) میں حضرت بانیٔ سلسلہ کے لئے بیوقوف محمدی مسیح کے الفاظ استعمال کئے اور بعد میں مسلمانوں کی تباہی کی پیشگوئی کو پھر دہرایا اور یوں اشارۃً وہ مقابل پر آ گیا اور انجام کار اپنے عبرت ناک انجام کیساتھ پیشگوئی کے لفظ بہ لفظ پورا ہونے کا سبب بنا۔

سب سے پہلے اس کی پیدائش کا ناجائز ہونا الم نشرح ہوا اور اسے خود اس کا اعتراف کرنا پڑا۔ پھر

فالج کے دو شدید حملوں سے لاچار ہو گیا اور اس بیماری میں اس کے مریدوں پر اس کی سیاہ کاریاں اور مالی خردبُرد ظاہر ہو گئی اور انہوں نے کھلم کھلا بغاوت کر دی اور بالآخر دیوانگی کی حالت میں ۹ مارچ ۱۹۰۷ء کو بڑے دکھ اور حسرت کے ساتھ دنیا سے کوچ کر گیا۔

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے اس پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

''چونکہ میرا اصل کام کسرِ صلیب ہے سو اس کے مرنے سے ایک بڑا حصہ صلیب کا ٹوٹ گیا۔ کیونکہ وہ تمام دنیا سے اول درجہ پر حامی صلیب تھا جو پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میری دعا سے تمام مسلمان ہلاک ہو جائیں گے اور اسلام نابود ہو جائے گا اور خانہ کعبہ ویران ہو جائے گا۔ سو خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر اسکو ہلاک کیا۔''

(حقیقت الوحی روحانی خزائن جلد نمبر ۲۲ ص ۵۱۳ ربوہ ۱۹۶۷ء)

پادری احمد مسیح کی دعوت مباہلہ منظور

دہلی کے پادری احمد مسیح نے حضرت بانئ سلسلہ کے ایک مرید سے مباحثہ میں شکست اور مباہلہ کے چیلنج کے جواب میں آپ سے مباہلہ کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپ نے ۵ جون ۱۹۰۶ء کو ''درخواست مباہلہ منظور'' کے عنوان سے ایک مفصل اشتہار دیا جس میں آپ نے فرمایا کہ ''ایک گمنام آدمی سے مباہلہ کا کیا فائدہ ہوگا۔۔۔۔ احمد مسیح کو اگر مباہلہ کرنا ہی ہے تو وہ میرے مرید قاسم علی صاحب سے بطور خود کرے۔ جس نے اس کو دعوت کی ہے لیکن اگر میرے ساتھ ہی مباہلہ ضروری ہے تو میں اس کی درخواست کو اس صورت میں منظور کر سکتا ہوں جب لاہور، کلکتہ، مدراس اور بمبئی کے بشپ صاحبان (جو عہدے، واقفیت، رسوخ اور اثر کی وجہ سے زیادہ قابل قدر ہیں) ایسی درخواست کریں کیونکہ اس صورت میں مباہلہ کا اثر تمام قوم پر ہوگا نہ کر فردِ واحد پر۔''

(اخبار بدر ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء ص ۱-۲ بحوالہ تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد صاحب شاہد جلد سوم ص ۴۸۲)

چھ روز کے بعد آپ نے حق و باطل کے فیصلے کی غرض سے یہ اعلان کر دیا کہ آپ پادری احمد مسیح سے براہِ راست بھی مباہلہ کرنے کو تیار ہیں۔ بشرط چاروں بشپ صاحبان یا پھر کم از کم لاہور کے بشپ صاحب ہی اخبار پاؤنیئر یا سول میں اپنی طرف سے شائع کر دیں کہ احمد مسیح کا مغلوب، ہونا ہی ہمارا مغلوب ہونا سمجھا جائے گا۔ [1]

---

[1] الحکم ۷ امئی ۱۹۰۶ء ص ۱ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص ۴۸۲)

لیکن پادری احمد مسیح درخواست مباہلہ کر کے فرار اختیار کر گئے اور یوں عیسائی دنیا پر ایک بار پھر حجت تمام ہوئی۔

عیسائی دنیا کا ردّ عمل

سلطنت کے زیر سایہ سیلاب کی طرح اڈتی ہوئی عیسائیت کے آگے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی مدافعانہ کوششوں سے لگنے والے بند نے نہ صرف اس سیلاب کا رُخ موڑ دیا بلکہ ہوا کا رُخ بالکل ہی الٹ گیا۔ آگے بڑھ بڑھ کر اسلام پر حملہ کرنے والے عیسائی پادریوں کو حضرت مسیح موعود کے اعتراضات سے عاجز آ کر اعلانیہ راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔ ہندوستان اور تمام دنیا کو عیسائی کر لینے کے منصوبوں کی اس ناکامی پر عیسائی دنیا کی تشویش اور اضطراب کا اظہار ۱۸۹۴ء میں لندن میں منعقدہ پادریوں کی ایک عالمی کانفرنس میں اس وقت ہوا جب لارڈ بشپ جان ایلی کوٹ (Lord Bishop of Gloucostor the Right Reverend Charles John Ellicot) نے پوری عیسائی دنیا کو یوں مطلع کیا۔

> "I learn from those who are experienced in these things that there is a new kind of Muhammadanism showing itself in many parts of our Empire in India, and even in our own island here.... It discards many of these usages which have made Mohammadanism hateful in our eyes, but the False Prophet holds his place no less pre-eminently than before. Changes are plainly to be recognised; but Mohammadanism is not the less aggressive, and alas! to some minds among us even additionally attractive."

(The Official Report of the Missionary Conference of the Anglican Communion, 1894, P.64)

ترجمہ: ''اسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار نمایاں ہیں۔ مجھے ان لوگوں نے جو صاحب تجربہ ہیں بتایا کہ ہندوستان کی برطانوی مملکت میں ایک نئی طرز کا اسلام ہمارے سامنے آرہا ہے اور اس جزیرہ میں بھی کہیں کہیں اس کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں۔۔۔۔ یہ نیا اسلام اُن بدعات کے سخت مخالف ہے جن کی بنا پر اسلام ہماری نظروں میں قابل نفرت تھا اور انہیں کی وجہ سے محمدؐ کو پھر وہی پہلی سی عظمت حاصل ہوتی جارہی ہے یہ نئے تغیرات بآسانی شناخت کئے جاسکتے ہیں۔ پھر یہ نیا اسلام اپنی نوعیت میں مدافعانہ ہی نہیں بلکہ جارحانہ حیثیت کا حامل ہے افسوس ہے تو اس بات کا کہ ہم میں سے بعض کے ذہن اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔''

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ اور آپ کی تحریک سے عیسائیت کو پہنچنے والے نقصان اور اسلام کی نئی زندگی کے بارے میں عیسائی دنیا کا یہ ابتدائی ردّعمل آخری نہ تھا۔ بلکہ مختلف مواقع پر عیسائی پریس میں عیسائیت کے خلاف آپ کی عظیم الشان جدوجہد کو دہرایا گیا ہے۔ مثلاً ماضی قریب میں ایک عیسائی رسالہ نے لکھا:-

''جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم بانئ سلسلہ احمدیہ مدعی مسیح موعود دمِ واپسی تک مسیحی مناظرین سے نبرد آزما تھے۔''

(مسیحی رسالہ ''ھا'' جبل پور بھارت اکتوبر ۱۹۶۵ء ص ۳۵)

مسلم زعماء کا اعترافِ حقیقت

عیسائیت کے خلاف اس حملہ آورانہ مدافعت کا جو حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ سے ظہور میں آئی اور جس کی چند مثالیں اوپر درج کی گئی ہیں مسلم زعماء نے برملا اعتراف کیا ہے۔ اس موقع پر ایسی چند آراء کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔

۱ - ''مرزا صاحب کی اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اِس ابتدائی اثر کے پرخچے اُڑا دیے جو کہ سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔''

(مولانا ابوالکلام آزاد۔ اخبار وکیل امرتسر بحوالہ البدر ۱۸ جون ۱۹۰۸ء ص ۲)

۲ - ''مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلے میں اسلام کی کی ہیں وہ بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلے میں زبان کھول سکتا۔''

(مرزا حیرت دہلوی۔ کرزن گزٹ دہلی بحوالہ سلسلہ احمدیہ ص ۱۸۶)

۳ - ''بے شک مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا۔''

(علی گڑھ انسٹیٹیوٹ، علی گڑھ بحوالہ تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۸ ص ۳۲۲ - ۱۹۰۸ء)

۴ - ''ہندو اور عیسائی مذہبوں کا مقابلہ مرزا صاحب نے نہایت قابلیت سے ساتھ کیا۔''

(مولانا ظفر علی خان اخبار زمیندار ۱۲ ستمبر ۱۹۲۳ء)

۵ - ''اس وقت آریہ اور مسیحی مبلغ اسلام پر بے پناہ حملے کر رہے تھے۔ اِکے دُکے جو عالم دین بھی کہیں موجود تھے وہ ناموس شریعت حقہ کے تحفظ میں مصروف ہو گئے مگر کوئی زیادہ کامیاب نہیں ہوا۔ اس وقت مرزا غلام احمد صاحب میدان میں اُترے اور انہوں نے مسیحی پادریوں اور آریہ اپدیشکوں کے مقابلے میں اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہونے کا تہیہ کر لیا۔ مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اس فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا اور مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کر دیئے۔''

(تحریک قادیان از مولانا سید حبیب صاحب سابق مدیر سیاست ص ۳۰۹ مقبول عام پریس مطبوعہ ۱۹۳۳ء)

ردِ عیسائیت کیلئے ایک مستقل علمی اسلحہ خانہ کی تخلیق

حضرت بانئ سلسلہ نے ہندوستان کو پادریوں کے خلاف دارالحرب کہا اور ان سے جہاد کی تلقین کی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:-

''یہ مقام دارالحرب ہے پادریوں کے مقابلے میں اسلئے ہم کو چاہیئے کہ ہم ہرگز بیکار نہ بیٹھیں مگر یاد رکھو کہ ہمارا حرب ان کے ہمرنگ ہو جس قسم کے ہتھیار لیکر میدان میں وہ آئے ہیں اسی طرح کے ہتھیار ہم کو لیکر نکلنا چاہیئے اور وہ ہتھیار ہے قلم۔''

(ارشاد حضرت بانئ سلسلہ مرقوم اخبار الحکم ۱۷ جون ۱۹۰۱ء)

خدا تعالیٰ نے آپ کو سلطان القلم کا خطاب عطا کیا اور آپ نے اپنے قلم کو استعمال کر کے ردِ عیسائیت کے لئے دلائل و براہین کا ایک عظیم الشان علمی اسلحہ خانہ تخلیق کر دیا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ:-

"مسیح موعود کے وجود کی علت غائی احادیث نبویہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عیسائی قوم کے دجل کو دور کرے گا اور ان کے صلیبی خیالات کو پاش پاش کر کے دکھلا دے گا۔ چنانچہ یہ امر میرے ہاتھ پر خدا تعالیٰ نے ایسا انجام دیا کہ عیسائی مذہب کے اصول کا خاتمہ کر دیا۔"

(کتاب البریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۲۶۲ حاشیہ ربوہ ۱۹۶۳ء)

یوں تو آپ کی کتب اور ملفوظات میں سے کوئی بھی ردعیسائیت کے باب سے خالی نہیں لیکن بطور خاص اس موضوع پر آپ کی چند تحریرات کا ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں۔

براہین احمدیہ

براہین احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود کی وہ پہلی شہرہ آفاق مستقل تصنیف ہے جس میں عیسائیت، آریہ سماج اور برہمو سماج کے اسلام کے خلاف منظم حملوں کے توڑ اور دین مصطفیٰ کے دفاع میں باطل کے تمام حملوں کا علمی، عملی، عقلی اور منقولی سبھی ہتھیاروں سے دندان شکن جواب دیا گیا اور اسلام کی فضیلت اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صداقت اور قرآن مجید کی فوقیت اور برتری کے ثبوت میں زبردست دلائل دیئے گئے ہیں۔ آپ نے جملہ مذاہب کے علم برداروں کو یہ انعامی چیلنج بھی دیا کہ جو شخص ان قرآنی دلائل کا نصف، تہائی، چوتھائی یا پانچواں حصہ بھی اپنی الہامی کتاب سے نکال کر دکھلائے یا اگر بکلی پیش کرنے سے عاجز ہو تو آپ کے دلائل ہی کو اسقدر توڑ دے تو آپ بلا تامل اپنی دس ہزار کی جائیداد اس کے حوالے فرما دیں گے۔ اس کتاب کا اس دور کے تمام اسلامی حلقوں میں انتہائی گرم جوشی سے خیر مقدم کیا گیا بطور مثال چند حوالے پیش ہیں۔

۱ - "یہ کتاب دین اسلام اور نبوت محمدیہ ﷺ اور قرآن شریف کی حقانیت کو تین سو مضبوط دلائل عقلی اور نقلی سے ثابت کرتی ہے اور عیسائی، آریہ، نیچریہ، ہندو اور برہمو سماج وغیرہ جمیع مذاہب مخالف اسلام کو ازروئے تحقیق رد کرتی ہے۔"

(ارشاد حضرت صوفی احمد جان صاحب مندرجہ کتاب "تاثرات قادیان" مرتبہ ملک فضل حسین صاحب ص ۶۴)

۲ - "مدت سے ہماری آرزو تھی کہ علمائے اہل اسلام میں سے کوئی حضرت ایسی تصنیف یا تالیف کریں جو زمانہ موجودہ کی حالت کے موافق ہو اور جس میں دلائل عقلیہ اور براہین نقلیہ قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے

پر آنحضرت ﷺ کی ثبوت نبوت پر قائم ہوں خدا کا شکر ہے کہ یہ آرزو بھی برآئی۔ یہ (براہین احمدیہ) وہی کتاب ہے جس کی تالیف یا تصنیف کی مدت سے ہم کو آرزو تھی۔"

(منشور محمدی بنگلور ۲۵ رجب المرجب ۱۳۰۰ھ ص ۲۱۴)

۳۔ "حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب (براہین احمدیہ) بہت صحیح وقت پر شائع ہوئی تھی۔۔۔۔اس کتاب کی کامیابی اوراس کی تاثیر کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس میں دوسرے مذاہب کو چیلنج کیا گیا تھا اور کتاب جواب دہی کے بجائے حملہ آورانہ انداز میں لکھی گئی تھی۔"

(قادیانیت از سیّد ابوالحسن ندوی ص ۵۰-۵۱ طبع اول)

ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب

وسط ۱۸۸۹ء میں ایک عیسائی عبداللہ جیمز نے مشہور اسلامی ادارے انجمن حمایت اسلام لاہور کے پاس تین سوالات بغرض جواب بھیجے۔ انجمن کی درخواست پر ان میں سے دو کے جواب حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے تحریر فرمائے جو انجمن کی کتاب "ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب" میں شریک اشاعت ہوئے یہ جواب تثلیث پرستی کے خلاف ایک کامیاب ہتھیار کی حیثیت رکھتے ہیں۔

وفات مسیح ناصری کا اعلان

۱۸۹۰ء کے آخر میں حضرت بانئ سلسلہ نے اپنی کتب فتح اسلام اور توضیح مرام کے ذریعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا اعلان کر کے عیسائیت کے خاتمے کی بنیاد رکھی۔ عیسائیوں کے مزعومہ خدا کا انتقال ہو کر زمین میں دفن ہونے کا اعلان حق عیسائیت ہی کو دفن کر دینے کے مترادف تھا۔

وسط ۱۸۹۱ء میں آپ کی ایک اور کتاب "ازالہ اوہام" شائع ہوئی جس میں آپ نے اس سلسلہ میں مسلمانوں کو وصیت فرمائی کہ:-

> "تم اپنے ان تمام مناظرات کا جو عیسائیوں سے تمہیں پیش آتے ہیں پہلو بدل لو اور عیسائیوں پر یہ ثابت کردو کہ درحقیقت مسیح ابن مریم ہمیشہ کیلئے فوت ہو چکا ہے۔ یہی ایک بحث ہے جس میں فتح یاب ہونے سے تم عیسائی مذہب کی روئے زمین سے صف لپیٹ دو گے۔ تمہیں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ دوسرے لمبے لمبے جھگڑوں میں اپنے

اوقاتِ عزیز کو ضائع کرو۔ صرف مسیح ابن مریم کی وفات پر زور دو اور پُر زور دلائل سے عیسائیوں کو لاجواب اور ساکت کر دو۔ جب تم مسیح کا مردوں میں داخل ہونا ثابت کر دو گے اور عیسائیوں کے دلوں میں نقش کر دو گے تو اس دن تم سمجھ لو کہ آج عیسائی مذہب دنیا سے رخصت ہوا۔ یقیناً سمجھو کہ جب تک ان کا خدا فوت نہ ہو اُن کا مذہب بھی فوت نہیں ہو سکتا اور دوسری تمام بحثیں ان کے ساتھ عبث ہیں۔ اُن کے مذہب کا ایک ہی ستون ہے اور وہ یہ ہے کہ اب تک مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ بیٹھا ہے اس ستون کو پاش پاش کرو۔ پھر نظر اُٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دنیا میں کہاں ہے۔"

(ازالہ اوہام بحوالہ روحانی خزائن جلد ۳ ص ۴۰۲ ربوہ ۱۹۵۸ء)

حضرت مسیح ناصریؑ کی وفات کا یہ اعلان ردِ عیسائیت میں کس طرح ممد و معاون ثابت ہوا اس کا اعتراف کرتے ہوئے ایک مسلم عالم لکھتے ہیں:-

"ولایت کے انگریزوں نے روپے کی بہت بڑی مدد کی اور آئندہ کی مدد کے لئے مسلسل وعدوں کا اقرار لیکر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا تلاطم برپا کیا تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہو گئے اور پادری[1] اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو چکا ہے اور جس نبی کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں۔۔۔۔ اس ترکیب سے اس نے نصرانیوں کو اتنا تنگ کیا کہ ان کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا اور اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لیکر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دیدی۔"

(دیباچہ ترجمہ قرآن مولوی اشرف علی صاحب تھانوی از نور محمد صاحب نقشبندی چشتی ص ۳۰ مطبوعہ ۱۹۳۴ء)

حجۃ الاسلام

۸ مئی ۱۸۹۳ء کو شائع ہونے والی اس کتاب میں حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے عیسائی زعماء اور پادریوں کو اس عظیم الشان دعوت کے لئے بلایا کہ اب زندہ مذہب صرف اسلام ہے اور آسمانی نور اور روشنی رکھنے والا دین یہی ہے۔ نیز یہ بیان فرمایا کہ عیسائی مذہب تاریکی میں لپٹا ہوا ہے اور اس میں اب زندہ مذہب کی علامات مفقود ہیں۔

جنگِ مقدس

یہ کتاب آپ کے اس عظیم الشان تحریری مباحثہ کی روئداد ہے جو عیسائی پادری عبداللہ آتھم سے ۲۲ مئی سے ۵ جون ۱۸۹۳ء تک امرتسر میں ہوا۔ اس مناظرہ میں آپ نے نہایت بیش قیمت علمی حقائق اسلام کی تائید میں بیان فرمائے ہیں اور عیسائیوں کو دندان شکن جواب دے کر ساکت کر دیا ہے۔

عیسائی کتابی حملے کا جواب

''جنگ مقدس'' میں اپنی شکست کی خفت پر پردہ ڈالنے کیلئے مشہور دریدہ دہن اور بدزبان پادری عمادالدین نے ''توزین الاقوال'' کے نام سے ایک نہایت اشتعال انگیز کتاب لکھی۔ جس میں قرآن مجید اور فخر کائنات رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر نہایت درجہ ناپاک، رکیک اور گندے حملے کئے۔ اس کتاب نے ہندوستان بھر میں آگ لگا دی۔ اس کا جواب دینے کی توفیق اور کسی عالم کو نہ ہوئی البتہ حضرت بانئ سلسلہ نے چند دنوں میں اس کا ناقابل تردید جواب لکھ ڈالا جو جنوری ۱۸۹۴ء کو نور الحق حصہ اول کے نام سے طبع ہوا۔ اپنی کتاب کا جواب لکھنے کیلئے آپ نے پادری عمادالدین اور اس کے دوستوں کو پانچ ہزار روپے انعام کے ساتھ چیلنج دیا لیکن اس چیلنج کو قبول کرنے کی ہمت کسی پادری کو نہ ہوئی۔ اس کتاب میں آپ نے صلیبی فتنہ کی تباہی کیلئے درد انگیز دعا بھی کی جواب شاندار طریق سے پوری ہو رہی ہے۔

حضرت مسیح ناصری کے مزار کا انکشاف

حضرت مسیح ناصری کے انتقال پر ایک اضافی دلیل آپ کا وہ انکشاف تھا جو آپ نے حضرت مسیح ناصری کے سفر کشمیر اور مزار کے بارے میں اپنی کتاب نور القرآن حصہ اول میں فرمایا۔ یہ کتاب ۱۸۹۵ء میں شائع ہوئی آپ کا یہ انکشاف ابتدائی طور پر زبردست مخالفت کا نشانہ بنا۔ عیسائی پادریوں نے تو اس قبر کو محض ایک چبوترہ قرار دیتے ہوئے یہاں تک کہا کہ

> ''بعض عیار تکیہ دار جہلاء کے سامنے مشہور کر دیتے ہیں کہ فلاں مقام پر کسی ولی یا شہید کا مزار ظاہر ہو گیا ہے تا کہ عورتیں منتیں ماننا اور چادریں چڑھانا شروع کر دیں۔ یہ خانیار کا چبوترہ گویا جناب مرزا صاحب کی امامت و مہدیت کی اساس ناسپاس ہے۔''

(رسالہ ضربت عیسوی ص ۱۳۹ شائع کردہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور مطبوعہ ۱۹۰۳ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم ص ۲۵۸)

مگر خدائی تقدیر کے تحت یہ انکشاف نقش اول ثابت ہوا اور فوراً ہی قیمتی دستاویزات اور اہم آثار قدیمہ برآمد ہونے کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا۔ حضرت مسیح کی جوانی اور بڑھاپے کی تصویریں بھی مل گئیں اور حضرت کے دو ہزار سالہ پرانے کفن پر جرمن سائنسدانوں کی نئی تحقیق بھی منظر عام پر آگئی جس سے تائید مزید ہوگئی۔

نور القرآن نمبر ا

یہ کتاب ۱۵ جون ۱۸۹۵ء کو شائع ہوئی جس میں حضرت بانئ سلسلہ نے آنحضرت ﷺ کی صداقت میں ضرورت زمانہ کی شہادت کے تحت خاص طور پر اس وقت کی عیسائی دنیا کی زبوں حالی کا نقشہ عیسائی پادریوں فنڈل، ڈیون پورٹ، پادری باس ورتھ، قسیس بٹلر اور دَور جاہلیت کے عیسائی شاعر اخطل کے قلم سے کھینچا ہے اس ضمن میں آپ نے حکومت برطانیہ کے دارالحکومت لندن کی موجودہ خراب اخلاقی حالت بھی بیان فرمائی۔

یہ کتاب انتہائی خوبی اور جامعیت سے آنحضرت ﷺ کی صداقت کے باب میں عیسائی دنیا پر حجت ہے

عیسائی پادری کی گالیوں کا الزامی جواب

ایک پادری فتح مسیح نے فتح گڑھ ضلع گورداسپور سے حضرت بانئ سلسلہ کو دو خط لکھے جن میں اس بد باطن نے رسول کائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ کو گالیاں دیتے ہوئے امام الطیبین اور سیّد المعصومین پر معاذ اللہ زنا تک کی تہمت لگائی ان دشنام آلودہ خطوط کے جواب میں حضرت بانئ سلسلہ نے کتاب نور القرآن نمبر ۲ تصنیف فرمائی جو ۲۰ دسمبر ۱۸۹۵ء کو شائع ہوئی۔ پادری لوگ چونکہ ایک عرصہ سے رسول اللہ ﷺ کی ناموس وحرمت پر بے دریغ حملے کر رہے تھے۔ اس لئے آپ نے انکی گستاخیوں اور بدزبانیوں کی روک تھام کیلئے اس کتاب میں الزامی رنگ کے جوابات دیئے اور وضاحتاً فرمایا کہ یہ تمام خیال میاں فتح مسیح کے سخت الفاظ اور نہایت ناپاک گالیوں کا نتیجہ ہے تاہم ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام کی شان مقدس کا بہر حال لحاظ ہے۔

رسالہ معیار المذاہب یا مرہم عیسیٰ

وفات مسیح پر سلسلہ دلائل کے ذریعہ عیسائیت پر ایک اور ضرب کاری کے طور پر حضرت بانئ سلسلہ

نے ۱۸۹۵ء میں رسالہ معیار المذاہب، جس کے دوسرے نام مرہم حوارین اور مرہم عیسیٰ بھی ہیں۔ تحریر فرمایا جس میں حضرت مسیح ناصری کے صلیب سے بچائے جانے کے بعد مرہم عیسیٰ کے ذریعہ علاج سے صحت یاب ہو کر لمبی عمر پانے کے دلائل دیئے گئے ہیں۔ نیز اس رسالہ میں آپ نے تمام مذاہب بالخصوص آریہ مت اور عیسائیت کا فطری معیار کے لحاظ سے مقابلہ کر کے اسلامی عقیدے کا فطرت کے مطابق ہونا ثابت فرمایا ہے۔

اسلامی اصول کی فلاسفی

اسلامی اصول کی فلاسفی وہ معرکۃ الآرا لیکچر ہے جو حضرت بانئ سلسلہ نے جلسہ مذاہب عالم لاہور کیلئے مقرر پانچ سوالوں کے جواب میں قرآن کریم کی بنیاد پر تحریر فرمایا اور جو حسب پیشگوئی سب پر بالا رہا۔ یہ عظیم الشان مضمون اسلامی تعلیم کی ایک انتہائی خوبصورت اور موثر تصویر ہے اور ۲۸، ۲۹ دسمبر ۱۸۹۶ء کے دن سے جب یہ پہلی دفعہ پڑھ کر سنایا گیا ہمیشہ اپنوں اور پرائیوں کی تعریف کا مرکز رہا ہے۔ دنیا کی بیشتر بڑی بڑی زبانوں میں اس کے تراجم شائع ہو چکے ہیں اور جس طرح اول بار یہ دوسرے مذاہب بالخصوص عیسائیت اور ہندومت پر اسلام کی برتری ثابت کرنے کا سبب بنا اسی طرح آج بھی اسلامی تعلیمات کی برتری اور اشاعت و تبلیغ کا موثر ترین ذریعہ ہے۔

خدا کی لعنت اور کسرِ صلیب

۶ مارچ ۱۸۹۷ کو آپ نے خدا کی لعنت اور کسرِ صلیب کے عنوان سے ایک زبردست اشتہار [۱] دیا جس میں یسوع مسیح کے مصلوب ہونے کے عقیدے کا رد فرمایا۔

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب

ایف سی کالج لاہور کے ایک پروفیسر سراج الدین نامی نے جو مسلمان سے عیسائی ہو گئے تھے۔ حضرت بانئ سلسلہ کو اسلام اور عیسائیت کے تقابل کے لئے چار سوالات بغرض جواب لکھے۔ جن کے جوابات افادۂ عام کیلئے آپ نے کتاب ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' کے نام سے ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کو شائع فرمائے۔ آپ نے اس زبردست مضمون میں سائل کے پیش کردہ مسائل پر اس خوبی سے روشنی ڈالی کہ اگر کوئی عیسائی تعصب سے علیحدہ ہو کر اُن کا مطالعہ کرے تو اس کیلئے اسلام قبول کئے بغیر کوئی چارہ نہ رہے گا۔

---

[۱] بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۳۳۳-۳۳۵ ربوہ ۱۹۶۷ء۔

ایک مرتد عیسائی کی بدنام زمانہ کتاب پر ردِّ عمل

ایک بدزبان کشمیری مرتد احمد شاہ شائق عیسائی کی بدنام زمانہ کتاب ''امہات المومنین'' پر ردِّ عمل کا اظہار کرتے ہوئے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے ۱۸۹۸ء میں ایک کتاب ''البلاغ'' یا ''فریادِ درد'' تصنیف فرمائی۔ جس میں آپ نے مخالفین اسلام کے جواب میں دنیا کی مختلف زبانوں میں لٹریچر شائع کرنے کی ایک جامع اسکیم مسلمانوں کے سامنے رکھی۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ اس وقت پادریوں کی زہریلی تحریرات اور ملحدانہ فلسفہ نے اسلام پر یورش کر رکھی ہے اور ''امہات المومنین'' کی طرز کی کتابوں کا سیلاب اُمڈا آ رہا ہے۔ پس ایسی صورت میں دفاع کی صرف ایک قابل عمل صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک موزوں شخص کا انتخاب کیا جائے جو اعتراضات کا مجموعہ تیار کر کے نہ صرف نرمی اور متانت سے اُن کا جواب تحریر کرے بلکہ اسلامی تعلیم کی عمدگی ایسے دلکش انداز میں ثابت کر دکھائے کہ پادریوں کی ساٹھ سالہ دجالانہ کاروائیاں خاک میں مل جائیں۔ اور اسلام کا منور چہرہ کتاب کی طرح سامنے آجائے آپ نے اس کتاب میں وہ دس خصوصیات بھی تحریر فرمائیں جو اس مدافعت اسلامی کا کام کرنے والے شخص میں پائی جانی ضروری ہیں۔ نیز اس بارے میں متعدد اہم اور اصولی تجاویز رقم فرمائیں۔

مسیح ہندوستان میں

حضرت مسیح کے صلیب سے زندہ اُتر آنے اور پھر کشمیر کی طرف ہجرت کرنے اور عمر طبعی پا کر وفات پانے کے زبردست دلائل سے پُر یہ کتاب آپ نے اپریل ۱۸۹۹ء میں تالیف فرمائی۔ حضرت عیسیٰ کی ہجرت کشمیر کے بارے میں آپ کے بیان فرمودہ حقائق لاجواب ہیں اور خدا تعالیٰ کی مشیّت کے تحت انکی تائید میں کفن مسیح، اوراقِ اناجیل اور صحائف قمران کے تاریخی حقائق و شواہد بھی اب منظر عام پر آچکے ہیں۔ اس کتاب کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے کہ:-

> ''جو شخص میری کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' اول سے آخر تک پڑھے گا گو وہ مسلمان ہو یا عیسائی یا یہودی یا آریہ ممکن نہیں کہ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد اس بات کا وہ قائل نہ ہو جائے کہ مسیح کے آسمان پر جانے کا خیال لغو اور جھوٹ اور افترا ہے۔''

(تریاق القلوب۔ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ ص ۱۴۵ ربوہ ۱۹۶۴ء)

چشمہ مسیحی

ایک عیسائی کی کتاب ''ینابیع الاسلام'' کے جواب میں تالیف شدہ یہ کتاب ۹ مارچ ۱۹۰۶ء کو طبع ہوئی۔ عیسائی پادری نے اپنی کتاب میں قرآن کریم کو سابقہ شریعتوں کا سرقہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ جس کا رڈ آپ نے تحریر فرمایا اور اس کے علاوہ عیسائیوں کے عقائد الوہیت مسیح، تثلیث اور کفارہ وغیرہ کے رڈ میں زبردست دلائل پیش فرمائے۔ نیز نجات کے بارے میں اسلام کے پیش کردہ نظریہ کی برتری ثابت فرمائی۔

لٹریچر کی عظمت کا عام اعتراف

آپ کا یہ علم کلام رہتی دنیا تک عیسائیت سے نبرد آزما ہونے والے مجاہدین کا زادِ راہ رہے گا۔ اس لٹریچر کی یہ شان خود عیسائیوں کے ہاں بھی تسلیم کی گئی ہے جیسا کہ انگلستان کے اخبار چرچ فیملی (Church Family) نے ایک بار لکھا۔

''مرزا غلام احمد صاحب کے پیدا کردہ لٹریچر کا جواب نہ دیا جائے وہ عیسویت کے خلاف ایسا حربہ لٹریچر کی شکل میں پیدا کردیں گے کہ بائبل کا صفایا ہوجائے گا۔''

(بحوالہ حیات احمد جلد پنجم ۱۹۰۱ء - ۱۹۰۲ء)

ایک عیسائی نے اپنی کتاب میں لکھا:-

''احمد اور اس کے ایڈیٹروں نے جہاں تک اُن کا بس چلا ہے تمام زمانوں اور تمام قوموں کا لٹریچر چھان مارا ہے تاکہ وہ تمام کوششوں کو متحد کرکے ایک زبردست اور خطرناک حملہ مسیح ناصری کے کیریکٹر پر کرکے اسے کمزور اور داغدار ثابت کردیں۔''

(The Ahmadiyya Movement از۔ایم۔اے۔والٹر مطبوعہ ہمفرے ملفورڈ لندن ۱۹۱۸ء)

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کا یہ قلمی جہاد اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والا بے مثال لٹریچر صاحب نظر مسلمان رہنماؤں کی تعریف کا مرکز بھی رہا ہے۔ جیسا کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اس رائے کا اظہار کیا ہے۔

''مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحی اور آریوں کے مقابل پر ان سے ظہور میں آیا۔
قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔
اس لٹریچر کی قدر و منزلت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی
پڑتی ہے۔۔۔۔غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنیوالی نسلوں کو گرانبارِ احسان رکھے
گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف
سے فرضِ مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی
رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایتِ اسلام کا جذبہ اُن کے شعارِ قومی کا عنوان نظر
آئے۔ قائم رہے گا۔

(''اخبار وکیل'' امرتسر بحوالہ البدر ص۲ ۱۸ جون ۱۹۰۸ء)

انگریز عیسائیوں کو تبلیغ اسلام

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کسرِ صلیب کے لئے مامور تھے اس مشن کی تکمیل کے لئے جہاں آپ نے حکومت کی سرپرستی میں عیسائی پادریوں کے اسلام پر ہونے والے حملوں کی روک تھام کر کے ان پر جوابی حملے کئے اور ردّ عیسائیت کے لئے ایک علمی اسلحہ خانہ کی تخلیق فرمائی وہیں دنیا بھر میں تبلیغِ عیسائیت کے علم بردار انگریزوں کا اپنا گھر بھی تبلیغِ اسلام کیلئے ہمیشہ آپ کے پیش نظر رہا۔

مغربی ممالک میں اشاعت اسلام کے اہم کام سے آپ کو جو دلچسپی تھی۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے۔ ایک بار جب آپ کے ایک مرید نے بڑی خوشی سے کسی مناظرہ میں کامیابی کی خبر سنائی تو آپ نے فرمایا:-

''میں تو سمجھا کہ یہ خبر لائے ہو کہ گویا یورپ مسلمان ہو گیا''

(ذکر حبیب، مولفہ ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب ص۵۲-۵۳)

اس موضوع پر حضرت بانئ سلسلہ کی دعائیں، پیش خبریاں، مساعی، رہنمائی وہدایات اور نتائج پر مشتمل مختصر سا جائزہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

عیسائیوں کے قبول حق کیلئے دعائیں

راہ حق سے بھٹکی ہوئی تمام عیسائی دنیا کی ہدایت کیلئے آپ اپنے رب کے حضور ہمیشہ ہی دعا گو رہے جیسا کہ فرمایا:-

''اے قادر اور رحیم خدا ! سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے تو ان بندوں کو اسیری سے رہائی بخش اور صلیب اور خون مسیح کے خیالات سے ان کو بچالے ۔ اے قادر کریم خدا ! ان کے لئے میری دعائیں سن اور آسمان سے ان کے دلوں پر ایک نور نازل کر۔''

(ارشاد حضرت بانیٔ سلسلہ مندرجہ اخبار الحکم جلد ۸ نمبر ۱۴)

اس دعا میں عیسائیوں کے سرخیل ہونے کے ناطے انگریز قوم بدرجہ اولیٰ شامل ہے تاہم انگریزوں کی ہدایت کیلئے آپ کی ایک اور دعا کے الفاظ یہ ہیں۔

''اے خداوند کریم تمام قوموں کے مستعد دلوں کو ہدایت بخش تا تیرے رسول مقبول افضل الرسل محمد مصطفیٰ ﷺ اور تیرے کامل و مقدس کلام قرآن شریف پر ایمان لاویں۔۔۔۔ بالخصوص قوم انگریز جنہوں نے ابھی تک اس آفتاب صداقت سے کچھ روشنی حاصل نہیں کی اور جس کی شائستہ اور مہذب اور بارحم گورنمنٹ نے ہم کو اپنے احسانات اور دوستانہ معاونت سے ممنون کر کے اس بات کے لئے دلی جوش بخشا ہے کہ ہم اُن کے دنیا و دین کے لئے دلی جوش سے بہبودی و سلامتی چاہیں تا اُن کے گورے و سپید منہ جس طرح دنیا میں خوبصورت ہیں آخرت میں بھی نورانی و منور ہوں۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۲۵ ربوہ ۱۹۷۱ء)

مغرب میں اشاعت اسلام کیلئے بشارات

ان دعاؤں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی جو تقدیر آپ پر ظاہر کی وہ جن بشارات پر مشتمل تھی ان کا آپ نے عام اعلان فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:-

''وہ وقت دور نہیں بلکہ بہت قریب ہے کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اترتی اور ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے۔''

(فتح اسلام بحوالہ روحانی خزائن جلد ۳ ص ۱۴ حاشیہ ربوہ ۱۹۵۸ء)

مزید فرمایا کہ:-

''اس عاجز پر جو ایک رویا میں ظاہر کیا گیا وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت، کفر و ذلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا اور میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلّل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا۔ سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں اُن لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے۔''

(ازالہ اوہام بحوالہ روحانی خزائن جلد ۳ ص ۳۷۶-۳۷۷ ربوہ ۱۹۵۸ء)

عیسائیت کے خاتمے کیلئے بنیادی ہتھیار

یورپ و امریکہ میں عیسائیت کے خاتمے کیلئے ایک بنیادی ہتھیار کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:-

عیسائی مذہب کا ستون جس کی پناہ میں انگلستان اور جرمن اور فرانس اور امریکہ اور روس وغیرہ کے عیسائی ربنا المسیح کہہ رہے ہیں صرف ایک ہی بات ہے وہ یہ ہے کہ ۔۔۔۔ مسیح آسمان پر مدت دراز سے بقید حیات چلا آتا ہے اور کچھ شک نہیں کہ اگر یہ ستون ٹوٹ جائے تو اس خیالِ باطل کے دور ہو جانے سے صفحہ دنیا یک لخت مخلوق پرستی سے پاک ہو جائے اور تمام یورپ اور ایشیاء اور امریکہ ایک ہی مذہبِ توحید میں داخل ہو کر بھائیوں کی طرح زندگی بسر کریں۔

(اشتہار بمقابل پادری صاحبان مورخہ ۲۰ مئی ۱۸۹۱ء مندرجہ مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۲۲۳ ربوہ ۱۹۷۱ء)

تبلیغ اسلام کیلئے خطوط واشتہارات

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے عیسائی دنیا کے پادریوں کو دعوتِ اسلام دینے کے عظیم کام کی ابتداء خود ہی فرمائی۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:-

''اس عاجز نے بارہ ہزار کے قریب خط اور اشتہار الہامی برکات کے مقابلے کیلئے مذاہبِ غیر کی طرف روانہ کئے بالخصوص پادریوں میں سے شاید ایک بھی نامی پادری یورپ اور امریکہ اور ہندوستان میں باقی نہیں رہا ہوگا۔ جس کی طرف خط، رجسٹری کر کے نہ بھیجا ہو۔''

(آئینہ کمالاتِ اسلام بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۵ ص ۳۴۷ ربوہ ۱۹۵۹ء)

انگریزی اخبار کا اجراء

متذکرہ بالا اشتہار کے علاوہ انیسویں صدی کے آخر تک حضرت بانئ سلسلہ کے چند اور اشتہارات اور کتابیں انگریزی میں ترجمہ ہو کر یورپ اور امریکہ پہنچ چکی تھیں۔[۱] لیکن اپنی اس قدیم خواہش کے تحت کہ:-

''یہ بھی دل میں جوش ہے کہ عیسائی وغیرہ مذاہب باطلہ کے ردّ میں اور ان کے اخبارات کے مقابل پر ماہواری ایک رسالہ نکلا کرے۔''

(فتح اسلام بحوالہ روحانی خزائن جلد ۳ ص ۳۰ ربوہ ۱۹۵۸ء)

آپ نے جنوری ۱۹۰۱ء میں اپنے بعض انگریزی داں خدام کے مشورے سے یورپ کے حق کے طالبوں کے فائدہ کے لئے [۲] ایک انگریزی رسالہ کے اجراء کا اعلان فرمایا۔ بعد میں اس انگریزی رسالہ اور آپکی کتب کے انگریزی تراجم کی اشاعت کیلئے ایک مستقل ادارہ انجمن اشاعتِ اسلام کے قیام کا فیصلہ بھی ہوا۔

---

[۱] اخبار الحکم ۳۰ نومبر ۱۹۰۰ء کالم نمبر ۱ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص ۱۷۰۔
[۲] مجموعہ اشتہارات جلد سوئم ص ۳۹۳-۳۹۵ ربوہ ۱۹۷۵ء۔

اس رسالے کا نام ریویو آف ریلیجنز (Review of Religions) تجویز ہوا اور یہ جنوری ۱۹۰۲ء میں شائع ہونا شروع ہوا اور بہت جلد اس نے انگریزی دان طبقہ میں اشاعتِ اسلام کے لئے ایک بنیادی حیثیت اختیار کر لی۔ چنانچہ لاہور کے اخبار ''ملّت'' نے لکھا:-

''اب تک جتنے اعلیٰ اور بے نظیر مضامین رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ذریعہ مرزا صاحب کے اصول مناظرہ کے مطابق یورپین لوگوں کی نظروں سے گزرے ہیں انہوں نے یورپ کی مذہبی دنیا میں ہلچل مچادی ہے اور پادریوں کے گروہ ماتم زدہ نظر آتے ہیں۔ ان مضامین نے کثیر التعداد یورپین لوگوں کو اسلام کے روحانی چشمہ سے سیراب کر دیا ہے اور ابھی اس کا فیض جاری ہے۔''

(بحوالہ الحکم ۷ جنوری ۱۹۱۱ء ص ۱۴ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص ۲۱۰)

لندن کے جریدہ ریویو آف ریویوز نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:-

یورپ اور امریکہ کے وہ لوگ جو محمد ﷺ کے مذہب میں دلچسپی رکھتے ہیں ان کو چاہیئے کہ یہ رسالہ ضرور منگوائیں۔

(بحوالہ سلسلہ احمدیہ از مرزا بشیر احمد صاحب ص ۱۱۹)

حضرت بانئ سلسلہ نے اگلے سال رسالہ کی اشاعت کو مزید وسعت دینے کیلئے اپنے خدام کو توجہ دلائی تو رسالے کی افادیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

''رسالے کا شائع ہونا امریکہ اور یورپ کے اکثر حصوں میں بخوبی مفید ثابت ہو چکا ہے اور بہت سے دلوں پر اثر ہونا شروع ہو گیا ہے بلکہ امید سے زیادہ اس رسالہ کی شہرت ہو چکی ہے اور لوگ نہایت سرگرم شوق سے اس رسالہ کے منتظر پائے جاتے ہیں۔''

(اخبار الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۳ء ص ۱۹ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم ص ۲۱۲)

تبلیغ کیلئے رہنمائی اور ہدایت

با قاعدہ بنیادوں پر تبلیغِ دین کا دائرہ تمام عیسائی دنیا تک وسیع کرنے کیلئے آپ نے یہ بنیادی ہدایت دی کہ

''علماء میں سے بعض آدمی مقرر کرو تا کہ واعظ بن کر انگریزی ملکوں کی طرف جائیں اور تا کافروں پر شریعت کی حجت پوری کریں۔''

(نور الحق حصہ دوم بحوالہ روحانی خزائن جلد ۸ ص ۲۴۸ ربوہ ۱۹۶۱ء)

اپنی جماعت کے ان افراد کو جو انگریزوں کو تبلیغِ دین کے اس اہم کام کیلئے اپنے وقت خرچ کریں گے آپ نے بشارت دی کہ:-

''جو شخص وعظ کے لئے انگریزی ملکوں کی طرف خالصتاً للّٰہ جائے گا۔ پس وہ برگزیدوں میں سے ہوگا اور اگر اس کو موت آجائے گی تو وہ شہیدوں میں سے ہوگا۔''

(نور الحق حصہ دوم بحوالہ روحانی خزائن جلد ۸ ص ۲۵۲ ربوہ ۱۹۶۱ء)

اشاعتِ اسلام کیلئے جماعت کی مساعی

حضرت بانیٔ سلسلہ کی رہنمائی و ہدایت کے پیشِ نظر انگریزی ملکوں میں تبلیغِ دین کو جماعت احمدیہ نے اول وقت سے ہی بنیادی اہمیت دی اور یورپ و امریکہ کے پہلو بہ پہلو ایشیا اور افریقہ میں جہاں جہاں انگریز اپنی حکومت کے سہارے عیسائیت کی ترویج و اشاعت کی مہم میں مصروف تھے جوابی حملے کے طور پر جماعت احمدیہ کے مجاہد وہاں پہنچے اور مسیح موعود کی دعاؤں اور آپ کے پیش کردہ جدید علمِ کلام کے طفیل باوجود انتہائی بے سروسامانی کے انتہائی کامیابی سے ان انگریز منادوں کا مقابلہ کیا۔ آج عملاً جماعت کی مساعی کا دائرہ تمام آزاد دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ مشنز اور مساجد کی تعمیر اور مقامی زبانوں میں دینِ حق کے بارے میں لٹریچر کی اشاعت کا ایک ہمہ گیر سلسلہ جاری ہے قرآن کریم کے دنیا کی تمام زبانوں میں تراجم کی اشاعت کا ایک پروگرام بھی زیرِ عمل ہے جماعت کی ان سرگرمیوں کا اعتراف خود عیسائی حلقوں میں بھی کیا جاتا ہے۔

تبلیغی سرگرمیوں کا اعتراف

جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کا اعتراف تمام انصاف پسند حلقوں میں عام طور پر کیا جاتا ہے اس وقت ہم صرف انسائیکلوپیڈیا میں سے یہ اعتراف نقل کرتے ہیں۔

''جماعت احمدیہ کا ایک وسیع تبلیغی نظام ہے۔۔۔۔اُن کے مبلغین نے خاص کوشش کی ہے کہ یورپ کے لوگ اسلام قبول کریں اور اس میں انہیں معتد بہ کامیابی بھی ہوئی ہے۔ اُن کے لٹریچر میں اسلام کو اُس شکل میں پیش کیا جاتا ہے کہ جو نو تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے باعثِ کشش ہے۔۔۔۔اُن کے مبلغین اُن حملوں کا دفاع بھی کرتے ہیں جو عیسائی مناظرین نے اسلام پر کئے۔''

(انسائیکلو پیڈیا آف برٹینیکا جلد نمبر ۱۲ص ۱۱۷-۱۲۷ مطبوعہ ۱۹۴۷ء)

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ اور انگریز حکومت - ۱

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کا انگریز حکومت سے تعلق کا پہلا اور بنیادی میدان آپ کی وہ تمام جدوجہد تھی جو آپ نے عیسائیت کے خاتمے کے لئے مسلسل فرمائی۔ حکومت کی سرپرستی میں عیسائیت کے فروغ کی کوششوں کی کامیاب روک تھام کے علاوہ آپ نے حکومت کے مذہب کی اعلانیہ نفی کر کے خود اربابِ حکومت کو دعوتِ اسلام بھی دی۔ اس دور کے حالات کے تحت آپ کی یہ سرگرمیاں اغراضِ حکومت سے کھلی بغاوت کے دائرے میں آتی ہیں۔

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی حیات طیّبہ میں انگریز حکومت سے اس بنیادی تعلق کے علاوہ اس باب میں ہم جن امور کا مشاہدہ کرتے ہیں اُن میں نمایاں نظر آنے والے پہلو یہ ہیں۔

حکومت اور اربابِ حکومت سے لاتعلق رہنا، حق کے اظہار میں حکومت کا رعب نہ ماننا، مسلمانوں کے حقوق کے لئے ہر موقع پر حکومت کے سامنے آواز بلند کرنا اور اپنے وجود کو حرزِ سلطنت قرار دیکر اپنے بعد ایک معین عرصہ میں انگریز حکومت کے زوال اور ایک عالمگیر اسلامی حکومت کے قیام کی پیش خبری الم نشرح کرنا۔

ردِ عیسائیت کے لئے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی مساعی کا ایک مختصر سا جائزہ ہم گذشتہ صفحات میں لے چکے ہیں۔ ذیل میں ہم مذکورہ بالا دیگر پہلوؤں کی کسی قدر وضاحت کرتے ہیں۔

حکومت کے مذہب کی اعلانیہ نفی

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جس مشن پر مامور کئے گئے تھے اس کی بجا آوری میں اسلام کی حقانیت اور حکومت کے مذہب عیسائیت کے باطل ہونے کا اعلان کرتے وقت آپ انگریز حکومت کو ذرہ برابر بھی اہمیت نہ دیتے تھے۔ عیسائیت کی نفی آپ کا بنیادی مشن تھا اس لئے آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ کسی نہ کسی رنگ میں اسی ذیل میں آجاتا ہے۔ لیکن آپ کی چند ایسی تحریرات جہاں آپ نے یہ اعلانِ حق براہِ راست حکومت اور اربابِ حکومت کے حوالے سے فرمایا ہے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

''اور ہر ایک عقل بجز دینی عقل کے اس گورنمنٹ کو حاصل ہے''

(نور الحق حصہ اول بحوالہ روحانی خزائن جلد ۸ ص ۳۶ ربوہ ۱۹۶۱ء)

''اس گورنمنٹ کی قوم مذہب کے بارے میں نہایت غلطی پر ہے وہ اس روشنی کے زمانے میں ایک انسان کو خدا بنا رہے اور ایک عاجز مسکین کو ربّ العالمین کا لقب دے رہے ہیں۔۔۔۔ پادریوں کے فتنے حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں اور ان کی مذہبی گورنمنٹ ایک بہت شور ڈال رہی ہے۔''

(سِرّ الخلافہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۴۰۳ ربوہ ۱۹۶۱ء)

''قیصرہ اور ان کے حکام کا ان کے ان احسانوں کی وجہ سے شکر کرتے ہیں جو بخت کے زمانے میں ہم نے دیکھے ہیں اور قیصرہ کیلئے ہم صدق دل سے دعا کرتے ہیں اور دعا کا ہدیہ اس کو بھیجتے ہیں۔ مگر یہ بات ہے کہ ہم اس کے مذہب پر راضی نہیں ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ وہ خطا کاروں اور گمراہوں کا مذہب ہے اور ہم ادب اور نرمی سے اس کو اسلام کی طرف بلاتے ہیں تا کہ وہ ہمیشہ کی نعمتوں میں داخل ہو جائے اور ہمیں تعجب ہے کہ ملکہ مکرمہ باوجود اس قدر ہوشیاری کے اور لطافت فہم کے جو اس کو امورِ دنیا میں حاصل ہے ایک عاجز بندہ کی پرستش کرے اور اس کو اپنا رب سمجھے حالانکہ وہ حقیقی معبود اور پاک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اگر چاہے تو ہزاروں عیسیٰ بلکہ اس سے افضل اور اعلیٰ پیدا کر دے۔''

(نور الحق حصہ اول بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۵۵-۵۶ ربوہ ۱۹۶۱ء)

انگریز حکومت کو دعوتِ اسلام

انگریز حکومت کے مذہبِ عیسائیت کی اعلانیہ نفی اور اسکی تردید کیلئے پیہم مساعی کے پہلو بہ پہلو حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ ہمیشہ اس بات کے خواہش مند رہے کہ حکومت پر اسلام کی سچی تعلیمات ظاہر ہو جائیں اور وہ اسلام قبول کر لے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے جہاں آپ تائیدِ الٰہی کے لئے دعا گو رہے وہیں اربابِ حکومت کو دعوتِ اسلام دینے کیلئے ہر دم ہوشیار اور مستعد۔

حکومت کو تبلیغ اسلام کی ضرورت و اہمیت

اپنی پہلی تصنیف ہی میں حضرت بانئ سلسلہ نے انگریز حکومت کو تبلیغِ اسلام کی ضرورت بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

''اس مربی سلطنت کی شکرگذاری کے لئے یہ بھی پُرضرور ہے کہ جیسا انکی دولت ظاہری کی خیرخواہی کی جائے ایسا ہی اپنے وعظ اور معقول بیان اور عمدہ تالیفات سے یہ کوشش کی جائے کہ کسی طرح دینِ اسلام کی برکتیں بھی اس قوم کے حصّے میں آ جائیں۔''

(براہین احمدیہ حصہ سوم ملحقہ ٹائٹل صفحہ ب بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ا ص ۱۴۲ ربوہ ۱۹۵۸ء)

اس فریضہ کی نمایاں اہمیت کے پیش نظر اس مسلک کو آپ نے بعد میں بھی دہرایا چنانچہ فرمایا:-

''میرا اصول یہ ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کو اپنی بادشاہیاں مبارک ہوں ہمیں ان کی سلطنت اور دولت سے کچھ غرض نہیں۔ ہمارے لئے آسمانی بادشاہی ہے ہاں نیک نیتی سے اور سچی خیرخواہی سے بادشاہوں کو بھی آسمانی پیغام پہنچانا ضروری ہے۔''

(تحفہ قیصریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۲ ص ۲۶۵ ربوہ ۱۹۶۳ء)

''میرے دل میں یہ بھی تھا کہ میں قیصرہ مکرمہ کو دعوتِ اسلام کروں اور اس رب کی طرف اس کو رہنمائی کروں جو درحقیقت مخلوقات کا رب ہے کیونکہ اس کا احسان ہم پر اور ہمارے باپ دادوں پر ہے اور احسان کا عوض بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ ہم اس کی دنیا کی خیر اور اقبال کے لئے دعا کریں اور اس کے عقبٰی کے لئے خدا تعالیٰ سے یہ مانگیں کہ اسلامی توحید کی راہ اس کے نصیب کرے اور حق کی راہوں پر چلے اور اس بادشاہ کی بزرگی کی قائل ہو جو غیب کی باتیں جانتا ہے اور اس رب کو پہچانے جو اکیلا اور تمام مخلوق کا مرجع اور نہ مولود اور نہ والد ہے اور اس کو ابدی نعمتیں ملیں۔''

(نورالحق حصہ اول بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۳۹-۴۰ ربوہ ۱۹۶۱ء)

قبولِ اسلام کیلئے دعائیں

انگریز حکومت کے لئے قبولِ اسلام کی نیک خواہش بار بار حضرت بانئ سلسلہ کی زبان پر بصورت دعا آتی رہی جیسا کہ فرمایا:-

''سو خدا اسکو (دولت برطانیہ) وہ جزائے خیر دے جو ایک عادل بادشاہ کو اس کی رعیت پروری کی وجہ سے ملتی ہے اور اس کو بہت ہی بدلہ دے اور اس میں اور اس کے لئے برکت نازل کرے اور اس پر یہ احسان بھی کرے کہ وہ مسلمان ہو جائے اور توحید اور اسلام کی نعمت اس کو ملے۔''

(نور الحق حصہ اول ص۶ بحوالہ روحانی خزائن جلد۸ ربوہ ۱۹۶۱ء)

''ہم کو چاہیئے کہ اُن کے (گورنمنٹ برطانیہ) احسان یاد کر کے اُن کے لئے جنابِ الٰہی میں دعا کریں کہ اے خداوند قادر ذوالجلال اُن کو ہدایت بخش اور ان کے دلوں کو پاک توحید کے لئے کھول دے اور سچائی کی طرف پھیر دے تا وہ تیرے سچے اور کامل نبی اور تیری کتاب کو شناخت کر لیں اور دین اسلام ان کا مذہب ہو جائے۔''

(سر الخلافہ روحانی خزائن جلد نمبر۸ ص۴۰۳ ربوہ ۱۹۶۱ء)

''محبت اور پیار سے اور رو رو کر یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ الٰہی ہمارے محسنوں پر بھی یہ احسان کر کہ وہ تجھ کو پہچان لیں اور دنیا میں ان کو خوش رکھ اور سعادت کے ابدی حصہ کی بھی توفیق بخش۔''

(اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ مورخہ ۲۷ فروری ۱۸۹۵ء مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص۱۳۳ ربوہ ۱۹۷۲ء)

''ہماری دعا جیسا کہ اس گورنمنٹ کی دنیوی بھلائی کے لئے ہے ایسا ہی آخرت کے لئے بھی ہے۔''

(ست بچن بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر۱۰ ص۲۷۹ ربوہ ۱۹۶۲ء)

برطانوی حکام کو دعوتِ اسلام

اس جذبہ کے تحت آپ نے اپنے دعویٰ مسیحیت کے ساتھ ہی جب عام دعوتِ اسلام دی تو بالخصوص

حاکم انگریز قوم کے سرکردہ افراد کو بھی اُن میں شامل کیا جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہیں:-

''بارہ ہزار کے قریب اشتہارات دعوتِ اسلام رجسٹری کرا کر تمام قوموں کے پیشواؤں اور امیروں اور والیان ملک کے نام روانہ کئے یہاں تک کہ ایک خط اور ایک اشتہار بذریعہ رجسٹری گورنمنٹ برطانیہ کے شہزادہ ولی عہد کے نام بھی روانہ کیا اور وزیر اعظم تخت انگلستان گلیڈ اسٹون کے نام بھی ایک پرچہ اشتہار اور خط روانہ کیا گیا۔''

(ازالہ اوہام طبع اول ۱۸۹۱ء بحوالہ روحانی خزائن جلد ۳ ص ۱۵۶ حاشیہ ۱۹۵۸ء ربوہ)

انگلستان کی ملکہ وکٹوریہ کو دعوتِ اسلام

۱۸۹۳ء میں حضرت بانئ سلسلہ نے انگلستان اور ہندوستان کی ملکہ وکٹوریہ کو ایک خط کے ذریعہ دعوتِ اسلام دی جس میں آپ نے آنحضرت ﷺ کے خادم خاص ہونے کی حیثیت میں اس پیغام حق پہنچانے کیلئے وہی الفاظ استعمال فرمائے جن میں خود آنحضرت ﷺ نے ۶۲۸ء کے آخر میں قیصر و کسریٰ کو دعوت اسلام دی تھی۔ [1] چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا:-

یَا مَلِیْکَۃَ الْاَرْضِ اَسْلِمِیْ تَسْلَمِیْنَ اے زمین کی ملکہ اسلام قبول کر تا تو بچ جائے۔ آ مسلمان ہو جا۔

(آئینہ کمالات اسلام بحوالہ روحانی خزائن جلد ۵ ص ۵۳۴ ۱۹۵۹ء ربوہ)

اس خط میں آپ نے ملکہ کو مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا کہ:-(ترجمہ از عربی)

''اے ملکہ توبہ کر! اور اس ایک خدا کی اطاعت میں آ جا جس کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ شریک اور اس کی تمجید کر۔۔۔۔۔ کیا تو اس کے سوا اور کوئی معبود پکڑتی ہے جو کچھ پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ خود مخلوق ہیں۔''

(آئینہ کمالات اسلام بحوالہ روحانی خزائن جلد ۵ ص ۵۳۴ ۱۹۵۹ء ربوہ)

تبلیغ اسلام کے اس مجاہدانہ کارنامے کو سراہتے ہوئے چاچڑاں شریف کے ایک

---

[1] ملاحظہ ہو بخاری کتاب الجہاد باب دعا النبی الی الاسلام و تاریخ کامل از علامہ ابن اسیر جوزی جلد ۲ ص ۸۰)

صاحبِ کشف بزرگ خواجہ غلام فرید صاحب [۱] نے فرمایا:-

"ہر جماعت اسلام و دین چنانچہ کمر ہمت بستہ کہ ملکہ زماں لندن رانیز دعوتِ دین محمدی کردہ است۔۔۔۔ وہمہ سعی وکوشش اوایست کہ عقیدہ تثلیث وصلیب راکہ سراسر کفر است بگزارند و بتوحید خداوند تعالیٰ بگروند۔"

(ارشاداتِ فریدی حصہ سوم ص۶۹-۷۰ مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ ۱۳۲۰ھ)

ترجمہ: دین اسلام کی حمایت کے لئے آپ (حضرت مرزا صاحب) نے ایسی کمر ہمت باندھی ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کو لندن میں دعوت اسلام بھیجی ہے آپ کی تمام تو سعی وجدوجہد یہ ہے کہ تثلیث وصلیب کا عقیدہ جو سراسر کفر والحاد ہے صفحۂ ہستی سے مٹ جائے اور اس کے بجائے اسلامی توحید قائم ہو جائے۔

ملکہ وکٹوریہ کو دوسری بار دعوتِ اسلام

جون ۱۸۹۷ء میں ہندوستان بھر میں ملکہ وکٹوریہ کی ساٹھ سالہ جوبلی بڑی دھوم دھام سے منائی گئی اس موقع پر جہاں ہندوستان بھر کے مسلمان اور مسلم جماعتیں جوبلی کی رنگا رنگ تقریبات میں ہی مصروف رہے وہاں حضرت بانئ سلسلہ نے اس سلسلہ میں سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ۲۵ مئی ۱۸۹۷ء کو "تحفہ قیصریہ" کے نام سے ایک رسالہ شائع کر کے نہایت لطیف رنگ میں ملکہ وکٹوریہ کو تثلیث سے تائب ہو کر قرآن کریم کی سچی اور پر حکمت تعلیم سے وابستہ ہونے کی دعوت دی۔اس کتاب میں جس کے چند مجلّد نسخے نہایت دیدہ زیب شکل میں ملکہ وکٹوریہ، وائسرائے ہند اور لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کو ارسال کئے گئے۔آپ نے تعلیماتِ اسلامی کی وضاحت کے بعد ملکہ کو ان الفاظ میں دعوت اسلام دی۔

"اے ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند! ہم عاجزانہ ادب کے ساتھ تیرے حضور میں کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں کہ تو اس خوشی کے وقت میں جو شصت سالہ جوبلی کا وقت ہے یسوع کے چھوڑنے کے لئے کوشش کر۔"

(تحفہ قیصریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۲ ص ۲۷۷ ربوہ ۱۹۶۳ء)

---

[۱] آپ کے ارادتمندوں کا ایک وسیع حلقہ ہے آخری آرامگاہ ضلع ڈیرہ غازی خان کے قصبہ مٹھن کوٹ میں ہے۔

بعد میں آپ نے ملکہ کے لئے دعا بھی کی کہ:-

اے قادر و توانا۔۔۔۔ ہماری محسنہ قیصرہ ہند کو مخلوق پرستی کی تاریکی سے چھوڑا کر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰه پر اس کا خاتمہ کر۔

(تحفہ قیصریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۲ ص ۲۷۷ ربوہ ۱۹۶۳ء)

ملکہ برطانیہ کو نشان نمائی کی پیشکش

حضرت بانئ سلسلہ نے رسالہ ''تحفہ قیصریہ'' میں اپنے دعویٰ نشان نمائی کا ذکر کرتے ہوئے ملکہ وکٹوریہ کو بھی یہ پیشکش کی کہ :-

''اگر حضور ملکہ معظّمہ قیصر ہند و انگلستان توجہ کریں تو میرا خدا قادر ہے کہ اُن کی تسلی کے لئے بھی کوئی نشان دکھادے جو بشارت اور خوشی کا نشان ہو۔ بشرطیکہ نشان دیکھنے کے بعد میرے پیغام کو قبول کرلیں اور میری سفارت جو یسوع مسیح کی طرف سے ہے اُس کے موافق ملک میں عملدرآمد کرایا جائے مگر نشان خدا کے ارادہ کے موافق ہوگا۔ نہ انسان کے ارادہ کے موافق۔ ہاں فوق العادت ہوگا اور عظمت الٰہی اپنے اندر رکھتا ہوگا۔÷

÷اگر حضور ملکہ معظّمہ میرے تصدیق دعویٰ کے لئے مجھ سے نشان دیکھنا چاہیں تو میں یقین رکھتا ہوں کہ ابھی ایک سال پورا نہ ہو کہ وہ ظاہر ہوجائے اور نہ صرف یہی بلکہ دعا کرسکتا ہوں کہ یہ تمام زمانہ عافیت اور صحت سے بسر ہو۔ لیکن اگر کوئی نشان ظاہر نہ ہو اور میں جھوٹا نکلوں تو میں اس سزا میں راضی ہوں کہ حضور ملکہ معظّمہ کے پایہ تخت کے آگے پھانسی دیا جاؤں یہ سب الحاح اس لئے ہے کہ کاش ہماری محسنہ ملکہ معظّمہ کو اس آسمان کے خدا کی طرف خیال آجائے جس سے اس زمانے میں عیسائی مذہب بے خبر ہے۔''

(تحفہ قیصریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۲ ص ۲۷۶ بمع حاشیہ ربوہ ۱۹۶۳ء)

لندن میں جلسہ مذاہب کے انعقاد کی تجویز

کتاب ''تحفہ قیصریہ'' کے ذریعہ آپ نے ملکہ کے سامنے پایہ تخت لندن میں ایک جلسہ مذاہب کے انعقاد کی تجویز بھی پیش کی آپ نے اس جلسہ کے لئے تیسرے قیصر روم کے دربار میں عیسائیوں کے فرقہ موحدین اور قائلین الوہیت مسیح کے درمیان ہونے والے مباحثہ کو بطور نظیر پیش کیا۔اس جلسے میں آپ نے تمام مذاہب کے نمائندوں کا اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنا تجویز کیا اور اس کے ممکنہ نتیجہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

''یہ جلسہ ہماری ملکہ معظمہ کی طرف سے ہمیشہ کے لئے ایک روحانی یادگار ہوگا اور انگلستان جس کے کانوں تک بڑی خیانتوں کے ساتھ اسلامی واقعات پہنچائے گئے ہیں ایک سچے نقشہ پر اطلاع پاجائیگا۔''

(تحفہ قیصریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۲ ص ۲۷۹-۲۸۰ ربوہ ۱۹۶۳ء)

ملکہ کے لئے دعائے اسلام

ملکہ کے جشن جوبلی کے سلسلہ میں وائس پریذیڈنٹ جنرل کمیٹی اہل اسلام ہند جناب خاں صاحب محمد حیات خاں صاحب کے۔سی۔ایس۔آئی کی ہدایات کے مطابق ۲۰ جون ۱۸۹۲ء کو قادیان میں بھی ایک جلسہ منعقد ہوا۔ [۱] اس جلسہ میں حسب ہدایت کارروائی کے علاوہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی تحریر فرمودہ ایک دعا چھ زبانوں میں پڑھی گئی۔اس دعا کا بنیادی موضوع ملکہ انگلستان کی دنیوی اور دینی بھلائی تھا اور اس میں درج ذیل روشن الفاظ میں ملکہ کے لئے دعائے اسلام بھی شامل تھی کہ:-

''اے قادر وتوانا!۔۔۔۔ ہماری محسنہ قیصرہ ہند کو مخلوق پرستی کی تاریکی سے چھوڑا کر لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ محمد الرّسول اللّٰہ پر اس کا خاتمہ کر۔''

(تحفہ قیصریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۲ ص ۲۹۰ ربوہ ۱۹۶۲ء)

---

[۱] کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم ص ۵۴۰ پر اس جلسہ کی روئیداد کے بارے میں ایک تحریر نقل کرتے وقت وائس پریذیڈنٹ جنرل کمیٹی اہل اسلام ہند کی ہدایت کا حوالہ حذف کر دیا گیا ہے۔

حکومت کو نشان آسمانی دکھانے کی پیشکش

حضرت بانئ سلسلہ کی یہ شدید خواہش تھی کہ انگریزی حکومت کو آسمانی نشان دیکھنے کی طرف توجہ ہوتا اسلام کی سچائی الم نشرح ہو جائے۔اس خواہش کا اظہار آپ نے مختلف مواقع پر مختلف پیرایہ میں فرمایا۔ چنانچہ ۲۰ جنوری ۱۸۹۹ء کو ایک انگریزی عدالت میں بیانِ صفائی دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:-

> ''گورنمنٹ انگریزی جس کی نیت نہایت نیک ہے اور جو رعایا کے لئے امن اور سلامتی کی پناہ ہے خدا نے پسند کیا کہ اس کے زیر سایہ مجھے مامور کیا۔ مگر کاش اس گورنمنٹ محسنہ کو نشان دیکھنے کے ساتھ کچھ دلچسپی ہوتی اور کاش مجھ سے گورنمنٹ کی طرف سے یہ مطالبہ ہوتا کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی آسمانی نشان یا کوئی ایسی پیشگوئی جو امن اور سلامتی کے اندر محدود ہو دکھلاؤ تو۔۔۔۔ یہ سب حقیقت کھل جاتی کہ آسمان پر ایک خدا ہے جس کی قدرتوں سے یہ سب کچھ ہوتا ہے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص۱۲۰-۱۲۱ ربوہ ۱۹۷۵ء)

ملکہ انگلستان کو تحفہ قیصریہ کی یاددہانی

حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب ''تحفہ قیصریہ'' کے ذریعہ ملکہ انگلستان کو دعوت اسلام دی تھی اور اسلام کی صداقت کے لئے نشان نمائی کی پیشکش اور لندن میں جلسہ مذاہب کے انعقاد کی تجویز پیش فرمائی تھی۔ اس رسالے پر دو سال کا عرصہ گذر جانے کے باوجود کسی ردّعمل کو نہ دیکھ کر آپ نے ایک مختصر سے رسالہ بعنوان ستارۂ قیصریہ کے ذریعہ ۲۰ اگست ۱۸۹۹ء کو ملکہ کو یاددہانی کرائی۔ اسی رسالہ میں آپ نے جہاں کتاب ''تحفہ قیصریہ'' کے جواب کے لئے اصرار فرمایا وہیں اپنی دعوت اسلام کو پھر دہرایا اور ملکہ کے خدا حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے وفات یافتہ ہونے کے بارے میں شواہد کے ظاہر ہونے کو حق کے لئے ایک بڑی فتح قرار دیا اور ملکہ کو یہ خوشخبری بھی پہنچائی کہ:-

''اور میں اپنی عالی شان جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی عالی خدمت میں اس خوشخبری کو پہنچانے کے لئے بھی مامور ہوں کہ۔۔۔۔اس (خدا تعالیٰ) نے اپنے قدیم وعدہ کے موافق جو مسیح موعود کے آنے کی نسبت تھا۔ آسمان سے مجھے بھیجا ہے۔''

(ستارہ قیصریہ روحانی خزائن جلد۱۵ص ۱۱۵-۱۱۶ ربوہ ۱۹۶۴ء)

جلسہ مذاہب عالم کیلئے انگریز حکومت پر اتمام حجت

۲۰ دسمبر ۱۸۹۹ء کو حضرت بانی سلسلہ نے بذریعہ اشتہار گورنمنٹ انگریزی کو زوردار رنگ میں ایک ایسے جلسہ کے انعقاد کی طرف توجہ دلائی جس میں تمام قوموں اور مذاہب کے نمائندے حاضر ہوکر اپنے اپنے مذہب کی سچائی کے ثبوت پیش کریں۔ اس جلسہ کی ضرورت اس کا طریق کار اور متوقع نتائج کی وضاحت آپ کے اپنے الفاظ میں یوں ہے:۔

''چونکہ آج کل یورپ کی بعض گورنمنٹیں اس بات کی طرف بھی مائل ہیں کہ مختلف مذاہب کی خوبیاں معلوم کی جائیں۔۔۔۔اس لئے مناسب نہیں ہے کہ ہماری یہ اعلیٰ درجہ کی گورنمنٹ دوسروں سے پیچھے رہے اور تمہید اس کاروائی کی اس طرح پر ہوسکتی ہے کہ ہماری عالی ہمت گورنمنٹ ایک مذہبی جلسہ کا اعلان کرکے اس زیر تجویز جلسہ کی ایسی تاریخ مقرر کرے جو دو سال سے زیادہ نہ ہو اور تمام قوموں کے سرگروہ علماء اور فقراء اور ملہموں کو اس غرض سے بلایا جائے کہ وہ جلسہ کی تاریخ پر حاضر ہوکر اپنے مذہب کی سچائی کے دو ثبوت دیں۔۔۔۔میرے خیال میں ہے کہ اگر ہماری دانا گورنمنٹ اس طریق پر کاربند ہو اور آزماوے کہ کس مذہب اور کس شخص میں روحانیت اور خدا کی طاقت پائی جاتی ہے تو یہ گورنمنٹ دنیا کی تمام قوموں پر احسان کرے گی اور اس طرح سے ایک سچے مذہب کو اس کی تمام روحانی زندگی کے ساتھ دنیا پر پیش کرکے تمام دنیا کو راہِ راست پر لے آئے گی۔۔۔۔اگر ہماری گورنمنٹ عالیہ ایسا جلسہ کرے تو یہ نہایت مبارک ارادہ ہے اور اس سے ثابت ہوگا کہ یہ گورنمنٹ سچائی کی حامی ہے۔۔۔۔یہ عاجز اپنے دلی جوش سے جو ایک پاک جوش ہے یہی چاہتا ہے کہ ہماری محسن گورنمنٹ

کے ہاتھ سے یہ فیصلہ ہو۔ خدایا اس عالی مرتبہ گورنمنٹ کو یہ الہام کر۔ تا وہ اس قسم کے جلسوں میں سب سے پیچھے آ کر سب سے پہلے ہو جائے۔۔۔۔ اگر اس جلسہ کے بعد جس کی گورنمنٹ محسنہ کو ترغیب دیتا ہوں ایک سال کے اندر میرے نشان تمام دنیا پر غالب نہ ہوں تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔ میں راضی ہوں کہ اس جرم کی سزا میں سولی دیا جاؤں اور میری ہڈیاں توڑی جائیں لیکن وہ خدا جو آسمان پر ہے جو دل کے خیالات کو جانتا ہے جس کے الہام سے میں نے اِس عریضہ کو لکھا ہے وہ میرے ساتھ ہوگا اور میرے ساتھ ہے وہ مجھے اس گورنمنٹ عالیہ اور قوموں کے سامنے شرمندہ نہیں کرے گا۔ اسی کی روح ہے جو میرے اندر بولتی ہے میں نہ اپنی طرف سے بلکہ اسکی طرف سے یہ پیغام پہنچا رہا ہوں تا سب کچھ جو اتمام حجت کے لئے چاہیئے پورا ہو۔ یہ سچ ہے کہ میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ اس کی طرف سے کہتا ہوں اور وہی ہے جو میرا مددگار ہوگا۔۔۔۔

اب میں اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہماری محسنہ ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کو عمر دراز کر کے ہر ایک اقبال سے بہرہ ور کرے اور وہ تمام دعائیں جو میں نے اپنے رسالہ ستارہ قیصریہ اور تحفہ قیصریہ میں ملکہ موصوفہ کو دی ہیں قبول فرماوے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ محسنہ اس کے جواب میں مجھے مشرف فرماوے گی۔ [۱]"

(اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۱۴۶-۱۵۰ ربوہ ۱۹۷۵ء)

انگریز وائسرائے کو تلاشِ حق کے لئے دعوتِ امتحان

۷ جولائی ۱۹۰۰ء کو حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے انگریز وائسرائے ہند لارڈ کرزن کو یہ تحریک فرمائی کہ وہ ہندوستان میں موجود تمام مذاہب میں سچے مذہب کی آزمائش کے لئے امتحان کریں اور اس امتحان کے لئے سب سے اول خود اپنے آپ کو پیش فرمایا۔ پوری تجویز آپ کے الفاظ میں یوں ہے۔

۱۔ کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم میں ص ۴۳ پر مندرجہ بالا تحریر کا صرف آخری پیراگراف درج کیا گیا ہے۔

''اپنے عہد دولت مہد میں اسی قدر خدا کے لئے کاروائی کرلیں کہ خود بدولت امتحان کے ذریعہ سے آزمالیں کہ اس ملک کے مذاہب موجودہ میں سے الٰہی طاقت کس مذہب میں ہے یعنی تمام مسلمان، آریوں، سکھوں، سناتن دھرمیوں، عیسائیوں، برہموؤں، یہودیوں وغیرہ فرقوں کے نامی علماء کے نام یہ احکام جاری ہوں کہ اگر ان کے مذہب میں کوئی الٰہی طاقت ہے خواہ وہ پیشگوئی کی قسم سے ہو یا اور قسم سے وہ دکھائیں اور پھر جس مذہب میں وہ زبردست طاقت جو طاقت بالا ہے ثابت ہو جائے ایسے مذہب کو قابل تعظیم اور سچا سمجھا جائے اور چونکہ مجھے آسمان سے اس کام کے لئے روح ملی ہے اسلئے میں اپنی تمام جماعت کی طرف سے سب سے پہلے یہ درخواست کرنے والا ہوں کہ اس امتحان کے لئے دوسرے فریقوں کے مقابل پر میں تیار ہوں۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۷ ص ۳۳-۳۴ ربوہ ۱۹۶۵ء)

اغراض حکومت کے سراسر خلاف

انگریز حکومت نے ہندوستان میں عیسائیت کے کامل غلبہ اور یسوع مسیح کی بادشاہت کے قیام کو اعلانیہ اپنا مشن قرار دے رکھا تھا اور حکومت کی ساری مشینری اس مشن کی تکمیل کے لئے مصروف عمل تھی۔ اس کے برعکس حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے عیسائیت کا خاتمہ اور صلیب کا توڑ دینا اپنا خداداد مشن قرار دیا۔ اس مشن کی تکمیل کے لئے ردّ عیسائیت اور اشاعتِ اسلام کی غرض سے آپ نے شب و روز جاری رہنے والی ایک لاثانی جدوجہد فرمائی جیسا کہ ہم نے گذشتہ صفحات میں دیکھا ہے۔

اس عظیم جدوجہد کی قدر و قیمت اور اہمیت کا صحیح اندازہ ایک غیر از جماعت عالم دین کی اس شہادت کی روشنی میں لگایا جاسکتا ہے جو فرماتے ہیں:-

''ردِ عیسائیت بظاہر ایک واعظانہ اور مناظرانہ چیز ہے جس کو سیاست سے کوئی تعلق نہیں لیکن غور کرو۔ جب حکومت عیسائی گر ہو جس کا نقطہ نظر ہی یہ ہو کہ سارا ہندوستان عیسائی مذہب اختیار کرلے اور اس کی تمنا دلوں کے پردوں سے نکل کر زبانوں تک آرہی ہو اور بے آئین اور جابر حکومت کا فولادی پنجہ اس کی امداد کر رہا ہو تو یہی تبلیغی

اور خالص مذہبی خدمت کس قدر سیاسی اور کتنی زیادہ سخت اور صبر آزما بن جاتی ہے۔
بلاشبہ ردِّ عیسائیت کے سلسلے میں ہر ایک مناظرہ، ہر ایک تبلیغ، ہر ایک تصنیف اغراضِ
حکومت سے سراسر بغاوت تھی۔"

(علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے ازمولانا سید محمد میاں صاحب سابق ناظم جمیعۃ العلماء ہند
بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول ازمولانا دوست محمد صاحب شاہد ص۱۱۲ ربوہ طبع دوم مارچ ۱۹۶۱ء)

اس بیان کی روشنی میں حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی اغراضِ حکومت کے خلاف مسلسل عظیم الشان
مساعی یقیناً آپ کو برصغیر میں انگریز حکومت کے مفاد کا سب سے بڑا باغی ظاہر کرتی ہے اور شاید اسی
پس منظر میں ایک مخالف جماعت نے یہ مشاہدہ کیا کہ:-

"مرزا صاحب کے حلقہ ارادت میں سب سے پہلے وہی لوگ شامل ہوئے جو فرنگی
دشمنی کے باعث ہندوستان بھر میں مشہور تھے یعنی وہابی جماعت کے لوگ جوق در جوق
ان کے مریدوں میں شامل ہو گئے۔

(تحریر چراغ حسن حسرت صاحب مندرجہ "ارمغانِ قادیان" ازمولوی ظفر علی خان صاحب ص س
بحوالہ تحریک احمدیت اور اس کے نقاد ازمولانا دوست محمد صاحب شاہد ص۳۶)

حکومت اور اربابِ حکومت سے لاتعلقی

تبلیغ اسلام کے سلسلے میں کسی رابطہ سے قطع نظر حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ عام طور پر حکومت سے
لاتعلقی کے مسلک پر عامل تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو آسمانی بادشاہت عطا کی تھی اس کے سامنے آپ کسی
دنیوی بادشاہت کی کوئی حقیقت نہ سمجھتے تھے چنانچہ آپ نے برملا اپنے اس مسلک کا اظہار فرمایا۔ جیسا کہ درج
ذیل ارشادات اور واقعات سے ظاہر ہوگا۔

ارشادات

"مسیح موعود کی روحانی خلافت ہے دنیا کی بادشاہتوں سے اس کو کچھ تعلق نہیں اسکو
آسمانی بادشاہت دی گئی ہے۔"

(آئینہ کمالات اسلام بحوالہ روحانی خزائن جلد۵ ص۱۷۲ ربوہ ۱۹۵۹ء)

میرا اصول یہ ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کو اپنی بادشاہیاں مبارک ہوں ہمیں ان کی سلطنت و دولت سے کچھ غرض نہیں۔ ہمارے لئے آسمانی بادشاہی ہے۔

(تحفہ قیصریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۲ ص ۲۶۵ الشرکتہ الاسلامیہ ربوہ ۱۹۶۳ء)

''مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم بحوالہ روحانی خزائن جلد ۲۱ ص ۱۴۱ ربوہ ۱۹۶۷ء)

واقعات

اس اصول کے عین مطابق ہم آپ کی حیات طیبہ میں درج ذیل واقعات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ فرمایا:-

''ایک مرتبہ ایک صاحب کمشنر نے قادیان میں آنا چاہا میرے والد صاحب نے بار بار مجھ کو کہا کہ اُن کی پیشوائی کیلئے دو تین کوس جانا چاہیئے مگر میری طبیعت نے نہایت کراہت کی۔''

(کتاب البریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۱۸۳ حاشیہ الشرکتہ الاسلامیہ ربوہ ۱۹۶۳ء)

''ایسا ہی اُن (والد صاحب) کے زیر سایہ ہونے کے ایام میں چند سال تک میری عمر کراہت طبع کے ساتھ انگریزی ملازمت میں بسر ہوئی۔ آخر چونکہ میرا جدا رہنا میرے والد صاحب پر بہت گراں تھا۔ اس لئے ان کے حکم سے جو عین میری منشا کے موافق تھا میں نے استعفیٰ دیکر اپنے تئیں اس نوکری سے جو میری طبیعت کے مخالف تھی سبکدوش کر دیا۔''

(کتاب البریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۱۸۴-۱۸۵ حاشیہ الشرکتہ الاسلامیہ ربوہ ۱۹۶۳ء)

حکومت پنجاب کے فنانشل کمشنر سر جیمز ولسن کی مارچ ۱۹۰۸ء میں قادیان میں آمد کے موقع پر آپ نے اسی طرز عمل کا اعادہ فرمایا۔ چنانچہ لکھا ہے:-

''۲۰ مارچ کی شام کو خواجہ کمال الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود کی خدمت میں عرض کیا کہ فنانشل کمشنر کے استقبال کے لئے آگے جانا چاہیئے حضور نے فرمایا'' مجھے ان تکلفات سے نفرت ہے باقی استقبال وغیرہ کرنا کمیٹیوں کا کام ہے آپ چند آدمی اپنے ساتھ لے لیں اور استقبال کریں۔''

(سیرۃ احمد مولفہ مولوی قدرت اللہ سنوری صاحب ص ۲۵۴ بحوالہ تاریخ احمدیت از مولوی دوست محمد صاحب شاہد جلد سوم ص ۵۳۲ ربوہ ۱۹۶۲ء)

کمشنر صاحب کے رات کے کھانے کی دعوت قبول کرنے پر حضور کے ارشاد کے مطابق لنگر سے پکا پکایا کھانا کیمپ پہنچا دیا گیا۔[۱] بعد میں کمشنر صاحب کی خواہش پر حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے ان سے ملاقات فرمائی اور دوران ملاقات جب گفتگو اسلام کے موضوع سے ہٹنے لگی تو آپ نے صاف فرمایا کہ:-

''آپ دنیاوی حاکم ہیں خدا نے ہمیں دین کے لئے حاکم بنایا ہے جس طرح آپ کے وقت کاموں کے مقرر ہیں اسی طرح ہمارے بھی کام مقرر ہیں اب ہماری نماز کا وقت ہو گیا اور کھڑے ہو گئے۔''

(سیرۃ احمد مولفہ مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری ص ۵۸ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم ص ۵۳۳)

الہامات کی وضاحت

اپنے اس مسلک اور طرز عمل کے عین مطابق آپ نے ان خدائی ارشادات کو جن میں حکومت سے تعلق کا کوئی اظہار تھا متشابہات میں شمار کیا ہے۔ اس مضمون کے دو الہامات کی وضاحت آپ نے یوں فرمائی:-

''ایک اور دوسرا الہام متشابہات میں سے ہے جو ۴ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو مجھے ہوا اور وہ یہ ہے کہ قیصر ہند کی طرف سے شکریہ۔[۲] اب یہ ایسا لفظ ہے کہ حیرت میں ڈالتا ہے کیونکہ میں ایک گوشہ نشین آدمی ہوں اور ہر ایک قابل پسند خدمت سے عاری اور

---

[۱] سیرۃ احمد از مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری ص ۲۶۱ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم ص ۵۳۳)

[۲] قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم میں یہ الہام حضرت بانئ سلسلہ کے وضاحتی بیان کے بغیر درج کیے گئے ہیں۔

قبل ازموت اپنے تئیں مردہ سمجھتا ہوں میرا شکریہ کیسا؟ سوایسے الہام متشابہات میں سے ہوتے ہیں۔ جب تک خود خدا ان کی حقیقت ظاہر نہ کرے۔"

(اشتہار ۲۲ اکتوبر ۱۸۹۹ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۱۷۱ حاشیہ ربوہ ۱۹۷۵ء)

"مجھے الہام ہوا ہے گورنر جنرل کی دعاؤں کی قبولیت کا وقت آ گیا۔"

فرمایا - "گورنر جنرل سے مراد روحانی عہدہ ہے۔"

(ملفوظات جلد اول ص ۴۶۴ ربوہ ۱۹۶۰ء)

حق گوئی وبیباکی

حکومت سے لاتعلقی کے فاصلے پر رہتے ہوئے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے سچی بات کے اظہار میں انگریز حکومت کے رعب و دبدبہ کو کبھی آڑے نہ آنے دیا اور حسب ضرورت اسلامی اقدار کی سربلندی کی خاطر حکومت انگریزی پر جائز تنقید اپنا فرض جانا۔ اس باب میں آپ کے مسلک کی پوری وضاحت اس ارشادِ گرامی سے ہو جاتی ہے جو اپنے پس منظر کے ساتھ یوں مذکور ہے۔

برصغیر کے مشہور مسلم عالم جناب صدیق حسن خان صاحب نے حضرت اقدس کی تصنیف براہین احمدیہ کی خریداری سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ مذہبی کتابوں کی خریداری حکومتِ وقت کی سیاسی مصلحتوں کے خلاف ہے۔ بعد میں ایک موقع پر حضرت اقدس نے یہ واقعہ بیان کر کے فرمایا:-

"وہ خدا کی رضا پر گورنمنٹ کی رضا کو مقدم کرنا چاہتے تھے۔ اب گورنمنٹ کو راضی کر لیں۔ موحد ہونے کا دعویٰ کر کے ایک زمینی حکومت سے خوف اور وہ بھی دین کے معاملے میں۔"

(تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد صاحب شاہد جلد دوم ص ۳۵ ربوہ ۱۹۵۹ء)

اس مسلک کے عین مطابق بے باکانہ حق گوئی کے چند اور واقعات ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

۱ - ایک پادری فتح مسیح نے آپ کے نام ایک خط میں یہ سوال اٹھایا کہ اگر آج ایسا شخص جیسے آنحضرت ﷺ تھے گورنمنٹ انگریزی کے زمانے میں ہوتا تو گورنمنٹ اس سے کیا سلوک کرتی۔ حضرت اقدس نے کمال درجہ جرات سے اس سوال کا جو پرشوکت جواب دیا وہ تاریخ میں آبِ زر سے لکھا جائے گا۔ آپ نے لکھا:

''اگر وہ سید الکونین اس گورنمنٹ کے زمانہ میں ہوتے تو یہ سعادتمند گورنمنٹ اُن کی کفش برداری اپنا فخر سمجھتی جیسا کہ قیصر روم صرف تصویر دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔''

(نور القرآن حصہ دوم بحوالہ روحانی خزائن جلد ۹ ص ۳۸۲ ربوہ ۱۹۶۲ء)

۲ - ایک عیسائی پادری نے ایک دفعہ حکومت انگریزی پر بے جا فخر کیا تو حضرت اقدس نے فرمایا:-

''ہم اس (گورنمنٹ انگریزی) کو خطا سے معصوم نہیں سمجھتے۔۔۔۔ بلکہ قوانین بنانے کا اصول رعایا کی کثرت رائے ہے گورنمنٹ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوتی تا وہ اپنے قوانین میں غلطی نہ کرے۔ اگر ایسے ہی قوانین محفوظ ہوتے تو ہمیشہ نئے نئے نئے قانون کیوں بنتے رہتے۔''

(نور القرآن حصہ دوم بحوالہ روحانی خزائن جلد ۹ ص ۳۷۸ ربوہ ۱۹۶۲ء)

۳ - سرکار انگریزی کے ایک حکم پر جس میں فوجی چھاؤنیوں میں فاحشہ عورتوں کی بہم رسانی کا ذکر تھا تنقید کرتے ہوئے حضرت اقدس نے فرمایا:-

''ظاہر ہے کہ اگر ایسی ضرورتوں کے وقت جنہوں نے حکام کو ان قابل شرم تجویزوں کے لئے مجبور کیا۔ انجیلوں میں کوئی تدبیر ہوتی تو وہ حلال طریق کو چھوڑ کر ناپاک طریقوں کو اپنے بہادر سپاہیوں میں رواج نہ دیتے۔''

(نور القرآن حصہ دوم بحوالہ روحانی خزائن جلد ۹ ص ۴۵۱ ربوہ ۱۹۶۲ء)

حکومت سے مسلمانوں کے لئے حق طلبی

انگریزی حکومت کے سامنے بیباکانہ حق گوئی پر مستزاد حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ برصغیر کے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے بھی کوشاں رہے اور جب ضرورت پڑی آپ حکومت کے سامنے مسلمانوں کے حقوق کے طلبگار ہوئے اور مطالبات کی قبولیابی کے لئے آئینی طریق کے تحت اضافی کوششیں بھی فرمائیں۔ حکومت سے حقوق طلبی کے چند واقعات ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

مسلمانوں کے حقوق کی بحالی کا عام مطالبہ

۱۸۹۳ء میں کتاب آئینہ کمالات اسلام میں آپ کا وہ مکتوب شائع ہوا جس میں آپ نے ملکہ

وکٹوریہ کو برصغیر کے مسلمانوں کا بطور خاص خیال رکھنے اور اُن سے دوسری اقوام کے مقابلے میں بہتر سلوک کرنے کی نصیحت کی کیونکہ اس نے مسلمانوں کے ملک پر قبضہ کیا ہے اور سابق حاکم ہونے کے ناطے وہ خصوصی سلوک کے مستحق ہیں۔

آپ نے اس تحریر میں اس انقلاب کے نتیجہ میں شریف اور معزز مسلمان خاندانوں کی غربت اور زبوں حالی کا بھی ذکر کیا اور ملکہ کو ان مسلمانوں کو عام لوگوں پر ترجیح دینے اور مقربین میں شامل کرنے کی ضرورت کا احساس دلایا۔

غرضیکہ آپ کی یہ تحریر غیر ملکی حکومت کے سامنے مسلمانوں کے حقوق کی عام بحالی کیلئے دلی تڑپ کے ساتھ کی جانے والی ایک انتہائی متوازن کوشش تھی۔ اندازہ اصل تحریر کے مطالعہ سے بخوبی ہوسکتا ہے فرمایا۔ (ترجمہ از عربی)

''(اے قیصرہ ہند) مسلمان تیرے دست و بازو ہیں اور انہیں تیرے ملک میں ایک خصوصیت حاصل ہے جسے تو بخوبی سمجھتی ہے پس تجھے چاہیئے کہ تو ان پر خاص شفقت و مہربانی کی نظر رکھے اور اُن کے راحت و آرام اور تالیفِ قلوب کو اپنا نصب العین بنائے اور ان میں سے اکثر کو مراتبِ عالیہ اور مدارجِ قرب سے سرفراز کرے۔

میں دیکھتا ہوں کہ ان کو دیگر اقوام پر فضیلت اور تخصیص و ترجیح دینے میں کئی قسم کے مصالح اور برکات مضمر ہیں۔ تو مسلمانوں کا دل راضی کر کہ تو نے ان کی سرزمین پر قبضہ کیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تجھے ان کے ملک پر اقتدار بخشا ہے جس پر وہ تقریباً ایک ہزار سال تک حکمران رہ چکے ہیں۔ پس تو اپنے رب کے اس انعام کا شکر بجالا اور مسلمانوں سے مہربانی و مروت سے پیش آ کہ خداوند کریم مروت اور احسان کرنے والے سے محبت کرتا ہے۔

بادشاہت تو اصل میں اللہ ہی کی ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ تاہم اس کی یہ سنت ہے وہ شکرگزاروں کے دن لمبے کردیتا ہے۔۔۔۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ساری خیر و برکت مسلمانوں کی عزت افزائی، انہیں اعلیٰ مناصب پر فائز کرنے اور عطیات سے مالا مال کرنے میں ہے نہ کہ ان کی بربادی کے سامان کرنے میں۔۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ آپ نے

وائسرائے ہند اور دیگر ارکان حکومت کو نصیحت کی ہوگی کہ وہ شریف اور خاندانی مسلمانوں کو عام لوگوں پر ترجیح دیں۔ ان کا خاص احترام کریں اور انہیں دربار میں مقربین میں شامل رکھیں۔ مگر ان اعلیٰ حکام نے سب لوگوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا ہے اور مسلمانوں کو سرفرازی دینے کی مصلحت بھلا بیٹھے ہیں۔''

(آئینہ کمالات اسلام بحوالہ روحانی خزائن جلد پنجم ص۵۳۵-۵۳۶، ص۵۳۷، ص۵۳۸-۵۳۹ ربوہ ۱۹۵۹ء)

ناموس رسول کے دفاع کیلئے آئینی تحریک

اسلام دشمن قوتوں کی جانب سے حضرت محمد ﷺ کی ذات مقدس پر ہونے والے ناپاک حملوں کے دفاع میں حضرت اقدس ایک مسلسل جدوجہد میں تو مصروف ہی تھے لیکن اس تکلیف دہ سلسلہ کے مستقل قانونی سدِّ باب کیلئے آپ نے ۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء کو حکومتِ انگریزی کے سامنے تعزیرات ہند کی دفعہ ۲۹۸ میں توسیع کی ایک آئینی تحریک پیش فرمائی۔ اپنے ایک اشتہار بعنوان ''ایک التماس گورنمنٹ عالیہ کی توجہ کے لائق'' میں منجملہ دیگر وضاحتوں کے آپ نے تحریر فرمایا کہ:-

''ہمیں اپنے دلآزار ہمسایوں، مخالفوں سے ایک اور شکایت ہے۔۔۔۔ ہمارے مذہبی مخالف۔۔۔۔ ہمارے سید و مولیٰ نبی ﷺ کی ہتک کرتے ہیں اور گالیوں تک نوبت پہنچاتے ہیں۔۔۔۔ اگر گورنمنٹ کے بعض اعلیٰ درجہ کے حکام دو تین روز اس بات پر بھی خرچ کریں کہ ہم میں سے کسی منتخب کے روبرو ایسے بے جا الزامات کی وجہ ثبوت ہمارے مذکورہ بالا مخالفوں سے دریافت فرماویں تو زیرک طبع حکام کو فی الفور معلوم ہو جائے گا کہ کس قدر یہ لوگ بے ثبوت بہتانوں سے سرکار انگریزی کی وفادار رعایا اہلِ اسلام پر ظلم کر رہے ہیں۔''

''ہم نہایت ادب سے گورنمنٹ عالیہ کی جناب میں یہ عاجزانہ التماس کرتے ہیں کہ ہماری محسن گورنمنٹ اُن احسانوں کو یاد کر کے جواب تک ہم پر کئے ہیں ایک یہ بھی ہماری جانوں اور آبروؤں اور ہمارے ٹوٹے ہوئے دلوں پر احسان کرے کہ اس مضمون کا ایک قانون پاس کر دیوے یا کوئی سرکلر جاری کرے کہ آئندہ جو مناظرات اور

مجادلات اور مباحثات مذہبی امور میں ہوں اُن کی نسبت ہر یک قوم مسلمانوں اور عیسائیوں اور آریوں وغیرہ میں سے دو امر کے ضرور پابند رہیں۔

اول یہ کہ ایسا اعتراض جو خود معترض کے ہی الہامی کتاب۔۔۔ پر وارد ہو سکتا ہو۔۔۔ ایسے اعتراض سے چاہیئے کہ ہر یک ایسا معترض پرہیز کرے۔''

''دوم۔ اگر بعض کتابوں کے نام۔۔۔ اِس غرض سے شائع ہو گئے ہوں کہ درحقیقت وہی کتابیں ان کی مسلّم اور مقبول ہیں تو چاہیئے کہ کوئی معترض ان کتابوں سے باہر نہ جائے۔''

''یہ التماس ہے جس کا پاس ہونا ہم بذریعہ کسی ایکٹ یا سرکلر کے گورنمنٹ عالیہ سے چاہتے ہیں۔۔۔۔ بے شک اس سے پہلے توہین کے لئے دفعہ ۲۹۸ تعزیرات میں موجود ہے لیکن وہ ان مراتب کے تصفیہ پا جانے سے پہلے فضول اور نکمی ہے اور خیانت پیشہ لوگوں کے لئے گریز گاہ وسیع ہے۔''

(آریہ دھرم بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۰ ص ۸۴-۸۶ ربوہ ۱۹۶۲ء)

مطالبہ کو عوامی رنگ دینے کے لئے آپ نے اس درخواست پر دستخط کرانے کے لئے مسلمانوں کو دعوت دیتے ہوئے لکھا:-

''سو بھائیو! یہ تدبیر عمدہ نہیں ہے کہ ہر روز ہم گالیاں سنیں اور روا رکھیں کہ ہندوؤں کے لڑکے بازاروں میں بیٹھ کر اور عیسائیوں کی جماعتیں ہر یک کوچہ گلی میں ہمارے نبی پاک ﷺ کو گندی گالیاں نکالیں اور آئے دن پُر توہین کتابیں شائع کریں بلکہ اس وقت ضروری تدبیر یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا منہ بند کرنے کیلئے سرکاری قانون سے مدد لیں اور اس درخواست کے موافق جو گورنمنٹ کی توجہ کے لئے علیحدہ لکھی گئی ہے اس مضمون کا گورنمنٹ عالیہ سے قانون پاس کراویں۔۔۔۔

یہ قانون ہے جس کا پاس کرانا ضروری ہے سوائے بزرگو! اور دین اسلام کے غمخوارو! برائے خدا اس تحریر پر غور کر کے اس درخواست کو اپنے دستخطوں سے مزین کرو۔۔۔۔ بھائیو! کیا یہ مناسب ہے کہ آپ لوگ تو عزت کی کرسیوں پر بیٹھیں اور بڑے بڑے القاب پائیں اور ہمارے پیارے رسول اللہ ﷺ کو ہر یک طرف سے گالیاں دی جائیں

اور تحریر و تقریر میں سراسر افتراء سے نہایت بے عزتی اور توہین کی جائے اور آپ لوگ ایک ادنیٰ تدبیر کرنے سے بھی دریغ کریں۔"

(اشتہار مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۱۶۴-۱۶۶ ربوہ ۱۹۷۲ء)

حضرت اقدس کی اس تحریک کی مسلمانوں نے عام طور پر تائید کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس درخواست پر ہزاروں دستخط ہو گئے اس بارے میں نواب محسن الملک صاحب نے ۲ اکتوبر ۱۸۹۵ء کو حضرت اقدس کے نام اپنے ایک مکتوب میں تائیدانہ لکھا:-

"یہ تجویز جو آپ فرماتے ہیں گورنمنٹ سے منظور ہو جائے تو اس میں شبہ نہیں کہ وہ مہلک بیماری جو وبا کی طرح پھیل رہی ہے اور جس سے ایک مذہبی آدمی کو بہت تکلیف پہنچتی ہے جاتی رہے۔"

(الحکم ۷ اگست ۱۹۳۴ء ص ۹ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص ۳۷۶ ربوہ ۱۹۵۹ء)

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی یہ تحریک بڑی کامیابی سے جاری تھی لیکن بااثر مخالف علماء تحریک سے وابستہ آپ کے نام کے سبب اُس کے خلاف صف آرا ہو گئے اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے تو مخالفت میں ایک ٹریکٹ بعنوان "دجال قادیانی کی نئی چال" لکھ مارا جس میں یہ الفاظ بھی لکھے:-

"اس تجویز کا اس کے ہاتھ سے انجام پذیر ہونا دو وجہ سے ناممکن ہے۔ اول یہ کہ وہ خود اس جرم کا مرتکب ہے جس کو اس درخواست سے ہٹانا چاہتا ہے دوم یہ کہ اس کی لائلٹی (وفاداری) مشتبہ ہے کوئی مسلمان وفادار گورنمنٹ یہ کام کرے تو یہ انجام پذیر ہو سکتا ہے۔"

(اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ نمبر ۱۲ ص ۳۶۱ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم ص ۳۷۷ از مولوی دوست محمد صاحب شاہد ادارۃ المصنفین ربوہ ۱۹۵۹ء)

اور بالآخر باقاعدہ یہ مطالبہ کر دیا کہ حضرت مسیح موعود

"اپنا اور اپنے گروہ کا استعفاء بذریعہ اخبارات و اشتہارات مشتہر کر دیں پھر دیکھیں بندہ اس کام کو کیونکر بجالاتا ہے آپ علیحدہ ہو جائیں پھر اس کام کا حسنِ انجام ملاحظہ فرمائیں"۔

(بحوالہ اشتہار ۲۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۱۷۲ ربوہ ۱۹۷۲ء)

حضرت مسیح موعود نے اس مذہبی تحریک کو شخصی مخالف کے ہاتھوں ناکام ہونے سے بچانے کے لئے مخالفین کے مطالبہ کو اس اتمام حجت سے ساتھ مان لیا کہ:-

''اگر چہ میرا دل دینی خدمت سے استعفیٰ نہیں دیتا اور اللہ جلشانہٗ اور رسول اللہ صلعم کے راہ میں فدا ہے اور ہوگا جب تک کہ میں اس جہاں سے گذر جاؤں واللہ ان حیاتی و مماتی للّٰہ رب العالمین۔ لیکن میری اس میں کونسی کسرِ شان ہے کہ میں چند الفاظ سے اپنے اندرونی مخالفوں کو خوش کر کے اُن کے ہاتھ سے رسول اللہ صلعم کے لئے ایسی خدمت لوں۔۔۔۔ یاد رہے کہ ہم اپنا اور اپنے گروہ کا استعفیٰ اس شرط سے پیش کرتے ہیں کہ آپ اپنے وعدے کو پورا کریں اور ہمیں کسی ناموری کی ہوس نہیں اور نہ کسی شکر کی خواہش صرف یہ خواہش ہے کہ آپ سادگی اور نیک نیتی سے ہماری اس تحریر کو قبول کر کے جلد کام میں لگ جائیں کہ عمر کا اعتبار نہیں۔''

(اشتہار ۲۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۱۷۶-۱۷۷ ربوہ ۱۹۷۲ء)

مگر افسوس کہ مولوی صاحب نے یہ خدمت اپنے ذمہ لیکر عملاً کچھ نہ کیا اور یوں ایک اہم مشن ادھورا رہ گیا۔ کچھ عرصہ بعد بدنام زمانہ کتاب ''امہات المومنین'' کی اشاعت اور عیسائی اخبار ''نور افشاں'' لدھیانہ کی اشتعال انگیزیوں کے پیش نظر حضرت اقدس نے اکتوبر ۱۸۹۸ء میں ہندوستان کے انگریز وائسرائے کے نام ایک اور میموریل بھیجا جس میں آپ نے ایک بار پھر اپنی ۱۸۹۵ء والی تجاویز کا اعادہ کرتے ہوئے حکومت کو ایک اور راہ بھی سمجھائی کہ:-

''گورنمنٹ عالیہ دس برس تک یا جس حد تک مناسب سمجھے اسی طریق بحث کو قطعاً مسدود فرمادے کہ کوئی فریق دوسرے کے عقیدہ اور مذہب پر حملہ کرے یا کسی قسم کی نکتہ چینی سے فریق مخالف کو ایذا پہنچا دے بلکہ ہر ایک فریق اپنی کل تحریروں اور تقریروں کو اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے تک محدود رکھے اور دوسرے فرقوں کے عقائد اور ان کے حسن و قبح کا ذکر نہ کرے۔''

(الحکم ۱۵ اکتوبر ۱۸۹۸ء ص ۷ کالم نمبر ۱ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم از مولوی دوست محمد صاحب شاہد ص ۲۷ ربوہ ۱۹۶۲ء)

تعطیل جمعہ کی تحریک

یکم جنوری ۱۸۹۶ء کو حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے مسلمانانِ برٹش انڈیا کی جانب سے انگریز حکومت کو یہ تحریک فرمائی کہ ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کے لئے جمعہ کو روزِ تعطیل قرار دیا جائے اس اسلامی مطالبہ کی حمایت میں آپ نے جو دلائل رقم فرمائے اُن میں جمعہ کے دن کی اسلامی تعلیمات کی رو سے فرضیت اور اہمیت، اسلامی سلطنت کے دور میں جمعہ کی تعطیل کا ہونا، برطانوی راج میں بھی اسلامی اور دیگر ریاستوں میں جمعہ کی تعطیل، عیسائیوں کے مذہبی فرائض کی ادائیگی کے لئے حکومت کا اتوار کو روزِ تعطیل قرار دینا اور اسلامی تعطیلات کا ہندوؤں کی تعطیلات کے نصف سے بھی کم ہونا وغیرہ شامل تھے۔[1]

حسب سابق اس تحریک میں عوامی حمایت کا زور پیدا کرنے کے لئے آپ نے مسلمانانِ ہند سے ایک علیحدہ اشتہار بعنوان ''جمعہ کی تعطیل'' کے ذریعہ اس درخواست پر دستخط کرنے کی اپیل کی اس اشتہار میں آپ نے اپنی گذشتہ تحریک کے مخالف علماء کی مخالفت کے نتیجہ میں ادھورے رہ جانے کا بھی ذکر فرمایا اور موجودہ تحریک کی کامیابی کے لئے جملہ مسلمانوں اور مولوی صاحبان سے خصوصیت سے تعاون کی درخواست کی۔

اس درخواست پر بڑی تعداد میں مسلمانوں کے دستخط یقیناً انجام کار اِسے کامیاب کرنے میں مددگار ثابت ہوتے۔ اسی مقصد کے پیش نظر آپ نے اس اشتہار میں یہ تنبیہہ بھی فرمادی کہ اس درخواست پر دستخط نہ کرنے والے ایسا کر کے یہ ظاہر کردیں گے کہ انہوں نے اس ملک کو دارالحرب قرار دیا ہے۔ دوسری طرف اس تنبیہہ کو آپ نے حکومت کے لئے اس درخواست کی قبولیابی کی ایک اضافی وجہ کے طور پر بھی استعمال فرمایا اور ایک مختصر سے اشتہار بعنوان ''قابل توجہ گورنمنٹ از طرف مہتمم کاروبار تجویز تعطیل جمعہ'' کے ذریعہ اس کی وضاحت فرمائی۔

> چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے لئے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو در پردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں اور ایک چھپی ہوئی بغاوت کو اپنے دلوں میں رکھ کر اسی

---

[1] تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۲۲۶-۲۲۷۔

اندرونی بیماری کی وجہ سے فرضیت جمعہ سے منکر ہوکر اس کی تعطیل سے گریز کرتے ہیں۔
لہٰذا یہ نقشہ اسی غرض کیلئے تجویز کیا گیا کہ تا اس میں ان ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ
رہیں کہ جو ایسے باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں اگرچہ گورنمنٹ کی خوش قسمتی سے
مسلمانوں میں ایسے آدمی بہت ہی تھوڑے ہیں جو ایسے مفسدانہ عقیدے کو دل میں
پوشیدہ رکھتے ہوں لیکن چونکہ اس امتحان کے وقت بڑی آسانی سے ایسے لوگ معلوم
ہو سکتے ہیں جن کے نہایت مخفی ارادے گورنمنٹ کے برخلاف ہیں۔ اس لئے ہم نے
اپنی محسن گورنمنٹ کی پولیٹیکل خیرخواہی کی نیت سے اس مبارک تقریب پر یہ چاہا کہ
جہاں تک ممکن ہو ان شریر لوگوں کے نام ضبط کئے جائیں جو اپنے عقیدے سے اپنی
مفسدانہ حالت کو ثابت کرتے ہیں کیونکہ جمعہ کی تعطیل کی تقریب پر ان لوگوں کا شناخت
کرنا ایسا آسان ہے کہ اس کی مانند ہمارے ہاتھ میں کوئی بھی ذریعہ نہیں وجہ یہ کہ جو ایک
ایسا شخص ہو وہ اپنی نادانی اور جہالت سے برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتا ہے وہ جمعہ کی
فرضیت سے ضرور منکر ہوگا اور اسی علامت سے شناخت کیا جائے گا کہ وہ درحقیقت اسی
عقیدے کا آدمی ہے لیکن ہم گورنمنٹ میں بادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک
پولیٹیکل راز کی طرح اُس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں گے جب تک گورنمنٹ ہم
سے طلب کرے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی ان نقشوں کو
ایک ملکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی اور بالفعل یہ نقشے جن میں ایسے
لوگوں کے نام مندرج ہیں گورنمنٹ میں نہیں بھیجے جائیں گے صرف اطلاع دہی کے
طور پر اُن میں سے ایک سادہ نقشہ چھپا ہوا جس پر کوئی نام درج نہیں فقط یہی مضمون
درج ہے ہمراہ درخواست بھیجا جاتا ہے اور ایسے لوگوں کے نام معہ پتہ ونشان یہ ہیں۔[۱]"

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۲۲۷-۲۲۸ ربوہ ۱۹۷۲ء)

---

[۱] کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم ص ۵۹۱ پر یہ تحریر خط کشیدہ سطور کو حذف کر کے شائع کی گئی ہے اور یوں جہاں قاری تحریر کے پس منظر سے لاعلم رہتا ہے وہیں ساری بات کے محض تجویز ہونے کے بجائے ایک عمل ہونے کا تاثر ملتا ہے۔

تعطیل جمعہ کی تحریک آپ کے بعد حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول کے عہد مبارک میں آپ کی جدوجہد اور توجہ سے ایک حد تک کامیابی سے ہمکنار ہوئی جس پر اس دور کے مسلم اخبارات نے نہایت درجہ تعریفی الفاظ میں نوٹ لکھے۔[1]

حکومتی فرائض کی بجا آوری کا مطالبہ

حضرت اقدس مسیح موعود کی پیشگوئی کے تحت ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو آریہ لیڈر پنڈت لیکھرام غیر معمولی حالات میں قتل ہوا۔ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کو اہل اسلام نے اسلام کی حقانیت کے ایک روشن اور چمکدار ثبوت کے طور پر خوش آمدید کہا لیکن آریہ سماج میں ایک کھلبلی مچ گئی اور انہوں نے عام طور پر اس قتل کا بدلہ مسلمانوں سے لینے کے عزائم کا اظہار شروع کر دیا۔ آریہ اخبارات میں اس ضمن میں جن مسلمان لیڈروں کا نام لیکر دھمکی دی گئی ان میں سرسید احمد خان صاحب اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ شامل تھے۔

حضرت مسیح موعود نے اس صورتحال کا نوٹس لیا اور ۲۷ مارچ ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار بعنوان ''عریضہ بعالی خدمت گورنمنٹ عالیہ انگریزی'' شائع کیا۔ اشتہار میں آپ نے آریہ سماج کی مسلمانوں کو دھمکیوں کے تحریری شواہد قلم بند فرمانے کے بعد حکومت سے مطالبہ کیا کہ:۔

> ''اس وقت سرکار انگریزی کا بڑا فرض ہے کہ قبل اس کے جو اس ارادۂ فساد کا کوئی خطرناک اشتعال پیدا ہو اپنی احسن تدبیر سے اُس کو روک دے گورنمنٹ کو یہ امید نہیں رکھنی چاہیئے کہ آریہ صاحبان اس وقت نرمی اور دلجوئی اور حکمت عملی کے نیک سلوک سے امن کے طالب ہو جائیں گے بلکہ اس وقت سیاست مدنی کے قوانین کو پورے طور پر استعمال کرنا عین علاج ہے۔''
>
> ''اخبار'' رہبر ہند'' ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں صفحہ ۱۴ پہلے کالم میں لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہندو قادیان والے کو قتل کرائیں گے اور یہ بھی افواہ ہے کہ علی گڑھ والے بوڑھے کا بھی خاتمہ کیا جائے گا۔۔۔۔۔ایسی قطعی اور یقینی خبریں گورنمنٹ کی توجہ کے لائق ہیں۔ کیا گورنمنٹ کا قانون تدابیر امن اس وقت فرض نہیں کرتا کہ ایسے لوگوں کے مچلکے لینے

---

[1] اخبار الحکم ۷ تا ۱۴ اگست ۱۹۱۱ء ص ۵ کالم ۲، ۳ قادیان۔

کے لئے توجہ کی جائے جنہوں نے کچھ بھی اس باسیاست عملداری کا لحاظ نہ کر کے سکھوں کے زمانے کا رنگ دکھا دیا اور بے دھڑک بول اٹھے کہ فلاں فلاں آدمی کو ہم ضرور قتل کر دیں گے۔ کیا ایسی بے باکی کی تحریروں میں گورنمنٹ کی حکومت کی کسرِ شان نہیں ہے؟''

(اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹ ربوہ ۱۹۷۲ء)

آریوں کے اس متشددانہ طرزِ عمل کی سنگینی کو اجاگر کرنے کے لئے آپ نے اس اشتہار میں اپنی اور اپنی جماعت کی اس کے برعکس امن پسندی کی پالیسی کو بھی بیان کرنا ضروری سمجھا چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا:-

''اس عریضہ میں پہلے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میں کون ہوں۔ سو مختصر عرض یہ ہے۔۔۔۔ میں بذاتِ خود سترہ برس سے سرکارِ انگریزی کی ایک ایسی خدمت میں مشغول ہوں کہ درحقیقت وہ ایک ایسی خیرخواہی گورنمنٹ عالیہ کی مجھ سے ظہور میں آئی ہے کہ میرے بزرگوں سے زیادہ ہے اور وہ یہ کہ میں نے بیسیوں کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں اس غرض سے تالیف کی ہیں کہ اس گورنمنٹ محسنہ سے ہرگز جہاد درست نہیں بلکہ سچے دل سے اطاعت کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے چنانچہ میں نے یہ کتابیں بصرف زر کثیر چھاپ کر بلاد اسلام میں پہنچائی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ان کتابوں کا بہت سا اثر اس ملک پر بھی پڑا ہے اور جو لوگ میرے ساتھ مریدی کا تعلق رکھتے ہیں وہ ایک ایسی جماعت طیار ہوتی جاتی ہے کہ جن کے دل اس گورنمنٹ کی سچی خیرخواہی سے لبالب ہیں۔ ان کی اخلاقی حالت اعلیٰ درجہ پر ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ وہ تمام اس ملک کیلئے بڑی برکت ہیں اور گورنمنٹ کے لئے دلی جانثار۔

اب اس تمہید کے بعد میں اصل مطلب کو لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب سے لیکھرام پشاوری جو آریہ صاحبوں کا ایک واعظ تھا لاہور میں کسی کے ہاتھ سے قتل کیا گیا ہے عجیب طرح پر آریوں اور ہندوؤں کا شور و غوغا عام مسلمانوں کی نسبت عموماً اور میری نسبت خصوصاً پھیل رہا ہے اور بغیر کسی ثبوت کے کھلے کھلے طور پر قتل کی تہمتیں میری

نسبت لگا رہے ہیں اور ان کی تیز تحریروں سے پایا جاتا ہے کہ وہ ایک ایسے حملہ کی تیاری کر رہے ہیں جو نہ صرف میرے لئے بلکہ عام مسلمانوں کیلئے اور گورنمنٹ کے انتظام کے لئے خطرناک ہے[1]"

(اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۳۶۶-۳۶۷ ربوہ ۱۹۷۲ء)

انگریزی حکومت کے زوال اور اسلامی حکومت کے قیام کی پیش خبری

انگریز حکومت سے تعلقات کے باب میں اب تک ذکر ہونے والی سرگرمیوں پر مستزاد حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر اس حکومت کے خاتمہ کی پیش خبری کا عام اعلان بھی فرمایا۔ آپ نے اپنے وجود کو حکومت کے لئے ایک حرزِ سلطنت، تعویز اور پناہ کے طور پر پیش کیا اور اپنے بعد ایک معین عرصہ میں زوالِ حکومت کی خبر دی۔ دوسری طرف غلبہ اسلام کے اپنے مشن کی کامیابی کے لازمی نتیجہ کے طور پر ایک عظیم اسلامی انقلاب کی نوید سنائی اور ایک عالمگیر اسلامی حکومت کے قیام کی بشارت دی۔

حرزِ سلطنت، تعویز اور پناہ

حضرت اقدس مسیح موعود نے ارشاد فرمایا:-

"براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں ایک پیشگوئی گورنمنٹ برطانیہ کے متعلق ہے اور وہ یہ ہے۔ **وما کان اللّٰہ لیعذّ بھم وانت فیھم اینما تو لو افثم وجہ اللّٰہ** یعنی خدا ایسا نہیں کہ اس گورنمنٹ کو کچھ تکالیف پہنچائے حالانکہ تو ان کی عملداری میں رہتا ہو جدھر تیرا مُنہ خدا کا اُسی طرف مُنہ ہے چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ مجھے اس گورنمنٹ کی پر امن سلطنت اور ظلِ حمایت میں دل خوش ہے اور اس کے لئے میں دعا میں مشغول ہوں کیونکہ میں اپنے اس کام کو نہ مکّہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم

---

[1] قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم ص ۵۳۲-۵۳۳ پر صرف تمہیدی جملے درج کر کے اس تحریر کی ضرورت کی نشاندہی کرنے والے پیراگراف کو حذف کر دیا گیا ہے۔

میں نہ شام میں نہ ایران میں نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے
دعا کرتا ہوں لہٰذا وہ اس الہام میں اشارہ فرماتا ہے کہ اس گورنمنٹ کے اقبال اور
شوکت میں تیرے وجود اور تیری دعا کا اثر ہے اور اس کی فتوحات تیرے سبب سے
ہیں کیونکہ جدھر تیرا مُنہ ادھر خدا کا مُنہ ہے۔
اب گورنمنٹ شہادت دے سکتی ہے کہ اس کو میرے زمانے میں کیا کیا فتوحات نصیب
ہوئیں۔ یہ الہام سترہ برس کا ہے کیا یہ انسان کا فعل ہو سکتا ہے؟
غرض میں گورنمنٹ کے لئے بمنزلہ حرزِ سلطنت ہوں۔[۱]"

(اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء بحوالہ، مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۳۷۰-۳۷۱ حاشیہ ربوہ ۱۹۷۲ء)

"پس میں یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ میں ان خدمات میں یکتا ہوں اور میں یہ کہہ سکتا ہوں
کہ میں ان تائیدات میں یگانہ ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں اس گورنمنٹ کے لئے
بطور ایک تعویذ کے ہوں اور بطور ایک پناہ کے ہوں جو آفتوں سے بچاوے اور خدا نے
مجھے بشارت دی اور کہا کہ خدا ایسا نہیں کہ اُن کو دکھ پہنچاوے اور تو ان میں ہو پس اس
گورنمنٹ کی خیر خواہی اور مدد میں کوئی دوسرا شخص میری نظیر اور مثیل نہیں اور عنقریب
یہ گورنمنٹ جان لے گی۔ اگر مردم شناسی کا اس میں مادہ ہے۔"

(نور الحق حصّہ اول بحوالہ روحانی خزائن جلد ۸ ص ۴۵ ربوہ ۱۹۶۱ء)

انگریزی حکومت کے زوال کی خبر

انگریز حکومت کے لئے آپ کی ذات بابرکات کا ایک تعویز اور پناہ ہونے کے بارے میں خدائی
تقدیر کا اظہار ایک اور رنگ میں اس پیش خبری میں ہوا جس میں اللہ تعالیٰ سے علم پا کر آپ نے اپنے زمانے
کے بعد ایک معین عرصہ میں انگریزی حکومت کے زوال کی خبر دی چنانچہ آپ کو الہاماً بتایا گیا کہ:-

سلطنت برطانیہ تا ہشت سال
بعد ازاں ایامِ ضعف و اختلال

---

[۱] کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم ص ۵۳۹ پر اس تحریر کے درمیانی دو تین جملے بلا سیاق وسباق درج کئے گئے ہیں۔

یعنی حکومت برطانیہ کی شان وشوکت کا زمانہ آٹھ سال تک ہے جس کے بعد ضعف کے آثار پیدا ہو جائیں گے۔اس الہام کے متعلق حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے حضرت اقدس سے عرض کیا کہ اس میں روحانی اور مذہبی طاقت کا ذکر معلوم ہوتا ہے۔یعنی آٹھ سال کے بعد سلطنت برطانیہ کی مذہبی طاقت یعنی عیسائیت میں ضعف رونما ہو جائے گا اور سچے مذہب یعنی اسلام اور احمدیت کا غلبہ شروع ہو جائے گا۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا:-

"جو ہوگا وہ ہو رہے گا ہم پیش از وقت کچھ نہیں کہہ سکتے"

(سیرۃ المہدی از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب حصہ دوم ص۹ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص۲۲۷-۲۲۸)

حضرت اقدس کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی اور خدائی پیش خبری کے عین مطابق حرز سلطنت کے اٹھ جانے کے آٹھ سال بعد حکومت برطانیہ کا بتدریج کمزور ہوتے چلے جانا اور بالآخر اپنی اصل حدود تک سمٹ کر رہ جانا اب ایک تاریخی حقیقت ہے۔

اسلامی انقلاب کی نوید

انگریز حکومت کے زوال کی خبر کے پہلو بہ پہلو آپ نے ایک عظیم الشان اسلامی انقلاب کی نوید بھی دنیا کو سنائی۔خدائی بشارت کے تحت آپ نے ایک ایسی حکومت کے مقابلے میں جس پر سورج غروب نہ ہوتا تھا ایک نئے دور کی خبر ان الفاظ میں دی۔

"ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں"

(کتاب البریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد۱۳ ص۱۰۴-۱۰۵ ربوہ ۱۹۶۳ء)

اس نئے نظام کی بنیاد اسلام اور اس نئے زمین وآسمان کا وارث مسلمانوں کو ہونا ہے کیونکہ یہ ہی آپ کا مشن ہے جیسا کہ آپ کو الہاماً فرمایا گیا:-

"سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو علیٰ دین واحد"

(اخبار البدر ۲۴ نومبر ۱۹۰۵ء ص۲)

اس الہام کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:-

''یہ امر جو ہے کہ سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو علیٰ دینٍ وّاحِدٍ یہ ایک خاص امر ہے۔ احکام اور امر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک شرعی رنگ میں ہوتے ہیں ۔۔۔۔ دوسرا امر کونی ہوتا ہے اور یہ احکام اور امر قضا وقدر کے رنگ میں ہوتے ہیں ۔ جیسے قُلْنَا یا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدً اوَسَلا ماً اور وہ پورے طور پر وقوع میں آ گیا اور یہ امر جو ہمارے الہام میں ہے یہ بھی اسی قسم کا معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ مسلمانانِ روئے زمین علیٰ دینٍ واحد جمع ہوں اور وہ ہو کر رہیں گے۔ ہاں اس سے یہ امر نہیں ہے کہ ان میں کسی قسم کا بھی اختلاف نہ رہے اختلاف بھی رہے گا مگر وہ ایسا ہوگا جو قابل ذکر اور قابل لحاظ نہیں۔''

(الحکم ۳۰ نومبر ۱۹۰۵ء ص۲)

اس مشن کی تصدیق میں ایک مخالف جماعت نے لکھا:-

''جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جس کی زندگی کا ایک بڑا حصّہ آپ کے متعدد دعاوی کے لحاظ سے جو حیطہ تحریر میں آچکے ہیں مسلمانوں میں وحدت قائم کرنا تھا۔''

(تحریر مولوی ظفر علی خان صاحب مندرجہ ستارہ صبح ۸ ستمبر ۱۹۱۶ء بحوالہ رسالہ ظفر علی خان کی گرفتاری ص۵ مرتبہ حبیب الرحمٰن عرف خان کابلی احمد افغانی مطبوعہ ۲۷ مارچ ۱۹۳۷ء)

یہی بشارت ایک اور الہام الٰہی میں آپ کو یوں دی گئی:-

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد

کہ خوش ہو کہ تیری ترقی کا وقت آ پہنچا اور مسلمانوں کا قدم ایک بہت بلند مینار پر مضبوط پڑا۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت از مولوی دوست محمد صاحب شاہد جلد دوم ص۴۳۳ ربوہ ۱۹۵۹ء)

آپ نے اس نظام کے تمام دنیا پر محیط ہو جانے کی خبر بھی دی جیسا کہ فرمایا:-

''ہر ایک قوم اس چشمے سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولیگا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔''

(تجلیات الٰہیہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ ص ۴۰۹ ربوہ ۱۹۶۷ء)

بادشاہوں کے داخلِ بیعت ہونے کی بشارت

گو یہ تمام پیش خبریاں انگریز حکومت ،مسیحیت ،غیر مسلم حکومتوں کے خاتمے اور انکی جگہ اسلامی حکومت کے قیام کی طرف اشارہ کرتی ہیں لیکن حضرت مسیح موعودکواس باب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قطعی بشارات بھی ملیں۔الہام الٰہی ہے۔

''وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دل میں تیری محبت ڈالے گا۔ یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔''

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۱۰۳ ربوہ ۱۹۷۱ء)

اس الہام الٰہی کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:-

''یہ برکت ڈھونڈنے والے بیعت میں داخل ہونگے اور ان کے بیعت میں داخل ہونے سے گویا سلطنت بھی اس قوم کی ہوگی۔''

(اخبار الحکم ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

یہی خوشخبری آپ کو بصورت رویا بھی دکھائی گئی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:-

رئیت فی مبشرة اُریتها جماعةً من المومنین المخلصین والملوک العادلین الصالحین. بعضهم من هذاالملک و بعضهم من العرب و بعضهم من فارس و بعضهم من بلادالشام و بعضهم من ارض الروم و بعضهم من بلاد لااعرفها ثم قیل لی من حضرة الغیب انّ هٰولاءِ یصدقونک ویومنون بک ویصلّون علیک و یدعون لک و اُعطِی لک برکات حتی یتبرک الملوک بثیابک.

(لجتہ النور بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۶ ص ۳۳۹-۳۴۰ ربوہ ۱۹۶۵ء)

ترجمہ: ''میں نے ایک مبشر خواب میں مخلص مومنوں اور عادل بادشاہوں کی ایک جماعت دیکھی جن میں سے بعض اس ملک ہند کے تھے اور بعض عرب کے، بعض فارس کے اور بعض شام کے اور بعض روم کے اور بعض دوسرے بلاد کے تھے جن کو میں نہیں جانتا۔

پھر مجھے عالمِ غیب سے آواز آئی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تیری تصدیق کریں گے اور تجھ پر ایمان لائیں گے تجھ پر درود بھیجیں گے اور تیرے لئے دعائیں کریں گے اور تجھے برکات دی گئی ہیں یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت حاصل کریں گے۔"

غرضیکہ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے خدائی پیش خبریوں کے تحت انگریزی حکومت کے زوال اور ایک عالمگیر اسلامی حکومت کے قیام کی خوش خبری کی عام منادی فرمائی۔

ایک مخالفِ جماعت نے ان پیشگوئیوں کا ذکر کر کے اپنے رنگ میں یوں تبصرہ کیا ہے:-

"ترقی کر کے سلطنت پر فائز ہونے کا لائحہ عمل بھی شروع سے ان کے پیش نظر تھا انہیں آغاز کار سے اس مطلب کے الہام بھی ہوا کرتے تھے چنانچہ بقول میاں بشیر احمد ایم۔اے۔مرزا صاحب کا پہلا الہام جو ۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ء میں ہوا تھا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔۔۔۔خود مرزا صاحب نے نہ صرف الہام کا بڑے طمطراق سے براہین میں تذکرہ فرمایا بلکہ عالم کشف میں وہ بادشاہ بھی مرزا صاحب کی مقدس بارگاہ میں پیش کر دیئے گئے۔۔۔۔گو بادشاہوں کی متابعت کا کشف یا خواب کبھی پورا نہ ہو لیکن اس سے کم از کم قادیانی صاحب کی ذہنی کیفیت، ان کے خیالات کی بلند پروازی اور ان کی اولوالعزمی کا ضرور پتہ چلتا ہے اور اس سے یہ بھی متبادر ہوتا ہے کہ قیام سلطنت کے اصل داعی و محرک مرزا صاحب ہی تھے۔ آخر کیوں نہ ہو قوم کے مغل تھے اور رگوں میں تیموری خون دوڑ رہا تھا میرے خیال میں مرزا صاحب نے قیام سلطنت کی جن آرزوؤں کو اپنے دل میں پرورش کیا وہ قابل صد ہزار تحسین تھیں۔"

(تحریر ابوالقاسم صاحب دلاوری مولف رئیس قادیان، مندرجہ اخبار آزاد ۲۴ نومبر ۱۹۵۰ء بحوالہ تحریک احمدیت اور اس کے نقاد از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص ۳۴-۳۵)

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ اور انگریز حکومت-۲
جو قیصر کا ہے قیصر کو دو

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے اپنے خداداد منصب کی ادائیگی میں حکومت وقت کے مذہب کے خاتمے کے لئے مسلسل جدوجہد فرمائی اور اس کی اعلانیہ نفی کر کے ارباب حکومت کو دعوتِ اسلام دی حکومت سے لاتعلقی کے فاصلے پر رہ کر سچ بات کے اظہار میں کبھی کوئی باک محسوس نہ کیا۔ مسلمانوں کے حقوق کے لئے ہمیشہ آواز اٹھائی اور اپنی ذات کو بمنزلہ حرز قرار دیتے ہوئے اپنے بعد انگریز حکومت کے زوال اور ایک عالمگیر اسلامی حکومت کے قیام کی پیش خبری سنائی اس تمام مساعی کے ساتھ ساتھ آپ نے حکومت کے حقوق کو بھی فراموش نہ کیا۔

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور اور مرسل تھے۔ اس لئے حکومت وقت سے آپ کا معاملہ تمام دنیوی لیڈروں کی ڈگر سے ہٹ کر انبیاء کرام کے مقدس سلسلے کے اُن مرسلوں سے مشابہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے تحت غیر مذہب کے حکمرانوں کی غلام قوموں میں بھیجے گئے تھے۔ بالخصوص حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے مقام پر فائز ہونے کے سبب آپ کا طرز عمل اُن سے کامل مطابقت رکھتا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ غیر ملکی حکمرانوں کے غلام بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے اور آپ نے حکمرانوں کے مذہبی عقائد سے ہٹ کر دین حق کی اشاعت کے فریضہ کی ادائیگی اور حکومت سے وفاداری میں توازن رکھنے کے لئے یہ اصول[1] پیش فرمایا کہ:-

---

[1] سیاست کی آنکھ اس سنہرے اصول کے بھی کسی طرح من مانے معنی پہنا سکتی ہے اس کی ایک مثال آج کے ایک سیاسی لیڈر کا حضرت مسیح ناصری کے طرز عمل پر درج ذیل تبصرہ ہے۔

''ان کا سب سے پہلا کام یہی تھا کہ اپنی قوم کو اس اخلاقی پستی کے گڑھے سے نکالتے جس میں وہ گری ہوئی تھی اور اس میں فضیلت اخلاق کی وہ روح پھونکتے جس کے بغیر کوئی قوم غلامی کی زنجیروں کو توڑنے اور دنیا میں اپنے آزاد وجود کو برقرار رکھنے پر قادر نہیں ہوسکتی چنانچہ اول انہوں نے قومی سیرت کے اسی پہلو کی طرف توجہ کی اور اپنے اس کام کو تکمیل تک پہنچانے کیلئے ایک ایسی پُر امن فضا پیدا کرنے کی کوشش کی جس میں حکومت وقت سے کسی قسم کے تصادم کا موقع نہ آئے کیونکہ اگر ابتدا ہی میں حکومت سے مقابلہ شروع ہو جاتا تو اصل اصلاحی کام بھی نہ ہوتا اور اس کے انجام پائے بغیر حکومت کے مقابلے میں ناکامی ہوتی اسی لئے انہوں نے حکومت کے ساتھ تصادم کرنے سے انتہائی پہلوتہی کی۔

(الجہاد فی الاسلام از مولوی ابوالاعلیٰ مودودی ص ۳۶۵-۳۶۶ لاہور طبع دوم ۱۹۴۸ء بحوالہ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از مولوی عبدالرحیم صاحب درد ص ۸۲-۸۳)

"جو قیصر کا ہے قیصر کو دو اور جو خدا کا ہے خدا کو دو" (لوقا ۲۰-۲۲)

برصغیر کے جملہ مسلم زعماء کی مانند حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ انگریزی حکومت کے ذریعہ آنے والے اس انقلاب کے معترف تھے جس کے نتیجے میں ہندوستان بھر کے مسلمانوں کو عام طور پر اور پنجاب کے مسلمانوں کو خاص طور پر گذشتہ سکھ حکومت کی غلامی اور اس کی ظلم و زیادتیوں سے نجات ملی اور ایک پُر امن، پرسکون اور محفوظ زندگی نصیب ہوئی۔ اسی طرح آپ حکومت کی مذہبی آزادی کی پالیسی کو بہت سراہتے تھے جس کے نتیجے میں اشاعتِ اسلام کے وہ مواقع پیدا ہوئے جن کا اس سے قبل کی حکومت میں تصور بھی ممکن نہ تھا۔ آپ نے انگریز حکومت کے مسلم ہندوستان پر اس احسان کا خدا اور رسول ﷺ کی بزرگ تاکیدوں کے تحت کسی صلہ کی تمنا کے بغیر محض اپنا فرض جان کر برملا اعتراف کیا اور اس کی تعریف فرمائی۔

ان دونوں پہلوؤں میں جو توازن تھا۔ اُس کی وضاحت خود آپ نے یوں فرمائی:-

"یہ شخص میرے پر یہ بھی اعتراض کرتا ہے کہ باوجودیکہ انگریزوں کی اسقدر خوشامد کی گئی ہے۔ پھر بھی ان کے مذہب پر حملہ کیا ہے مگر یہ کوتاہ اندیش نہیں جانتا کہ میں نے دونوں موقعوں پر کانشنس سے کام لیا ہے نہ وہ خوشامد ہے اور نہ یہ بے جا حملہ ہے۔ میرا کام اصلاح ہے کسی شرارت کو پیدا کرنا میرا کام نہیں ہے اور نہ بیجا خوشامد کرنا میرا طریق ہے۔ پس جیسا کہ میں نے ایک پہلو میں اس بات میں لوگوں کی اصلاح دیکھی کہ وہ سلطنت انگریزی کے ماتحت وفاداری اور اطاعت کے ساتھ زندگی بسر کریں اور دل کو تمام بغاوت کے خیالات سے پاک رکھیں اور واقعی طور پر سرکار انگریزی کے مخلص اور خیر خواہ بنے رہیں۔ اسی طرح میں نے دوسرے پہلو سے انسانوں کی خیر خواہی اسی میں دیکھی کہ وہ اس کامل خدا پر ایمان لاویں۔۔۔۔ اور مخلوق کو خدا بنانے سے پرہیز کریں۔"

(ایام الصّلح بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۴ ص ۳۶۹ ربوہ ۱۹۶۴ء)

اس وضاحت کے باوجود آپ کی ان مجاہدانہ سرگرمیوں کی وجہ سے جو حکومت کے مفاد سے متصادم تھیں عیسائی پادریوں اور اپنی ذاتی مصلحتوں کی خاطر انگریزوں کے وفادار مسلم زعماء نے آپ کے خلاف ایک محاذ کھڑا کر دیا اور حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کو حکومت کے ایک باغی کے روپ میں پیش کرنے کی ایک مسلسل مہم

چلائے رکھی۔ مخالفت کی اس مہم سے حفاظت کی انسانی ترکیب کے طور پر آپ کو اس الزام کی تردید میں بار بار حکومت کے سامنے اپنی صفائی پیش کرنے کی ضرورت پڑی۔ یہی ضرورت ان تمام تحریرات کا پس منظر ہے جس میں آپ نے اس الزام کے رد میں اپنے آپ کو حکومت کا ایک وفادار شہری ثابت کرنے کے لئے اپنے بزرگوں کی عملی مدد کے ذکر اور حکومت سے وفاداری کی تلقین میں اپنی تحریرات کا اعادہ فرمایا ہے۔

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے انگریز حکومت سے تعلقات کے اس رُخ کے بارے میں مندرجہ بالا حقائق پر مشتمل ایک جائزہ خود آپ کی تحریرات کے حوالے سے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

مسلمانوں کی دینی اور دنیوی آزادی

انگریز حکومت کے ذریعہ برصغیر میں امن وامان کے قیام اور طوئف الملوکی کا خاتمہ گو ملک کی ساری آبادی کے لئے ہی ایک خوشکن واقعہ تھا لیکن پنجاب کے مسلمانوں کے لئے تو سکھا شاہی کی جگہ انگریزی حکومت کا قیام ایک انتہائی خوش آئند اور زندگی بخش انقلاب تھا۔

سکھا شاہی

انگریزوں کی آمد سے قبل یہاں کے مسلمان سکھا شاہی کے ہاتھوں جس دردناک عذاب میں مبتلا تھے اس کی کیفیت مولوی مسعود احمد ندوی صاحب کے الفاظ میں یوں ہے۔

> ''اس وقت پنجاب میں سکھا شاہی کا زور تھا۔ مسلمان عورتوں کی عصمت وآبرو محفوظ نہ رہی تھی۔ اُن کا خون حلال ہو چکا تھا۔ گائے کی قربانی ممنوع تھی مسجدوں سے اصطبل کا کام لیا جا رہا تھا غرض مظالم کا ایک بے پناہ سیلاب تھا جو پانچ دریاؤں کی مسلم آبادی کو بہائے لئے جا رہا تھا۔''

(ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک از مولوی مسعود احمد ندوی ص ۳۷)

مسلمانوں کے خلاف سکھوں کے ظلم وبربریت کا اعتراف خود سکھ لٹریچر میں کیا گیا ہے۔

۱ - ''سکھوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کا جذبہ بے پناہ تھا، مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو بے دریغ قتل کیا گیا۔ اُن کے گاؤں بالکل تباہ کر دیئے گئے عورتوں کی بے حرمتی کی گئی اور ہزاروں مسجدیں گرا دی گئیں۔''

(انسائیکلوپیڈیا آف سکھ لٹریچر ص ۱۱۲۷ بحوالہ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ ص ۱۱

- ''مسلمانوں سے سکھوں کو بڑی دشمنی تھی اذان یعنی بانگ بآواز بلند نہیں ہونے دیتے تھے مسجدوں کو اپنے تحت میں لیکر اُن میں گرنتھ پڑھنا شروع کرتے۔''

(شیر پنجاب از تلسی رام مطبوعہ ۱۸۷۲ء بحوالہ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ ص ۱۱)

مسلمانوں کی اپنی حکومت

سکھ حکومت کی یہی وہ ظلم وزیادتی تھی جس کے خلاف حضرت سیّد احمد صاحب بریلوی شہیدؒ نے انگریزوں کی اجازت سے ۲۱ دسمبر ۱۸۲۶ء کو سکھوں کے خلاف وہ تحریک جہاد شروع کی تھی جس کے بارے میں انہیں الہاماً بتایا گیا کہ'' ملک پنجاب ضرور میرے ہاتھ پر فتح ہوگا اور اس فتح سے پہلے مجھ کو موت نہ ہوگی۔''[۱] گو عملاً حضرت سید احمد صاحبؒ ۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ میں سکھوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور بعد میں پنجاب پر انگریز حکمران ہو گئے۔ صاحب تواریخ عجیبہ مولوی محمد جعفر تھانیسری اسکی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

''سلطنت پنجاب متعصب اور ظالم سکھوں کے ہاتھ سے نکل کر ایک ایسی عادل اور آزاد اور مہذب قوم کے ہاتھوں میں آگئی جس کو ہم مسلمان اپنے ہاتھوں پر فتح ہونا تصور کر سکتے ہیں اور غالباً سید صاحبؒ کے الہام کی صحیح تعبیر یہی ہوگی جو ظہور میں آئی۔''

(بحوالہ ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی از مولوی نور احمد فریدی ص ۱۳ ملتان)

آزادی کا سامان

اس توجیہ کے مطابق انگریز حکومت کو مسلمانوں کی اپنی حکومت نہ بھی قرار دیا جائے تب بھی یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ اس حکومت کے ذریعہ ہی پنجاب کے مسلمانوں کے لئے سکھوں کی غلامی کا دور ختم ہو کر آزادی کا سامان ہوا۔ حکومت کے طرزِ عمل کے سیاہ وسفید کا یہ فرق ظاہر و باہر امر تھا۔ درحقیقت:

''سکھوں کے زمانے کے دن انگریزوں کے زمانے کی راتوں سے بھی کم درجہ پر تھے''۔

(ارشاد حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ مندرجہ ملفوظات جلد دوم ص ۲۳)

---

[۱] تواریخ عجیبہ از مولوی محمد جعفر تھانیسری ص ۱۸۰ بحوالہ ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی از مولوی نور احمد فریدی۔ ملتان

اب

''ظاہر ہے کہ جس سلطنت کو اپنی شائستگی اور حسن انتظام کی رو سے ترجیح ہو اس کو کیونکر چھپا سکتے ہیں۔
خوبی باعتبار اپنی ذاتی کیفیت کے خوبی ہی ہے گو وہ کسی گورنمنٹ میں پائی جائے۔ الحکمۃ ضالۃ المومن''

(ارشاد حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ مندرجہ مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۴۸)

تعریفی ارشادات

حضرت مسیح موعود کے انگریزی حکومت کے بارے میں تعریفی ارشادات کی پہلی وجہ یہی دینی اور دنیوی آزادی تھی جو بالعموم ہندوستان بھر کے اور بالخصوص پنجاب کے مسلمانوں کو گزشتہ افراتفری اور سکھ حکومت کے خاتمے سے نصیب ہوئی تھی۔ اسی طرح آپ نے ملک میں مذہبی اختلافات کے سبب قتل وخون کے ایسے واقعات کے نہ ہونے پر بھی جیسا کہ اس وقت بعض پڑوسی ملکوں میں ہوئے۔ انگریز حکومت کی تعریف فرمائی۔

آپ کی ایسی چند تحریرات جن میں انگریز حکومت کی تعریف کے لئے مندرجہ بالا وجوہات کا وضاحتاً یا اشارۃً ذکر موجود ہے۔ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

> ''چار ہزار سے کچھ زیادہ مسلمان متفرق مقامات اور دفعات میں زمانہ عملداری سکھوں میں نہایت دردانگیز اور بے رحمی کے طریقوں سے قتل کئے گئے اور جلائے گئے اور پھانسی دیئے گئے ۔۔۔۔ یہاں تک کہ آخر مظلوموں کی فریاد جناب الٰہی میں سنی گئی اور ۔۔۔۔ ایک ایسی مہذب قوم کو ابرِ رحمت کی طرح دور سے لایا ۔۔۔۔ جس کو قابلیت، رعیت پروری و ملک داری و قدر شناسی اشرف المخلوقات حاصل تھی۔ اس قوم فاتح اور قابل شکر (یعنی گورنمنٹ برطانیہ) کی حکومت پنجاب میں قائم ہونے سے سب مسلمان اس عذاب سے رہائی پا گئے کہ جو بنی اسرائیل کی طرح ایک مدت مدید سے سکھوں اور ہندوؤں کے ہاتھ سے اٹھاتے تھے۔''

(سرمہ چشم آریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۲ ص ۱۳۸ ربوہ ۱۹۵۸ء)

''اگر چہ تمام ہندوستان پر یہ حق واجب ہے کہ بنظر ان احسانات کے جو سلطنت انگلشیہ سے اسکی حکومت اور آرام بخش حکمت کے ذریعہ سے عامہ خلائق پر وارد ہیں۔ سلطنت ممدوحہ کو خداوند تعالیٰ کی ایک نعمت سمجھیں اور مثل اور نعماء الٰہی کے اس کا شکر بھی ادا کریں لیکن پنجاب کے مسلمان بڑے ناشکر گزار ہوں گے اگر وہ اس سلطنت کو جو ان کے حق میں خدا کی ایک عظیم الشان رحمت ہے نعمت عظمیٰ یقین نہ کریں۔ اُن کو سوچنا چاہیئے کہ اس سلطنت سے پہلے وہ کس حالت پر ملامت میں تھے اور پھر کیسے امن وامان میں آگئے۔ پس فی الحقیقت یہ سلطنت اُن کے لئے ایک آسمانی برکت کا حکم رکھتی ہے جس کے آنے سے سب تکلیفیں انکی دور ہوئیں ہر یک قسم کے ظلم اور تعدی سے نجات حاصل ہوئی اور ہر یک ناجائز روک اور مزاحمت سے آزادی میسّر آئی۔ کوئی ایسا مانع نہیں کہ جو ہم کو نیک کام کرنے سے روک سکے یا ہماری آسائش میں خلل ڈال سکے۔ پس حقیقت میں خداوند کریم ورحیم نے اس سلطنت کو مسلمانوں کے لئے ایک باران رحمت بھیجا ہے جس سے پودہ اسلام کا پھر اس ملک پنجاب میں سرسبز ہوتا جاتا ہے اور جس کے فوائد کا اقرار حقیقت میں خدا کے احسانوں کا اقرار ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم ملحقہ ٹائیٹل ص ب مطبوعہ ۱۸۸۲ء روحانی خزائن جلد ا ص ۱۴۰ ربوہ ۱۹۵۸ء)

''چونکہ مسلمانان ہند پر علی العموم اور مسلمانانِ پنجاب پر بالخصوص گورنمنٹ برطانیہ کے بڑے بڑے احسانات ہیں۔ لہٰذا مسلمان اپنی اس مہربان گورنمنٹ کا جس قدر شکریہ ادا کریں اتنا ہی تھوڑا ہے کیونکہ مسلمانوں کو ابھی تک وہ زمانہ نہیں بھولا جبکہ وہ سکھوں کی قوم کے ہاتھوں ایک دہکتے ہوئے تنور میں مبتلا تھے اور ان کے دستِ تعدّی سے نہ صرف مسلمانوں کی دنیا ہی تباہ تھی بلکہ ان کے دین کی حالت اس سے بھی بدتر تھی۔ دینی فرائض کا ادا کرنا تو درکنار بعض اذانِ نماز کہنے پر جان سے مارے جاتے تھے ایسی حالت زار میں اللہ تعالیٰ نے دور سے اس مبارک گورنمنٹ کو ہماری نجات کے لئے ابرِ رحمت کی طرح بھیج دیا جس نے ان کو نہ صرف اُن ظالموں کے پنجے سے بچایا بلکہ ہر طرح کا امن قائم کر کے ہر قسم کے سامانِ آسائش مہیا کئے۔''

(اشتہار ۱۰ فروری ۱۹۰۰ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۲۱۸ ربوہ ۱۹۷۵ء)

''اس گورنمنٹ انگریزی کے ماتحت کس قدر مسلمانوں کو آرام ہے کیا کوئی اس کو گن ہ
سکتا ہے۔ ابھی بہتیرے ایسے لوگ زندہ ہونگے جنہوں نے کسی قدر سکھوں کا زمانہ
دیکھا ہوگا اب وہی بتائیں کہ سکھوں کے عہد میں مسلمانوں اور اسلام کا کیا حال تھا۔
ایک ضروری شعار اسلام کا جو بانگ نماز ہے وہی ایک جرم کی صورت میں سمجھا گیا تھا۔
کیا مجال تھی کہ کوئی اونچی آواز سے بانگ کہتا اور پھر سکھوں کے برچھوں اور نیزوں
سے بچ رہتا تو اب کیا خدا نے یہ بُرا کام کیا جو سکھوں کی بے جادست اندازیوں سے
مسلمانوں کو چھڑایا اور گورنمنٹ انگریزی کی امن بخش حکومت میں داخل کیا اور اس
گورنمنٹ کے آتے ہی گویا نئے سرے پنجاب کے مسلمان مشرف بااسلام ہوئے
چونکہ احسان کا عوض احسان ہے اسلئے نہیں چاہئے کہ ہم اس خدا کی نعمت کو جو ہزاروں
دعاؤں کے بعد سکھوں کے زمانے کے عوض ہم کو ملی ہے یوں ہی رد کریں۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد اول بار ۲۲ مئی ۱۹۰۰ء بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۷ ص ۱۳-۱۴
الشرکتہ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ ۱۹۶۵ء)

''کیا ان کو سکھوں کا زمانہ یاد نہیں رہا جو بانگ نماز پر بھی قتل کرنے کو مستعد ہو جاتے تھے
گورنمنٹ انگریزی۔۔۔۔۔ نے پنجاب میں داخل ہوتے ہی مسلمانوں کو اپنے مذہب میں
پوری آزادی دی۔ اب وہ زمانہ نہیں ہے جو دھیمی آواز سے بھی بانگ نماز دیکر مار کھاویں
بلکہ اب بلند میناروں پر چڑھ کر بانگیں دو اور اپنی مسجدوں میں جماعت کے ساتھ نمازیں
پڑھو کوئی مانع نہیں۔ سکھوں کے زمانے میں مسلمانوں کی غلاموں کی طرح زندگی تھی اور
اب انگریز عملداری سے دوبارہ ان کی عزت قائم ہوئی۔ جان اور مال اور عزت تینوں محفوظ
ہوئے اسلامی کتب خانوں کے دروازے کھولے گئے۔ تو کیا انگریزی گورنمنٹ نے نیکی
کی یا بدی کی؟ سکھوں کے زمانے میں بزرگوار مسلمانوں کی قبریں بھی اکھیڑی جاتی تھیں۔
سرہند کا واقعہ بھی اب تک کسی کو بھولا نہیں ہوگا۔ لیکن یہ گورنمنٹ ہماری قبروں کی بھی ایسی
ہی محافظ ہے جیسا کہ ہمارے زندوں کی۔ کیسی عافیت اور امن کی گورنمنٹ کے زیر سایہ ہم
لوگ رہتے ہیں جس نے ایک ذرہ بھی مذہبی تعصب ظاہر نہیں کیا۔''

(ضمیمہ رسالہ جہاد بار اول ۲۲ مئی ۱۹۰۰ء بحوالہ روحانی خزائن ۱۷ ص ۲۴ الشرکتہ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ ۱۹۶۵ء)

''دولت برطانیہ نے اپنی تمام رعیت کو آزادی میں برابر رکھا ہے اور کوئی دقیقہ انصاف کا اٹھا نہیں رکھا اور ہر ایک فرقہ امور مذہب میں اپنی انتہائی مراد کو پہنچ گیا ہے اور سکھوں کے ایام کی طرح کوئی تنگی نہیں اور ہم اس وقت سے کہ اس کا دامن پکڑا آرام میں ہیں۔''

(نجم الہدیٰ بحوالہ روحانی خزائن جلد۱۴ص ۶۵ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ ۱۹۶۴ء)

''سکھوں کے وقت میں جب ہمارے تمام دینی فرائض روکے گئے تھے اور مذہبی احکام کے بجالانے میں ہر وقت جان اور مال اور عزت کا اندیشہ تھا یہاں تک کہ بلند آواز سے بانگ نماز دینے سے مسلمانوں کے خون بہائے جاتے تھے۔۔۔۔آخر انگریز ہی تھے جو ہمارے چھڑانے کیلئے عقاب کی طرح دور سے آئے اور صدہا دینی روکوں سے ہمیں آزادگی دی۔ یہ بڑی بدذاتی ہوگی کہ ہم اس سے انکار کریں کہ گورنمنٹ انگریزی کے وجود سے دینی فوائد ہمیں کچھ بھی نہیں پہنچا۔ بلاشبہ پہنچا ہے بلکہ سلطان روم سے زیادہ پہنچا ہے اس گورنمنٹ کے آنے سے ہم اپنے فرائض مذہبی آزادی سے ادا کرنے لگے ہمارے مذہبی مدرسے کھل گئے ہمارے واعظ خوب تسلی سے وعظ کرنے لگے۔ سکھوں کے وقت کسی ہندو کو مسلمان کرنے سے اکثر خون ہو جاتے تھے صدہا مسلمان اسی وجہ سے قتل کئے گئے بلکہ آگ میں جلائے گئے اور درندوں کے آگے ڈالے گئے اب انگریزی عملداری کا جھنڈا ہمارے ملک میں کھڑا ہونے سے ہزار ہا ہندو مسلمان ہو گئے ہزار ہا دینی کتابیں شائع ہو گئیں اور مسلمانوں نے اعلیٰ درجہ تک دینی علوم میں ترقی کی۔ اور ہمیں اس گورنمنٹ کے آنے سے وہ دینی فائدہ پہنچا کہ سلطان روم کے کارناموں میں اس کی تلاش کرنا عبث ہے۔'' [۱]

(اشتہار ۳ جنوری ۱۸۹۹ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۹۴-۹۵ ربوہ ۱۹۷۵ء)

---

۱ قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم ص ۵۳۸ پر صرف ایک جملے پر مشتمل ایک سیاق بریدہ حوالہ اسی تحریر کا آخری خط کشیدہ جملہ ہے۔

''یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ کوئی اس گورنمنٹ کے پرامن زمانہ کو بُرا خیال کرے اور اس کے برخلاف منصوبہ بازی کی طرف اپنا ذہن لے جاوے۔ حالانکہ یہ ہمارے دیکھنے کی باتیں ہیں کہ سکھوں کے زمانے میں مسلمانوں کو کس قدر تکلیف ہوتی تھی صرف ایک گائے کے اتفاقاً ذبح کئے جانے پر سکھوں نے چھ ہزار آدمیوں کو تہِ تیغ کردیا تھا اور نیکی کی راہ اسطرح پر محدود تھی کہ ایک شخص مسمّی کے شاہ اس آرزو میں ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعائیں مانگتا تھا کہ ایک دفعہ صحیح بخاری کی زیارت ہوجائے اور دعا کرتا کرتا رو پڑتا تھا اور زمانے کے حالات کی وجہ سے نا امید ہوجاتا تھا آج گورنمنٹ کے قدم کی برکت سے وہی صحیح بخاری چار پانچ روپے میں مل جاتی ہے اور اس زمانے میں لوگ اس قدر دور جا پڑے تھے کہ ایک مسلمان نے جس کا نام خدا بخش تھا اپنا نام خدا سنگھ رکھ لیا تھا بلکہ اس گورنمنٹ کے ہم پر اس قدر احسان ہیں کہ اگر ہم یہاں سے نکل جائیں تو نہ ہمارا مکّہ میں گذارہ ہوسکتا ہے اور نہ قسطنطنیہ میں تو پھر کس طرح سے ہوسکتا ہے کہ ہم اس کے برخلاف کوئی خیال اپنے دل میں رکھیں۔'' [۱]

(ارشاد جولائی ۱۸۹۹ء مندرجہ ملفوظات جلد اول ص ۳۱۲ الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ ۱۹۶۰ء)

''ہم اس سلطنت کے عہد سے پہلے خوفناک حالت میں تھے اس نے پناہ دی۔ ہم سکھوں کے زمانے میں ہر وقت ایک قبر کے نیچے تھے اس نے ہماری گردنیں اس سے باہر نکالیں۔ ہماری دینی آزادی بالکل روکی گئی تھی یہاں تک کہ ہم مجاز نہ تھے کہ بلند آواز سے بانگِ نماز کہہ سکیں۔ اس محسن گورنمنٹ نے دوبارہ ہماری آزادی قائم کردی اور ہم پر بہت سے امن و آسائش کے متعلق احسان کئے اور سب سے زیادہ یہ کہ ہم پوری آزادی سے فرائض دینی ادا کرنے لگے پھر ایسا کون پاگل اور دیوانہ ہے کہ اسقدر احسانات دیکھ

۱۔ کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم ص ۵۳۹ پر مندرجہ بالا تحریر کا ابتدائی وضاحتی حصہ حذف کرکے صرف آخری خط کشیدہ جملے درج کئے گئے ہیں۔

کر پھر نمک حرامی کرے۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ ہمارے خدا نے ہمارے لئے اس گورنمنٹ کو ایک پناہ بنادیا ہے اور وہ سیلاب ظلم اور تعدی جو جلد تر ہمیں ہلاک کرنا چاہتا تھا وہ اس فولادی بند سے رک گیا ہے۔"

(تریاق القلوب بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ ص ۴۵۶-۴۵۸ ربوہ)

"اور اگر انگریزی سلطنت کی تلوار کا خوف نہ ہوتا تو ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے لیکن یہ دولت برطانیہ غالب اور باسیاست جو ہمارے لئے مبارک ہے خدا اس کو ہماری طرف سے جزا خیر دے۔ کمزوروں کو اپنی مہربانی اور شفقت کے بازو کے نیچے پناہ دیتی ہے پس ایک کمزور پر زبردست کچھ تعدی نہیں کر سکتا۔ سو ہم اس سلطنت کے سایہ کے نیچے بڑے آرام اور امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور شکر گذار ہیں اور یہ خدا کا فضل اور احسان ہے جو اس نے ہمیں کسی ایسے ظالم بادشاہ کے حوالہ نہیں کیا جو ہمیں پیروں کے نیچے کچل ڈالتا اور کچھ رحم نہ کرتا بلکہ اس نے ہمیں ایک ایسی ملکہ عطا کی ہے جو ہم پر رحم کرتی ہے اور احسان کی بارش سے اور مہربانی کے مینہہ سے ہماری پرورش فرماتی ہے اور ہمیں ذلت اور کمزوری کی پستی سے اوپر کی طرف اٹھاتی ہے سو خدا اس کو وہ جزاء خیر دے جو ایک عادل بادشاہ کو اس کی رعیت پروری کی وجہ سے ملتی ہے اور اس کو بہت ہی بدلہ دے اور اس میں اس کے لئے برکت نازل کرے اور اُس پر یہ احسان بھی کرے کہ وہ مسلمان ہو جائے اور توحید اور اسلام کی نعمت اس کو ملے اور اس پر رحم کرے جیسا کہ اس نے ہم پر رحم کیا۔"[۱]

(نور الحق حصہ اول بحوالہ روحانی خزائن جلد ۸ ص ۶-۷ ربوہ ۱۹۶۱ء)

---

[۱] کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم ص ۵۴۴-۵۴۵ پر درج تحریر میں سے خط کشیدہ سطور حذف کر دی گئی ہیں۔

''ان احسانات کا ہم پر شکر کرنا واجب ہے جو سکھوں کے زوال کے بعد ہی خدا تعالیٰ کے فضل نے اس مہربان گورنمنٹ کے ہاتھ سے ہمارے نصیب کئے اور نہایت بدذاتی ہوگی اگر ایک لحظہ کے لئے بھی کوئی ہم میں سے ان نعمتوں کو فراموش کر دے جو اس گورنمنٹ کے ذریعے سے مسلمانوں کو ملی ہیں۔ بلاشبہ ہمارا جان و مال گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی میں فدا ہے اور ہوگا اور ہم غائبانہ اس کے اقبال کے لئے دعا گو ہیں۔''

(آریہ دھرم بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۰ ص ۸۱ ربوہ ۱۹۶۲ء)

''دولت برطانیہ مسلمانوں کی محسن ہے اور مسلمانوں کی اولاد کی ذریعہ معاش ہے پس کسی کو ان میں سے جائز نہیں جو اس پر خروج کرے اور باغیوں کی طرح اس پر حملہ آور ہو۔ بلکہ ان پر اس گورنمنٹ کا شکر واجب ہے اور اس کی اطاعت ضروری ہے کیونکہ یہ گورنمنٹ مسلمانوں کے خونوں اور مالوں کی حمایت کرتی ہے اور ہر یک ظالم کے حملے سے اُن کو بچاتی ہے اور در حقیقت ہمیں اسی نے بے قراریوں اور دل کے لرزوں سے بچایا۔ سو اگر شکر نہ کریں تو ظالم ٹھہریں گے۔ پس شکر ہم پر از روئے دین و دیانت کے واجب ہے اور جو شخص آدمیوں کا شکر نہیں کرتا اس نے خدا کا بھی شکر نہیں کیا اور خدا انہیں کو دوست رکھتا ہے جو طریق انصاف پر چلتے ہیں اور ہم ان دنوں اور ان زمانوں کو بھول نہیں گئے جو اس گورنمنٹ سے پہلے ہم پر گزرے اور بخدا ہمیں ان وقتوں میں دومنٹ بھی امن نہیں تھا چہ جائیکہ ایک دن یا دو دن ہو اور ہم ڈرتے ڈرتے شام کرتے اور صبح کرتے تھے۔''

(نور الحق حصہ اول بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۴۰-۴۱ ربوہ ۱۹۶۱ء)

''ہم اس محسن گورنمنٹ کے سایہ کے نیچے امن کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں اور آزادی کے ساتھ اپنی رائے کی اشاعت کر رہے ہیں اور خدا نے ہماری جان اور مال اور آبرو کے لئے اس گورنمنٹ کو محافظ بنا دیا ہے پس ان تمام وجوہ سے ہم پر واجب ہے کہ ہم سچے دل سے نہ نفاق سے اس گورنمنٹ کے شکر گزار رہوں۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۴۲۰ الشرکتہ الاسلامیہ ربوہ ۱۹۶۲ء)

''یہ خوشامد نہیں ہے یہ وہ حق ہے جو ہر ایک نمک حلال رعیّت کو ادا کرنا چاہیئے۔ بے شک گورنمنٹ برطانیہ کا ہم پر ایک حق عظیم ہے کہ ہم نے ان کے زیر سایہ آ کر ہزاروں آفتوں سے امن پایا۔ صدہا طرح کے ہمیں اس گورنمنٹ کے ذریعہ سے فوائد حاصل ہوئے پھر یہ بدذاتی ہوگی کہ اس قدر احسانات دیکھ کر سرکشی کے مادہ کو اپنے دل میں رکھیں۔''

(ایام الصلح بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۴ ص ۴۲۲ ربوہ ۱۹۶۴ء)

''گورنمنٹ انگریزی کے سچے خیرخواہ بنے رہو اور دل سے اس کا شکر کرو کیونکہ اس گورنمنٹ کی برکت اور توجہ سے ہماری تمام تکلیفیں دور ہوئیں ہم مظلوم تھے ہمارے لئے عدالت کے دروازے کھلے۔ ہم قید میں تھے ہمارے لئے آزادی حاصل ہوئی اور ہمارے حقوق زائل کئے گئے تھے اور پھر وہ قائم کئے گئے۔''

(اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ مورخہ ۲۷ فروری ۱۸۹۵ء مندرجہ مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۱۳۲ ربوہ ۱۹۷۲ء)

''میں نے انگریزی سلطنت کی تعریف کی اور یہ کہا کہ یہ گورنمنٹ نہ محض مسلمانوں کی دنیا کیلئے بلکہ ان کے دین کے لئے بھی حامی ہے۔۔۔۔ اگر یہ گورنمنٹ ہمارے دین کی محافظ نہیں تو پھر کیونکر شریروں کے حملوں سے ہم محفوظ ہیں کیا یہ امر کسی پر پوشیدہ ہے کہ سکھوں کے وقت میں ہمارے دینی امور کی کیا حالت تھی اور کیسے ایک بانگ نماز کے سننے سے ہی مسلمانوں کے خون بہائے جاتے تھے کسی مسلمان مولوی کی مجال نہ تھی کہ ایک ہندو کو مسلمان کر سکے۔۔۔۔ آخر انگریز ہی تھے جنہوں نے ہم پر یہ احسان کیا کہ پنجاب میں آتے ہی یہ ساری روکیں اٹھا دیں ہماری مسجدیں آباد ہو گئیں ہمارے مدرسے کھل گئے اور عام طور پر ہمارے وعظ ہونے لگے اور ہزارہا غیر قوموں کے لوگ مسلمان ہوئے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۷۶ ربوہ ۱۹۷۵ء)

''الغرض یہ سب امور جو میں نے بیان کئے ہیں ایک نیک دل انسان کو مجبور کر دیتی ہیں کہ وہ ایسے محسن کا شکر گزار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہم بار بار اپنی تصنیفات میں اور اپنی

تقریروں میں گورنمنٹ انگلشیہ کے احسانوں کا ذکر کرتے ہیں کیونکہ ہمارا دل واقعی اس کے احسانات کی لذت سے بھرا ہوا ہے۔ احسان فراموش نادان اپنی منافقانہ فطرتوں پر قیاس کر کے ہمارے اس طریق عمل کو جو صدق واخلاص سے پیدا ہوتا ہے جھوٹی خوشامد پر حمل کرتے ہیں۔"

(روئداد جلسہ دعا بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ ص ۶۱۷ ربوہ ۱۹۶۴ء)

"میں ان احسانوں کا بھی بدرجہ غایت قدر کرتا ہوں جو جسمانی طور پر جناب ملکہ معظمہ کی توجہات سے شامل حال مسلمانانِ ہند ہیں۔"

(تحفہ قیصریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۲ ص ۲۶۹ ربوہ ۱۹۶۳ء)

"ہم گورنمنٹ کے خیر خواہوں میں سے ہیں اور کیونکر نہ ہوں اور خدا تعالیٰ نے اس کے سبب سے ہماری مصیبتوں کو دور کیا اور نیز اس سے ہماری زندگی کی تلخی کو دور فرمایا اور ہم سانپوں والی زمین پر بستے تھے تو اس کے ساتھ خدائے تعالیٰ نے ان سانپوں کو ہلاک کیا جو ہمارے گرد تھے اور اس کا ہم پر بڑا احسان ہے سو ہم اس احسان کو بھول نہیں سکتے اور ہم شکر گزار ہیں۔"

(نور الحق حصہ اول روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۶۱-۶۲ ربوہ ۱۹۶۱ء)

"ہم اس گورنمنٹ سے دلی اخلاص رکھتے ہیں اور دلی وفادار اور دلی شکر گزار ہیں کیونکہ اس کے زیر سایہ اس قدر امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں کہ کسی دوسری سلطنت کے نیچے ہرگز امید نہیں کہ وہ امن حاصل ہو سکے۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۴۱۶ ربوہ ۱۹۷۲ء)

"ہم اس گورنمنٹ کے شکر گزار ہیں کیونکہ ہم نے اس سے امن اور آرام پایا ہے۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۲۱ ص ۴۲۶ ربوہ ۱۹۶۷ء)

"میں نے اس شکر گزاری کیلئے بہت سی کتابیں اردو اور عربی اور فارسی میں تالیف کر کے اوران میں جناب ملکہ معظمہ کے تمام احسانات کو جو برٹش انڈیا کے مسلمانوں کے شامل

حال ہیں اسلامی دنیا میں پھیلائی ہیں اور ہر ایک مسلمان کو سچی اطاعت اور فرمانبرداری کی ترغیب دی ہے۔"

(تحفۂ قیصریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۲ ص ۲۵۵ ربوہ ۱۹۶۳ء)

"اُن (والد صاحب مرحوم) کے انتقال کے بعد یہ عاجز دنیا کے شغلوں سے بکلی علیحدہ ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف مشغول ہوا اور مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور نیز دوسرے بلاد اسلامیہ میں اس مضمون کے شائع کئے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے لہٰذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گزار اور دعا گو رہے اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں یعنی اردو، فارسی، عربی میں تالیف کر کے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلا دیں۔ یہاں تک کہ اسلام کے دو مقدس شہروں مکہ اور مدینہ میں بھی بخوبی شائع کر دیں اور روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ اور بلادِ شام اور مصر اور کابل اور افغانستان کے متفرق شہروں میں جہاں تک ممکن تھا اشاعت کر دی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلط خیالات چھوڑ دیئے جو نافہم ملاؤں کی تعلیم سے اُن کے دلوں میں تھے۔ یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں سے اس کی نظیر کوئی مسلمان دکھلا نہیں سکا۔ اور میں اسقدر خدمت کر کے جو بائیس برس تک کرتا رہا ہوں اس محسن گورنمنٹ پر کچھ احسان نہیں کرتا کیونکہ مجھے اس بات کا اقرار ہے کہ اس بابرکت گورنمنٹ کے آنے سے ہم نے اور ہمارے بزرگوں نے ایک لوہے کے جلتے ہوئے تنور سے نجات پائی ہے۔"[1]

(ستارۂ قیصریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ ص ۱۱۴ ربوہ ۱۹۶۴ء)

---

[1] کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم ص ۵۳۴-۵۳۵ پر درج اس تحریر میں سے خط کشیدہ وضاحتی جملے حذف کر دیئے گئے ہیں۔

''چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان دنوں میں بعض جاہل اور شریر لوگ اکثر ہندوؤں میں سے اور کچھ مسلمانوں میں سے گورنمنٹ کے مقابل پر ایسی ایسی حرکتیں ظاہر کرتے ہیں جن سے بغاوت کی بو آتی ہے بلکہ مجھے شک ہوتا ہے کہ کسی وقت باغیانہ رنگ اُن کی طبائع میں پیدا ہو جائے گا۔ اسلئے میں اپنی جماعت کے لوگوں کو جو مختلف مقامات پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہیں جو بفضلہٖ تعالیٰ کئی لاکھ تک ان کا شمار پہنچ گیا ہے نہایت تاکید سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری اِس تعلیم کو خوب یاد رکھیں جو قریباً چھبیس برس سے تقریری اور تحریری طور پر اُن کے ذہن نشین کرتا آیا ہوں۔ یعنی یہ کہ اس گورنمنٹ انگریزی کی پوری اطاعت کریں کیونکہ وہ ہماری محسن گورنمنٹ ہے ان کی ظل حمایت میں ہمارا فرقہ احمدیہ چند سال میں لاکھوں تک پہنچ گیا ہے اور اس گورنمنٹ کا احسان ہے کہ اس کے زیر سایہ ہم ظالموں کے پنجہ سے محفوظ ہیں۔ خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت ہے کہ اس نے گورنمنٹ کو اس بات کے لئے چن لیا تا کہ یہ فرقہ احمدیہ اس کے زیر سایہ ہو کر ظالموں کے خونخوار حملوں سے اپنے تئیں بچاوے اور ترقی کرے کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ تم سلطان روم کی عملداری میں رہ کر یا مکہ اور مدینہ ہی میں اپنا گھر بنا کر شریر لوگوں کے حملوں سے بچ سکتے ہو؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ ایک ہفتہ میں ہی تم تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کئے جاؤ گے۔ تم سن چکے ہو کہ کس طرح صاحبزادہ مولوی عبداللطیف جو ریاست کابل کے ایک معزز اور بزرگوار اور نامور رئیس تھے جن کے مرید پچاس ہزار کے قریب تھے وہ جب میری جماعت میں داخل ہوئے تو محض اِسی قصور سے کہ میری تعلیم کے موافق جہاد کے مخالف ہو گئے تھے امیر حبیب اللہ خان نے نہایت بے رحمی سے ان کو سنگسار کرا دیا۔ پس کیا تمہیں کچھ توقع ہے کہ تمہیں اسلامی سلاطین کے ماتحت کوئی خوشحالی میسر آئے گی بلکہ تم تمام اسلامی مخالف علماء کے فتوؤں کی رُو سے واجب القتل ٹھہر چکے ہو۔ سو خدا تعالیٰ کا یہ فضل اور احسان ہے کہ اِسی گورنمنٹ نے ایسا ہی تمہیں اپنے سایہ پناہ کے نیچے لے لیا جیسا کہ نجاشی بادشاہ نے جو کہ عیسائی تھا آنحضرت ﷺ کے صحابہ کو پناہ دی تھی۔۔۔۔ یہ تو سوچو کہ اگر تم اس گورنمنٹ کے سایہ سے باہر نکل جاؤ تو پھر تمہارا ٹھکانہ کہاں ہے۔ ایسی سلطنت کا بھلا نام تو لو جو

تمہیں اپنی پناہ میں لے لے گی۔ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہارے قتل کے لئے دانت پیس رہی ہے کیونکہ ان کی نگاہ میں تم کافر اور مرتد ٹھہر چکے ہو۔ سوتم اس خداداد نعمت کی قدر کرو اور تم یقیناً سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ نے سلطنت انگریزی تمہاری بھلائی کیلئے ہی اس ملک میں قائم کی ہے اور اگر اس سلطنت پر کوئی آفت آئے تو وہ آفت تمہیں بھی نابود کر دے گی۔ یہ مسلمان لوگ جو اس فرقہ احمدیہ کے مخالف ہیں تم ان کے علماء کے فتوے سن چکے ہو یعنی یہ کہ تم اُن کے نزدیک واجب القتل ہو اور اُن کی آنکھ میں ایک کتا بھی رحم کے لائق ہے مگر تم نہیں ہو۔ تمام پنجاب اور ہندوستان کے فتوے بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے فتوے تمہاری نسبت یہ ہیں کہ تم واجب القتل ہو اور تمہیں قتل کرنا اور تمہارا مال لوٹ لینا اور تمہاری بیویوں پر جبر کر کے اپنے نکاح میں لے آنا اور تمہاری میّت کی توہین کرنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دینا۔ نہ صرف جائز بلکہ بڑا ثواب کا کام ہے سو یہی انگریز ہیں جن کو لوگ کافر کہتے ہیں جو تمہیں ان خونخوار دشمنوں سے بچاتے ہیں اور ان کی تلوار کے خوف سے تم قتل کئے جانے سے بچے ہوئے ہو۔ ذرا کسی اور سلطنت کے زیر سایہ رہ کر دیکھ لو کہ تم سے کیا سلوک کیا جاتا ہے سو انگریزی سلطنت تمہارے لئے ایک رحمت ہے تمہارے لئے ایک برکت ہے اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے پس تم دل و جان سے اس سپر کی قدر کرو اور تمہارے مخالف جو مسلمان ہیں ہزار ہا درجہ اُن سے انگریز بہتر ہیں کیونکہ وہ تمہیں واجب القتل نہیں سمجھتے وہ تمہیں بے عزت کرنا نہیں چاہتے۔ [1]

(اشتہار ۲۷ مئی ۱۹۰۷ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۵۸۳-۵۸۴ ربوہ ۱۹۷۵ء)

---

[1] قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم میں مندرجہ بالا تحریر تین علیحدہ علیحدہ حوالوں کے طور پر خط کشیدہ الفاظ حذف کر کے ص ۵۴۳-۵۴۴، ص ۵۹۴ اور ص ۵۹۰ پر درج کی گئی ہے۔

اشاعتِ اسلام میں ممد آزادیِ مذہب کی پالیسی

مذہبی آزادی کا اعلانِ عام

واقعہ غدر کے فوراً بعد انگلستان کی ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے یکم نومبر ۱۸۵۸ء کو دربار الہٰ آباد کے موقع پر بلاامتیاز مذہب وملت اپنی پوری رعایا کو مذہبی آزادی دینے کا حسب ذیل فرمان جاری کیا گیا:-

''ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا شاہانہ ارادہ اور ہماری خوشی یہ ہے کہ ہماری رعایا میں سے کسی شخص کو اس کے مذہبی عقیدے اور رسوم کی بناپر نہ تو کسی رعایت کا مستحق سمجھا جائے اور نہ تنگ کیا جائے اور نہ کسی کا سکون چھینا جائے بلکہ قانون کی نظر میں تمام لوگ مساوی طور پر غیر جانبدارانہ رنگ میں پوری حفاظت کے حقدار ہوں۔''

(بحوالہ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد ص ۲۴)

آزادی مذہب کا یہی وہ اعلان تھا جس پر عمل کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

۱- ''گورنمنٹ انگریزی کا یہ اصول نہیں ہے کہ کسی قوم کو اپنے مذہب کی حقانیت ثابت کرنے سے روکے یا دینی کتابوں کی اعانت کرنے سے منع کرے۔۔۔۔اپنے اپنے مذہب کی ترقی کیلئے وسائل جائزہ کو استعمال میں لانا ہر ایک قوم کو گورنمنٹ کی طرف سے اجازت ہے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۵۳ ربوہ ۱۹۷۱ء)

۲- ''ہم انگریزی عہد میں یہاں تک دینی امور میں آزادی دیئے گئے ہیں کہ جس طرح پادری صاحبان اپنے مذہب کے لئے دعوت کرتے اور رسائل شائع کرتے ہیں یہی حق ہمیں حاصل ہے۔''

(ایام الصلح بحوالہ روحانی خزائن نمبر ۱۴ ص ۳۶۵ ربوہ ۱۹۶۴ء)

۳ - ’’گورنمنٹ نے ہر ایک قوم کو اپنے مذہب کی اشاعت کی آزادی دے رکھی ہے اس لئے ہر طرح لوگوں کو ہر ایک مذہب کے اصول اور دلائل پر کھنے اور ان پر غور کرنے کا موقع مل گیا ہے اسلام پر جب مختلف مذاہب والوں نے حملے کئے تو اہل اسلام کو اپنے مذہب کی تائید اور صداقت کے لئے اپنی مذہبی کتابوں پر غور کرنے کا موقع ملا اور اُن کی عقلی قوتوں میں ترقی ہوئی۔

(روئداد جلسہ دعا بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۶۱۱-۶۱۲ ربوہ ۱۹۶۴ء)

اس ضمن میں ایک واقعہ کا ذکر کر کے کہ کس طرح ایک گرجا گھر کی بنیاد رکھتے وقت لیفٹیننٹ گورنر پنجاب سر چارلیس ایچی سن نے اپنا ایک ہندو رئیس کو عیسائیت کی تبلیغ کرنا بیان کیا آپ فرماتے ہیں:-

’’صاحب موصوف کی اس گفتگو سے گورنمنٹ انگریزی کی آزادی کو سمجھ لینا چاہیئے کیونکہ جب خود نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر اپنے خوش عقیدہ کا ہندوستان میں پھیلا نا بدلی رغبت چاہتے ہیں بلکہ اس کے لئے کبھی کبھی موقع پا کر تحریک بھی کرتے ہیں تو پھر وہ دوسروں پر اپنے اپنے دین کی ہمدردی کرنے میں کیوں ناراض ہونگے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۵۵ ربوہ ۱۹۷۱ء)

بطور خاص مسلمانوں کے لئے مفید

انگریزی حکومت کی عطا کی ہوئی یہ مذہبی آزادی حکومت انگریزی کے بارے میں آپ کے تعریفی کلمات کا دوسرا سبب ہے آپ کے نزدیک یہ آزادی خاص طور پر اس لئے بھی قابل تعریف تھی کہ اس سے سب سے زیادہ فائدہ خود مسلمانوں کو پہنچ رہا تھا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:-

’’اگر چہ گورنمنٹ کی عنایات سے ہر یک کو اشاعت مذہب کے لئے آزادی ملی ہے لیکن اگر سوچ کر دیکھا جائے تو اس آزادی کا پورا پورا فائدہ محض مسلمان اٹھا سکتے ہیں۔۔۔۔وجہ یہ ہے کہ۔۔۔۔جن مذہبوں میں سچائی کی قوت اور طاقت نہیں۔۔۔۔کیونکر ان مذہبوں کے واعظ اپنی ایسی باتوں کو وعظ کے وقت دلوں میں جما سکتے ہیں۔۔۔۔ اس لئے مسلمانوں کو

نہایت ہی گورنمنٹ کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ گورنمنٹ کے اس قانون کا وہی اکیلے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

(آریہ دھرم بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۰ ص ۸۱.... ۸۲..... ۸۴ ربوہ ۱۹۶۲ء)

چند اور ارشادات

اس پس منظر میں آپ کے چند اور ارشادات ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:-

"جس صفائی سے اس سلطنت کے ظل حمایت میں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے اور ان کی بدعات مخلوطہ دور کرنے کے لئے وعظ ہوسکتا ہے اور جن تقریبات سے علماء اسلام کو ترویج دین کے لئے اس گورنمنٹ میں جوش پیدا ہوتے ہیں اور فکر اور نظر سے اعلیٰ درجہ کا کام لینا پڑتا ہے اور عمیق تحقیقاتوں سے تائید دین متین میں تالیفات ہو کر حجت اسلام مخالفین پر پوری کی جاتی ہے وہ میری دانست میں آج کل کسی اور ملک میں ممکن نہیں۔ یہی سلطنت ہے جس کی عادلانہ حمایت سے علماء کو مدتوں کے بعد گویا صدہا سال کے بعد یہ موقع ملا کہ بے دھڑک بدعات کی آلودگیوں سے اور شرک کی خرابیوں سے اور مخلوق پرستی کے فسادوں سے نادان لوگوں کو مطلع کریں اور اپنے رسول مقبول ﷺ کا صراط مستقیم کھول کر اُن کو بتلاویں کیا ایسی سلطنت کی بدخواہی جس کے زیر سایہ تمام مسلمان امن اور آزادی سے بسر کرتے ہیں اور فرائض دین کو کماحقہ، بجالاتے ہیں اور ترویج دین میں سب ملکوں سے زیادہ مشغول ہیں۔ جائز ہوسکتی ہے؟"

(براہین احمدیہ حصہ سوم ملحقہ ٹائیٹل ص ب مطبوعہ ۱۸۸۲ء بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱ ص ۱۴۰-۱۴۱ ربوہ ۱۹۵۸ء)

"دنیا میں آج یہی ایک سلطنت ہے جس کے سایہ عاطفت میں بعض بعض اسلامی مقاصد ایسے حاصل ہوتے ہیں کہ جو دوسرے ممالک میں ہرگز ممکن الحصول نہیں۔۔۔۔ یہی سلطنت ہے جس کی پناہ میں ہر یک فرقہ امن اور آرام سے اپنی رائے ظاہر کرتا ہے اور یہ بات اہل حق کے لئے نہایت ہی مفید ہے کیونکہ جس ملک میں بات کرنے کی گنجائش ہی نہیں نصیحت دینے کا حوصلہ ہی نہیں اس ملک میں کیونکر راستی پھیل سکتی ہے راستی

پھیلانے کے لئے وہی ملک مناسب ہے جس میں آزادی سے اہل حق وعظ کر سکتے ہیں۔"

(براہین احمدیہ حصّہ سوم ملحقہ ٹائیٹل ص ب بحوالہ روحانی خزائن جلد اص ۱۴۱ ربوہ ۱۹۵۸ء)

"مذاہب کے پرکھنے اور جانچنے اور کھرے کھوٹے میں تمیز کرنے کے لئے اس سے بہتر کسی ملک کے باشندوں کو موقع ملنا ممکن نہیں جو ہمارے ملک پنجاب اور ہندوستان کو ملا ہے۔ اس موقع کے حصول لئے پہلا فضل خدا تعالیٰ کا گورنمنٹ برطانیہ کا ہمارے اس ملک پر تسلط ہے ہم نہایت ہی ناسپاس اور منکر نعمت ٹھہریں گے اگر ہم سچے دل سے اس محسن گورنمنٹ کا شکر نہ کریں جس کے بابرکت وجود سے ہمیں دعوت اور تبلیغ اسلام کا وہ موقع ملا جو ہم سے پہلے کسی بادشاہ کو بھی نہیں مل سکا کیونکہ اس علم دوست گورنمنٹ نے اظہار رائے میں وہ آزادی دی ہے جس کی نظیر اگر کسی اور موجودہ عملداری میں تلاش کرنا چاہیں تو لا حاصل ہے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ہم لندن کے بازاروں میں دین اسلام کی تائید کے لئے وہ وعظ کر سکتے ہیں جس کا خاص مکہ معظّمہ میں میّسر آنا ہمارے لئے غیر ممکن ہے۔"

(ست بچن بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۰ ص ۲۷۷ ربوہ ۱۹۶۲ء)

"میرا یہ دعویٰ ہے کہ تمام دنیا میں گورنمنٹ برطانیہ کی طرح کوئی دوسری ایسی گورنمنٹ نہیں جس نے زمین پر ایسا امن قائم کیا ہو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم پوری آزادی سے اس گورنمنٹ کے تحت میں اشاعت حق کر سکتے ہیں یہ خدمت ہم مکہ معظّمہ یا مدینہ منورہ میں بیٹھ کر بھی ہرگز بجا نہیں لا سکتے۔ اگر یہ امن و آزادی اور بے تعصّبی آنحضرت ﷺ کے ظہور کے وقت عرب میں ہوتی تو وہ لوگ ہرگز تلوار سے ہلاک نہ کئے جاتے اگر یہ امن اور آزادی اور بے تعصّبی اس وقت کے قیصر اور کسریٰ کی گورنمنٹوں میں ہوتی تو وہ بادشاہتیں اب تک قائم رہتیں۔"

(ازالہ اوہام بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۳ ص ۱۳۰ حاشیہ الشرکتہ الاسلامیہ ربوہ ۱۹۵۸ء)

"اللہ تعالیٰ نے دور سے اس مبارک گورنمنٹ کو ہماری نجات کے لئے ابر رحمت کی طرح بھیج دیا جس نے ان کو نہ صرف اُن ظالموں (سکھوں) کے پنجے سے بچایا بلکہ ہر طرح کا امن

قائم کر کے ہر قسم کے سامان آسائش مہیا کئے اور مذہبی آزادی یہاں تک دی کہ ہم بلا دریغ اپنے دین متین کی اشاعت نہایت خوش اسلوبی سے کر سکتے ہیں۔"

(اشتہار ۱۰ فروری ۱۹۰۰ء مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۲۱۸ ربوہ ۱۹۷۵ء)

"سو مجھے اللہ جلشانہ کا شکر کرنا چاہیئے اور بعد اس کے اس مصدر فیض گورنمنٹ کا بھی جس کی ظل حمایت میں ہم خوشی اور آزادی کے ساتھ گورنمنٹ کی ایسی رعیت [۱] کے ساتھ بھی مذہبی بحث کر سکتے ہیں۔"

(اشتہار ۲۰ مئی ۱۸۹۱ء مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۲۲۳ ربوہ ۱۹۷۱ء)

"اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایسی سلطنت اور حکومت میں پیدا کیا ہے جو ہر طرح سے امن دیتی ہے اور جس نے ہم کو اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے لئے پوری آزادی دی ہے اور ہر قسم کے سامان اس مبارک عہد میں ہمیں میسّر ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا آزادی ہوگی کہ ہم عیسائی مذہب کی تردید زور وشور سے کرتے ہیں اور کوئی نہیں پوچھتا۔۔۔۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ ہماری تبلیغ ہر جگہ پہنچ جاوے اس لئے اس نے ہم کو اس سلطنت میں پیدا کیا۔"

(ملفوظات جلد ہشتم ص ۲۳۳ ربوہ ۱۹۶۵ء)

"میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکر گزاری کے لائق گورنمنٹ انگریزی ہے جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کاروائی میں کر رہا ہوں۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۴۱۵ ربوہ ۱۹۷۲ء)

"میرے لئے خدا نے پسند کیا کہ میں آسمانی کاروائی کے لئے ملکہ معظّمہ کی پر امن حکومت کی پناہ لوں سو خدا نے مجھے ایسے وقت میں اور ایسے ملک میں مامور کیا جس جگہ انسانوں کی آبرو اور مال اور جان کی حفاظت کے لئے حضرت قیصرہ مبارکہ کا عہد سلطنت ایک فولادی قلعہ کی تاثیر رکھتا ہے جس امن کے ساتھ میں نے اس ملک میں

---

[۱] عیسائی صاحبان

بودوباش کر کے سچائی کو پھیلایا۔ اس کا شکر کرنا میرے پر سب سے زیادہ واجب ہے۔"

(تحفہ قیصریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۲ ص ۲۵۵ ربوہ ۱۹۶۳ء)

"سواس نے مجھے بھیجا اور میں اس کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک ایسی گورنمنٹ کے سایہ رحمت کے نیچے جگہ دی جس کے زیر سایہ میں بڑی آزادی سے اپنا کام نصیحت وروعظ کا ادا کر رہا ہوں اگرچہ اس محسن گورنمنٹ کا ہر ایک پر رعایا میں سے شکر واجب ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ مجھ پر سب سے زیادہ واجب ہے کیونکہ یہ میرے اعلیٰ مقاصد جو جناب قیصرۂ ہند کی حکومت کے سایہ کے نیچے انجام پذیر ہو رہے ہیں ہرگز ممکن نہ تھا کہ وہ کسی اور گورنمنٹ کے زیر سایہ انجام پذیر ہو سکتے۔ اگرچہ وہ کوئی اسلامی گورنمنٹ ہی ہوتی۔"

(تحفہ قیصریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۲ ص ۲۸۳-۲۸۴ ربوہ ۱۹۶۳ء)

"ہماری گورنمنٹ محسنہ جو ہماری جان اور مال کی حفاظت کر رہی ہے اس نے پہلے سے اشتہار دے رکھا ہے کہ وہ کسی کے دینی امور اور دینی تدابیر میں مداخلت نہیں کرے گی جب تک کوئی ایسا کاروبار نہ ہو جس سے بغاوت کی بدبو آوے۔ ہماری محسن گورنمنٹ برطانیہ کی یہی ایک قابل تعریف خصلت ہے جس کے ساتھ ہم تمام دنیا کے مقابل پر فخر کر سکتے ہیں۔ بے شک ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اس گورنمنٹ محسنہ کے سچے دل سے خیر خواہ ہوں اور ضرورت کے وقت جان فدا کرنے کو بھی طیار رہوں لیکن ہم اس طرح پر بھی غیر قوموں اور غیر ملکوں میں اپنی محسن گورنمنٹ کی نیک نامی پھیلانی چاہتے ہیں کہ کس طرح اس عادل گورنمنٹ نے دینی امور میں ہمیں پوری آزادی دی ہے عملی نمونہ ہزاروں کوسوں تک چلے جاتے ہیں اور دلوں پر ایک عجیب اثر ڈالتے ہیں اور صدہا نادانوں کے اُن سے وسوسے دور ہو جاتے ہیں یہ مذہبی آزادی ایک ایسی پیاری چیز ہے کہ اس کی خبر پا کر بہت سے اور ملک بھی چاہتے ہیں کہ اس مبارک گورنمنٹ کا ہم تک قدم پہنچے۔ غرض اس مبارک گورنمنٹ کو اپنا صدق اور اخلاص دکھلاؤ۔ وقتوں پر اس کے کام آؤ۔ چاہیئے کہ تمہارا دل بالکل صاف اور اخلاص سے بھرا ہوا ہو اور پھر

جب تم یہ سب کچھ کر چکے تو باوجود اس ارادت اور اخلاص کے کچھ مضائقہ نہیں کہ نرمی اور ملائمت سے اپنے دین کے اصولوں کی تائید کی جائے۔ ایسے کاموں میں باریک اصولوں کے لحاظ سے گورنمنٹ کے اقبال اور دولت کی خیر خواہی ہے کیونکہ جس طرح اچھے دوکاندار کا نام سن کر اسی طرف خریدار دوڑتے ہیں اسی طرح جس گورنمنٹ کے ایسے بے تعصب اور آزادانہ اصول ہوں وہ گورنمنٹ خوانخواہ پیاری اور ہر دلعزیز معلوم ہوتی ہے اور بہت سے غیر ملکوں کے لوگ حسرت کرتے ہیں کہ کاش ہم بھی اس کے ماتحت ہوتے۔ پس کیا آپ لوگ چاہتے نہیں کہ اس محسن گورنمنٹ کا ان تمام تعریفوں کے ساتھ دنیا میں نام پھیلے اور اسکی محبت دور دور تک دلوں میں جاگزین ہو۔"[1]

(البلاغ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۳ ص ۴۰۰-۴۰۱ ربوہ ۱۹۶۳ء)

"اس گورنمنٹ کے ہمارے سر پر احسان ہیں کہ اس کے زیر سایہ ہم آزادی سے اپنی خدمت تبلیغ پوری کرتے ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ظاہری اسباب کی رو سے آپ کے رہنے کے لئے اور بھی ملک ہیں اور اگر آپ اس ملک کو چھوڑ کر مکہ میں یا مدینہ میں یا قسطنطنیہ میں چلے جائیں تو سب ممالک آپ کے مذہب اور مشرب کے موافق ہیں لیکن اگر میں جاؤں تو میں دیکھتا ہوں کہ وہ سب لوگ میرے لئے بطور درندوں کے ہیں۔ الاماشاء اللّٰہ اس صورت میں ظاہر ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا میرے پر احسان ہے کہ ایسی گورنمنٹ کے زیر سایہ مجھے مبعوث فرمایا ہے جس کا مسلک دلآزاری نہیں اور اپنی رعایا کو امن دیتی ہے مگر باوجود اس کے میں صرف ایک ہی ذات پر توکل رکھتا ہوں اور اسی کے پوشیدہ تصرفات میں سے جانتا ہوں کہ اس نے اس گورنمنٹ کو میری نسبت مہربان بنا رکھا ہے اور کسی شریر مخبر کی پیش چلنے نہیں دی۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۲۱ ص ۲۹۴ ربوہ ۱۹۶۷ء)

---

[1] کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم ص ۶۰۹-۶۱۰ میں تحریر کے سیاق وسباق پر مشتمل خط کشیدہ سطور درج نہیں کی گئیں۔

خدااور رسول کی بزرگ تاکیدیں

انگریز حکومت کے ذریعہ ہندوستان کے مسلمانوں کو جو دینی اور دنیوی آزادی نصیب ہوئی اور حکومت کی مذہبی آزادی کی پالیسی کے تحت انہیں اشاعت اسلام کے جو مواقع حاصل ہوئے اس حسن سلوک پر حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے پہلی بار اظہار رائے ۱۸۸۲ء میں اس وقت فرمایا جب لاہور کی انجمن اسلامیہ اور انجمن ہمدردی اسلام کے سیکریٹریان نے آپ کو اُن عرضداشتوں کے سلسلے میں خطوط لکھے جو مسلمانانِ ہند کے بعض حقوق کے قیام کی غرض سے گورنمنٹ انگریزی کو پیش کرنے کے لئے تیار کی گئی تھیں آپ کا جوابی پیغام ''اسلامی انجمنوں کی خدمت میں التماس ضروری'' کے عنوان سے آپ کی تصنیف ''براہین احمدیہ'' حصّہ سوم میں شائع ہوا اس تحریر میں آپ نے انگریزی حکومت کے باب میں جو کلمات خیر ارشاد فرمائے اس کا سبب خود آپ کے الفاظ میں یہ تھا کہ:-

> ''اس عاجز نے جس قدر حصہ سوم کے پرچہ مشمولہ میں انگریزی گورنمنٹ کا شکر ادا کیا ہے وہ صرف اپنے ذاتی خیال سے ادا نہیں کیا بلکہ قرآن شریف اور احادیث نبوی کی ان بزرگ تاکیدوں نے جو اس عاجز کے پیش نظر ہیں مجھ کو اس شکر ادا کرنے پر مجبور کیا ہے۔''

(اشتہار مندرجہ براہین احمدیہ حصّہ چہارم ص الف مطبوعہ ۱۸۸۴ء بحوالہ روحانی خزائن جلد ا ص ۳۱۶ ربوہ ۱۹۵۸ء)

اپنے پیش نظر آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا ذکر آپ نے اس پیغام کے آخر میں یوں فرمایا ہے۔

> ''بعض ان ناواقف انگریزوں کے اس وہم کو دور کرنا چاہئے کہ جو بوجہ ناواقفیت یہ سمجھ رہے ہیں کہ گویا قوم مسلمان ایک ایسی قوم ہے کہ جو نیکی کرنے والوں سے بدی کرتی ہے اور اپنے محسنوں سے ایذا کے ساتھ پیش آتی ہے اور اپنی مربّی گورنمنٹ کی بدخواہ ہے حالانکہ اپنے محسن کے ساتھ باحسان پیش آنے کی تاکید جس قدر قرآن شریف میں ہے اور کسی کتاب میں اس کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ وَقَالَ اللّٰہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہ یَا مُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اصْطَنَعَ اِلَيْكُمْ مَّعْرُوْفاً فَجَازُوْهُ فَاِنْ عَجِزْتُمْ عَنْ مُجَازَاتِهِ فَادْعُوْا لَهُ حَتّٰى يَعْلَم اَنكُمْ قَدْ شكَرْتُم فَاِنَّ اللّٰه شاكِرٌ يُحِبُّ الشَّاكِرِيْنَ.

(براہین احمدیہ حصہ سوم ملحقہ ٹائیٹل ص ب مطبوعہ ۱۸۸۲ء بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱ ص ۱۴۲ ربوہ ۱۹۵۸ء)

اللہ اور رسول کی ان بزرگ تاکیدوں کا حوالہ اس موضوع پر آپ کی بعد کی تحریروں میں بھی بار بار ملتا ہے۔ ایسے چند ارشادات ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

''اسلام کا ہرگز یہ اصول نہیں ہے کہ مسلمانوں کی قوم جس سلطنت کے ماتحت رہ کر اس کا احسان اٹھاوے اس کے ظل حمایت میں بامن وآسائش رہ کر اپنا رزق مقسوم کھاوے اس کے انعامات متواترہ سے پرورش پاوے پھر اسی پر عقرب کی طرح نیش چلاوے اور اس کے سلوک اور مروت کا ایک ذرہ شکر نہ بجالاوے بلکہ ہم کو ہمارے خداوند کریم نے اپنے رسول مقبولؐ کے ذریعہ سے یہی تعلیم دی ہے کہ ہم نیکی کا معاوضہ بہت زیادہ نیکی کی ساتھ کریں اور منعم کا شکر بجالاویں''

(اشتہار مندرجہ براہین احمدیہ جلد چہارم ص الف طبع اول ۱۸۸۴ء بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱ ص ۳۱۶ ربوہ ۱۹۵۸ء)

''سو میں نے اس مضمون کی کتابوں کو شائع کیا۔۔۔۔اور میں نے یہ کام گورنمنٹ سے ڈر کر نہیں کیا اور نہ اس کے کسی انعام کا امیدوار ہو کر کیا ہے بلکہ یہ کام محض للہ اور نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق کیا ہے کیونکہ ہمارے نبی ﷺ اور ہمارے سردار اور ہمارے مولٰی نے جو خدا کا پیارا اور اس کا دوست محمد مصطفٰی ﷺ ہے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم ان کی تعریف کریں جن کے ہم نعمت پروردہ ہیں اور ان کا ہم شکر کریں جن سے ہمیں نیکی پہنچی ہو۔ پس اسی وجہ سے میں نے اس گورنمنٹ کا شکر کیا اور جہاں تک بن پڑا اسکی مدد کی اور اس کے احسانوں کو ملک ہند سے بلاد عرب اور روم تک شائع کیا اور لوگوں کو اٹھایا کہ تا اس کی فرمانبرداری کریں۔''

(نور الحق حصہ اول بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۴۱-۴۲ ربوہ ۱۹۶۱ء)

قرآن ۱؎ میں یہ ہدایتیں موجود ہیں کہ جو لوگ نیکی کریں تم بھی ان کے ساتھ نیکی کرو۔ جو تمہیں پناہ دیں انکے شکرگزار بنے رہو اور جو لوگ تمہیں دکھ نہیں دیتے اُن کو تم بھی دکھ مت دو۔"

(سرّ الخلافہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۴۰۵ ربوہ ۱۹۶۱ء)

"اس گورنمنٹ کو دیکھو کہ کون فساد اُن فسادوں میں سے اُن میں پایا جاتا ہے کیا وہ ہمیں ہماری نماز اور روزہ اور حج اور اشاعت مذہب سے ہم کو منع کرتی ہے یا دین کے بارے میں ہم سے لڑتی ہے یا ہمیں ہمارے وطنوں سے نکالتی ہے یا لوگوں کو جبراً اور ظلم سے عیسائی بناتی ہے ہرگز نہیں بلکہ وہ ہمارے لئے مددگاروں میں سے ہے پھر قرآن کے ان حکموں پر نظر ڈالو جن میں خدا تعالیٰ ہمیں سکھاتا ہے کہ ہمیں ان کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیئے جو ہم پر احسان کریں اور ہمارے کاموں کی رعایت رکھیں اور ہماری حاجات کی متکفل ہو جائیں اور ہمارے بوجھوں کو اٹھالیں اور ہمیں پریشان گردی کے بعد اپنی پناہ میں لے آویں کیا خدا تعالیٰ ہم کو اس سے منع کرتا ہے کہ ہم نیکی کرنے والوں کے ساتھ نیکی کریں اور دلی نعمتوں کا شکر ادا کریں ہرگز نہیں بلکہ وہ تو انصاف اور عدل اور احسان کرنے کے لئے فرماتا ہے اور وہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

(نور الحق حصہ اول بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۶۲-۶۳ ربوہ ۱۹۶۱ء)

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَان یعنی احسان کا بدلہ بجز احسان کے اور کچھ نہیں اور یہ بات قطعی اور فیصلہ شدہ ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ مسلمانانِ ہند کی محسن ہے کیونکہ سکھوں کے زمانے میں ہمارے دین اور دنیا دونوں پر مصیبتیں تھیں خدا تعالیٰ اس گورنمنٹ کو دور سے ابر رحمت کی طرح لایا اور ان مصیبتوں سے اس گورنمنٹ کے عہد دولت نے ایک دم میں ہمیں چھوڑا دیا۔ پس اس گورنمنٹ کا شکر نہ

۱؎ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَان.

کرنا بدذاتی ہے اور جو شخص ایسے احسانات دیکھ کر پھر نفاق سے زندگی بسر کرے اور سچے دل سے شکرگزار نہ ہو تو بلاشبہ کافر نعمت ہے ہماری ایمانداری کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ ہم تہہ دل سے اقرار کریں کہ در حقیقت یہ گورنمنٹ ہماری محسن ہے، ہم اس گورنمنٹ کے قدوم میمنت لزوم سے ہزاروں بلاؤں سے بچے اور ہمیں وہ آزادی ملی جس کے ذریعہ سے ہم دین اور دنیا دونوں درست کر سکتے ہیں۔ پس اگر اب بھی ہم اس گورنمنٹ کے سچے خیرخواہ نہ ہوں تو خدا تعالیٰ کے سامنے ناشکرے ٹھہریں گے۔''

(اشتہار ۱۰ دسمبر ۱۸۹۴ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۱۲۴-۱۲۵ ربوہ ۱۹۷۲ء)

''یہ دعا گو جو دنیا میں عیسیٰ مسیح کے نام سے آیا ہے اسی طرح وجود ملکہ معظمہ قیصرہ ہند اور اس کے زمانے سے فخر کرتا ہے جیسا کہ سیّد الکونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے نوشیرواں عادل کے زمانہ سے پر فخر کیا تھا۔'' [1]

(تحفہ قیصریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۲ ص ۲۵۵ ربوہ ۱۹۶۳ء)

''جس طرح آنحضرت ﷺ نوشیرواں کے عہد سلطنت پر فخر کرتے تھے اسی طرح پر ہم کو اس سلطنت پر فخر ہے۔''

(ملفوظات جلد ہشتم ص ۲۳۳ ربوہ ۱۹۶۵ء)

اس گورنمنٹ کے ذریعے سے ہم نے بہت امن پایا ہے اس لئے اس کا شکر ہم پر واجب ہے اور مجھے ان شریر انسانوں کی حالت پر نہایت تعجب ہے کہ اب تک وہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ جزاء احسان، احسان ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

هل جزاءُ الاحسان الاّالاحسان.

(اشتہار ۷ جون ۱۸۹۷ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۴۲۴ ربوہ ۱۹۷۲ء)

---

[1] ولِدْتُ فِیْ زَمَنِ الْمَلِکِ الْعَادِلِ انو شیروان۔

''اور جسمانی سلطنت میں بھی یہی خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ ایک قوم میں ایک امیر اور بادشاہ ہو اور خدا کی لعنت ان لوگوں پر ہے جو تفرقہ پسند کرتے ہیں اور ایک امیر کے تحت حکم نہیں چلتے حالانکہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ اولی الامر سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور روحانی طور پر امام الزّماں ہے اور جسمانی طور پر جو شخص ہمارے مقاصد کا مخالف نہ ہو اور اس سے مذہبی فائدہ ہمیں حاصل ہو سکے وہ ہم میں سے ہے اسی لئے[1] میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں کیونکہ وہ ہمارے دینی مقاصد کے حارج نہیں ہیں بلکہ ہم کو ان کے وجود سے بہت آرام ملا ہے اور ہم خیانت کریں گے۔ اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ انگریزوں نے ہمارے دین کو ایک قسم کی وہ مدد دی ہے کہ جو ہندوستان کے اسلامی بادشاہوں کو بھی میسّر نہیں آسکی کیونکہ ہندوستان کے بعض اسلامی بادشاہوں نے اپنی کوتاہ ہمتی سے صوبہ پنجاب کو چھوڑ دیا تھا اور ان کی اس غفلت سے سکھوں کی متفرق حکومتوں کے وقت میں ہم پر اور ہمارے دین پر وہ مصیبتیں آئیں کہ مساجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اور بلند آواز سے اذان دینا بھی مشکل ہو گیا تھا اور پنجاب میں دین اسلام مر چکا تھا پھر انگریز آئے اور انگریز کیا ہمارے نیک طالع پھر ہماری طرف واپس ہوئے اور انہوں نے دین اسلام کی حمایت کی اور ہمارے مذہبی فرائض میں ہمیں پوری آزادی بخشی اور ہماری مسجدیں واگذار کی گئیں اور پھر مدت دراز کے بعد پنجاب میں شعائر اسلام دکھائی دینے لگا۔

---

[1] کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم ص ۵۳۴ پر اس تحریر کا وہ حصہ جس میں حکم اطاعت کی وجوہات بیان کی گئی ہیں درج نہیں کیا گیا اور ابتدائی جملوں میں ہمارے مقاصد کے بعد یہ اضافہ کیا گیا ہے کہ (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کے مقاصد) بہر حال پوری تحریر سے ان مقاصد کی خوب وضاحت ہو جاتی ہے۔

پس کیا یہ احسان یادرکھنے کے لائق نہیں؟ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ بعض سست ہمت اسلامی بادشاہوں نے تو اپنی غفلتوں سے کفرستان میں ہمیں دھکا دیا تھا اور انگریز ہاتھ پکڑ کر پھر ہمیں باہر نکال لائے۔

(ضرورۃ الامام بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۳ ص ۴۹۳-۴۹۴ الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ ۱۹۶۳ء)

''میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا جیسا کہ نادان لوگ خیال کرتے ہیں نہ اس سے کوئی صلہ چاہتا ہوں بلکہ میں انصاف اور ایمان کی رو سے اپنا فرض دیکھتا ہوں کہ اس گورنمنٹ کی شکرگزاری کروں اور اپنی جماعت کو اطاعت کے لئے نصیحت کرتا رہوں۔ سو یادرکھو اور خوب یادرکھو کہ ایسا شخص میری جماعت میں داخل نہیں رہ سکتا جو اس گورنمنٹ کے مقابلے پر کوئی باغیانہ خیال دل میں رکھے اور میرے نزدیک یہ سخت بدذاتی ہے کہ جس گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہم ظالموں کے پنجے سے بچائے جاتے ہیں اور اس کے زیر سایہ ہماری جماعت ترقی کررہی ہے اس کے احسان کے ہم شکرگزار نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے هل جزاء الاحسان الا الاحسان یعنی احسان کا بدلہ احسان ہے اور حدیث شریف میں بھی ہے کہ جو انسان کا شکر نہیں کرتا وہ خدا کا شکر بھی نہیں کرتا [۱]۔''

(اشتہار ۷ مئی ۱۹۰۷ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۵۸۳-۵۸۴ ربوہ ۱۹۷۵ء)

''یہ گورنمنٹ مسلمانوں کے خونوں اور مالوں کی حمایت کرتی ہے اور ہر یک ظالم کے حملے سے اُن کو بچاتی ہے اور درحقیقت ہمیں اُسی نے بےقراریوں اور دل کے لرزوں سے بچایا۔ سو اگر شکر نہ کریں تو ظالم ٹھہریں گے پس شکر ہم پر ازروئے دین ودیانت کے واجب ہے اور جو شخص آدمیوں کا شکر نہیں کرتا اس نے خدا کا بھی شکر نہیں کیا اور خدا انہیں کو دوست رکھتا ہے جو طریق انصاف پر چلتے ہیں۔''

(نور الحق حصہ اول بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۴۰-۴۱ ربوہ ۱۹۶۱ء)

---

[۱] کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم ص ۵۸۹-۵۹۰ پر یہ حوالہ خط کشیدہ سطور جن میں قرآن شریف اور حدیث کے حکم کا ذکر کیا گیا ہے حذف کرکے لکھا گیا ہے۔

''میں یقیناً جانتا ہوں کہ جو شخص بندوں کے احسانات کا شکر گزار نہیں وہ خدا تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں کیونکہ نیک اندیش اور عادل بادشاہ خدا کی طرف سے ایک نعمت ہے پس جو شخص اس بادشاہ کا شکر گزار نہیں اس نے خدا تعالیٰ کی نعمت کو رد کیا۔''

(اشتہار ۱۰ دسمبر ۱۸۹۴ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۱۲۶ ربوہ ۱۹۷۲ء)

''اسلام کی سچی پابندی اسی میں دیکھتا ہوں کہ ایسی گورنمنٹ جو درحقیقت محسن اور مسلمانوں کے خون اور آبرو کی محافظ ہے اس کی سچی اطاعت کی جائے۔''

(اشتہار ۲۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۱۸۰ ربوہ ۱۹۷۲ء)

''اسلامی شریعت کسی کے حق اور احسان کو ضائع کرنا نہیں چاہتی۔ پس نہ منافقانہ طور پر بلکہ دل کی سچائی سے اس محسن گورنمنٹ سے اطاعت کے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔''

(ست بچن بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۰ ص ۲۷۹ ربوہ ۱۹۶۲ء)

''حق اللہ کے بعد اسلام کا اعظم ترین فرض ہمدردی خلائق ہے اور بالخصوص ایسی مہربان گورنمنٹ کے خادموں سے ہمدردی کرنا کارثواب ہے جو ہماری جانوں اور مالوں اور سب سے بڑھ کر ہمارے دین کی محافظ ہے۔''

(اشتہار ۱۰ فروری ۱۹۰۰ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۲۱۹ ربوہ ۱۹۷۵ء)

''ایسا ہی یاجوج ماجوج کا حال بھی سمجھ لیجئے۔ یہ دونوں پرانی قومیں ہیں جو پہلے زمانوں میں دوسروں پر کھلے طور پر غالب نہیں ہو سکیں اور ان کی حالت میں ضعف رہا۔ لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ آخری زمانے میں یہ دونوں قومیں خروج کریں گی یعنی اپنی جلالی قوت کے ساتھ ظاہر ہوں گی جیسا کہ سورۃ کہف میں فرماتا ہے **وترکنا بعضهم یومئذٍ یموج فی بعض** ۔ یعنی یہ دونوں قومیں دوسروں کو مغلوب کر کے پھر ایک دوسرے پر حملہ کریں گی اور جس کو خدا تعالیٰ چاہے فتح دے گا چونکہ ان دونوں قوموں سے مراد انگریز اور روس ہیں اس لئے ہر یک سعادتمند مسلمان کو دُعا کرنی چاہیئے کہ اس وقت انگریزوں کی فتح ہو کیونکہ یہ لوگ ہمارے محسن ہیں اور سلطنت برطانیہ کے ہمارے

سر پر بہت احسان ہیں۔ سخت جاہل اور سخت نادان اور سخت نالائق وہ مسلمان ہے جو اس گورنمنٹ سے کینہ رکھے اگر ہم ان کا شکر نہ کریں تو پھر خدا تعالیٰ کے بھی ناشکر گزار ہیں کیونکہ ہم نے جو اس گورنمنٹ کے زیر سایہ آرام پایا اور پا رہے ہیں وہ آرام ہم کسی اسلامی گورنمنٹ میں بھی نہیں پا سکتے ہرگز نہیں پا سکتے۔'' [۱]

(ازالہ اوہام بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۳ ص ۳۷۳ الشرکتہ الاسلامیہ ربوہ ۱۹۵۸ء)

''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے اگرچہ یہ سچ ہے کہ ہم یورپ کی قوموں کے ساتھ اختلاف مذہب رکھتے ہیں اور ہم ہرگز خدا تعالیٰ کی نسبت وہ باتیں پسند نہیں رکھتے جو انہوں نے پسند کی ہیں لیکن ان مذہبی امور کو رعیت اور گورنمنٹ کے رشتے سے کچھ علاقہ نہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں صاف تعلیم دیتا ہے کہ جس بادشاہ کے زیر سایہ امن کے ساتھ بسر کرو اس کے شکرگزار اور فرمانبردار بنے رہو۔ سو اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسولؐ سے سرکشی کرتے ہیں۔'' [۲]

(شہادت القرآن بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۶ ص ۳۸۰-۳۸۱ ربوہ ۱۹۶۰ء)

''کس قدر احسان ہیں جو ہماری عملی زندگی کا موجب ہوئے ہیں۔ پس اگر ایسی حالت میں جبکہ جسم اور روح پر بے انتہا احسان ہو رہے ہیں ہم میں صلح کاری اور شکر گزاری کا

---

[۱] کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم ص ۵۳۷ پر اس تحریر سے الفاظ قرآنی اور انکا حوالہ حذف کر دیئے گئے ہیں۔

[۲] کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم ص ۵۳۳ پر اس تحریر کے آخری جملے سے پہلے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی وضاحتی سطور اور قرآنی حکم کا حوالہ حذف کر دیئے گئے ہیں۔

مادہ پیدا نہیں ہوتا تو تعجب کی بات ہے۔ جو مخلوق کا شکر نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔۔۔۔ الغرض یہ سب امور جو میں نے بیان کئے ہیں ایک نیک دل انسان کو مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ ایسے محسن کا شکر گزار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہم بار بار اپنی تصنیفات میں اور اپنی تقریروں میں گورنمنٹ انگلشیہ کے احسانوں کا ذکر کرتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد دوم ص ۲۴)

نہ صلہ کی تمنّا

مسلمانانِ ہند کو انگریزی حکومت کے ذریعہ دینی و دنیوی آزادی نصیب ہوئی اور حکومت انگریزی کی آزادی مذہب کی پالیسی کے نتیجہ میں اشاعت اسلام کے مواقع میسّر آئے تو حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے خدا اور رسول ؐ کی بزرگ تاکیدوں کے تحت اس پر احسانمندی کے اظہار کے لئے ان وجوہات کی نشاندہی کرتے ہوئے حکومت کے بارے میں کلمات خیر ارشاد فرمائے لیکن چونکہ اس دور میں مسلمان علماء ہند کا انگریزی حکومت کی تعریف کر کے دنیاوی فوائد حاصل کرنا ایک عام بات تھی اس لئے آپ نے کئی بار وضاحتاً یہ ارشاد فرمایا کہ آپ کے قلم سے نکلنے والے تعریفی کلمات کسی بھی دنیوی غرض، انعام اور اعزاز کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کی اطاعت اور سنتِ رسول کی اتباع کے لئے ہیں آپ کا یہ موقف درج ذیل چند ارشادات سے واضح ہو جائے گا۔

"اور میں نے یہ کام گورنمنٹ سے ڈر کر نہیں کیا اور نہ اس کے کسی انعام کا امیدوار ہو کر کیا ہے بلکہ یہ کام محض للہ اور نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق کیا ہے۔"

(نور الحق حصہ اول بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۴۱ ربوہ ۱۹۶۱ء)

"میں گورنمنٹ سے ان باتوں کے ذریعہ کوئی انعام نہیں چاہتا۔ میں اس سے درخواست نہیں کرتا کہ اس خیر خواہی کی پاداش میں میرا کوئی لڑکا کسی معزز عہدے پر ہو جائے۔ یہ میرا ایک عقیدہ ہے جو سچائی اور شکر گزاری کی پابندی سے رکھتا ہوں نہ کسی اور غرض سے۔ میری رائے قدیم سے گورنمنٹ کی نسبت یہی ہے جو میں نے بیان کی۔"

(اشتہار ۲۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۱۸۰ ربوہ ۱۹۷۲ء)

''میں نے ایسی کتابوں کو۔۔۔۔محض للّٰہی نیت سے شائع کیا ہے نہ اس خیال سے کہ یہ گورنمنٹ میری تعظیم کرے یا مجھے انعام دے کیوں کہ یہ میرا مذہب اور میرا عقیدہ ہے جس کا شائع کرنا میرے پر حق واجب تھا۔''

(انجام آتھم بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۱ ص ۶۸ ربوہ ۱۹۶۳ء)

''ہم یہ باتیں کسی صلہ یا انعام کی خاطر نہیں کرتے ہم کو صلہ اور انعامات اور دنیاوی خطابات سے کیا غرض۔ ہماری نیاّت کو علیم خدا خوب جانتا ہے کہ ہمارا کام محض اسی کے لئے اور اسی کے اثر سے ہے اس نے ہم کو تعلیم دی ہے کہ محسن کا شکر کرو۔ ہم اس شکر گزاری میں اپنے مولا کریم کی اطاعت کرتے ہیں اور اسی سے انعام کی امید رکھتے ہیں۔

(ملفوظات جلد دوم ص ۲۸-۲۹)

''ہم اس شکر گزاری کے جلسے میں سرکار انگریزی سے کسی جاگیر کی درخواست نہیں کرتے اور نہ کوئی لقب چاہتے ہیں اور نہ کسی انعام کے خواستگار ہیں اور نہ یہ خیال ہے کہ وہ ہمیں اچھا کہیں بلکہ یہ جلسہ محض اس بار سے سبکدوش ہونے کے لئے ہے جو ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کے احسانات کا بار ہمارے سر پر ہے۔''

(اشتہار ۷ جون ۱۸۹۷ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۴۲۱ ربوہ ۱۹۷۲ء)

یہی نہیں کہ آپ انگریزی حکومت سے کسی صلہ اور انعام کے امیدوار نہ تھے بلکہ اس کے برخلاف آپ نے خود اپنی ذات اور اپنی جماعت کو انگریز حکومت کے لئے نفع رساں قرار دیا اور اس کے لئے خود گورنمنٹ کو خدا کا شکر کرنے کی تلقین کی۔ جیسا کہ فرمایا:-

''یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے ☆ اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائجِ خیر کا موجب ہو اور وہ ببرکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں۔

☆ اس جماعت کے نیک اثر سے جیسے عامہ خلائق منتفع ہوں گی ایسا ہی اس

پاک باطن جماعت کے وجود سے گورنمنٹ برطانیہ کے لئے انواع واقسام کے فوائد متصور ہوں گے جن سے اس گورنمنٹ کو خداوند عزّ وجل کا شکرگزار ہونا چاہیئے۔ ازانجملہ ایک یہ کہ یہ لوگ سچے جوش اور دلی خلوص سے اس گورنمنٹ کے خیرخواہ اور دعاگو ہوں گے کیونکہ بموجب تعلیم اسلام (جس کی پیروی اس گروہ کا عین مدعا ہے) حقوقِ عباد کے متعلق اِس سے بڑھ کر کوئی گناہ کی بات اور خبث اور ظلم اور پلید راہ نہیں کہ انسان جس سلطنت کے زیرسایہ بامن وعافیت زندگی بسر کرے اور اس کی حمایت سے اپنے دینی ودنیوی مقاصد میں بارآور کوشش کرسکے اسی کا بدخواہ وبداندیش ہو بلکہ جب تک ایسی گورنمنٹ کا شکرگزار نہ ہو تب تک خدا تعالیٰ کا بھی شکرگزار نہیں۔ پھر دوسرا فائدہ اِس بابرکت گروہ کی ترقی سے گورنمنٹ کو یہ ہے کہ ان کا عملی طریق موجب انسداد جرائم ہے فَتَفَكَّرُوْا وَتَاَمَّلُوْا طمنہ" [1]

(ازالہ اوہام بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۳ ص ۵۶۱ کا حاشیہ الشرکتہ الاسلامیہ ربوہ ۱۹۵۸ء)

رفع شر

گذشتہ صفحات میں ہم نے بالوضاحت دیکھا کہ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے اپنے خداداد منصب کے تحت ردّ عیسائیت کے لئے ایک زبردست جہاد فرمایا۔ ارباب حکومت کی ناپسندیدگی کی پرواہ کئے بغیر اظہار حق سے کبھی نہ جھجکے۔ عملاً حکومت سے لاتعلق رہے مسلمانوں کے حقوق کے لئے آواز بلند فرماتے رہے۔ حکومت کے مذہب کی اعلانیہ پوری شدت سے نفی کی اور خدا سے علم پاکر انگریز حکومت کے زوال اور ایک عالمگیر اسلامی حکومت کے قیام کی پیش خبری الم نشرح کی۔

آپ کی یہی سرگرمیاں حکومت کے کلی وفادار مسلمان علماء اور آپ کے مشن کے مخالف عیسائی پادریوں کی ان کوششوں کا سبب ٹھہریں جو انہوں نے مشترکہ طور پر انگریز حکام کے سامنے آپ کو حکومت کے ایک مخالف، بدخواہ اور باغی کے روپ میں پیش کرنے کے لئے مسلسل کیں۔

---

[1] قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم ص ۵۳۶ پر اس تحریر میں سے صرف سیاق بریدہ حاشیہ درج کیا گیا ہے۔

مخالف علماء اور پادریوں کا محاذ

مخالف علماء اسلام کی اس الزام تراشی پر مشتمل تحریرات کے چند نمونے ہم گذشتہ ایک باب میں نقل کر آئے ہیں۔جن میں ان علماء نے حضرت بانئ سلسلہ کو پولیٹیکل سرداری کا دعویدار ، گورنمنٹ کا بدخواہ، گورنمنٹ سے جنگ کرنے کیلئے مستعد، سلطنت کے لئے کوشاں اور مہدی سوڈانی سے زیادہ ضرر رساں قرار دیکر انگریز حکومت کو آپ سے محتاط رہنے اور آپ پر نظر رکھنے کی تلقین کی تھی۔

اسی طرح ایک پادری ہنری مارٹن کلارک نے اس مقدمہ اقدام قتل میں جو آپ کے خلاف پادریوں کی سازش سے کھڑا کیا گیا تھا یہ حلفی بیان دیا۔

"مرزا صاحب کی نسبت میری ذاتی رائے یہ ہے کہ وہ ایک خراب، فتنہ انگیز اور خطرناک آدمی ہے اچھا نہیں ہے۔"

(کتاب البریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۳ ص ۲۰۰ ربوہ ۱۹۶۳ء)

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی اپنی تحریرات میں بھی ان مخالف کوششوں کا ذکر ہے جیسا کہ درج ذیل حوالوں سے ظاہر ہوگا:-

"ایک عیسائی۔۔۔پادری عمادالدین (نے)۔۔۔ایک کتاب۔۔۔توزین الاقوال۔۔۔ میں خالص افترا کے طور پر میرے بعض حالات لکھے ہیں اور بیان کیا ہے کہ یہ شخص ایک مفسد آدمی اور گورنمنٹ کا دشمن ہے اور مجھے اس کے طریق چال چلن میں بغاوت کی نشانیاں دکھائی دیتی ہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ ایسے ایسے کام کرے گا اور وہ مخالفوں میں سے ہے۔ پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس شخص نے حکام کو میری ایذا کے لئے برانگیختہ کیا ہے۔"

(نور الحق حصہ اول بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۳۳-۳۴ ربوہ ۱۹۶۱ء)

"شیخ صاحب نے۔۔۔ جہاں تک ضرر رسانی کے وسائل اُن کے ذہن میں آئے انہوں نے سب استعمال کیئے۔۔۔۔اور جب اس تدبیر میں ناکام رہے تو گورنمنٹ انگریزی کو مشتعل کرنے کے لئے کیسے کیسے جھوٹ بنائے کیسے کیسے مفتریات سے مدد لی۔"

(سرّ الخلافہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۴۰۲ ربوہ ۱۹۶۱ء)

''بعض اُن کے اپنی بدگوہری کی وجہ سے گورنمنٹ انگریزی میں جھوٹی شکائتیں میری نسبت لکھتے رہے اور اپنی عداوتِ باطنی کو چھپا کر مخبروں کے لباس میں نیش زنی کرتے رہے اور کر رہے ہیں جیسا کہ شیخ بطالوی۔''

(انجام آتھم بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۱ ص ۶۷-۶۸ ربوہ ۱۹۶۳ء)

''شیخ محمد حسین موحدین کے ایڈوکیٹ نے اس بات پر کمر بستہ کرلی کہ ہماری گورنمنٹ محسنہ انگریزی کو ہر وقت یہ خلاف واقعہ خبر دی کہ یہ شخص سرکار انگریزی کی نسبت اچھے خیالات نہیں رکھتا چنانچہ ایک مدت تک وہ ایسا ہی کرتا رہا اور اس نے خلاف واقعہ کئی امور میری نسبت اپنی اشاعۃ السنہ میں لکھے اور شائع کئے۔ تا گورنمنٹ مشتعل ہو جائے۔''

(تریاق القلوب بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ ص ۴۵۳-۴۵۵ ربوہ ۱۹۶۴ء)

''آپ (مولوی حسین صاحب بٹالوی) کا تو اب تک شیوہ رہا ہے کہ بار بار خلاف واقعہ باتیں میری نسبت اپنے رسالوں اور نیز اخباروں میں درج کرا کر گورنمنٹ انگریزی کو اکساتے اور میرے پر بدظن کرنا چاہتے ہیں۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۲۱ ص ۲۹۳-۲۹۴ ربوہ ۱۹۶۷ء)

امکان شرّ

حکومت کی نگاہ میں پہلے سے مقبول مسلمان علماء اور عیسائی پادریوں کی آپ کے خلاف ان کوششوں کی مضرت رسانی کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں خاص طور پر اس پس منظر میں کہ حضرت بانئ سلسلہ بلحاظ شجرہ نسب مغل خاندان کی اس شاخ سے تھے جن کی سلطنت کا خاتمہ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے ہاتھوں ہوا تھا اور آپ کا دعویٰ امام مہدی ہونے کا تھا اور اس منصب کے دعویدار کے بارے میں عام خیال یہ تھا کہ:-

''مہدی اپنا ایک لشکر طرف ہندوؤں کے روانہ کریں گے یہاں کے بادشاہ طوق بگردن ہو کر اُن کے پاس حاضر کئے جائیں گے سارے خزانے ہند کے بیت المقدس بھیجے جائیں گے۔''

(اقتراب الساعۃ از نواب مولوی محمد نور الحسن خان صاحب ص ۸۰ مطبع سید المطابع بنارس مطبوعہ ۱۳۰۹ء)

اور مستزاد اس پر یہ حقیقت تھی کہ انگریز کچھ ہی عرصہ پیشتر مہدویت کے ایک دعویدار مہدی سوڈانی کی جنگجویانہ سرگرمیوں سے نپٹ کر بیٹھے تھے۔

رفع شر کی ضرورت

غرضیکہ ان مخالفانہ سرگرمیوں کے نتیجے میں انگریز حکومت کے ہاتھوں کسی بھی امکانی نقصان سے محفوظ رہنے کے لئے انسانی تدبیر کے طور پر حضرت مسیح موعود نے حکومت سے وفاداری کے بارے میں اپنے اس مسلک کو جس پر آپ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہمیشہ عامل رہے بار بار دہرایا۔ تکرار کے اس پس منظر کی ضرورت کی نشاندہی خود آپ کے ارشادات میں موجود ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا:۔

''اب سمجھ لو کہ قوم سے بھی کوئی امید نہیں ہے۔ رہی گورنمنٹ اس کو بھی بدظن کیا جاتا ہے اور گورنمنٹ کسی حد تک معذور بھی ہے اگر خدانخواستہ وہ بدظن ہو کیونکہ عالم الغیب نہیں ہے اس لئے ہم کو اکثر مرتبہ گورنمنٹ کے حضور خاص طور پر میموریل بھیجنے پڑے اور اپنے حالات سے خود اس کو مطلع کرنا پڑا تاکہ اس کو صحیح اور سچے واقعات کا علم ہو۔''

(ارشاد ۲۱ جنوری ۱۸۹۸ء مندرجہ ملفوظات جلد اول ص ۲۰۹ ربوہ ۱۹۶۰ء)

''تاہم گورنمنٹ پر کوئی وحی تو نازل نہیں ہوتی اور ممکن ہے کہ چند شریروں کے یک زبان ہونے سے ایسا دھوکا لگے جو انسان کو لگ سکتا ہے اس لئے ہماری طرف سے کسی قدر عرض حال ضروری تھا۔''

(شہادۃ القرآن بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۶ ص ۳۸۳ ربوہ ۱۹۶۵ء)

''یہ تکالیف اور ایذائیں جو مخالف کبھی بدزبانیوں کے رنگ میں اور جھوٹ اور افتراء سے بھرے ہوئے اشتہاروں کے ذریعہ کبھی گورنمنٹ اور حکومت کو خلاف واقعہ اور محض جھوٹی باتوں کے بیان کرنے سے بدظن کر کے ہم کو پہنچاتے ہیں اگر ہماری اپنی ہی ذات تک محدود اور مخصوص ہوتیں تو خدا بہتر جانتا ہے کہ ہم کو ذرا بھی خیال نہ ہوتا کیونکہ ہم تو قربانی کے بکرے کی طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر وقت تیار ہیں مگر اس کا اثر ہماری قوم پر پہنچتا ہے اور بعض لوگ ابھی ایسے کمزور بھی ہیں جو ابتلاء برداشت نہیں

کر سکتے اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ ان کل حالات کو چھاپ کر گورنمنٹ کے پاس بھیج دیں کیونکہ اگر ہم خاموش رہیں تو ادھر مخالف ریشہ دوانیاں کرتے ہیں پھر اس کا اثر اچھا نہیں پڑتا۔''

(ارشاد ۲۷ جنوری ۱۸۹۹ء بحوالہ ملفوظات جلد اول ص ۲۸۰ ربوہ ۱۹۶۰ء)

رفع شر کے لئے وضاحتی تحریریں

انگریز حکومت کے بارے میں آپ کے تحریرات کا بیشتر حصہ اس الزام کی صفائی میں لکھا گیا ہے یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ رفع شر کے مقصد کے تحت لکھی جانے والی انہیں تحریرات میں سے لئے گئے سیاق بریدہ اقتباسات کو من مانے معنی پہنا کر اعتراضات کا طومار کھڑا کرنا احمدیت کے مخالف علماء کے ہاں ایک معمول ہے، ہم اپنے انصاف پسند قارئین کے لئے ایسی تحریرات ترتیب زمانی کے اعتبار سے اپنے سیاق وسباق کے ساتھ ذیل میں نقل کرتے ہیں جن کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ یہ ارشادات صرف رفع شر کے مقصد کے تحت ایک بیان صفائی کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہرگز محل اعتراض نہیں۔

''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔۔۔۔ اس تمام تمہید سے مدعا یہ ہے کہ گورنمنٹ کو یاد رہے کہ ہم تہہ دل سے اس کے شکر گزار ہیں اور بہمہ تن اس کی خیرخواہی میں مصروف ہیں اور میں نے سنا ہے کہ ایک شخص ساکن بٹالہ ضلع گورداسپورہ نے جو اپنے تئیں مولوی ابوسعید محمد حسین کر کے مشہور کرتا ہے اس اختلاف رائے کے سبب سے جو بعض جزوی مسائل میں وہ اس عاجز کے ساتھ رکھتا ہے میری نسبت اپنی سخت دشمنی کی وجہ سے اور سراسر بے انصافی اور درندگی کے جوش سے خلاف واقعہ باتیں گورنمنٹ کو بدظن کرنے کیلئے لکھتا ہے اور میرے خاندان کی مخلصانہ اور خیرخواہی کے تعلق کو جو گورنمنٹ سے ہے غلط بیان کرتا اور

چھپاتا اور اپنے افتراؤں کے نیچے دبانا چاہتا ہے اور محض عداوت اور حسد ذاتی کی تحریک سے اس بات پر زور دیتا ہے کہ گویا نعوذ باللہ یہ عاجز گورنمنٹ کا سچا خیر خواہ نہیں ہے۔'' [1]

(شہادۃ القرآن بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۶ ص ۳۸۰، ۳۸۲ ربوہ ۱۹۶۰)

''ایک عیسائی جو اپنے تئیں پادری عماد الدین کے نام سے موسوم کرتا ہے ایک کتاب ان دنوں میں عوام کو دھوکہ دینے کے لئے تالیف کی ہے اور اس کا نام ''توزین الاقوال'' رکھا ہے اور اس میں ایک خالص افترا کے طور پر میرے بعض حالات لکھے ہیں اور بیان کیا ہے کہ یہ شخص ایک مفسد آدمی اور گورنمنٹ کا دشمن ہے اور مجھے اس کے طریق چال چلن میں بغاوت کی نشانیاں دکھائی دیتی ہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ ایسے ایسے کام کرے گا اور وہ مخالفوں میں سے ہے۔

پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس شخص نے حکام کو میری ایذا کے لئے برانگیختہ کیا ہے۔۔۔۔اور اب ہم گورنمنٹ عالیہ کو ان باتوں کی اصل حقیقت سے مطلع کرتے ہیں جو ہم پر اس نے افترا کیں اور گمان کیا کہ گویا ہم دولت برطانیہ کے بدخواہ ہیں۔سو گورنمنٹ کو معلوم ہو کہ یہ تمام باتیں از قبیل آرائش دروغ اور شرارت بافی ہیں اور ایک ذرہ بھی سچائی کی بو ان میں نہیں اور ان باتوں پر اس کو صرف اس کے بعض مصالح نے آمادہ کیا جو اس نے ان فریبوں کے اندر دیکھے ہیں اور ایک یہ بھی اس کی غرض ہے کہ تا اپنے بڑے پادریوں کو خوش کرے۔۔۔۔

اور اس گورنمنٹ کو یہ معلوم ہے کہ میرے والد نے کیونکر اسکو ایسے وقت میں مدد دی کہ جب لڑائیوں کی ایک سخت آندھی چل رہی تھی اور فتنے بھڑک رہے تھے اور حد سے تجاوز کر گئے تھے سو میرے والد نے اس مفسدہ کے دنوں میں پچاس گھوڑے مع سوار اس گورنمنٹ کو امداد کے طور پر دیئے اور اپنی حیثیت کے لحاظ سے امداد میں سب سے بڑھ گیا۔۔۔۔

اور میرا باپ اسی طرح خدمات میں مشغول رہا یہاں تک کہ پیرانہ سالی تک پہنچ گیا اور

---

[1] کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی ص ۵۳۴ پر صرف تمہیدی جملے ہی درج کئے گئے ہیں۔

سفر آخرت کا وقت آ گیا اور اگر ہم اس کی تمام خدمات لکھنا چاہیں تو اس جگہ سمانہ سکیں اور ہم لکھنے سے عاجز رہ جائیں۔ پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ میرا باپ سرکار انگریزی کے مراحم کا ہمیشہ امیدوار رہا اور عندالضرورت خدمتیں بجا لاتا رہا یہاں تک کہ سرکار انگریزی نے اپنی خوشنودی کی چٹھیات سے اس کو معزز کیا اور ہر ایک وقت اپنے عطاؤں کے ساتھ اس کو خاص فرمایا اور اس کی غم خواری فرمائی اور اس کی رعایت رکھی اور اس کو اپنے خیر خواہوں اور مخلصوں میں سے سمجھا۔ پھر جب میرا باپ وفات پا گیا تب ان خصلتوں میں اس کا قائم مقام میرا بھائی ہوا جس کا نام میرزا غلام قادر تھا اور سرکار انگریزی کی عنایات ایسی ہی اس کے شامل حال ہوگئیں جیسی کہ میرے باپ کے شامل حال تھیں اور میرا بھائی چند سال بعد اپنے والد کے فوت ہو گیا پھر ان دونوں کی وفات کے بعد میں اُن کے نقش قدم پر چلا اور ان کی سیرتوں کی پیروی کی اور ان کے زمانے کو یاد کیا لیکن میں صاحب مال اور صاحب املاک نہیں تھا بلکہ میں انکی وفات کے بعد اللہ جلشانہ کی طرف جھک گیا اور ان میں جا ملا جنھوں نے دنیا کا تعلق توڑ دیا اور میرے رب نے اپنی طرف مجھے کھینچ لیا اور مجھے نیک جگہ دی اور اپنی نعمتوں کو مجھ پر کامل کیا اور مجھے دنیا کی آلودگیوں اور مکروہات سے نکال کر اپنی مقدس جگہ میں لے آیا اور مجھے اس نے دیا جو کچھ دیا اور مجھے ملہموں اور محدثوں میں سے کر دیا۔ سو میرے پاس دنیا کا مال اور دنیا کے گھوڑے اور دنیا کے سوار تو نہیں تھے بجز اس کے کہ عمدہ گھوڑے قلموں کے مجھ کو عطا کئے گئے اور کلام کے جواہر مجھ کو دیئے گئے۔۔۔۔

سو میں اس کی مدد کے لئے اپنے قلم اور ہاتھ سے اٹھا اور خدا میری مدد پر تھا اور میں نے اسی زمانے سے خدا تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ کوئی مبسوط کتاب بغیر اس کے تالیف نہیں کروں گا جو اس میں احسانات قیصرہ ہند کا ذکر نہ ہو۔ اور نیز اس کے ان تمام کے اس احسانوں کا ذکر ہو جن کا شکر مسلمانوں پر واجب ہے اور باوجود اس کے میرے دل میں یہ بھی تھا کہ میں قیصرہ مکرمہ کو دعوتِ اسلام کروں اور اس رب کی طرف اس کو رہنمائی کروں جو درحقیقت مخلوقات کا رب ہے کیونکہ اس کا احسان ہم پر اور ہمارے باپ دادوں پر ہے اور احسان کا عوض بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ ہم اس کی دنیا کی خیر اور اقبال کے لئے دعا

کریں اوراس کے عقبیٰ کے لئے خدا تعالیٰ سے یہ مانگیں کہ اسلامی توحید کی راہ اس کے نصیب کرے اور حق کی راہوں پر چلے اور اس بادشاہ کی بزرگی کی قائل ہو جو غیب کی باتیں جانتا ہے اور اس رب کو پہچانے جو اکیلا اور تمام مخلوق کا مرجع ہے اور نہ مولود اور نہ والد ہے اور اس کو ابدی نعمتیں ملیں۔

سو میں نے کئی کتابیں تالیف کیں اور ہر یک کتاب میں میں نے لکھا کہ دولت برطانیہ مسلمانوں کی محسن ہے اور مسلمانوں کی اولاد کی ذریعہ معاش ہے پس کسی کو ان میں سے جائز نہیں جو اس پر خروج کرے اور باغیوں کی طرح اس پر حملہ آور ہو بلکہ ان پر اس گورنمنٹ کا شکر واجب ہے اور اس کی اطاعت ضروری ہے کیونکہ یہ گورنمنٹ مسلمانوں کے خونوں اور مالوں کی حمایت کرتی ہے اور ہر یک ظالم کے حملے سے ان کو بچاتی ہے در حقیقت ہمیں اسی نے بیقراریوں اور دل کے لرزوں سے بچایا۔ سو اگر شکر نہ کریں تو ظالم ٹھہریں گے پس شکر ہم پر از روئے دین و دیانت کے واجب ہے اور جو شخص آدمیوں کا شکر نہیں کرتا اس نے خدا کا بھی شکر نہیں کیا اور خدا انہیں کو دوست رکھتا ہے جو طریق انصاف پر چلتے ہیں اور ہم ان دنوں اور ان زمانوں کو بھول نہیں گئے جو اس گورنمنٹ سے پہلے ہم پر گزرے اور بخدا ہمیں ان وقتوں میں دو منٹ بھی امن نہیں تھا۔ چہ جائیکہ ایک دن یا دو دن ہو اور ہم ڈرتے ڈرتے شام کرتے اور صبح کرتے تھے۔

سو میں نے اس مضمون کی کتابوں کو شائع کیا ہے اور تمام ملکوں اور تمام لوگوں میں اُن کو شہرت دی ہے اور ان کتابوں کو یعنی دور دور کی ولایتوں میں بھیجا ہے جن میں سے عرب اور عجم اور دوسرے ملک ہیں تا کہ کج طبیعتیں اِن نصیحتوں سے براہِ راست آ جائیں اور تا کہ وہ طبیعتیں اِس گورنمنٹ کا شکر کرنے اور اس کی فرمانبرداری کے لئے صلاحیت پیدا کریں اور مفسدوں کی بلائیں کم ہو جائیں اور تا کہ وہ لوگ جانیں کہ یہ گورنمنٹ اُن کی محسن ہے اور محبت سے اس کی اطاعت کریں۔

یہ میرا کام اور یہ میری خدمت ہے اور خدا میری نیت کو جانتا ہے اور وہ سب سے بہتر محاسبہ کرنے والا ہے اور میں نے یہ کام گورنمنٹ سے ڈر کر نہیں کیا اور نہ اس کے کسی انعام کا امیدوار ہو کر کیا ہے بلکہ یہ کام محض للّٰہ اور نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق کیا

ہے کیونکہ ہمارے نبی ﷺ اور ہمارے سردار اور ہمارے مولیٰ نے جو خدا کا پیارا اور اس کا دوست محمد مصطفیٰ ﷺ ہے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم انکی تعریف کریں جن کے ہم نعمت پروردہ اوران کا ہم شکر کریں جن سے ہمیں نیکی پہنچی ہو۔ پس اسی وجہ سے میں نے اس گورنمنٹ کا شکر کیا اور جہاں تک بن پڑا اس کی مدد کی اور اس کے احسانوں کو ملک ہند سے بلادعرب اور روم تک شائع کیا اور لوگوں کو اٹھایا کہ تا اس کی فرمانبرداری کریں اور جس کو شک ہو وہ میری کتاب براہین احمدیہ کی طرف رجوع کرے اور اگر وہ اس کے شک کے دور کرنے کے لئے کافی نہ ہو تو پھر میری کتاب تبلیغ کا مطالعہ کرے اور اگر اس سے بھی مطمئن نہ ہو تو پھر میری کتاب حمامۃ البشریٰ کو پڑھے اور اگر پھر بھی کچھ شک رہ جائے تو پھر میری کتاب شہادۃ القرآن میں غور کرے اور اس پر حرام نہیں ہے جو اس رسالہ کو بھی دیکھے تا کہ اس پر کھل جائے کہ میں نے کیونکر بلند آواز سے کہہ دیا ہے کہ اس گورنمنٹ سے جہاد حرام ہے اور جو لوگ ایسا خیال رکھتے ہیں وہ خطا پر ہیں۔

پس اگر میں اس گورنمنٹ کا دشمن ہوتا تو میں ایسے کام کرتا جو میری اس کاروائی کے مخالف ہوتے اور یہ کتابیں اور یہ اشتہار بلادعرب اور تمام بلاد اسلامیہ کی طرف روانہ نہ کرتا اور ان نصیحتوں کے لئے آگے قدم نہ اٹھاتا۔ پس اے آنکھوں والو! تم سوچو کہ میں نے یہ کام کیوں کئے اور کیوں یہ کتابیں جن میں جہاد کی سخت ممانعت لکھی ہے ملک عرب اور دوسرے اسلامی ملکوں میں بھیجیں۔ کیا میں ان تحریروں سے ان لوگوں کے انعام کی امید رکھتا تھا۔ یا میں یہ جانتا تھا کہ وہ ان باتوں سے مجھ سے خوش ہو جائیں گے اور دوستی اور برادری میں ترقی کریں گے۔ سو اگر ان غرضوں میں سے کوئی غرض نہیں تھی بلکہ کھلا کھلا نتیجہ قوم کی ناراضگی تھی اور اُن کی تیز زبانی کے ساتھ طعن تھے۔ سو اس کے بعد کس غرض نے مجھ کو اس کام پر آمادہ کیا۔ کیا میرے لئے ان کتابوں کی ایسے ملکوں میں بھیجنے میں جو حکومت انگریزی میں داخل نہیں تھے بلکہ وہ اسلامی ملک تھے اور ان کے خیال بھی اور تھے کچھ اور فائدہ تھا اور اگر کوئی فائدہ پوشیدہ تھا تو ایسا شخص جو میرے پر بدظن رکھتا اور اعتراض کرنے والا ہے اس فائدہ کو بیان کرے اگر وہ سچا ہے تو سمجھو کہ بجز اظہار حق کے کوئی فائدہ نہیں تھا بلکہ میں نے سنا ہے کہ یہ میری باتیں اور یہ تحریریں بعض علماء کے غضب ناک ہونے کا موجب ہوئیں اور جہالت سے مجھے

کافر ٹھہرایا۔ سو میں نے حق کے سمجھنے کے بعد اور ہدایت کا رستہ کھلنے کے پیچھے اُن کی کچھ بھی پروانہ کی اور میں نے دیکھا کہ یہی حق ہے سو میں نے بیان کر دیا اگرچہ میری قوم کراہت کرتی رہی۔ پس جبکہ میرا خلوص اِس گورنمنٹ سے اس قدر ثابت ہوا اور میں نے اس قدر دلائل سے اس کو ثابت کر دیا جو دانش مندوں کے لئے کافی ہیں۔ پس جو شخص اس کے بعد میرے پر بدگمانی کرے ایسا آدمی بجز ناپاک فطرت اور بجز ایسے شخص کے جس کی عادت میں نیش زنی اور شرارت داخل ہے اور کون ہو در حقیقت یہ اسی کا کام ہے جو شرارت کو پسند کرتا اور نیک بختی کی راہ کو چھوڑتا ہے۔

اور میرا عربی کتابوں کا تالیف کرنا تو انہی عظیم الشان غرضوں کے لئے تھا اور میری کتابیں عرب کے لوگوں کو برابر پے در پے پہنچتی رہیں یہاں تک کہ میں نے اُن میں تاثیر کے نشان پائے اور بعض عرب میرے پاس آئے اور بعضوں نے خط و کتابت کی اور بعضوں نے بدگوئی کی اور بعض صلاحیت پر آ گئے اور موافق ہو گئے جیسا کہ حق کے طالبوں کا کام ہے۔

اور میں نے ان امدادوں میں ایک زمانہ طویل صرف کیا یہاں تک کہ گیارہ برس انہی اشاعتوں میں گزر گئے اور میں نے کچھ کوتاہی نہیں کی۔ [1]

(نور الحق حصہ اول روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۴۳-۴۴ ربوہ ۱۹۶۱ء)

''سول ملٹری گزٹ کے پرچہ ستمبر یا اکتوبر ۱۸۹۴ء میں میری نسبت ایک غلط اور خلاف واقعہ رائے شائع کی گئی ہے جس کی غلطی گورنمنٹ پر کھولنا ضروری ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ صاحب راقم نے اپنی غلط فہمی یا کسی اہل غرض کے دھوکہ دینے سے ایسا اپنے دل میں میری نسبت سمجھ لیا ہے کہ گویا میں گورنمنٹ انگریزی کا بدخواہ اور مخالفانہ ارادے اپنے

---

[1] کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم میں یہ تحریر ص ۵۳۱ اور ص ۵۹۵-۵۹۶ پر دو حصوں میں اسطرح درج کی گئی ہے کہ ابتدائی دو پیراگراف اور مضمون کی وضاحت کرنے والے دیگر تمام جملے اور حدیث رسولؐ کا حوالہ (تحریر بالا میں خط کشیدہ) حذف کر دیئے گئے ہیں۔

دل میں رکھتا ہوں لیکن یہ خیال ان کا سراسر باطل اور دوراز انصاف ہے اگر ان کو سچے واقعات سے کچھ بھی خبر ہوتی تو اس قدر قابل شرم جھوٹ پر ان کا ہاتھ اور قلم ہرگز دلیری نہ کرتا۔ یہ بات گورنمنٹ پر پوشیدہ نہیں کہ یہ راقم ایک نیک نام خاندان میں سے ہے۔۔۔۔ میں ایک گوشہ نشین آدمی تھا جس کی دنیوی طریق پر زندگی نہیں تھی اور نہ اس کے کامل اسباب مہیا تھے تاہم میں نے برابر سولہ برس سے یہ اپنے پر حق واجب ٹھہرالیا کہ اپنی قوم کو اس گورنمنٹ کی خیر خواہی کی طرف بلاؤں اور ان کو سچی اطاعت کی طرف ترغیب دوں چنانچہ میں نے اس مقصد کی انجام دہی کے لئے اپنی ہر یک تالیف میں یہ لکھنا شروع کیا۔[۱] کہ اس گورنمنٹ کے ساتھ کس طرح مسلمانوں کو جہاد درست نہیں اور نہ صرف اس قدر بلکہ بار بار اس بات پر زور دیا کہ چونکہ گورنمنٹ برطانیہ برٹش انڈیا کی رعایا کی محسن ہے اس لئے مسلمانانِ ہند پر لازم ہے کہ نہ صرف اتنا ہی کریں کہ گورنمنٹ برطانیہ کے مقابل پر بدارادوں سے رکیں بلکہ اپنی سچی شکرگزاری اور ہمدردی کے نمونے بھی گورنمنٹ کو دکھلاویں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **ھل جزا الاحسان الّا الاحسان** یعنی احسان کا بدلہ بجز احسان کے اور کچھ نہیں اور یہ بات قطعی اور فیصلہ شدہ ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ مسلمانانِ ہند کی محسن ہے۔۔۔۔ اور چونکہ میں نے دیکھا کہ بلاد اسلامی روم ومصر وغیرہ کے لوگ ہمارے واقعات سے مفصّل طور پر آگاہ نہیں ہیں اور جس قدر ہم نے اس گورنمنٹ سے آرام پایا اور اس کے عدل اور رحم سے فائدہ اٹھایا وہ اس سے بے خبر ہیں اس لئے میں نے عربی اور فارسی میں بعض رسائل تالیف کر کے بلاد شام اور روم اور مصر اور بخارا وغیرہ کی طرف روانہ کئے اور اُن میں اس گورنمنٹ کے تمام اوصاف حمیدہ درج کئے اور بخوبی ظاہر کر دیا کہ اس محسن گورنمنٹ کے ساتھ جہاد قطعاً حرام ہے اور ہزارہا روپیہ خرچ کر کے وہ کتابیں مفت تقسیم کیں اور بعض شریف عربوں کو وہ کتابیں دیکر بلاد شام اور روم کی طرف روانہ کیا اور بعض عربوں کو مکہ اور مدینہ کی طرف بھیجا اور بعض بلاد فارس کی

نوٹ: [۱] دیکھو براہین احمدیہ، شہادۃ القرآن، سرمہ چشم آریہ، آئینہ کمالات اسلام، حمامۃ البشریٰ، نور الحق وغیرہ۔

طرف بھیجے گئے اور اسی طرح مصر میں بھی کتابیں بھیجیں اور یہ ہزار ہا روپیہ کا خرچ تھا جو محض نیک نیتی سے کیا گیا۔

شاید اس جگہ ایک نادان سوال کرے گا کہ اس قدر خیر خواہی غیر ممکن ہے کہ ہزار ہا روپیہ اپنی گرہ سے خرچ کر کے اس گورنمنٹ کی خوبیوں کو تمام ملکوں میں پھیلایا جاوے لیکن ایک عقلمند جانتا ہے کہ احسان ایک ایسی چیز ہے کہ جب ایک شریف اور ایماندار آدمی اس سے تمتع اٹھاتا ہے تو بالطبع اس میں عشق اور محبت کے رنگ میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے کہ تا اس احسان کا معاوضہ دے ہاں کمینہ آدمی اس طرف التفات نہیں کرتا۔ پس مجھے طبعی جوش نے ان کاروائیوں کے لئے مجبور کیا۔ مجھے افسوس ہے کہ اگر سول ملٹری گزٹ کے ایڈیٹر کو ان واقعات کی کچھ بھی اطلاع ہوتی تو وہ ایسی تحریر جو انصاف اور سچائی کے برخلاف ہے ہرگز شائع نہ کرتا۔ میرے اس دعویٰ پر کہ میں گورنمنٹ برطانیہ کا سچا خیر خواہ ہوں دو ایسے شاہد ہیں کہ اگر سول ملٹری جیسا لاکھ پرچہ بھی اُن کے مقابلہ پر کھڑا ہو تب بھی وہ دروغگو ثابت ہوگا۔ اول یہ کہ علاوہ اپنے والد مرحوم کی خدمت کے میں سولہ برس سے برابر اپنی تالیفات میں اس بات پر زور دے رہا ہوں کہ مسلمانانِ ہند پر اطاعت گورنمنٹ برطانیہ فرض اور جہاد حرام ہے دوسری یہ کہ میں نے کئی کتابیں عربی، فارسی تالیف کر کے غیر ملکوں میں بھیجی ہیں جن میں برابر یہی تاکید اور یہی مضمون ہے پس اگر کوئی نااندیش یہ خیال کرے کہ سولہ برس کی کاروائی میری کسی نفاق پر مبنی ہے تو اس بات کا اس کے پاس کیا جواب ہے کہ جو کتابیں عربی و فارسی، روم اور شام اور مصر اور مکہ اور مدینہ وغیرہ ممالک میں بھیجی گئیں اور ان میں نہایت تاکید سے گورنمنٹ انگریزی کی خوبیاں کی گئی ہیں وہ کاروائی کیونکر نفاق پر محمول ہو سکتی ہے کیا ان ملکوں کے باشندوں سے بجز کافر کہنے کے کسی اور انعام کی توقع تھی کیا سول ملٹری گزٹ کے پاس کسی ایسے خیر خواہ گورنمنٹ کی کوئی اور بھی نظیر ہے؟ اگر ہے تو پیش کریں لیکن میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ جس قدر میں نے کاروائی گورنمنٹ کی خیر خواہی کے لئے کی ہے اس کی نظیر نہیں ملے گی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ عیسائی مذہب

کو میں اس کی موجودہ صورت کے لحاظ سے ہر گز صحیح نہیں سمجھتا۔" [۱]

(اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ جو جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند اور جناب گورنر جنرل ہند اور لیفٹیننٹ گورنر پنجاب اور دیگر معزز حکام کے ملاحظہ کے لئے شائع کیا گیا۔ مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۸۹۶ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۱۲۳-۱۲۴ ص ۱۲۶-۱۲۹ ربوہ ۱۹۷۲ء)

"آپ (مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب) نے جو میرے حق میں گورنمنٹ کے باغی ہونے کا لفظ استعمال کیا ہے یہ شاید اس لئے کیا کہ آپ جانتے ہیں کہ نالش اور استغاثہ کرنے کی میری عادت نہیں ورنہ آپ ایسے صریح جھوٹھ سے ضرور بچتے جس میں قانونی گرفت کے نیچے ایسا مدعی آ سکتا ہے۔۔۔۔

میں گورنمنٹ عالیہ انگریزی کا دل سے خیر خواہ ہوں اور وہ خیر خواہی جو مال اور جان اور قلم سے مجھ سے اور میرے بزرگوں سے گورنمنٹ ممدوحہ کی نسبت ظہور میں آئی اگر آپ کے وجود اور آپ کے بزرگوں کے وجود میں کوئی شخص اس کا نمونہ تلاش کرنا چاہے تو تضیع اوقات ہے۔

نوٹ:- میں نے صدہا کتابیں جہاد کے مخالف تحریر کر کے عرب اور مصر اور بلاد شام اور افغانستان میں گورنمنٹ کی تائید میں شائع کی ہیں کیا آپ نے بھی ان ملکوں میں کوئی ایسی کتاب شائع کی۔ باوجود اس کے میری یہ خواہش نہیں کہ اس خدمت گزاری کی گورنمنٹ کو اطلاع کروں یا اس سے کچھ صلہ مانگوں جو انصاف کی رو سے اعتقاد تھا وہ ظاہر کر دیا۔" [۲]

(اشتہار انما الاعمال بالنیات مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۱۷۹-۱۸۰ ربوہ ۱۹۷۲ء)

---

[۱] کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم میں اس تحریر کے خط کشیدہ وضاحتی جملے حذف کر کے عبارت کو تین علیحدہ علیحدہ حوالوں کے طور پر ص ۵۳۱ ص ۵۴۴ اور ص ۵۹۴-۵۹۵ پر درج کیا گیا ہیں۔

[۲] کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم ص ۵۸۹ پر اس تحریر کا صرف آخری پیراگراف بلا سیاق کے درج کیا گیا ہے۔

''چونکہ شیخ محمد حسین بٹالوی اور دوسرے خودغرض مخالف واقعات صحیحہ کو چھپا کر عام لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں ایسے ہی دھوکوں سے متاثر ہو کر بعض انگریزی اخبارات جن کو واقعات صحیحہ نہیں مل سکے ہماری نسبت اور ہماری جماعت کی نسبت بے بنیاد باتیں شائع کرتے ہیں سو ہم اسی اشتہار کے ذریعہ سے اپنی محسن گورنمنٹ اور پبلک پر یہ بات ظاہر کرتے ہیں کہ ہم ہنگامہ اور فتنہ کے طریقوں سے بالکل متنفر ہیں اور ہم اور ہماری جماعت اول درجہ پر امن اور صلح دوست اور خیرخواہ سرکار انگریزی ہیں۔''

(اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ مورخہ ۲۷ فروری ۱۸۹۵ء مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۱۳۲ ربوہ ۱۹۷۲ء)

''گورنمنٹ انگریزی میں یہ کوشش کرنا کہ گویا میں مخفی طور پر گورنمنٹ کا بدخواہ ہوں یہ نہایت سفلہ پن کی عداوت ہے یہ گورنمنٹ خدا کی گنہگار ہوگی اگر میرے جیسے خیرخواہ اور سچے وفادار کو بدخواہ اور باغی تصور کرے۔ میں نے اپنی قلم سے گورنمنٹ کی خیرخواہی میں ابتدا سے آج تک وہ کام کیا ہے جس کی نظیر گورنمنٹ کے ہاتھ میں ایک بھی نہیں ہوگی اور میں نے ہزارہا روپے کے صرف سے کتابیں تالیف کر کے ان میں جابجا اس بات پر زور دیا ہے کہ مسلمانوں کو اس گورنمنٹ کی سچی خیرخواہی چاہیئے اور رعایا ہو کر بغاوت کا خیال بھی دل میں لانا نہایت درجہ کی بدذاتی ہے اور میں نے ایسی کتابوں کو نہ صرف برٹش انڈیا میں پھیلایا ہے بلکہ عرب اور شام اور مصر اور روم اور افغانستان اور دیگر اسلامی بلاد میں محض للّٰہی نیت سے شائع کیا ہے نہ اس خیال سے کہ یہ گورنمنٹ میری تعظیم کرے یا مجھے انعام دے کیونکہ یہ میرا مذہب اور میرا عقیدہ ہے جس کا شائع کرنا میرے پر حق واجب تھا۔''

(انجام آتھم بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۱ ص ۶۸ ربوہ ۱۹۶۳ء)

''اور گورنمنٹ کی خیرخواہی کی نسبت جو میرے پر حملہ کیا گیا ہے یہ حملہ بھی محض شرارت ہے سلطان روم کے حقوق بجائے خود ہیں مگر اس گورنمنٹ کے حقوق بھی ہمارے سر پر ثابت شدہ ہیں اور ناشکر گزاری ایک بے ایمانی کی قسم ہے۔''

(اشتہار ۲۵ جون ۱۸۹۷ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۴۴۰ ربوہ ۱۹۷۲ء)

''یہ بھی ذکر کے لائق ہے کہ ڈاکٹر کلارک صاحب نے اپنے بیان میں کہیں اشارۃً اور کہیں صراحتاً میری نسبت بیان کیا ہے کہ گویا میرا وجود گورنمنٹ کے لئے خطرناک ہے مگر میں اس اشتہار کے ذریعے سے حکام کو اطلاع دیتا ہوں کہ ایسا خیال میری نسبت ایک ظلم عظیم ہے۔ میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے میرا والد میرزا غلام مرتضٰی گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا۔ جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔ ان خدمات کی وجہ سے جو چٹھیات خوشنودی حکام ان کو ملی تھیں مجھے افسوس ہے کہ بہت سی ان میں سے گم ہو گئیں مگر تین چٹھیات جو مدت سے چھپ چکی ہیں اُن کی نقلیں حاشیہ میں درج کی گئی ہیں پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی میرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا اور جب تموں کے گزر پر مفسدوں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا۔ پھر میں اپنے والد اور بھائی کی وفات کے بعد ایک گوشہ نشین آدمی تھا تاہم سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنی قلم سے کام لیتا ہوں اور اس سترہ برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لئے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت موثر تقریریں لکھیں اور پھر میں نے قرین مصلحت سمجھ کر اسی امر ممانعت جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کے لئے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں جن کی چھپوائی اور اشاعت پر ہزار ہا روپیہ خرچ ہوئے اور وہ تمام کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم اور مصر اور بغداد اور افغانستان میں شائع کی گئیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت اُن کا اثر ہوگا۔ کیا اس قدر بڑی کارروائی اور اس قدر دور دراز مدت تک ایسے انسان سے ممکن ہے جو دل میں بغاوت کا ارادہ رکھتا ہوں؟۔۔۔۔ اگر میں نے یہ اشاعت گورنمنٹ انگریزی کی

سچی خیرخواہی سے نہیں کی تو مجھے ایسی کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم وغیرہ بلادِ اسلامیہ میں شائع کرنے سے کس انعام کی توقع تھی؟

یہ سلسلہ ایک دو دن کا نہیں بلکہ برابر سترہ سال کا ہے اور اپنی کتابوں اور رسالوں کے جن مقامات میں میں نے یہ تحریریں لکھی ہیں اُن کتابوں کے نام مع ان کے نمبر صفحوں کے یہ ہیں جن میں سرکار انگریزی کی خیرخواہی اور اطاعت کا ذکر ہے (اس کے بعد حضرت اقدس نے اپنی کتابوں اور اشتہارات پر مشتمل ۲۴ ناموں کی ایک فہرست دی ہے)۔۔۔۔اب ظاہر ہے کہ جس شخص پر خود قوم اس کی ایسے ایسے خیالات رکھتی ہے اور نہ صرف اختلاف اعتقاد کی وجہ سے بلکہ سرکار انگریزی کی خیرخواہی کے سبب سے بھی ملامتوں کا نشانہ بن رہا ہے کیا اس کی نسبت یہ ظن ہوسکتا ہے کہ وہ سرکار انگریزی کا بدخواہ ہے؟۔۔۔۔

اب اس تمام تقریر سے جس کے ساتھ میں نے اپنی سترہ سالہ مسلسل تقریروں سے ثبوت پیش کئے ہیں صاف ظاہر ہے کہ میں سرکار انگریزی کا بدل و جان خیرخواہ ہوں اور میں ایک شخص امن دوست ہوں اور اطاعت گورنمنٹ اور ہمدردی بندگانِ خدا کی میرا اصول ہے اور یہ وہی اصول ہے جو میرے مریدوں کی شرائط بیعت میں داخل ہے چنانچہ پرچہ شرائط بیعت جو ہمیشہ مریدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اس کی دفعہ چہارم میں ان ہی باتوں کی تصریح ہے۔'' [1]

(اشتہار واجب الاظہار مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء مندرجہ کتاب البریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۳ ص ۳ تا ۸ اور ص ۱۰ ربوہ ۱۹۶۳ء)

چونکہ مسلمانوں کا ایک نیا فرقہ جس کا پیشوا اور امام اور پیر یہ راقم ہے پنجاب اور ہندوستان کے اکثر شہروں میں زور سے پھیلتا جاتا ہے اور بڑے بڑے تعلیم یافتہ مہذب اور معزز عہدیدار اور نیک نام رئیس اور تاجر پنجاب اور ہندوستان کے اس

---

[1] کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم میں یہ تحریر ص ۵۳۰ ص ۵۳۳ ص ۵۳۶ اور ص ۵۹۷ پر خط کشیدہ جملے حذف کر کے ایک خود ساختہ ترتیب کے ساتھ چار علیحدہ عنوانات کے تحت درج کی گئی ہے۔

فرقہ میں داخل ہوتے جاتے ہیں اور عموماً پنجاب کے شریف مسلمانوں کے نوتعلیم یاب جیسے بی۔اے اور ایم۔اے اس فرقہ میں داخل ہیں اور ہور ہے ہیں اور یہ ایک گروہ کثیر ہوگیا ہے جو اس ملک میں روز بروز ترقی کر رہا ہے اس لئے میں نے قرین مصلحت سمجھا کہ اس فرقہ جدیدہ اور نیز اپنے تمام حالات سے جو اس فرقہ کا پیشوا ہوں حضور لیفٹیننٹ گورنر بہادر کو آگاہ کروں اور یہ ضرورت اس لئے بھی پیش آئی کہ یہ ایک معمولی بات ہے کہ ہر ایک فرقہ جو ایک نئی صورت سے پیدا ہوتا ہے گورنمنٹ کو حاجت پڑتی ہے کہ اس کے اندرونی حالات دریافت کرے اور بسا اوقات ایسے نئے فرقہ کے دشمن اور خود غرض جن کی عداوت اور مخالفت ہر ایک نئے فرقہ کے لئے ضروری ہے گورنمنٹ میں خلاف واقعہ خبریں پہنچاتے ہیں اور مفتریانہ مخبریوں سے گورنمنٹ کو پریشانی میں ڈالتے ہیں پس چونکہ گورنمنٹ عالم الغیب نہیں ہے اس لئے ممکن ہے کہ گورنمنٹ عالیہ ایسی مخبریوں کی کثرت کی وجہ سے کسی قدر بدظنی پیدا کرے یا بدظنی کی طرف مائل ہوجائے لہٰذا گورنمنٹ عالیہ کی اطلاع کے لئے چند ضروری امور ذیل میں لکھتا ہوں۔

(۱) سب سے پہلے میں یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جس کی نسبت گورنمنٹ نے ایک مدت دراز سے قبول کیا ہوا ہے کہ وہ خاندان اول درجہ پر سرکار دولت مدار انگریزی کا خیر خواہ ہے۔۔۔۔

ان تمام تحریرات سے ثابت ہے کہ میرے والد صاحب اور میرا خاندان ابتدا سے سرکار انگریزی کے بدل و جاں ہوا خواہ اور وفادار رہے ہیں اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کے معزز افسروں نے مان لیا ہے کہ یہ خاندان کمال درجہ پر خیر خواہ سرکار انگریزی ہے۔۔۔۔

(۲) دوسرا امر قابل گذارش یہ ہے کہ میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں کہ تا مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دور کروں جو ان کو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں۔ اور اس ارادہ اور قصد کی اول وجہ یہی ہے

کہ خدا تعالیٰ نے مجھے بصیرت بخشی اور اپنے پاس سے مجھے ہدایت فرمائی۔۔۔۔

اور میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں پر میری تحریروں کا بہت ہی اثر ہوا ہے اور لاکھوں انسانوں میں تبدیلی پیدا ہوگئی۔

اور میں نے نہ صرف اسی قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا کہ ہم لوگ کیوں کر امن اور آرام اور آزادی سے گورنمنٹ انگلشیہ کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور ایسی کتابوں کو چھاپنے اور شائع کرنے میں ہزارہا روپیہ خرچ کیا گیا مگر باایں ہمہ میری طبیعت نے کبھی نہیں چاہا کہ ان متواتر خدمات کا اپنے حکام کے پاس ذکر بھی کروں کیونکہ میں نے کسی صلہ اور انعام کی خواہش سے نہیں بلکہ ایک حق بات کو ظاہر کرنا اپنا فرض سمجھا۔ اور درحقیقت وجود سلطنت انگلشیہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے ایک نعمت تھی جو مدت دراز کی تکلیفات کے بعد ہم کو ملی۔ اس لئے ہمارا فرض تھا کہ اس نعمت کا بار بار اظہار کریں ہمارا خاندان سکھوں کے ایام میں ایک سخت عذاب میں تھا اور نہ صرف یہی تھا کہ انہوں نے ظلم سے ہماری ریاست کو تباہ کیا اور ہمارے صدہا دیہات اپنے قبضہ میں کئے بلکہ ہماری اور تمام پنجاب کے مسلمانوں کی دینی آزادی کو بھی روک دیا۔ ایک مسلمان کو بانگ نماز پر بھی مارے جانے کا اندیشہ تھا۔ چہ جائیکہ اور رسوم عبادت آزادی سے بجالا سکتے پس یہ اس گورنمنٹ محسنہ کا ہی احسان تھا کہ ہم نے اس جلتے ہوئے تنور سے خلاصی پائی اور خدا تعالیٰ نے ایک ابر رحمت کی طرح اس گورنمنٹ کو ہمارے آرام کے لئے بھیج دیا پھر کسقدر بدذاتی ہوگی کہ ہم اس نعمت کا شکر بجا نہ لاویں۔۔۔۔ ہمارے پاس تو وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ سے ہم اس آرام اور راحت کا ذکر کر سکیں جو اس گورنمنٹ سے ہم کو حاصل ہوئی ہماری تو یہی دعا ہے کہ خدا اس گورنمنٹ محسنہ کو جزائے خیر دے اور اس سے نیکی کرے جیسا کہ اس نے ہم سے نیکی کی یہی وجہ ہے کہ میرا باپ اور میرا بھائی اور خود میں بھی روح کے جوش سے اس بات میں مصروف رہے

کہ اس گورنمنٹ کے فوائد اور احسانات کو عام لوگوں پر ظاہر کریں اور اس کی اطاعت کی فرضیت کو دلوں میں جماویں اور یہی وجہ ہے کہ میں اٹھارہ برس سے ایسی کتابوں کی تالیف میں مشغول ہوں کہ جو مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی محبت اور اطاعت کی طرف مائل کر رہے ہیں گو اکثر جاہل مولوی ہماری اس طرز اور رفتار اور ان خیالات سے سخت ناراض ہیں اور اندر ہی اندر جلتے اور دانت پیستے ہیں مگر میں جانتا ہوں کہ وہ اسلام کی اس اخلاقی تعلیم سے بھی بے خبر ہیں جس میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص انسان کا شکر نہ کرے وہ خدا کا شکر بھی نہیں کرتا یعنی اپنے محسن کا شکر کرنا ایسا فرض ہے جیسا کہ خدا کا۔

یہ تو ہمارا عقیدہ ہے مگر افسوس کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس لمبے سلسلہ اٹھارہ (۱۸) برس کی تالیفات کو جن میں بہت سی پرزور تقریریں اطاعت گورنمنٹ کے بارے میں ہیں کبھی ہماری گورنمنٹ محسنہ نے توجہ سے نہیں دیکھا اور کئی مرتبہ میں نے یاد دلایا مگر اس کا اثر محسوس نہیں ہوا لہٰذا میں پھر یاد دلاتا ہوں کہ مفصلہ ذیل کتابوں اور اشتہاروں کو توجہ سے دیکھا جائے اور وہ مقامات پڑھے جائیں جن کے نمبر صفحات میں نے ذیل میں لکھ دیئے ہیں (اس کے بعد حضرت اقدس نے اپنی ۲۴ کتب و اشتہارات کے حوالے درج فرمائے ہیں جو ۱۸۸۲ء تا ۱۸۹۷ء کے درمیان شائع ہوئے)

ان کتابوں کے دیکھنے کے بعد ہر ایک شخص اس نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے کہ جو شخص برابر اٹھارہ برس سے ایسے جوش سے کہ جس سے زیادہ ممکن نہیں گورنمنٹ انگلشیہ کی تائید میں ایسے پرزور مضمون لکھ رہا ہے اور ان مضمونوں کو نہ صرف انگریزی عملداری میں بلکہ دوسرے ممالک میں بھی شائع کر رہا ہے کیا اس کے حق میں یہ گمان ہوسکتا ہے کہ وہ اس گورنمنٹ محسنہ کا خیر خواہ نہیں؟ گورنمنٹ متوجہ ہو کر سوچے کہ یہ مسلسل کاروائی جو مسلمانوں کو اطاعت گورنمنٹ برطانیہ پر آمادہ کرنے کے لئے برابر اٹھارہ برس سے ہو رہی ہے اور غیر ملکوں کے لوگوں کو بھی آگاہ کیا گیا ہے کہ ہم کیسے امن اور آزادی سے زیر سایہ گورنمنٹ برطانیہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

یہ کاروائی کیوں اور کس غرض سے ہے اور غیر ملک کے لوگوں تک ایسی کتابیں اور ایسے

اشتہارات کے پہنچانے سے کیا مدعا تھا؟ گورنمنٹ تحقیق کرے کہ کیا یہ سچ نہیں کہ ہزاروں مسلمانوں نے جو مجھے کافر قرار دیا اور مجھے اور میری جماعت کو جو ایک گروہ کثیر پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہے ہر ایک طرح کی بدگوئی اور بداندیشی سے ایذا دینا اپنا فرض سمجھا اس تکفیر اور ایذا کا ایک مخفی سبب یہ ہے کہ ان نادان مسلمانوں کے پوشیدہ خیالات کے برخلاف دل وجان سے گورنمنٹ انگلشیہ کی شکرگزاری کیلئے ہزارہا اشتہارات شائع کئے گئے اور ایسی کتابیں بلاد عرب و شام وغیرہ تک پہنچائی گئیں یہ باتیں بے ثبوت نہیں اگر گورنمنٹ توجہ فرماوے تو نہایت بدیہی ثبوت میرے پاس ہیں۔ میں زور سے کہتا ہوں اور میں دعویٰ سے گورنمنٹ کی خدمت میں اعلان دیتا ہوں کہ باعتبار مذہبی اصول کے مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے گورنمنٹ کا اول درجہ کا وفادار اور جاںنثار یہی نیا فرقہ ہے جس کے اصولوں میں سے کوئی اصول گورنمنٹ کے لئے خطرناک نہیں۔۔۔۔

(۳) تیسرا امر جو قابل گذارش ہے یہ ہے کہ میں گورنمنٹ عالیہ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ فرقہ جدیدہ جو برٹش انڈیا کے اکثر مقامات میں پھیل گیا ہے جس کا میں پیشوا اور امام ہوں گورنمنٹ کے لئے ہرگز خطرناک نہیں ہے اور اس کے اصول ایسے پاک اور صاف اور امن بخش اور صلحکاری کے ہیں کہ تمام اسلام کے موجودہ فرقوں میں اس کی نظیر گورنمنٹ کو نہیں ملے گی جو ہدایتیں اس فرقہ کے لئے میں نے مرتب کی ہیں۔ جن کو میں نے ہاتھ سے لکھ کر اور چھاپ کر ہر ایک مرید کو دیا ہے کہ ان کو اپنا دستور العمل رکھے وہ ہدایتیں میرے اس رسالہ میں مندرج ہیں جو ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں چھپ کر عام مریدوں میں شائع ہوا ہے جس کا نام تکمیل تبلیغ مع شرائط بیعت ☆ ہے جس کی ایک کاپی

☆ - ان شرائط میں سے چند شرطوں کی یہاں نقل کی جاتی ہے شرط دوم یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہوگا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔ شرط چہارم یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔ شرط نہم یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

اسی زمانے میں گورنمنٹ میں بھی بھیجی گئی تھی ان ہدایتوں کو پڑھ کر اور ایسا ہی دوسری ہدایتوں کو دیکھ کر جو وقتاً فوقتاً چھپ کر مریدوں میں شائع ہوتی ہیں۔ گورنمنٹ کو معلوم ہوگا کہ کیسے امن بخش اصولوں کی اس جماعت کو تعلیم دی جاتی ہے اور کس طرح بار باران کو تاکیدیں کی گئی ہیں کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ کے سچے خیر خواہ اور مطیع رہیں اور تمام بنی نوع کے ساتھ بلا امتیاز مذہب وملت کے انصاف اور رحم اور ہمدردی سے پیش آویں یہ سچ ہے کہ میں کسی ایسے مہدی ہاشمی قریشی خونی کا قائل نہیں ہوں جو دوسرے مسلمانوں کے اعتقاد میں بنی فاطمہ میں سے ہوگا اور زمین کو کفار کے خون سے بھر دے گا۔ میں ایسی حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھتا اور محض ذخیرہ موضوعات جانتا ہوں ہاں میں اپنے نفس کے لئے اس مسیح موعود کا ادّعا کرتا ہوں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح غربت کے ساتھ زندگی بسر کرے گا اور لڑائیوں اور جنگوں سے بیزار ہوگا اور نرمی اور صلح کاری اور امن کے ساتھ قوموں کو اس سچے ذوالجلال خدا کا چہرہ دکھائے گا جو اکثر قوموں سے چھپ گیا ہے۔ میرے اصولوں اور اعتقادوں اور ہدایتوں میں کوئی امر جنگجوئی اور فساد کا نہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔۔۔۔۔

(۴) چوتھی گذارش یہ ہے کہ جس قدر لوگ میری جماعت میں داخل ہیں اکثر ان میں سے سرکار انگریزی کے معزز عہدوں پر ممتاز اور یا اس ملک کے نیک نام رئیس اور ان کے خدام اور احباب اور یا تاجر اور یا وکلاء اور یا نو تعلیم یافتہ انگریزی خواں اور یا ایسے نیک نام علماء اور فضلاء اور دیگر شرفاء ہیں جو کسی وقت سرکار انگریزی کی نوکری کر چکے ہیں یا اب نوکری پر ہیں یا ان کے اقارب اور رشتہ دار اور دوست ہیں جو اپنے بزرگ مخدوموں سے اثر پذیر ہیں اور یا سجادہ نشینان غریب طبع۔ غرض یہ ایک ایسی جماعت ہے جو سرکار انگریزی کی نمک پروردہ اور نیک نامی حاصل کردہ اور مورد مراحم گورنمنٹ ہیں اور یا وہ

لوگ جو میرے اقارب یا خدام میں سے ہیں ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد علماء کی ہے جنہوں نے میری اتباع میں اپنے وعظوں سے ہزاروں دلوں میں گورنمنٹ کے احسانات جما دیئے ہیں اور میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اُن میں سے اپنے چند مریدوں کے نام بطور نمونہ آپ کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں لکھ دوں۔

(۵) میرا اس درخواست سے جو حضور کی خدمت میں مع اسماء مریدین روانہ کرتا ہوں مدعا یہ ہے کہ اگرچہ میں ان خدمات خاصہ کے لحاظ سے جو میں نے اور میرے بزرگوں نے محض صدق دل اور اخلاص اور جوش وفاداری سے سرکار انگریزی کی خوشنودی کے لئے کی ہیں عنایت خاص کا مستحق ہوں۔ لیکن یہ سب امور گورنمنٹ عالیہ کی توجہات پر چھوڑ کر بالفعل ضروری استغاثہ یہ ہے کہ مجھے متواتر اس بات کی خبر ملی ہے کہ بعض حاسد بداندیش جو بوجہ اختلاف عقیدہ یا کسی اور وجہ سے مجھ سے بغض اور عداوت رکھتے ہیں یا جو میرے دوستوں کے دشمن ہیں میری نسبت اور میرے دوستوں کی نسبت خلاف واقعہ امور گورنمنٹ کے معزز حکام تک پہنچاتے ہیں اسلئے اندیشہ ہے کہ ان کی ہر روز کی مفتریانہ کاروائیوں سے گورنمنٹ عالیہ کے دل میں بدگمانی پیدا ہو کر وہ تمام جانفشانیاں پچاس سالہ میرے والد مرحوم میرزا غلام مرتضٰی اور میرے حقیقی بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی جن کا تذکرہ سرکاری چٹھیات اور سرلیپل گریفن کی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور نیز میری قلم کی وہ خدمات جو میرے اٹھارہ سال کی تالیفات سے ظاہر ہیں سب کی سب ضائع اور برباد نہ جائیں اور خدانخواستہ سرکار انگریزی اپنے ایک قدیم وفادار اور خیرخواہ خاندان کی نسبت کوئی تکدّر خاطر اپنے دل میں پیدا کرے اس بات کا علاج تو غیر ممکن ہے کہ ایسے لوگوں کا منہ بند کیا جائے کہ جو اختلاف مذہبی کی وجہ سے یا نفسانی حسد اور بغض اور کسی ذاتی غرض کے سبب سے جھوٹی مخبری پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولتمدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار، جانثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی

کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں اس خود کاشتہ پودہ ا۔ کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہائے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے لہٰذا ہمارا حق ہے کہ ہم خدمات گذشتہ کے لحاظ سے سرکار دولتمدار کی پوری عنایات اور خصوصیت توجہ کی درخواست کریں تا کہ ہر ایک شخص بیوجہ ہماری آبروریزی کے لئے دلیری نہ کر سکے اب کسی قدر اپنی جماعت کے نام ذیل میں لکھتا ہوں۔ (بعد ازاں حضرت مسیح موعود نے ۳۱۶ اصحاب کے اسمائے گرامی درج فرمائے ہیں جن میں پہلا نام نواب محمد علی خان صاحب رئیس ملیر کوٹلہ کا ہے۔)'' ۲۔

(درخواست بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہٗ، مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص۸ تا ۱۵ اور ص۱۸ تا ۲۲ ربوہ ۱۹۷۵ء)

''ایک اسلامی فرقہ کے پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے بحضور گورنمنٹ عالیہ اس فرقہ کے حالات اور خیالات کے بارے میں اطلاع اور نیز اپنے خاندان کا کچھ ذکر اور اپنے مشن کے اصولوں اور ہدایتوں اور تعلیموں کا بیان اور نیز ان لوگوں کی

ا۔ انگریزی حکومت کے لئے اپنے خاندان کی گذشتہ خدمات کا ذکر کر کے اس خاندان کو انگریز کا خود کاشتہ پودا قرار دینا ویسی ہی احسانمندی کا اظہار ہے جیسی حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں قرآن کریم میں مذکور ہے کہ جب اُن کے بھائی قحط اور تنگی کی وجہ سے ان کے پاس آ گئے تو اپنے بھائیوں کو آرام پہنچا کر فرمایا وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْٓ (یوسف ۱۰۱) اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا ہے۔

۲۔ کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم میں اس اشتہار کے مندرجات کو سات مختلف عناوین کے تحت ص۵۳۰، ص۵۳۲، ص۵۳۵، ص۵۴۱-۵۴۲، ص۵۸۷، ص۵۸۸-۵۸۹، ص۵۹۴ پر اصل تحریر میں قطع برید کر کے ایک خود ساختہ ترتیب سے درج کیا گیا ہے اور اشتہار کی وجہ کی نشاندہی کرنے والی تمام سطور (مندرجہ بالا میں خط کشیدہ) حذف کر دی گئی ہیں۔

خلاف واقعہ باتوں کا رد جو اس فرقہ کی نسبت غلط خیالات پھیلانا چاہتے ہیں۔"

اور یہ مولف تاج عزت جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند دام اقبالہا کا واسطہ ڈال کر بخدمت گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ کے اعلیٰ افسروں اور معزز حکام کے باادب گذارش کرتا ہے کہ براہِ غریب پروری و کرم گستری اس رسالہ کو اول سے آخر تک پڑھا جائے یا سن لیا جائے۔

میں تاج عزت عالی جناب حضرت مکرمہ معظمہ قیصرہ ہند دام اقبالہا کا واسطہ ڈالتا ہوں کہ اس رسالے کو ہمارے عالی مرتبہ حکام توجہ سے اول سے آخر تک پڑھیں۔

چونکہ میں جس کا نام غلام احمد اور باپ کا نام میرزا غلام مرتضٰی ہے قادیان ضلع گورداسپور پنجاب کا رہنے والا ایک مشہور فرقہ کا پیشوا ہوں جو پنجاب کے اکثر مقامات میں پایا جاتا ہے اور نیز ہندوستان کے اکثر اضلاع اور حیدرآباد اور بمبئی اور مدراس اور ملک عرب اور شام اور بخارا میں بھی میری جماعت کے لوگ موجود ہیں۔لہٰذا میں قرین مصلحت سمجھتا ہوں کہ یہ مختصر رسالہ اس غرض سے لکھوں کہ اس محسن گورنمنٹ کے اعلیٰ افسر میرے حالات اور میری جماعت کے خیالات سے واقفیت پیدا کر لیں۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ نیا فرقہ ان ملکوں میں دن بدن ترقی پر ہے یہاں تک کہ بہت سے دیسی افسر اور معزز رئیس اور جاگیردار اور نامی تاجر اس فرقہ میں داخل ہو گئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں اس لئے عام خیال کے مسلمانوں اور ان کے مولویوں کو اس فرقہ سے دلی عناد اور حسد ہے اور ممکن ہے کہ اس حسد کی وجہ سے خلاف واقعہ امور گورنمنٹ تک پہنچائے جائیں سو اسی لئے میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس رسالہ کے ذریعہ سے اپنے سچے واقعات اور اپنے مشن کے اصولوں سے اس محسن گورنمنٹ کو مطلع کروں۔" [1]

(کشف الغطاء بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۴ ص ۱۷۷-۱۷۹ ربوہ ۱۹۶۴ء)

---

[1] کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم ص ۵۲۹-۵۳۰ پر مندرجہ بالا تحریر کے پیراگراف دوم اور چہارم الٹ ترتیب کے ساتھ ایک مسلسل عبارت اور پیراگراف سوم ایک علیحدہ حوالے کے طور پر لکھے گئے ہیں جبکہ خط کشیدہ الفاظ حذف کر دیئے گئے ہیں۔

''اور چونکہ میری زندگی فقیرانہ اور درویشانہ طور پر ہے اس لئے میں ایسے درویشانہ طرز سے گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی اور امداد میں مشغول رہا ہوں۔ تقریباً انیس برس سے ایسی کتابوں کے شائع کرنے میں میں نے اپنا وقت بسر کیا ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ مسلمانوں کو سچے دل سے اس گورنمنٹ کی خدمت کرنی چاہیئے اور اپنی فرمانبرداری اور وفاداری کو دوسری قوموں سے بڑھ کر دکھلانا چاہیئے اور میں نے اسی غرض سے بعض کتابیں عربی زبان میں لکھیں اور بعض فارسی زبان میں اور ان کو دور دور ملکوں تک شائع کیا اور ان سب میں مسلمانوں کو بار بار تاکید کی اور معقول وجوہ سے ان کو اس طرف جھکایا کہ وہ گورنمنٹ کی اطاعت بدل وجان اختیار کریں اور یہ کتابیں عرب اور بلاد شام اور کابل اور بخارا میں پہنچائی گئیں۔۔۔۔۔۔

یہ ایک واقعی امر ہے کہ مسلمانوں کو خدا اور رسول کا حکم ہے کہ جس گورنمنٹ کے ماتحت ہوں وفاداری سے اس کی اطاعت کریں۔ میں نے اپنی کتابوں میں یہ شرعی احکام مفصّل بیان کر دیئے ہیں اب گورنمنٹ غور فرما سکتی ہے کہ جس حالت میں میرا باپ گورنمنٹ کا ایسا سچا خیر خواہ تھا اور میرا بھائی بھی اسی کے قدم پر چلا تھا اور میں بھی انیس برس سے یہی خدمت اپنے قلم کے ذریعے سے بجالاتا ہوں تو پھر میرے حالات کیونکر مشتبہ ہو سکتے ہیں۔۔۔۔۔ وہ شخص سخت ظلم کرتا ہے کہ جو میرے وجود کو گورنمنٹ کے لئے خطرناک ٹھہراتا ہے۔''[۱]

(کشف الغطاء بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر۱۴ ص ۱۸۵-۱۸۶ ربوہ ۱۹۶۴ء)

''اے مسلمانوں کی ذرّیت! میں نے آپ لوگوں کا کیا گناہ کیا ہے کہ آپ لوگ انواع واقسام کے منصوبوں سے میری ایذا کے درپے ہو گئے تم میں سے جو مولوی ہیں وہ ہر وقت یہی وعظ کرتے ہیں کہ یہ شخص کافر، بے دین، دجال ہے اور انگریزوں کی سلطنت کی حد سے زیادہ تعریف کرتا ہے اور رومی سلطنت کا مخالف ہے اور تم میں سے

۱؎ کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم میں ص ۵۳۵ پر یہ حوالہ عبارت کے سباق پر مشتمل دوسرے پیرے گراف کے بغیر درج کیا گیا ہے۔

جوملازمت پیشہ ہیں وہ اس کوشش میں ہیں کہ مجھے اس محسن سلطنت کا باغی ٹھہراویں۔ میں سنتا ہوں کہ ہمیشہ خلاف واقعہ خبریں میری نسبت پہنچانے کے لئے ہر طرف سے کوشش کی جاتی ہے حالانکہ آپ لوگوں کو خوب معلوم ہے کہ میں باغیانہ طریق کا آدمی نہیں ہوں۔ میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گذرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچادیا ہے میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روائتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ میں اس سلطنت کا بدخواہ ہوتا یا کوئی ناجائز باغیانہ منصوبے اپنی جماعت میں پھیلاتا جبکہ میں بیس برس تک یہی تعلیم اطاعت گورنمنٹ انگریزی کی دیتا رہا اور اپنے مریدوں میں یہی ہدائتیں جاری کرتا رہا تو کیونکر ممکن تھا کہ ان تمام ہدایتوں کے برخلاف کسی بغاوت کے منصوبے کی میں تعلیم کروں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت کو بنادیا ہے یہ امن جو اس سلطنت کے زیر سایہ ہمیں حاصل ہے نہ یہ امن مکہ معظمہ میں مل سکتا ہے نہ مدینہ میں اور نہ سلطان روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ میں پھر میں خود اپنے آرام کا دشمن بنوں اگر اس سلطنت کے بارے میں کوئی باغیانہ منصوبہ دل میں مخفی رکھوں اور جو لوگ مسلمانوں میں سے ایسے بدخیال جہاد اور بغاوت کے دلوں میں مخفی رکھتے ہوں میں اس کو سخت نادان، بدقسمت اور ظالم سمجھتا ہوں کیونکہ ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ اسلام کی دوبارہ زندگی انگریزی سلطنت کے امن بخش سایہ سے پیدا ہوئی ہے۔'' ۲؎

(تریاق القلوب بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ ص ۱۵۵-۱۵۶ ربوہ ۱۹۶۴ء)

۲؎ کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم میں ص ۵۳۲ پر اس تحریر میں سے صرف درمیانی سطور بلا سیاق وسباق (مندرجہ بالا میں خط کشیدہ) درج کی گئی ہیں۔

حکومت کو نصیحت

مخالف پروپاگنڈہ کے رڈ میں اپنے مسلک اور وضاحتی بیانات کے ساتھ ساتھ آپ نے انگریز حکومت کو بیدار طبعی سے اپنے حالات کو جانچنے کی طرف بھی توجہ دلائی اور حضرت مسیح ناصری کو سزا دینے والی رومی گورنمنٹ کی جلد بازی سے عبرت پکڑنے کی تلقین کی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

تعجب ہے کہ یہ گورنمنٹ میری کتابوں کو کیوں نہیں دیکھتی اور کیوں ایسی ظالمانہ تحریروں سے ایسے مفسدوں کو منع نہیں کرتی۔ ان ظالم مولویوں کو میں کس سے مثال دوں یہ ان یہودیوں سے مشابہ ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ناحق دکھ دینا شروع کیا اور جب کچھ پیش نہ گئی تو گورنمنٹ روم میں مخبری کی کہ یہ شخص باغی ہے سو میں بار بار اس گورنمنٹ عادلہ کو یاد دلاتا ہوں کہ میری مثال مسیح کی مثال ہے میں اس دنیا کی حکومت اور ریاست کو نہیں چاہتا اور بغاوت کو سخت بدذاتی سمجھتا ہوں میں کسی خونی مسیح کے آنے کا قائل نہیں اور نہ خونی مہدی کا منتظر۔ صلح کاری سے حق کو پھیلانا میرا مقصد ہے اور میں تمام اُن باتوں سے بیزار ہوں جو فتنہ کی باتیں ہوں یا جوش دلانے والے منصوبے ہوں۔ گورنمنٹ کو چاہیئے کہ بیدار طبعی سے میری حالت کو جانچے اور گورنمنٹ روم کی شتابکاری سے عبرت پکڑے اور خود غرض مولویوں یا دوسرے لوگوں کی باتوں کو سند نہ سمجھ لیوے کہ میرے اندر کھوٹ نہیں اور میرے لبوں پر نفاق نہیں۔''

(انجام آتھم بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۱ ص ۶۸ ربوہ ۱۹۶۳ء)

انجام کار رفع شر کی خبر

انجام کار آپ نے یہ سارا معاملہ اس حسن ظن پر ختم فرمایا کہ گورنمنٹ انگریزی ایک نہ ایک دن آپ کے صحیح حالات سے باخبر ہو جائے گی اور آپ کی نسبت خلاف واقعہ پھیلائے جانے والے خیالات غلط ثابت ہو جائیں گے چنانچہ آپ نے فرمایا:-

''بارہا بے اختیار دل میں یہ بھی خیال گزرتا ہے کہ جس گورنمنٹ کی اطاعت اور خدمت گزاری کی نیت سے ہم نے کئی کتابیں مخالفت جہاد اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر دنیا میں

شائع کیں اور کافر وغیرہ اپنے نام رکھوائے اسی گورنمنٹ کو اب تک معلوم نہیں کہ ہم دن رات کیا خدمت کر رہے ہیں ہم نے قبول کیا کہ ہماری اردو کی کتابیں جو ہندوستان میں شائع ہوئیں ان کے دیکھنے سے گورنمنٹ عالیہ کو یہ خیال گزرا ہوگا کہ ہماری خوشامد کیلئے ایسی تحریریں لکھی گئی ہیں کیونکہ انسان عالم الغیب نہیں لیکن یہ دانشمند گورنمنٹ ادنیٰ توجہ سے سمجھ سکتی ہے کہ عرب کے ملکوں میں جو ہم نے ایسی کتابیں بھیجیں جن میں بڑے بڑے مضمون اس گورنمنٹ کی شکر گزاری اور جہاد کی مخالفت کے بارے میں تھے اُن میں گورنمنٹ کی خوشامد کا کونسا موقع تھا کیا گورنمنٹ نے مجھ کو مجبور کیا تھا کہ میں ایسی کتابیں تالیف کر کے اُن ملکوں میں روانہ کروں اور ان سے گالیاں سنوں ۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ ایک دن یہ گورنمنٹ عالیہ ضرور میری ان خدمات کا قدر کرے گی اور وہ لوگ جو سراسر بغض اور حسد سے آئے دن خلاف واقعہ میری نسبت شکایتیں کرتے رہتے ہیں وہ ضرور شرمندہ ہونگے۔'' [1]

(اشتہار مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۰۱ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۴۴۵-۴۴۶ ربوہ ۱۹۷۵ء)

''میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ دھوکہ جو ہمیشہ گورنمنٹ کو دیا جاتا ہے برقرار نہیں رہے گا اور آخرکار یہ ہوگا کہ حکام انصاف پسند خداداد روئیت اور بصیرت اور روشن ضمیری سے میرے اصل حالات پر مطلع ہو جائیں گے تب اسی کے موافق جو میں نے دیکھا جو بغیر وسیلہ انسانی ہاتھوں کے خدا کی قدرت نے ایک پتھر کو ایک خوبصورت سفید رنگ بھینس بنادیا اور اس کو نہایت روشن آنکھیں عطا فرمائیں ۔ میری اصل حقیقت حکام پر کھل جائے گی ۔ وہ گھڑی اور وہ دن خدا کو معلوم ہے مگر جلد ہو یا دیر سے ہو گورنمنٹ عالیہ پر میری صفائی اور نیک چلنی اور گورنمنٹ کی نسبت کمال وفاداری ہر ایک شخص پر کھل جائے گی اور وہ خیالات جو میری نسبت مشہور کئے جاتے ہیں غلط ثابت ہونگے۔''

(حقیقت المہدی طبع اول ۲۱ فروری ۱۸۹۹ء بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۴ ص ۴۴۵ ربوہ ۱۹۶۴ء)

---

[1] کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم ص ۵۳۹-۵۴۰ پر یہ حوالہ خط کشیدہ سطور کے بغیر ایک مسلسل عبارت کے طور پر درج کیا گیا ہے۔

باب چہارم

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور جہاد

☆ اسلام کا حکم جہاد اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا مسلک

☆ غلط نظریہ جہاد اور اس کا ردّ

☆ موعود مہدی و مسیح اور جہاد بالسّیف

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ اور جہاد

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ قدیم خدائی نوشتوں کے مطابق اسلام کو دنیا کے دیگر تمام مذاہب پر غالب کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے اس عظیم منصب سے عہدہ برآ ہونے میں آپ نے خود بھی اپنی تمام زندگی حالت جہاد میں گزاری اور وقت کے تقاضوں کے مطابق تمام مسلمانوں کو بھی عام دعوتِ جہاد دی۔ آپ نے اپنی قوت قدسیہ سے اپنے گرد جمع ہونے والی جماعت میں جہاد کی جو روح پھونکی اس کا نتیجہ تھا کہ پاکبازوں کے اس گروہ نے اپنی جان، مال، وقت اور عزت کو ہر آن خدا کی راہ میں قربان کر کے جہاد اکبر بجالاتے چلے جانے کی ایک انتہائی روشن تاریخ کو جنم دیا۔

غلبہ اسلام کی اس مہم میں اسلامی تعلیمات کے حسن وخوبی کو اجاگر کرنے کے لئے حضرت بانئ سلسلہ نے دلائل و براہین کا ایک بیش بہا ذخیرہ اپنی تصانیف میں جمع فرمادیا۔ دیگر تمام موضوعات کے ساتھ ساتھ آپ نے مخالفین کے بار بار دہرائے جانے والے اس بہت بڑے اعتراض کو بھی جواب طلب نہیں رہنے دیا کہ اسلام اپنی اشاعت کے لئے تلوار کے استعمال کا حکم دیتا ہے اور اسلام کا پھیلاؤ تلوار کا مرہون منت ہے اس اعتراض کے ردّ میں آپ نے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں اسلام کے فلسفہ جہاد اور آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک کی جنگوں کے اسباب کی وضاحت فرما کر بڑی سختی سے اس الزام کی تردید کی کہ اسلامی تعلیمات میں اشاعتِ مذہب کے لئے تلوار کے استعمال یا بے گناہوں کے قتل وخون کی اجازت ہے۔

صحیح اسلامی تعلیمات کی وضاحت کے ساتھ ساتھ آنحضرت ﷺ کی اُن پیش خبریوں کے مطابق جن میں امتِ محمدیہ کے موعود مسیح کے لئے جنگوں کی نفی کی گئی تھی۔ آپ نے اپنے زمانے میں جہاد بالسیف کے التواء کا فتویٰ بھی دیا اور تلوار کے بغیر اسلام کے عالمگیر غلبہ کی عظیم مہم شروع کر کے مخالفین کے غلط پروپا گنڈہ کا عملی ردّ بھی فرمایا۔

اِس مضمون کا کسی قدر تفصیلی جائزہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

اسلام کا حکمِ جہاد اور حضرت بانئ سلسلہ کا مسلک

حکمِ جہاد اپنی روح کے اعتبار سے اسلام کے اہم احکام میں سے ایک ہے۔ قوموں کی زندگی جہدِ مسلسل سے عبارت ہے اور حکمِ جہاد اِسی بات کا درس ہے۔ حکمِ جہاد کی اس روح کے عین مطابق حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے اپنے خداداد مشن کی تکمیل میں اپنی تمام حیاتِ طیّبہ باطل کی عظیم قوتوں سے مصروفِ جہاد رہ کر گزاری اور اِسی تعلیم کو عام فرمایا۔

اسلام کا حکم جہاد

قرآن کریم کے ذریعہ باطل سے ٹکرانے کو اللہ تعالیٰ نے ''جہاد کبیر'' کا نام دیا ہے اور یہی جہاد بنیادی طور پر مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے گو بعد میں ضرورت پڑنے پر تلوار اٹھانے کی اجازت بھی دی گئی لیکن اس دوسری قسمِ جہاد کو حدیثِ رسول ﷺ میں ''جہادِ صغیر'' کہا گیا ہے۔ جہاد کی ان دونوں اقسام اور اُن کے درجہ میں فرق پر علمائے اسلام کی تشریحات میں عام اتفاق ہے۔

جہادِ کبیر

جہاد کی فرضیت کا پہلا حکم مکہ کی بے سروسامانی کی زندگی میں ذیل کی آیتِ کریمہ کے ذریعہ نازل ہوا۔

فَلاَ تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ○ (سورہ فرقان آیت ۵۳)

ترجمہ:- پس تو کافروں کی بات نہ مان اور اس (یعنی قرآن) کے ذریعہ سے جہاد کبیر کر۔

باطل کے سامنے سر نہ جھکانے اور ہر آن قرآن حکیم کی ترویج و اشاعت کے لئے کمربستہ رہنے کے اس حکم کو قرآن کریم 'جہاد کبیر' کے نام سے موسوم کرتا ہے اور یہی وہ جہاد ہے جس کا دائرہ حدیث رسول ﷺ :- اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

کے مطابق یومِ قیامت تک ممتد ہے جہاد کبیر کے اس حکم کے اولین مخاطب خود آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم تھے جس حسن و خوبی سے انہوں نے مکّی زندگی میں بلا کسی جنگ و جدال اور خونریزی کے اِس فریضہ کی ادائیگی کی وہ اس حکم کی عملی حدود متعین کرنے کے لئے بہترین رہنما ہے۔

جہادِ کبیر کا یہ قرآنی حکم وسیع تر معنوں کا حامل ہے اور علمائے اسلام اِن معنوں کی وضاحت یونہی کرتے رہے ہیں چنانچہ مولانا ابوالکلام صاحب آزاد اِس آیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

''اِس میں جہاد بالسیف تو مراد نہیں ہوسکتا۔ یقیناً جہادِ کبیر حق کی استقامت اور اس کی راہ میں تمام مصیبتیں اور مشقتیں جھیل لینے کا نام جہاد ہے۔''

(مسئلہ خلافت و جزیرہ عرب از مولانا ابوالکلام آزاد ص ۱۰۹)

اسی طرح مولوی ظفر علی خاں صاحب نے اِس آیت کے متعلق لکھا:۔

''اس آیت میں جاھدھم سے مراد یہ ہے کہ کافروں کو وعظ، نصیحت اور دعوت و تبلیغ کرکے سمجھانا۔ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں یونہی روشنی ڈالی ہے۔''

(تحریر مولوی ظفر علی خاں صاحب مندرجہ اخبار زمیندار ۲۵ جون ۱۹۱۳ء)

مولانا حیدر زماں صدیقی صاحب لکھتے ہیں:۔

''اشاعتِ علوم دینیہ و قیامِ مدارس اور ہر وہ کام جو اقامتِ دین کی غرض سے کیا جائے جہاد کی حقیقت میں شامل ہے۔''

(اسلام کا نظریہ جہاد از مولانا حیدر زماں صدیقی ص ۱۳۰ کتاب منزل لاہور)

جہادِ صغیر

بعد میں جب کفارِ مکہ نے مٹھی بھر مسلمانوں کو اُن کے وطن سے نکال دینے کے بعد بھی چین نہ لینے دیا اور انہیں ختم کردینے کے بدارادہ کے ساتھ اُن پر حملہ آور ہوئے تو اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو جوابی حملہ کی اجازت دے دی۔ چنانچہ مدینہ میں اس اجازت پر مشتمل یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں۔

i - وَقَاتِلُوا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِین یُقَاتِلُوْ نَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ط (البقرہ :۱۹۱)

ترجمہ:- اور اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔

ii - اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ط (سورہ الحج : ۴۰)

ترجمہ:- وہ لوگ جن سے جنگ کی جا رہی ہے اُن کو بھی (جنگ کرنے کی) اجازت دی جاتی ہے کیونکہ اُن پر ظلم کیا گیا ہے۔

احکام قرآنی کی یہ ترتیبِ نزول بلا کسی مزید وضاحت کے یہ ثابت کر دیتی ہے کہ اسلام میں جہاد کرنے کا حکم اوّل اور عام ہے جبکہ جنگ کی اجازت مظلوم ہونے کی صورت میں صرف اپنا دفاع کرنے کی وقتی ضرورت کے تحت بعد میں دی گئی ہے یہی سبب ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بعض اور نیکیوں کے مقابلے میں جنگ وقتال کو جہاد اصغر قرار دیا ہے چنانچہ جب آپ ﷺ جنگِ تبوک سے واپس تشریف لائے تو ارشاد فرمایا:-

رَجَعنَا مِنَ الجِهَادِ الاَصغَرِ اِلَی الجِهَادِ الاَکبَرِ (بیہقی)

ترجمہ:- ہم ایک چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹتے ہیں۔

اُسی طرح آپ ﷺ نے جابر حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنے کو بھی بڑا جہاد قرار دیا ہے۔ چنانچہ حدیث رسول کریم ﷺ ہے کہ:-

اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الجِهَادِ کَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ (ابوداؤد ، ترمذی)

ترجمہ:- یقیناً جابر حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنا بڑا جہاد ہے۔

علمائے دین کی تشریحات

فریضہ جہاد کی ادائیگی میں جنگ وقتال کا ثانوی درجہ ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس کا علمائے اسلام نے عام اعتراف کیا ہے چنانچہ بطور مثال دو ایسی تحریرات ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:-

> ''جہاد کی حقیقت کی نسبت سخت غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جہاد کے معنی صرف لڑنے کے ہیں۔ مخالفین اسلام بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہوئے حالانکہ ایسا سمجھنا اِس عظیم الشان مقدس حکم کی عملی وسعت کو بالکل محدود کرنا ہے جہاد کے معنی کمال درجہ کوشش کرنے کے ہیں قرآن وسنت کی اصطلاح میں کمال درجہ سعی کو جو ذاتی اغراض کی جگہ حق پرستی اور سچائی کی راہ میں کی جائے جہاد کے لفظ سے تعبیر کیا ہے یہ سعی زبان سے بھی ہے مال سے بھی ہے انفاق وقت وعمر سے بھی ہے۔ محنت اور تکالیف برداشت کرنے سے بھی ہے اور دشمنوں کے مقابلے میں لڑنے اور خون بہانے سے بھی ہے۔

دشمنوں کی فوج سے خاص وقت ہی میں مقابلہ ہوسکتا ہے لیکن ایک مومن انسان اپنی

ساری زندگی کی ہر صبح وشام جہادِ حق میں بسر کرتا ہے۔۔۔۔۔اس سے معلوم ہوا کہ
لڑائی کے الگ کر دینے کے بعد بھی حقیقتِ جہاد باقی رہتی ہے۔"

(مسئلہ خلافت از مولانا ابوالکلام آزاد ص ۱۴۷-۱۴۸ شائع کردہ خیابانِ عرفان کچہری روڈ لاہور بحوالہ تاریخ
احمدیت جلد سوم ص ۱۱۸-۱۱۹ ربوہ ۱۹۶۲ء)

مولانا سید سلیمان ندوی صاحب نے تحریر فرمایا ہے:-

"جہاد کے معنی عموماً قتال اور لڑائی کے سمجھے جاتے ہیں مگر مفہوم کی یہ تنگی قطعاً غلط ہے اور
لغت میں اس کے معنی محنت اور کوشش کے ہیں اس کے قریب قریب اس کے اصطلاحی
معنی بھی ہیں یعنی حق کی بلندی اور اشاعت اور حفاظت کیلئے ہر ایک قسم کی جدوجہد،
قربانی اور ایثار گوارہ کرنا۔۔۔۔۔اور اُس کے لئے جنگ کے میدان میں اگر اُن سے
لڑنا پڑے تو اُس کے لئے بھی پوری طرح تیار رہنا بھی جہاد ہے۔
افسوس ہے کہ مخالفوں نے اتنے اہم اور اتنے ضروری اور اتنے وسیع مفہوم کو جس کے
بغیر دنیا میں کوئی تحریک نہ سرسبز ہوئی نہ ہو سکتی ہے صرف دین کے دشمنوں کے ساتھ
جنگ کے تنگ میدان میں محصور کر دیا ہے۔
یہاں ایک شبہ کا ازالہ کرنا ضروری ہے اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جہاد اور قتال دونوں
ہم معنی ہیں حالانکہ ایسا نہیں۔۔۔۔۔بلکہ ان دونوں میں عام و خاص کی نسبت ہے
یعنی ہر جہاد قتال نہیں بلکہ جہاد کی مختلف قسموں میں سے ایک قتال اور دشمنوں کے
ساتھ لڑنا بھی ہے۔"

(سیرۃ النبی از مولانا سید سلیمان ندوی جلد نمبر ۵ ص ۴۰۴-۴۰۷ طبع سوم ۱۹۵۲ء بحوالہ تاریخ احمدیت
جلد سوئم ص ۱۱۹-۱۲۰)

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کا مسلک

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی تمام حیاتِ طیبہ اِس حقیقت پر گواہ ہے کہ آپ نہ صرف اسلام کے
حکمِ جہاد پر کامل ایمان رکھتے تھے بلکہ عملاً ہر لحہ اِس فریضہ کی ادائیگی میں مصروف رہے اور یہی درس آپ نے

اپنے ماننے والوں کو دیا۔ عملاً جہادِ کبیر میں مصروف رہتے ہوئے جس بات کی آپ نے ممانعت فرمائی وہ صرف ثانوی حیثیت کی ایسی دینی لڑائیاں ہیں جن پر آپ کے زمانے میں احادیثِ رسول ﷺ کے مطابق بسبب عدم شرائط کے جنگ کیلئے قرآنی اجازت کا اطلاق نہ ہوتا تھا آپ کی ایسی تمام تحریریں جن میں آپ کے وقت میں کسی بھی سبب جہاد کی عدم ضرورت کا ذکر ہے بلا استثناء ان سب میں لفظ جہاد صرف اس کے جنگ وقتال کے پہلو ہی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

حکمِ جہاد پر ایمان

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ حکمِ جہاد پر کامل ایمان رکھتے تھے اور غلبہ اسلام کی مہم میں کامیابی کیلئے پوری شدت سے اس بات کے قائل تھے کہ جس رنگ میں مخالفِ اسلام پر حملے کررہے ہیں اُن کا اسی رنگ میں دفاع کیا جائے بلکہ آگے بڑھ کر حملے کئے جائیں۔ حکم جہاد پر ایمان اور ضرورتِ زمانہ کے مطابق فرضیت جہاد کے بیان پر مشتمل آپ کی چند تحریرات ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

۱ - وَاُمِرْنَا اَنْ نُّعِدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ كَمَا يُعِدُّوْنَ لَنَا وَنَرْفَعُ الْحُسَامَ قَبْلَ اَنْ نُّقْتَلَ بِالْحُسَامِ.

ترجمہ: ہمیں مامور ہی اس غرض سے کیا گیا ہے کہ ہم کافروں کے مقابل اسی قسم کی جنگ کی تیاری کریں جس طرح وہ ہمارے مقابل کرتے ہیں اور یہ کہ تلوار سے قتل کئے جانے سے قبل تلوار نہ اٹھائیں۔

(حقیقت المہدی بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۴ ص ۴۵۴ ربوہ ۱۹۶۴ء)

۲ - ''اس زمانے میں جہاد روحانی صورت سے رنگ پکڑ گیا ہے اور اس زمانے کا جہاد یہی ہے کہ اعلائے کلمہ اسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں۔ دین متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلائیں یہی جہاد ہے جب تک کہ خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کردے۔''

(مکتوب حضرت بانئ سلسلہ بنام حضرت سید ناصر نواب صاحب بتاریخ ۲۱، جنوری ۱۸۹۲ء مطبوعہ اخبار البدر ۱۴، اگست ۱۹۰۳ء ص ۲۳۹ کالم نمبر ۳)

۳ - ''میری تعلیم یہی ہے کہ یہ وقت تلوار چلانے کا وقت نہیں ہے بلکہ اِس زمانے میں پُرزور تقریروں اور دلائل ساطعہ اور حجج باہرہ اور دعاؤں کے ساتھ جہاد کرنا چاہیئے۔''

(براہین احمد یہ حصّہ پنجم بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۲۱ ص ۳۳۰ حاشیہ ۱۹۶۷ء ربوہ)

۴ - ''ان وقت الجهاد السيفى قدمضىٰ . ولم يبق الاجهاد القلم والدعاء واياتٍ عظمىٰ.''

ترجمہ: تلوار کے جہاد کا وقت گزر گیا اور اب قلم، دعا اور نشانات کے جہاد کا زمانہ ہے۔

(حقیقت المہدی بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۴ ص ۴۵۷-۴۵۸ ربوہ ۱۹۶۴ء)

۵ - ''قول آنحضرت ﷺ يضع الحرب جس کے یہ معنی ہیں کہ مسیح موعود کفار سے نہیں لڑے گا اور نہ جنگ کرے گا بلکہ جو کچھ کرے گا اپنی نظر اور ہمت سے کرے گا اور خدا اس کی نظر میں عجیب عجیب تاثیرات رکھ دے گا اور اُس کے فہم اور عقل کو تلوار اور نیزہ کی قوت دے گا اور اُس کو دلائل سے بھرا ہوا بیان عطا کرے گا اور ایسی حجتیں اُس کو سکھلائے گا جو اہل طغیان کا قطع عذرات کریں پس یہی آسمانی حربہ ہے۔''

(نور الحق حصہ اوّل بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۷۱-۷۲ ربوہ ۱۹۶۱ء)

۶ - وَانتم تعلمون ان صحيح الامام البخارى اصح الكتب بعد كتاب الله الفرقان و قدجاء فيه ان المسيح يضع الحرب ففكر وابالامعان......
لانها تدلّ ان المسيح لا تحارب الناس بل يُفحم الاعداء ويزيل الاوهام والو اسواس وَياتى بكلمات حكميّه.

(انجام آتھم بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۱ ص ۱۳۷-۱۳۸ ربوہ ۱۹۶۳ء)

ترجمہ: اور تم جانتے ہو کہ صحیح بخاری کتاب اللہ کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے اور اس میں آیا ہے کہ مسیح جنگ نہیں کرے گا پس اس فقرہ پر غور کرو اور درحقیقت یہ فقرہ اس پر دلیل ہے کہ مسیح لوگوں سے جنگ نہیں کرے گا بلکہ دشمنوں کو کلماتِ حکیمہ اور آسمانی نشانوں سے زیر کرے گا۔

۷ - ''پس وہ حق جو ہم کو حکیم مطلق نے دکھلایا اور لطیف علیم نے بتلایا وہ یہی ہے کہ مسیح موعود کا حربہ آسمانی ہے نہ زمینی اور لڑائیاں اس کی روحانی نظروں کے ساتھ ہیں نہ جسمانی ہتھیاروں کے ساتھ اور وہ دشمنوں کو نظر اور ہمت سے قتل کرے گا۔ یعنی تصرف باطن اور اتمام حجت کے ساتھ نہ تیر اور نیزہ اور تلوار سے اور اس کی آسمانی بادشاہت ہے نہ زمینی۔''

(نورالحق حصہ اول بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۲۷ ربوہ ۱۹۶۱ء)

۸ - ''مسیح موعود کی روحانی خلافت ہے دنیا کی بادشاہتوں سے اس کو کچھ تعلق نہیں اس کو آسمانی بادشاہت دی گئی ہے اور آج کل یہ زمانہ بھی نہیں کہ تلوار سے لوگ سچا ایمان لاسکیں۔ آج کل تو پہلی تلوار پر ہی نادان لوگ اعتراض کررہے ہیں چہ جائیکہ نئے سرے اُن کو تلواروں سے قتل کیا جائے ہاں روحانی تلوار کی سخت حاجت ہے سو وہ چلے گی اور کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔''

(آئینہ کمالاتِ اسلام بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۵ ص ۲۷۱ ربوہ ۱۹۵۹ء)

مصروفِ جہاد

حکم جہاد پر ایمان رکھ کر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ عملاً اپنی تمام حیاتِ طیبہ میں مصروفِ جہاد رہے اور خدا کی راہ میں اپنی جان فدا کرنے کے لئے ہر دم آمادہ و تیار۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:-

ولستُ اخاف من مَوتی و قتلی
اذا ما کان موتی فی الجہاد

(تحفہ بغداد بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۷ ص ۱۴ ربوہ ۱۹۶۰ء)

ترجمہ: میں اپنی موت اور قتل سے نہیں ڈرتا جبکہ میری موت جہاد میں ہو۔

اسی جذبہ کے تحت آپ سے عیسائیت کی تردید میں باوجود اس کے حکومت کا مذہب ہونے کے وہ مجاہدانہ سرگرمیاں ظہور میں آئیں جن کا کسی قدر جائزہ ہم ایک گذشتہ باب میں لے چکے ہیں اور جو اسلام کے دفاع میں آپ کی عظیم الشان جدوجہد کا صرف ایک ہی پہلو ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی تبلیغ واشاعت

کے محاذ پر قرآن کریم کے ذریعہ دشمنانِ اسلام سے نبرد آزمارہ کر آپ نے جس طرح اپنی تمام حیات طیبہ فریضہ جہاد کی ادائیگی میں گزاری وہ اپنی مثال آپ ہے آپ کی ایسی مجاہدانہ زندگی کا اعتراف تمام منصف مزاج زعماء ہمیشہ کرتے رہے ہیں۔ بطور مثال ہم یہاں مولانا ابوالکلام آزاد کے وہ الفاظ نقل کرتے ہیں جو انہوں نے آپ کی وفات کے سانحہ پر لکھے:۔

"۔۔۔۔۔غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبارِ احسان رکھے گی کہ اُنہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرضِ مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ اُن کے شِعارِ قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔"

(تحریر مولانا ابوالکلام آزاد مندرجہ اخبار وکیل امرتسر بحوالہ "بدر" ۱۸، جون ۱۹۰۸ء ص ۳۰۲)

ضرورتِ زمانہ کے مطابق تلقینِ جہاد

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ جہاں ہمیشہ خود مصروف جہاد رہے وہیں آپ نے اپنی جماعت کو بھی یہی تلقین فرمائی کہ وہ دینی ضروریات کو اپنے دنیوی معاملات پر ترجیح دیکر اپنی تمام زندگیاں اس مقدس فریضہ کی ادائیگی میں صرف کریں۔ چنانچہ فریضہ جہاد کی ادائیگی کو آپ نے اُن بنیادی شرائط میں شامل فرمایا جن کی پابندی آپ کی بیعت کرنے والوں پر لازمی ہے چنانچہ آپ نے لازمی قرار دیا کہ ہر بیعت کنندہ

"دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔"

(اشتہار تکمیل تبلیغ ۱۲، جنوری ۱۸۸۹ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل ص ۱۹۰ ربوہ ۱۹۷۱ء)

ضرورتِ زمانہ کے مطابق فریضہ جہاد کی بطریقِ احسن ادائیگی کے لئے تلقین و رہنمائی پر مشتمل آپ کی چند اور تحریرات ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ یہ ارشادات جہاں آپ کے جہاد کا قائل اور پرچارک ہونے کا اظہار ہیں وہیں آپ کے متبعین کے لئے مصروفِ جہاد رہنے کی شرطِ بیعت کی یاد دہانی بھی۔

۱ - ''نیکی کی بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں ایسی کوشش کریں جو مناسب زمانہ ہے۔''

(نور الحق حصّہ دوم بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۲۵۱ ربوہ ۱۹۶۱ء)

۲ - ''تلوار اور نیزوں پر افروختہ ہو کر مت گرو اور اپنے زمانے کے ہتھیاروں اور اپنے وقت کی لڑائیوں کو پہچانو کیونکہ ہر ایک زمانہ کیلئے ایک الگ ہتھیار اور الگ لڑائی ہے پس اس امر میں مت جھگڑو جو ظاہر ہے اور کچھ شک نہیں کہ ہمارا زمانہ دلیل اور برہان کے ہتھیاروں کا محتاج ہے تیر اور کمان اور نیزہ کا محتاج نہیں پس تم دشمنوں کے لئے وہ ہتھیار طیار کرو جو عند العقلاء نافع ہیں۔''

(نور الحق حصّہ دوم بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۲۴۷-۲۴۸ ربوہ ۱۹۶۱ء)

۳ - ''پادریوں کے فتنے حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں اور اُن کی مذہبی گورنمنٹ ایک بہت شور ڈال رہی ہے مگر اُن کے فتنے تلوار کے نہیں ہیں قلم کے فتنے ہیں۔ سواے مسلمانوں تم بھی قلم سے اُن کا مقابلہ کرو اور حد سے مت بڑھو خدا تعالیٰ کا منشاء قرآن شریف میں صاف پایا جاتا ہے کہ قلم کے مقابل پر قلم ہے اور تلوار کے مقابل پر تلوار۔''

(سرّ الخلافہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۴۰۳ ربوہ ۱۹۶۱ء)

۴ - ''کسرِ صلیب کا وقت تو آ گیا لیکن یہ کسر محض روحانی طریق سے ہوگا خدا تعالیٰ نے یہی ارادہ فرمایا ہے کہ جس طرز پر مخالف کے حملے ہوں اُسی طرز پر اُن حملوں کا ذبّ اور دفع کیا جائے پس جبکہ محض قلم اور تحریر اور تقریر کی رو سے حملے ہیں اس لئے مناسب ہے کہ اسلام کی طرف سے بھی تحریر اور تقریر تک حملے محدود ہوں اور کوئی اشتعال اور غضب جہادی لڑائیوں کے رنگ میں ظاہر نہ ہو۔''

(ایام الصلح بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۴ ص ۳۱۱ ربوہ ۱۹۶۴ء)

۵ - ''اور یہ سچ بات ہے کہ کافروں کے ساتھ لڑنا مجھ پر حرام کیا گیا ہے اور میرے وجود سے پہلے میرے لئے مقرر ہوا ہے کہ لڑائی کو ترک کروں اور خونریزی کی طرف متوجہ نہ ہوں پس کوئی جہاد سوائے زبانی جہاد کے اور نشان اور دلائل کے جہاد کے باقی نہیں رہا۔''

(خطبہ الہامیہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۶ ص ۵۸-۵۹ ربوہ ۱۹۶۵ء)

۶ - ''اور اب نشانوں کے دکھانے کا وقت ہے تلواروں کے کھینچنے کا وقت نہیں اور حجتوں اور بیّن دلیلوں کی تلوار کے سوا کوئی تلوار نہیں۔''

(الھدیٰ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۸ ص ۲۶۵ حاشیہ ربوہ ۱۹۶۶ء)

۷ - ''یہ دن دین کی حمایت کے لئے لڑائی کے دن نہیں ہیں کیونکہ ہمارے مخالفوں نے بھی کوئی حملہ اپنے دین کی اشاعت میں تلوار اور بندوق سے نہیں کیا بلکہ تقریر اور قلم اور کاغذ سے کیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہمارے حملے بھی تحریر اور تقریر تک ہی محدود ہوں جیسا کہ اسلام نے اپنے ابتدائی زمانے میں ہی کسی قوم پر تلوار سے حملہ نہیں کیا جب تک پہلے اُس قوم نے تلوار نہ اٹھائی۔''

(ایام الصلح بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۴ ص ۲۸۳ ربوہ ۱۹۶۴ء)

۸ - **هذاالوقت ليس وقت ضرب الاعناق لاشاعة الدين. ولكل وقت حكم اَخر في الكتاب المبين . بل يقتضي حكمة الله في هذه الاوقات. ان يويّد الدين بالحجج والأيات......و اَن يُعَدّ عُدّة كمثل ماعّد الاعداءُ......فانّ اعداء نالا يسلّون النواحل للنحلة. ولايشيعون عقائد هم بالسيوف والاسنة.**

(اعجاز المسیح بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۸ ص ۲۱-۲۲ ربوہ ۱۹۶۶ء)

ترجمہ: یہ وقت اشاعت دین کے لئے جنگ وخونریزی کا نہیں اور قرآن مجید میں ہر وقت کے لئے ایک حکم ہے اس زمانہ میں حکمتِ الٰہی کا تقاضا ہے کہ دین کی تائید دلائل اور آیات سے کی جائے۔ دشمنوں سے مقابلہ کیلئے اُس قسم کی تیاری کرنی چاہیئے جیسی کہ دشمن نے کی ہو اور مخالف بھی اپنے مذہب اور عقائد کی اشاعت کے لئے تلوار استعمال نہیں کرتے۔''

۹ - **ليس وقتنا وقت الجهاد........فان الوقت وقت غلبة الكافرين و اقبالهم. وضربت الذلة على المسلمين باعمالهم .... وماسل كافر سيفا على المسلمين..... فمن العدل ان يُسّل الحسام بالحسام. والاقلام با لاقلام.**

(اعجاز المسیح بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۸ ص ۱۵۶-۱۵۷ ربوہ ۱۹۶۶ء)

ترجمہ: یہ زمانہ جہاد بالسیف کا نہیں (کیونکہ) اِس وقت کافروں کا غلبہ ہے اور وہ اقبال مند ہیں اور مسلمان شامتِ اعمال کا شکار ہیں اور پھر کوئی کافر مسلمانوں پر تلوار بھی نہیں اٹھا رہا۔ پس عدل کا طریق یہی ہے کہ تلوار کے مقابلہ پر تلوار اٹھائی جائے اور قلم کے مقابلے پر قلم۔

غلط نظریہ جہاد اور اس کا ردّ

اسلام کے حکمِ جہاد کے بارے میں اسلام دشمن طاقتوں کے مسلسل منفی پروپاگنڈہ کے نتیجہ میں اشاعتِ اسلام کو تلوار کا مرہونِ منّت قرار دینے کا نظریہ عام طور پر قبول کرلیا گیا تھا۔ اس غلط نظریہ جہاد کے ردّ کیلئے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے اپنی تصانیف میں اسلام کے حکم جہاد کی اصل روح اور اسلامی جنگوں کی وجوہات پر روشنی ڈالی اور بالوضاحت یہ ثابت فرمایا کہ حکم جہاد صرف جنگ وقتال کا حکم نہیں۔ اِس پس منظر میں آپ نے اسلام کی تعلیمات کے مطابق قرآن کریم سے جہاد کرنے کی تلقین کے پہلو بہ پہلو جنگ وقتال کی عدم ضرورت کا بھی بار بار ذکر فرمایا۔

غلط نظریہ جہاد

اسلام کی پرامن تعلیمات میں تلوار کی پیوندکاری کا سہرا اُن اسلام دشمن مستشرقین کے سر ہے جنہوں نے اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لئے اِس غلط نظریہ کو رواج دیا اور پھر دہرا فائدہ اٹھایا۔

حکم جہاد مسلمانوں کو ہردم باعمل، متحرک اور جہد مسلسل میں مصروف رکھنے کا درس تھا لیکن جہاد اور قتال کو ہم معنی قرار دینے کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ قومی زندگی کی بقا کے لئے یہ اہم ترین حکم مسلمانوں کی عام اور روزانہ زندگی سے نکل کر جنگ کے تنگ اور عارضی میدان تک محدود ہوگیا اور جوں جوں انقلاب زمانہ کی بدولت مسلمانوں میں جنگ کی تاب اور طاقت نہ رہی تو یہ حکم عملاً متروک ہوتا چلا گیا۔

اِس غلط نظریہ کے ہاتھوں اُمتِ مسلمہ کو بحیثیت مجموعی اتنا بڑا نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ یہ مستشرق اِسی غلط بات کو بنیاد بنا کر خود اسلام پر حملہ آور ہوئے اور تلوار کے ذریعے اشاعت اِسلام کے پروپاگنڈہ کی ایک عمارت کھڑی کردی۔ انہوں نے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قرآن لئے ایک گھڑسوار کے تصور کو اسلام کی تصویر کے طور پر پیش کرنا اپنا اصول بنالیا اور اس طرح بار بار دھرائے جانے والا یہ اعتراض ناواقف لوگوں کو اسلام سے بدظن کرنے کا سب سے مؤثر ہتھیار بن گیا۔

غیر مسلم مستشرقین کی الزام تراشی

اسلام پر اس بڑے اعتراض کی شدت کا کسی قدر اندازہ درج ذیل چند تحریروں سے لگایا جا سکتا ہے۔

''قرآن دنیا کو دو حصّوں میں تقسیم کرتا ہے دارالاسلام یعنی اسلام کا ملک اور دارالحرب یعنی دشمن کا ملک۔ جو لوگ مسلمان نہیں ہیں وہ سب اسلام کے مخالف ہیں لہٰذا سچے مسلمان کا فرض ہے کہ کفار کے خلاف جنگ کریں یہاں تک کہ وہ یا تو اسلام قبول کر لیں یا قتل ہو جائیں۔ اس کو جنگ یا جہاد مقدس کہتے ہیں جس کا خاتمہ صرف ایسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ یا تو دنیا کے کفار سب کے سب اسلام قبول کر لیں یا اُن کا ہر ایک آدمی مارا جائے پس خلیفہ اسلام کا مقدس فرض یہ ہے کہ جب موقع پیش آئے تو غیر مسلم دنیا پر جہاد کیا جائے۔ (ترجمہ از انگریزی)

(پادری میلکم میکاں کا انگریزی رسالہ دی ٹوئینٹھ سینچری دسمبر ۱۸۷۷ء ص ۸۳۲)

سر ولیم میور نے اپنی کتاب لائف آف محمدؐ میں لکھا کہ مدینہ پہنچ کر طاقت حاصل کر لینے کے بعد

" Intolerance quickly took place of freedom, force of persuation...Slay the unbelievers wheresoever ye find was now the watchword of Islam."

(Life of Mahomet by Sir William Muir, P.533, London, 1887)

ترجمہ - جلد ہی مذہبی مزاحمت نے آزادی اور زبردستی نے ترغیب کی جگہ لے لی اور اسلام کا امتیازی نشان اب یہ کلمہ ہو گیا کہ جہاں پاؤ کافروں کو قتل کرو۔

میجر آسبرن اپنی کتاب ''اسلام زیر حکومت عرب'' میں جہاد کے زیر عنوان لکھتا ہے:۔

''جب آپ (حضرت محمد ﷺ) کو تکلیفیں دی جاتی تھیں اُس وقت جو اصول آپ نے تجویز کئے تھے اُن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ مذہب میں کوئی زبردستی نہیں ہونی چاہیئے مگر کامیابی کے نشہ نے آپ کے بہتر خیالات کی آواز کو بہت عرصہ پہلے ہی خاموش کرا دیا تھا انہوں نے جنگ کا ایک عام فرمان جاری کر دیا تھا (جس کا نتیجہ یہ نکلا) کہ

اہل عرب نے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لیکر جلتے ہوئے شہروں کے شعلوں اور تباہ و برباد شدہ خاندانوں کی چیخ و پکار کے درمیان اپنے دین کی اشاعت کی۔" (ترجمہ از انگریزی)

(اسلام اینڈ ردی عرب رول از میجر آسبرن ص ۴۶ مطبوعہ لانگ مین گرین اینڈ کمپنی لندن)

مسلم قلم کاروں کی ہم نوائی

اسلام دشمن قوموں کا یہ باطل پروپاگنڈہ کس قدر موثر ہے اُس کا اندازہ اس بات سے لگ سکتا ہے کہ مخالف تو مخالف خود اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے بھی اُن کے ہم زبان ہو کر یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ:-

"رسول اللہ ﷺ ۱۳ برس تک عرب کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ وعظ و تلقین کا جو مؤثر سے مؤثر انداز ہو سکتا تھا اسے اختیار کیا۔۔۔۔۔لیکن آپ کی قوم نے آفتاب کی طرح آپ کی صداقت کے روشن ہو جانے کے باوجود آپ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔۔۔۔۔لیکن جب وعظ و تلقین کی ناکامی کے بعد ہاتھ میں تلوار لی۔۔۔۔۔تو دلوں سے رفتہ رفتہ بدی و شرارت کا رنگ چھوٹنے لگا۔ طبیعتوں سے فاسد مادے خود بخود نکل گئے۔ روحوں کی کثافتیں دور ہو گئیں۔۔۔۔۔
عرب کی طرح دوسرے ممالک نے بھی جو اسلام کو اس سرعت سے قبول کیا کہ ایک صدی کے اندر چوتھائی دنیا مسلمان ہو گئی تو اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ اسلام کی تلوار نے اُن پردوں کو چاک کر دیا جو دلوں پر پڑے ہوئے تھے۔"

(الجہاد فی الاسلام از مولوی ابوالاعلیٰ مودودی ص ۱۴۱-۱۴۲ اسلامک پبلیکیشنز کراچی لاہور طبع سوم ۱۹۶۲ء)

الزام تراشی کا ردّ

اِس مخالف پروپاگنڈہ کے ردّ کے لئے حضرت بانئی سلسلہ احمدیہ نے اپنی تحریرات میں صحیح اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جہاد بالسیف کی اجازت کے پس منظر اور اُس کی حدود و شرائط کی نشاندہی کی۔ ابتدائی اسلامی جنگوں کی وجوہات پر روشنی ڈالی اور یہ وضاحت فرمائی کہ حکم جہاد صرف جنگ وقتال کا حکم نہیں۔

جہاد بالسّیف کی اجازت، حدود و شرائط

اسلام دین فطرت ہے اور اسکی تعلیمات انسانی زندگی کی تمام ضروریات کا احاطہ کرتی ہیں۔ اپنے دفاع میں تلوار اٹھانے کی اجازت بھی ایک انسانی ضرورت کے پیش نظر تھی۔ اپنے دفاع اور ظلم وستم کے نتیجہ میں سلب ہوجانے والی مذہبی آزادی کی بحالی کی ایسی اجازت کو اسلام دشمن قوموں نے اسلام کے خلاف پروپاگنڈہ کی بنیاد بنالیا تھا۔ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے جب اسلام کے دفاع میں اپنا قلم اٹھایا تو اس اعتراض کے ردّ میں صحیح اسلامی تعلیم کی یوں وضاحت فرمائی:-

۱ - ''سو جاننا چاہیئے کہ قرآن شریف یونہی لڑائی کے لئے حکم نہیں فرماتا بلکہ صرف ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کا حکم فرماتا ہے جو خدا تعالیٰ کے بندوں کو ایمان لانے سے روکیں اور اس بات سے روکیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے حکموں پر کاربند ہوں اور اُسکی عبادت کریں اور اُن لوگوں کے ساتھ لڑنے کے لئے حکم فرماتا ہے جو مسلمانوں سے بے وجہ لڑتے ہیں اور مومنوں کو انکے گھروں اور وطنوں سے نکالتے ہیں اور خلق اللہ کو جبراً اپنے دین میں داخل کرتے ہیں اور دین اسلام کو نابود کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا تعالیٰ کا غضب ہے اور مومنوں پر واجب ہے جو اُن سے لڑیں اگر وہ باز نہ آئیں۔ (ص ۶۲)

لڑائی اور جہاد اصل مقاصدِ قرآن میں سے نہیں اور وہ صرف ضرورت کے وقت تجویز کیا گیا ہے یعنی ایسے وقت میں جبکہ ظالموں کا ظلم انتہا تک پہنچ جائے۔۔۔۔۔ خدا تعالیٰ نے اپنے رسولؐ مظلوم کو اس آیت میں ان لوگوں کے مقابل پر ہتھیار اٹھانے کی اجازت دی جن کی طرف سے ابتدا تھی مگر اس وقت اجازت دی جبکہ انتہا درجہ کی زیادتی اور گمراہی اُن کی طرف سے دیکھ لی اور یہ دیکھ لیا کہ وہ ایک ایسی قوم ہے جو بجز نصیحتوں سے ان کی اصلاح غیر ممکن ہے۔ (ص ۶۴-۶۵)

پس ہمارے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ دینی لڑائی اور جہاد کا کچھ ایسا مسئلہ نہیں جس کو اسلام کا محور اور استقس کہا جائے جیسا کہ جاہل مخالف سمجھتے ہیں یا جیسا کہ بناوٹ سے جاہل بننے والے بعض مسلمان خیال کرتے ہیں بلکہ کتاب اللہ میں اس کے برخلاف تصریحات واقع ہیں۔'' (۶۶-۶۷)

(نور الحق حصہ اول بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ربوہ ۱۹۶۱ء)

۲ - ''جہاد کے واسطے شرائط ہیں۔ سکھا شاہی ،لوٹ مار کا نام جہاد نہیں۔۔۔۔ قرآن شریف کی کسی آیت میں یہ تعلیم نظر نہیں آتی کہ بے اتمام حجت مخالفوں کو قتل کرنا شروع کردیا جاوے۔''

(سرّ الخلافہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۴۰۳-۴۰۴ ربوہ ۱۹۶۱ء)

۳ - ''اسلام نے صرف ان لوگوں کے مقابلہ پر تلوار اٹھانا حکم فرمایا ہے کہ جو اوّل آپ تلوار اٹھائیں اور انہیں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جو اوّل آپ قتل کریں۔''

(انجام آتھم بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۱ ص ۳۷ ربوہ ۱۹۶۳ء)

۴ - ''جہاد کا مسئلہ جو بڑے نازک شرائط سے وابستہ تھا بعض نادانوں اور کم عقلوں نے ایسا الٹا سمجھ لیا ہے کہ اسلامی تعلیم سے بہت ہی دور جا پڑے ہیں اسلام ہمیں ہرگز یہ نہیں سکھلاتا کہ ہم ایک غیر قوم اور غیر مذہب والے بادشاہ کی رعایا ہو کر اور اُس کے زیرِ سایہ ہر ایک دشمن سے امن میں رہ کر پھر اُسی کی نسبت بداندیشی اور بغاوت کا خیال دل میں لاویں۔''

(تحفہ قیصریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۲ ص ۲۸۱-۲۸۲ ربوہ ۱۹۶۳ء)

۵ - ''اسلام میں بجز دفاعی طور کی جنگ۔ یا اُن جنگوں کے سوا جو بغرض سزائے ظالم یا آزادی قائم کرنے کی نیت سے ہوں اور کسی صورت میں دین کے لئے تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں اور دفاعی طور کی جنگ سے مراد وہ لڑائیاں ہیں جن کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جبکہ مخالفوں کے بلوہ سے اندیشہ جان ہو۔ یہ تین قسم کے شرعی جہاد ہیں۔ بجز ان تین صورتوں کی جنگ کے اور کوئی صورت جو دین کے پھیلانے کے لئے ہو اسلام میں جائز نہیں۔''

(مسیح ہندوستان میں بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ ص ۴-۵ ربوہ ۱۹۶۴ء)

۶ - ''اسلام کی لڑائیاں تین قسم سے باہر نہیں۔ (۱) دفاعی طور پر یعنی بہ طریق حفاظت خود مختاری (۲) بطور سزا یعنی خون کے عوض میں خون (۳) بطور آزادی قائم کرنے

کے یعنی بغرض مزاحمتوں کی قوت توڑنے کے جو مسلمان ہونے پر قتل کرتے تھے۔"

(مسیح ہندوستان میں۔بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر۱۵ ص۱۲ ربوہ ۱۹۶۴ء)

اسلامی جنگوں کی وجوہات

صحیح اسلامی تعلیم کی وضاحت کے ساتھ ساتھ آپ نے ان جنگوں کی وجوہات پر بھی روشنی ڈالی جو آنحضرت ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں مسلمانوں کو لڑنی پڑیں کہ یہ جنگیں مسلمانوں کی بقا کی جنگیں تھیں اور عین ضروری۔اس باب میں آپ کے چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔

۱- "دینی جہادوں سے اصلی غرض آزادی کا قائم کرنا اور ظلم کا دور کرنا تھا اور دینی جہاد انہیں ملکوں کے مقابلے پر ہوئے تھے جن میں واعظین کو اپنے وعظ کے وقت جان کا اندیشہ تھا اور جن میں امن کے ساتھ وعظ ہونا قطعی محال تھا اور کوئی شخص طریقہ حقہ کو اختیار کر کے اپنی قوم کے ظلم سے محفوظ نہیں رہ سکتا تھا۔"

(براہین احمدیہ حصہ سوم۔بحوالہ روحانی خزائن جلد ا ص۱۴۱-۱۴۲ ربوہ ۱۹۶۱ء)

۲- "(کفارِ مکہ) خدا تعالیٰ کی نظر میں اپنے بے شمار گناہوں کی وجہ سے اِس لائق ٹھہر گئے کہ اُن پر عذاب نازل ہو۔اگر ان کی شرارتیں اس حد تک نہ پہنچتیں تو آنحضرت ﷺ ہرگز تلوار نہ اٹھاتے۔مگر جنہوں نے تلواریں اٹھائیں اور خدا تعالیٰ کے حضور میں بے باک اور ظالم ثابت ہوئے وہ تلواروں سے ہی مارے گئے غرض جہادِ نبوی کی یہ صورت ہے۔"

(سرّ الخلافہ۔بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر۸ ص۴۰۵ ربوہ ۱۹۶۱ء)

۳- "جن لوگوں سے آنحضرت ﷺ کے وقت میں لڑائیاں کی گئی تھیں وہ لڑائیاں دین کو جبراً شائع کرنے کے لئے نہیں تھیں بلکہ یا تو بطور سزا تھیں یعنی اُن لوگوں کو سزا دینا منظور تھا جنہوں نے ایک گروہ کثیر مسلمانوں کو قتل کر دیا اور بعض کو وطن سے نکال دیا تھا اور نہایت سخت ظلم کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ ۝ (حج:۴۰) یعنی اُن مسلمانوں کو جن

سے کفار جنگ کرر ہے ہیں بسبب مظلوم ہونے کے مقابلہ کرنے کی اجازت دی گئی اور خدا قادر ہے کہ جوان کی مدد کرے اور یا وہ لڑائیاں ہیں جو بطور مدافعت تھیں یعنی جو لوگ اسلام کے نابود کرنے کے لئے پیش قدمی کرتے تھے یا اپنے ملک میں اسلام کو شائع ہونے سے جبراً روکتے تھے اُن سے بطور حفاظت خود اختیاری یا ملک میں آزادی پیدا کرنے کے لئے لڑائی کی جاتی تھی۔ بجز اِن تین صورتوں کے آنحضرت ﷺ اور آپ کے مقدس خلیفوں نے کوئی لڑائی نہیں کی۔''

(کشتی نوح بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۹ ص ۴۷ ربوہ ۱۹۶۶ء)

۴ - ''چونکہ تمام عرب نے آنحضرت ﷺ کو سخت ایذا پہنچایا تھا اور بہت سے صحابہ مردوں اور عورتوں کو قتل کر دیا تھا اور بقیۃ السیف کو وطن سے نکال دیا تھا اسلئے وہ تمام لوگ جو مرتکب جرم قتل یا معین اس جرم کے تھے وہ سب خدا تعالیٰ کی نظر میں اپنی خونریزی کے عوض میں خونریزی کے لائق ہو چکے تھے انکی نسبت بطور قصاص اصل حکم قتل کا تھا۔''

(کشتی نوح بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۹ ص ۴۷ حاشیہ ربوہ ۱۹۶۶ء)

حکم جہاد صرف قتال کا حکم نہیں

اسلام پر اس بڑے اعتراض کے جواب کے ساتھ ساتھ حضرت بانئ سلسلہ نے اُن مسلمانوں کی اصلاح کیلئے بھی قلم اٹھایا جو اس پروپاگنڈہ کا شکار ہو کر خود بھی اُن کے ہم خیال ہو گئے تھے اور حکمِ جہاد کو صرف جنگ و قتال سے عبارت سمجھتے تھے اس بارے میں آپ نے اپنا یہ اصول قرار دیا کہ:-

''دوسرا اصول جس پر مجھے قائم کیا گیا ہے وہ جہاد کے اُس غلط مسئلہ کی اصلاح ہے جو بعض نادان مسلمانوں میں مشہور ہے سو مجھے خدا تعالیٰ نے سمجھا دیا ہے کہ جن طریقوں کو آج کل جہاد سمجھا جاتا ہے وہ قرآنی تعلیم سے بالکل مخالف ہیں۔''

(تحفہ قیصریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۲ ص ۲۶۲ ربوہ ۱۹۶۳ء)

اصلاح کے اِس مشن کے تحت آپ کے چند ارشادات ہم آپ کی ایک تصنیف سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

''یادر ہے کہ مسئلہ جہاد کو جس طرح پر حال کے اسلامی علماء نے جو مولوی کہلاتے ہیں سمجھ رکھا ہے اور جس طرح وہ عوام کے آگے اس مسئلہ کی صورت بیان کرتے ہیں ہرگز وہ صحیح نہیں ہے۔ (ص ۷)

درحقیقت یہ جہاد کا مسئلہ جیسا کہ اُن کے دلوں میں ہے صحیح نہیں ہے اور اُس کا پہلا قدم انسانی ہمدردی کا خون کرنا ہے۔ (ص ۸)

جاہل مولویوں نے اصل حقیقت جہاد کی مخفی رکھ کر لوٹ مار اور قتلِ انسان کے منصوبے عوام کو سکھائے اور اُس کا نام جہاد رکھا ہے۔ (ص ۹)

جو شخص آنکھیں رکھتا ہے اور حدیثوں کو پڑھتا اور قرآن کو دیکھتا ہے وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ طریق جہاد جس پر اِس زمانے کے اکثر وحشی کاربند ہو رہے ہیں یہ اسلامی جہاد نہیں ہے۔ (ص ۹-۱۰)

جاہل مولویوں نے خدا اُن کو ہدایت دے عوام کالانعام کو بڑے دھوکے دیئے ہیں اور بہشت کی کنجی اِسی عمل کو قرار دے دیا ہے جو صریح ظلم اور بے رحمی اور انسانی اخلاق کے برخلاف ہے۔ (ص ۱۱)

کیا خدا نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم خواہ مخواہ بغیر ثبوت کسی جرم کے ایسے انسان کو کہ نہ ہم اُسے جانتے ہیں اور نہ وہ ہمیں جانتا ہے غافل پاکر چھری سے ٹکڑے ٹکڑے کردیں یا بندوق سے اُس کا کام تمام کریں کیا ایسا دین خدا کی طرف سے ہوسکتا ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ یونہی بے گناہ، بے جرم، بے تبلیغ خدا کے بندوں کو قتل کرتے جاؤ اس سے تم بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (ص ۱۲)

یہ طریق کس حدیث میں لکھا ہے؟ یا کس آیت میں مرقوم ہے؟ کوئی مولوی ہے جو اسکا جواب دے نادانوں نے جہاد کا نام سن لیا ہے اور پھر اِس بہانہ سے اپنی نفسانی اغراض کو پورا کرنا چاہا ہے یا محض دیوانگی کے طور پر مرتکب خونریزی کے ہوئے ہیں۔ (ص ۱۳)

یہ موجودہ طریق غیر مذہب کے لوگوں پر حملہ کرنے کا جو مسلمانوں میں پایا جاتا ہے جس کا نام وہ جہاد رکھتے ہیں یہ شرعی جہاد نہیں ہے بلکہ صریح خدا اور رسولؐ کے حکم کے مخالف اور سخت معصیت ہے۔ (ص ۱۷)

اسلام ہرگز یہ تعلیم نہیں دیتا کہ مسلمان رہزنوں اور ڈاکوؤں کی طرح بن جائیں اور جہاد کے بہانہ سے اپنے نفس کی خواہشیں پوری کریں۔ (ص۱۸)

خدا تعالیٰ کا کلام ہرگز نہیں سکھلاتا کہ ہم اس طرح پر بے گناہوں کے خون کیا کریں اور جس نے ایسا سمجھا ہے وہ اسلام سے برگشتہ ہے۔" (ص۲۰)

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۷ ربوہ ۱۹۶۵ء)

موعود مہدی و مسیح اور جہاد بالسیّف

اُمت محمدیہ کے موعود مہدی اور مسیح کے ساتھ غلط طور پر جنگ وقتال کا تصور وابستہ ہوگیا تھا ایسا خیال آنحضرت ﷺ کی اُس پیش خبری کے سراسر خلاف تھا جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ مسیح موعود جنگوں کا التواء کردے گا اس پیش خبری کے عین مطابق حضرت مسیح موعود کی آمد کے وقت وہ شرائط بھی مفقود ہوگئیں جن سے اجازت جہاد مشروط تھی۔ انہی اسباب کے تحت حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے جہاد کے التواء کا فتویٰ دیا اور حکومت انگریزی سے جہاد بالسیّف کی ممانعت فرمائی۔ اس وقت کے دیگر علمائے اسلام کے فتووں کے برعکس آپ کا یہ فتویٰ جہاد کی قطعی حرمت کے لئے نہ تھا بلکہ صرف اس کے جنگ وقتال کے پہلو کے التواء کا اعلان تھا جس میں اسباب کے مہیا ہونے پر تبدیلی کا امکان ازخود موجود تھا۔

غلط طور پر وابستہ تصورِ جہاد

اُمّت محمدیہ کے موعود مسیح اور مہدی کے ساتھ وابستہ جنگ وقتال کا تصور برخود غلط تھا اور حدیث رسول ﷺ کے برخلاف۔ حضرت بانئ سلسلہ نے اِس غلط تصور کی کھلے الفاظ میں تردید کی۔ جیسا کہ فرمایا:-

''اگر تم خیال کرتے ہو کہ مہدی اور مسیح تلوار اور نیزہ کے ساتھ نکلیں گے اور زمین کو خونریزیوں کے ساتھ پُر کردیں گے سو یہ وہم صرف تمہاری کم عقلی سے پیدا ہوا ہے اور تمہارے کچے خیال اس کا موجب ہیں اور خدا تعالیٰ ایسا نہیں ہے جو دنیا کو اتمام حجت سے پہلے ہلاک کردے کیا وہ بے خبر بندوں کو ہلاک کرے گا کیا تم انگریزوں کی قوم کو نہیں دیکھتے کہ قرآن اب تک اُن تک نہیں پہنچا اور دقائق فرقاں سے بے خبر ہیں اور بخدا وہ بچوں کی طرح ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بھیدوں سے غافل ہیں کیا تمہارے نزدیک بچوں کو قتل کرنا جائز ہے؟''

(نور الحق حصہ دوم بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۲۴۵ ربوہ ۱۹۶۱ء)

''وہ لوگ ظالم اور نا سمجھ اور بیوقوف ہیں جو ایسا خیال کرتے ہیں کہ مسیح موعود اور مہدی موعود تلوار لیکر آئے گا نبوت کے نوشتے پکار پکار کر کہتے ہیں کہ اس زمانے میں

تلواروں سے نہیں بلکہ آسمانی نشانوں سے دلوں کو فتح کیا جائے گا اور پہلے بھی تلوار اٹھانا خدا کا مقصد نہ تھا بلکہ جنھوں نے تلواریں اٹھائیں وہ تلواروں سے ہی مارے گئے غرض یہ آسمانی نشانوں کا زمانہ ہے خونریزیوں کا زمانہ نہیں احمقوں نے بری تاویلیں کر کے خدا کی پاک شریعت کو بُری شکلوں میں دکھایا ہے آسمانی قوتیں جس قدر اسلام میں ہیں کسی دین میں نہیں ہوئیں۔ اسلام تلوار کا محتاج ہرگز نہیں۔''

(سراجِ منیر بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر۱۲ ص۸۴ ربوہ ۱۹۶۳ء)

عدم شرائط جہاد

اسلام کے حکم جہاد میں جنگ وقتال کو کوئی بنیادی اہمیت حاصل نہیں بلکہ صرف بوقتِ ضرورت اُس کی اجازت ہے اور پھر یہ کہ یہ اجازت بھی عام نہیں بلکہ دیگر شرائط سے مشروط ہے اور حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے وقت میں اِن شرائط کی عدم موجودگی پر آپ میں اور آپ کے ہم عصر علماء میں کامل اتفاق ہے۔

شرائطِ جہاد

شرائط جہاد کے بارے میں اسلامی تعلیم کی وضاحت علمائے اسلام نے یوں کی ہے۔

مولوی صدیق حسن خاں صاحب نے تحریر کیا ہے۔

''جہاد بغیر شرائط شرعیہ کے اور بغیر وجود امام کے ہرگز جائز نہیں۔''

(ترجمانِ وہابیہ از مولوی صدیق حسن خاں صاحب ص۲۰ امرتسر)

مولوی ظفر علی خاں صاحب نے لکھا ہے:-

''اسلام نے جب کبھی جہاد کی اجازت دی ہے مخصوص حالات میں دی ہے جہاد ملک گیری کی ہوس کا ذریعہ تکمیل نہیں ہے اس کے لئے امامت شرط ہے۔ اسلامی حکومت کا نظام شرط ہے دشمنوں کی پیش قدمی اور ابتدا شرط ہے۔''

(اخبار زمیندار ۱۴، جون ۱۹۲۶ء)

عدم موجودگی شرائطِ جہاد

یہی وہ شرائط جہاد تھیں جن کی عدم موجودگی کے سبب حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے ہم عصر علماء یہ مسلک رکھتے تھے کہ اس زمانے میں شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں۔ مثلاً مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے لکھا:-

''اس زمانہ میں شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ اس وقت نہ کوئی مسلمانوں کا امام موصوف بصفات وشرائطِ امامت موجود ہے اور نہ ان کو ایسی شوکت و جمعیت حاصل ہے جس سے وہ اپنے مخالفوں پر فتح یاب ہونے کی امید رکھ سکیں۔''

(الاقتصاد فی المسائل الجہاد از مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ص۴۲)

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ بھی علمائے کرام کی اِس رائے سے اتفاق رکھتے تھے۔ اس لئے آپ نے اسلام کے حکم جہاد میں جنگ وقتال کی غیر اساسی حیثیت کی وضاحت کے ساتھ اِن شرائط کی عدم موجودگی کا بھی اعلان کیا جیسا کہ فرمایا:-

''فَرُفِعَتْ ھٰذِہِ السُّنَّۃُ بِرَفْعِ اَسبَابِھَافی ھٰذِہِ الْاَیَّامِ.''

(حقیقت المہدی بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۴ ص ۴۵۴ ربوہ ۱۹۶۴ء)

ترجمہ: جہاد (بالسیف) اِس لئے جائز نہیں کہ اِس زمانے اور اِس ملک ہندوستان میں اُس کی شرائط معدوم ہیں۔

''وَلا شَکَّ اِنَّ وجُوْہُ الْجِھادِ مَعْدُوْمَۃ'' فِیْ ھٰذَا الزَّمَنِ وفی ھٰذِہِ الْبِلادِ''

(تحفہ گولڑویہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۷ ص ۸۲ ربوہ ۱۹۶۵ء)

ترجمہ: اور اِس میں شک نہیں کہ جہاد کی وجوہ یا شرائط اِس زمانے اور ان شہروں میں نہیں پائی جاتیں۔

فتویٰ التوائے جہاد بالسیف

ہندوستان بھر کے علمائے اسلام کا شرعی جہاد کی شرائط موجود نہ ہونے کا اعلان اور ۱۸۵۷ء کے غدر

پرامن و امان اور سکون و خوش حالی کی تقریباً نصف صدی گزر جانے کے بعد مسلمانوں کے کسی بھی مکتبہ فکر میں انگریزوں سے جہاد بالسیف کرنے کا خیال تک نہ رہا تھا اور عملاً تمام مسلمانانِ ہند انگریز حکومت کے پُرامن دور سے خوشی خوشی مستفید ہو رہے تھے۔ ہندوستان بھر کے مسلمانوں کے عملاً جہاد بالسیف کو ملتوی کر دینے کے باوجود حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے اپنے آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ کے ارشاد مبارک یَضَعُ الْحَرْبَ [1] یعنی مسیح موعود جنگوں کا التواء کر دے گا۔ کی لفظ بہ لفظ تعمیل ضروری جانی اور ۲۲ مئی ۱۹۰۰ء کو پہلی بار اس حدیثِ رسول کے حوالے سے فریضہ جہاد کے جنگ و قتال کے پہلو کے التواء کا باقاعدہ اعلان فرمایا۔

حدیث رسولؐ کے تحت ممانعت جہاد

حدیث رسول ﷺ کے حوالے سے التوائے جہاد کے اِس فتویٰ کی وضاحت پر مشتمل آپ کی چند تحریرات ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

۱۔ ''اگر فرض بھی کرلیں کہ اسلام میں ایسا ہی جہاد تھا جیسا کہ ان مولویوں کا خیال ہے تاہم اِس زمانے میں وہ حکم قائم نہیں رہا کیونکہ لکھا ہے کہ جب مسیح موعود ظاہر ہو جائے گا تو سیفی جہاد اور مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ مسیح نہ تلوار اٹھائے گا اور نہ کوئی اور زمینی ہتھیار ہاتھ میں پکڑے گا بلکہ اس کی دُعا اس کی حربہ ہوگا اور اُس کی عقدِ ہمت اُس کی تلوار ہوگی وہ صلح کی بنیاد ڈالے گا اور بکری اور شیر کو ایک ہی گھاٹ پر اکٹھا کرے گا اور اُس کا زمانہ صلح و نرمی اور انسانی ہمدردی کا زمانہ ہوگا۔

ہائے افسوس! کیوں یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ تیرہ سو برس ہوئے کہ مسیح موعود کی شان میں آنحضرت ﷺ کے منہ سے کلمہ یضع الحرب جاری ہو چکا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ مسیح موعود جب آئے گا تو لڑائیوں کا خاتمہ کر دے گا اور اُس کی طرف اشارہ اِس قرآنی آیت کا ہے۔ حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا (محمد:۵) یعنی اُس وقت تک لڑائی کرو جب تک کہ مسیح کا وقت آجائے۔ یہی تضع الحرب اوزارها ہے۔ دیکھو صحیح بخاری موجود ہے جو

---

[1] صحیح بخاری شریف ص ۴۹۰ مطبوعہ مطبع احمدی میرٹھ باہتمام شیخ ظفر علی و مولوی عبدالرحمٰن۔

قرآن شریف کے بعد اصح الکتب مانی گئی ہے اُس کو غور سے پڑھو۔ اے اسلام کے عالمو! اور مولویو! میری بات سنو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اب جہاد کا وقت نہیں ہے۔ خدا کے پاک نبی کے نافرمان مت بنو۔ مسیح موعود جو آنے والا تھا آچکا۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۷ ص ۸-۹ ربوہ ۱۹۶۵ء)

۲- ''دیکھو! میں ایک حکم لیکر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے اور یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے صحیح بخاری کی اِس حدیث کو سوچو جہاں مسیح موعود کی تعریف میں لکھا ہے کہ یَضَعُ الحَرَب یعنی مسیح جب آئے گا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۷ ص ۱۵ ربوہ ۱۹۶۵ء)

۳- ''عیسیٰ مسیح ہونے کی حیثیت سے میرا کام یہ ہے کہ مسلمانوں کو وحشیانہ حملوں اور خونریزیوں سے روک دوں جیسا کہ حدیثوں میں صریح طور پر وارد ہو چکا ہے کہ جب مسیح دوبارہ دنیا میں آئے گا تو تمام دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔۔۔۔۔۔اور ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود مانتا ہے اُسی روز سے اُس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اِس زمانے میں جہاد قطعاً حرام ہے کیونکہ مسیح آچکا۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۷ ص ۲۸ ربوہ ۱۹۶۵ء)

۴- ''آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا اب اِس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کی ایک راہ نہیں۔ پس جس راہ پر نادان لوگ اعتراض کر چکے ہیں خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نہیں چاہتی کہ اسی راہ کو پھر اختیار کیا جائے۔''

(اشتہار ۲۸ مئی ۱۹۰۰ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۲۹۵-۲۹۶ ربوہ ۱۹۷۵ء)

۵۔ ''اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نورِ خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اُس خبیث کو
کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰؐ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردے گا التوا''[۱]

(منظوم اشتہار ۷، جون ۱۹۰۰ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۲۹۷-۲۹۸ ربوہ ۱۹۷۵ء)

۶۔ ''یاد رہے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں سے یہ فرقہ جس کا خدا نے مجھے امام اور پیشوا اور رہبر مقرر فرمایا ہے ایک بڑا امتیازی نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہ یہ کہ اِس فرقے میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اُسکی انتظار ہے بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو ہرگز جائز نہیں سمجھتا اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے کہ دین کی اشاعت کے لئے لڑائیاں کی جائیں یا دین کے بغض اور دشمنی کی وجہ سے کسی کو

---

[۱] کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم ص ۲۲۶ پر اِن اشعار میں سے صرف ابتدائی چار درج کر کے حدیثِ رسول کے حوالے والے شعر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔

قتل کیا جائے یا کسی اور نوع کی ایذا دی جائے۔'' ؎۱

(اشتہار واجب الاظہار ۴نومبر ۱۹۰۰ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۳۵۷ ربوہ ۱۹۷۵ء)

۷ - ''اس (مسیح موعود) کے حق میں فرمایا گیا کہ یضع الحرب یعنی لڑائی نہیں کرے گا۔

حاشیہ: جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے حضرت موسیٰ کے وقت میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیر خوار بچے بھی قتل کئے جاتے تھے پھر ہمارے نبی ﷺ کے وقت میں بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں کے لئے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دیکر مواخذہ سے نجات پانا قبول کیا گیا اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔'' ؎۲

(اربعین نمبر۴ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۷ ص ۴۴۳-۴۴۴ ربوہ ۱۹۶۵ء)

۸ - میں تو آیا اس جہاں میں ابن مریم کی طرح
میں نہیں مامور از بہر جہاد و کار زار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۲۱ ص ۱۳۸ ربوہ ۱۹۶۷ء)

صرف التواء

ممانعت جہاد کا یہ حکم بالکل اُسی طرح مختص الزماں تھا جیسا کہ خود حکم جہاد اور جیسا کہ ہم گذشتہ صفحات میں دیکھ چکے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی تحریرات میں اس کی پوری اور مکمل وضاحت پائی جاتی ہے کہ جہاد کے التواء کا حکم رسولِ خدا ﷺ کی پیشگوئی کے تحت عدم شرائط جہاد کے سبب سے ہے اور

؎۱ کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم ص ۵۸۹ پر اس تحریر کے صرف ابتدائی الفاظ درج کر کے بعد کے وضاحتی (خط کشیدہ) جملے چھوڑ دیئے گئے ہیں۔

؎۲ کتاب قادیانی مذہب از الیاس برنی بار ششم ص ۲۲۵ پر صرف حاشیہ بغیر حدیث کے حوالے کے درج کیا گیا ہے۔

حالات کی تبدیلی سے اِس حکم میں تبدیلی ممکن ہے۔ آپ کے چند ایسے ارشادات جن میں بطور خاص یہ پہلو ذکر ہوا ہے۔ ہم ذیل میں ایک بار پھر درج کرتے ہیں۔

۱ - وَاُمِرْ نَا اَنْ نُّعِدَّ لِلْکٰفِرِیْنَ کَمَا یُعِدُّوْ نَ لَنَاوَلَا نَرْفَعُ الْحُسَامَ قَبْلَ اَنْ نُقْتَلَ بِالْحُسَامِ.

(حقیقت المہدی بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر۱۴ ص۴۵۴ ربوہ ۱۹۶۴ء)

ترجمہ: ہمیں مامور ہی اِس غرض سے کیا گیا ہے کہ ہم کافروں کے مقابل پر اس قسم کی جنگ کی تیاری کریں جس طرح وہ ہمارے مقابل کرتے ہیں اور یہ کہ تلوار سے قتل کئے جانے سے قبل تلوار نہ اٹھائیں۔

۲ - اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
فرما چکا ہے سیّد کونین مصطفٰے
عیسٰی مسیح جنگوں کا کردے گا التواء

(اشتہار ۷، جون ۱۹۰۰ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد سوئم ص۲۹۷-۲۹۸ ربوہ ۱۹۷۵ء)

۳ - ''اس زمانے میں جہاد روحانی صورت سے رنگ پکڑ گیا ہے اور اِس زمانے کا جہاد یہی ہے کہ اعلائے کلمہ اسلام میں کوشش کریں مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں۔ دین متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلاویں۔ یہی جہاد ہے جب تک کہ خدا تعالٰی کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کردے۔''

(مکتوب حضرت مسیح موعود بنام حضرت میر ناصر نواب صاحب مطبوعہ ''البدر'' ۱۴، اگست ۱۹۰۳ء ص۲۳۹ کالم نمبر۳ نیز مندرجہ رسالہ درود شریف مولفہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل)

جہاد بالسّیف اور انگریز حکومت

اپنے وقت میں جہاد بالسیف کی شرعی حیثیت کے بارے میں حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کا مسلک سطور بالا سے پورے طور پر واضح ہے صحیح اسلامی تعلیمات کی روشنی میں آپ ابتداء ہی سے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ مذہبی آزادی دینے والی باقاعدہ قائم شدہ حکومت کے خلاف اُس کی حدود میں رہتے ہوئے جہاد بالسیف نہیں

کیا جاسکتا اس کا مرحلہ ملک سے ہجرت کے بعد آتا ہے اور وہ بھی اُس صورت میں جبکہ حکومت مذہبی آزادی نہ دے اور بزور شمشیر مسلمانوں کو ختم کرنے کی کوشش کرے چونکہ انگریزی حکومت نے گذشتہ سکھ حکومت کے ظلم و ستم کو ختم کر کے اور مذہبی آزادی دے کر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی راہ کھول دی تھی اس لئے ہندوستان بھر کے علماء اور مکّہ معظّمہ کے مفتیان کا یہ فتویٰ آپ کو بھی منظور تھا کہ انگریز حکومت پر شرائطِ جہاد کا اطلاق نہیں ہوتا اسلئے اسکے خلاف جنگ و جہاد حرام اور قطعی حرام ہے۔

اِس مسئلہ پر آپ کی اس رائے کا پہلا اظہار ۱۸۸۲ء میں اُس وقت ہوا جب پنجاب کی انجمن اسلامیہ لاہور اور انجمن ہمدردی اسلام نے مسلمانانِ ہند کے بے دردی سے پامال شدہ حقوق کی بحالی کیلئے انگریزی حکومت کو ایک میموریل بھجوانے کی تجویز کی۔ آپ نے اِس تجویز پر رائے زنی کرتے ہوئے اس صورتحال کی اول وجہ کی نشاندہی کی اور مسلمانانِ ہند کی اُس کے حل کی طرف رہنمائی فرمائی۔ آپ کے نزدیک اِس تمام خرابی کی جڑ ڈاکٹر ہنٹر قسم کے انگریزوں کا یہ یقین تھا کہ مسلمان لوگ انگریزی حکومت کے دلی خیر خواہ نہیں اور انگریزوں سے جہاد کرنا فرض سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ اس نے اپنی کتاب میں لکھا:-

> ''تمام مسلمان اپنے بغاوت سکھانے والے پیغمبر کی زہر آمیز نصیحتوں کو بڑے ذوق وشوق سے سنتے ہیں نیز یہ کہ ہندوستان کے مسلمان اب بھی ہندوستان میں گورنمنٹ انگریزی کے لئے موجب خطر چلے آتے ہیں۔

(کتاب مسلمانانِ ہند (The Indian Musalmans) از سرولیم ہنٹر مطبوعہ ۱۸۷۱ء بحوالہ حیاتِ جاوید از مولوی الطاف حسین حالی جلد اول ص۱۴۴ مطبوعہ ۱۹۰۳ء)

مسلمانانِ ہند کے مفاد کے خلاف سرکردہ انگریزوں کی اِس غلط فہمی کے ازالہ کے لئے ہی آپ نے تجویز فرمایا:-

> ''بعض انگریزوں کا مسلمانوں کی وفاداریوں اور انگریزوں کے لئے اُن کی مخلصانہ خدمات کو یکسر نظر انداز کر کے اِس قسم کے برخود غلط پروپاگنڈے کی اصلاح کیلئے ضروری ہے کہ مسلمانانِ ہند کی بڑی بڑی انجمنیں وسیع پیمانے پر اسلام کی صحیح تعلیم کی اشاعت کریں''۔

اس باب میں اسلام کی صحیح تعلیم کی وضاحت آپ نے یوں فرمائی۔

''شریعت اسلام کا یہ واضح مسئلہ ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ایسی سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا جس کے زیر سایہ مسلمان لوگ امن اور عافیت اور آزادی سے زندگی بسر کرتے ہوں اور جس کے عطیات سے ممنون منت اور مرہونِ احسان ہوں اور جس کی مبارک سلطنت حقیقت میں نیکی اور ہدایت پھیلانے کے لئے کامل مددگار ہو قطعی حرام ہے۔''

(براہین احمدیہ حصہ سوئم ملحقہ ٹائٹل صفحہ الف مطبوعہ ۱۸۸۲ء بحوالہ روحانی خزائن جلد ا ص ۱۳۹ ربوہ ۱۹۵۸ء)

تعلیمات قرآنیہ کے صحیح ترین وجدان پر استوار آپ کی اِس رائے کا اظہار آپ کی بعد کی تحریرات میں بھی ہوا۔ ایسے چند ارشادات درج ذیل ہیں:-

۱ - ''ہم لوگ جو گورنمنٹ برطانیہ کی رعیت ہیں ہمارے لئے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے گورنمنٹ ہذا کے زیر اطاعت رہنا اپنا فرض ہے اور بغاوت کرنا حرام اور جو شخص بغاوت کا طریق اختیار کرے یا اُس کیلئے کوئی مفسدانہ بناڈالے یا ایسے مجمع میں شریک ہو یا راز دار ہو تو وہ اللہ اور رسولؐ کے حکم کی نافرمانی کر رہا ہے۔۔۔۔
رعیّت کو اپنی محافظ گورنمنٹ کے ساتھ کسی طور سے جہاد درست نہیں اللہ تعالیٰ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ ایک گورنمنٹ اپنی ایک رعیّت کے جان اور مال اور عزت کی محافظ ہو اور اُن کے دین کے لئے بھی پوری پوری آزادی عبادات کے لئے دے رکھی ہو لیکن وہ رعیّت موقع پاکر اس گورنمنٹ کو قتل کرنے کو تیار ہو یہ دین نہیں بلکہ بے دینی ہے اور نیک کام نہیں بلکہ ایک بدمعاشی ہے۔''

(سِرّ الخلافہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۸ ص ۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴ ربوہ ۱۹۶۱ء)

۱ - ''کسی عادل گورنمنٹ کے سایہ معدلت کے نیچے رہ کر جیسا کہ ہماری ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کی سلطنت ہے پھر اس کی نسبت بغاوت کا قصد رکھنا اس کا نام جہاد نہیں ہے۔''

(تحفہ قیصریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۲ ص ۲۶۳ ربوہ ۱۹۶۳ء)

۳ - ''بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں۔ سو یاد رہے کہ یہ سوال اُن کا نہایت حماقت کا ہے کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین فرض اور واجب ہے اُس سے جہاد کیسا؟ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی

کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔''

(اشتہار گورنمنٹ کی توجہ کے لائق مندرجہ شہادۃ القرآن بحوالہ روحانی خزائن جلد ۶ ص ۳۸۰ ربوہ ۱۹۶۰ء)

انگریز حکومت سے جہاد بالسیف کی عدم ضرورت کے بارے میں آپ کے مسلک پر بیرونِ ملک سے کئے جانے والے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے آپ نے اُس توازن کی طرف بھی اشارہ کیا جو انگریز حکومت کے ساتھ آپ کے طرزِ عمل میں نمایاں طور پر پایا جاتا تھا۔ چنانچہ فرمایا:-

''بعض نادان مجھ پر اعتراض کرتے ہیں جیسا کہ صاحب المنار نے بھی کیا کہ یہ شخص انگریزوں کے ملک میں رہتا ہے اسلئے جہاد کی ممانعت کرتا ہے۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ اگر میں جھوٹ سے اِس گورنمنٹ کو خوش کرنا چاہتا تو میں بار بار کیوں کہتا کہ عیسیٰ ابن مریم صلیب سے نجات پا کر اپنی مدت طبعی سے بمقام سرینگر کشمیر مر گیا اور نہ وہ خدا تھا اور نہ خدا کا بیٹا۔ کیا انگریز مذہبی جوش والے میرے اِس فقرہ سے مجھ سے بیزار نہیں ہونگے۔ پس سنو! اے نادانو! میں اِس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ایسی گورنمنٹ سے جو دین اسلام اور دینی رسوم پر کچھ دست اندازی نہیں کرتی اور نہ اپنے دین کو ترقی دینے کیلئے ہم پر تلواریں چلاتی ہے۔ قرآن شریف کے رُو سے جنگ مذہبی کرنا حرام ہے کیونکہ وہ بھی کوئی مذہبی جہاد نہیں کرتی۔''

(کشتی نوح بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۹ ص ۷۵ حاشیہ ربوہ ۱۹۶۶ء)

باب پنجم

انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ
انگریزوں کا حضرت بانئ سلسلہ سے سلوک

☆ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے خلاف مشترکہ محاذ

☆ انگریز حکومت کا حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ سے مخالفانہ سلوک

انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ

انگریزوں کا حضرت بانئ سلسلہ سے سلوک

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسلام کے احیاء اور عالمگیر غلبہ کے لئے مامور تھے آپ کا یہ مشن اور اُسکے تحت آپ کی مساعی بنیادی طور پر انگریز عیسائی حکومت کے مفاد کے خلاف تھی کیونکہ یہ حکومت عیسائیت کی ترویج واشاعت ہی کو اپنا مقصد قرار دیتی تھی۔ مقاصد کا یہ تضاد جہاں آپ کو از خود حکومت کے مفاد کے ایک باغی کے طور پر نمایاں کرتا تھا وہیں آپ کے مخالف علماء بھی اپنی وفاداری کے اظہار کے لئے آپ کو حکومت کے ایک مخالف اور باغی کے طور پر پیش کرتے اور آپ کے مقابلے میں عاجز رہنے والے عیسائی پادری بھی اسی الزام کو دہرا کر اپنی شکست کا بدلہ لیتے۔

اپنے مشن کو ان مخالفانہ سرگرمیوں سے پہنچ سکنے والے کسی بھی نقصان سے محفوظ رکھنے کی انسانی ترکیب کے طور پر آپ نے حکومت سے وفاداری کے اِس مسلک کا جس پر آپ خدا اور رسول ﷺ کے احکامات کے تحت اوّل دن ہی سے عمل پیرا تھے بار بار اعلان فرمایا لیکن واقعات یہ گواہی دیتے ہیں کہ حکومت سے وفاداری کے اظہار پر مشتمل آپ کے ان متواتر بیانات کو اربابِ حکومت نے کسی التفات کے قابل نہ سمجھا اور آپ کو کبھی بھی اُن وفاداروں میں شمار نہیں کیا جنہیں وہ اس کے صلہ میں اپنی عنایات اور عطایا کا مستحق گردانتے تھے بلکہ اس کے برعکس آپ کو ہمیشہ شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ شک کی یہی نگاہ تھی جس نے سرکاری اخبارات میں آپ کو مذہبی دیوانہ کہلوایا آپ کی مخالفت میں پیش پیش افراد حکومت کے انعامات کے حقدار ٹھہرے اور آپ خود عمالِ حکومت کے ہاتھوں ہر قسم کی سختیوں کے سزاوار۔ آپ کی خاندانی جاگیر ضبط ہوئی، آپ کے گھر کا محاصرہ اور خانہ تلاشی ہوئی، آپ اور آپ کے ملاقاتی پولیس اور سی۔آئی۔ڈی کی نگرانی میں رہے، آپ کے احباب حکام کے غصہ اور دھونس کا شکار ہوئے اور آپ پر حکومت کے محکمہ جات ڈاک، انکم ٹیکس اور پولیس کی طرف سے مقدمات ہوئے۔

انگریز حکومت کا حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ سے اِس مخالفانہ سلوک کا جائزہ ہی ہمارے اِس حصّہ مضمون کا موضوع ہے لیکن اصل مضمون سے قبل اُس پس منظر کا ذکر مناسب ہے جو انجام کار اِس سلوک کا موجب ہوا۔

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے خلاف مشترکہ محاذ

آپ کیلئے انگریز پادریوں کا اظہار ناپسندیدگی

انگریز پادری حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کو جس قدر ناپسند کرتے تھے اُس کے اظہار کا ایک موقع اُس وقت آیا جب ہندوستان کے وائسرائے لارڈ کرزن کے مقرر کردہ لاہور کے بشپ پادری جارج الفریڈ لیفرائے کو حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے باقاعدہ بحث کی دعوت دی تو بشپ صاحب نے ۱۲، جون ۱۹۰۰ء کو بات چیت سے انکار کرتے ہوئے اپنی نفرت وحقارت کے جذبات یوں ظاہر کئے:-

''میں انکار کرتا ہوں کہ مرزا غلام احمد صاحب کو کسی ایسے دوستانہ تعلق سے ملوں جیسا کہ آپ کی مجوزہ بحث کا نتیجہ ہوگا۔ اپنے آپ کو مسیح کہنے کی جرات کرتے ہوئے مرزا صاحب بغیر کسی قسم کی سند کے اپنے لئے وہ نام اختیار کرتے ہیں جس سے ہم عیسائی کہلاتے ہیں اور جس کو ہم نہایت ہی گہرے ادب اور احترام کے جذبات سے دیکھتے ہیں اِس طرح میرے نزدیک وہ اُس ہستی کی حد درجہ افسوسناک ہتک اور بے عزتی کرتے ہیں جس کی ہم اپنا آقا اور مالک سمجھ کر عبادت کرتے ہیں۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ میں اُس شخص سے دوستانہ رنگ میں ملنے کے لئے رضامند ہو جاؤں؟۔''

(ریویو آف ریلیجنز اردو ۱۹۰۲ء ص ۳۵۳-۳۵۶ بحوالہ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از حضرت عبدالرحیم درد ص ۷۷)

اِسی طرح فارمین کرسچین کالج لاہور کے ایک پروفیسر ڈاکٹر ایچ۔ ڈی گرس ورلڈ کی اعلانیہ یہ رائے تھی کہ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کو جب بھی موقع اور طاقت ملی تو عجب نہیں کہ وہ حکومت کے خلاف تلوار اٹھالیں۔ ایک اور موقع پر برطانیہ کے وکٹوریہ انسٹی ٹیوٹ میں ایک مضمون The Messiah of Qadian میں اُس نے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے لئے اِس رائے کا اظہار کیا کہ آپ اپنے دعویٰ میں فریب خوردہ ہیں۔ [۱]

---

[۱] کتاب مرزا غلام احمد از ڈاکٹر گرس ورلڈ ۱۹۰۲ء لدھیانہ بحوالہ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ ص ۷۹

آپ پر بغاوت کا الزام

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے مخالف علماء اسلام آپ کو نقصان پہنچانے اور حکومت سے اپنی وفاداریوں کے اظہار کے دہرے مقصد کے تحت آپ کو مسلسل انگریز حکومت کیلئے ایک خطرناک وجود اور درپردہ حکومت کے ایک باغی کے طور پر پیش کررہے تھے۔ اِس پروپاگنڈہ میں مصروف علماء کا دائرہ لدھیانہ سے لیکر میرٹھ تک پھیلا ہوا تھا لیکن اِن سب میں نمایاں اور حکومت سے بہت قریب اور مراعات یافتہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے جنہوں نے اپنے اخبار اشاعۃ السنۃ کے ذریعے ایک مستقل سیاسی محاذ کھڑا کررکھا تھا۔ مخالف علماء کی اِس الزام تراشی پر مشتمل چند تحریریں ہم گزشتہ صفحات میں نقل کرآئے ہیں۔ بعد میں جب عیسائیوں سے جنگِ مقدس کا معرکہ پیش آیا تو پادری بھی اِس شرانگیز پروپاگنڈہ میں شامل ہوگئے اور پادری عمادالدین نے اپنی کتاب توزین الاقوال میں آپ پر بغاوت کا کھلا کھلا الزام لگاتے ہوئے بڑا زہر اگلا۔

حکومت سے آپ کے خلاف اقدام کے عام مطالبے

مخالف علماء اور پادری مختلف مواقع پر حکومت سے آپ کے خلاف سخت اقدامات کے مطالبات کرتے رہے اِن مطالبہ کرنے والوں میں بھی سرِفہرست مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے جنہوں نے عیسائی حکومت کو بطور سزا حضرت اقدس کے قتل پر اکساتے ہوئے ۱۸۹۷ء میں لکھا:۔

> ''حکومت وسلطنت اسلامی ہوتی تو ہم اس کا جواب آپ کو دیتے۔ اُسی وقت آپ کا سرکاٹ کر آپ کو مردار کرتے مگر کیا کریں مجبور ہیں سلطنت غیر اسلامی ہے اس کے ماتحت رہ کر ہم اِس فعل کے مجاز نہیں اور سلطنت کو (جو عیسائی کہلاتی ہے) اِس امر کی پروانہیں ہے۔ رہے پادری جو مذہب ہی کی خدمت اور حمایت کے صدقے اور طفیل سے ٹکڑا کھاتے ہیں سو (وہ) بھی اپنی تنخواہ سے کام رکھتے ہیں۔ حمیّت وغیرتِ مذہب کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔''

(اشاعۃ السنۃ جلد۱۸ نمبر۳ ص۹۵-۹۶)

بعد میں جب مولوی کرم دین صاحب نے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ پر ازالہ حیثیت عرفی کا استغاثہ دائر کیا اور مجسٹریٹ نے آپ کے نام وارنٹ جاری کئے تو لاہور کے ایک مخالف اخبار نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ:۔

''مرزا قادیانی پر نالش ہے اگر عدالت نالش کو سچا سمجھے تو مناسب ہے کہ سزا عبرت انگیز دیوے تا کہ ملک ایسے شخصوں سے جس قدر پاک رہے ملک اور گورنمنٹ دونوں کے لئے مفید ہے۔''

(اخبار پنجاب سماچار لاہور بحوالہ ''الحکم'' ۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۱۳ کالم نمبر ۱)

حضرت مسیح موعود نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر ملک میں زلزلے آنے کی پیشگوئی فرمائی جو ۱۹۰۵ء میں پوری ہوئی تو لاہور کے پیسہ اخبار نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ:۔

''زلزلہ کی پیشگوئیاں کرنا جرم قرار دے دینا چاہیئے۔''

(پیسہ اخبار یکم مئی ۱۹۰۵ء بحوالہ الحکم ۱۰ ،مئی ۱۹۰۵ء ص ۶ کالم نمبر ۱)

حکومت کے انگریزی اخبارات کا آپ کے خلاف محاذ

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے خلاف ملک کے تمام بااثر علماء اور پادریوں کا متحدہ محاذ حکومت پر پورے طور پر اثر انداز ہوا جس کا اظہار حکومت کے نقطہ نظر کے نقیب انگریزی پریس میں آپ کے خلاف مضامین کی اشاعت سے ہوا۔ اِس صورتِ حال کا تجزیہ ایک اور مخالف اخبار نے یوں کیا ہے۔

''مرزا صاحب کو بھی غالباً معلوم ہو گیا ہوگا کہ انگریزی اخبارات اُن کے مخالف ہیں اور ان کے دعووں اور مباحث پر پبلک اور گورنمنٹ کو مطلع اور اُن کی کیفیات پر ریویو کر رہے ہیں یہ کچھ اِس وجہ سے نہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے کو مثیل المسیح بنایا ہے بلکہ محض اِس لحاظ سے کہ مرزا صاحب کا خروج اور یہ دعویٰ بعثت ایک مذہبی قالب پکڑتا جاتا ہے اور جس کے لئے انجام میں ایک جدید پارٹی کا قائم ہونا اور پھر پولیٹیکل صورت میں بدل جانا ضرور ہے پس انگریزی ہم عصروں کا خیال اِس جانب رجوع ہوا کہ ایسے شخص کی قوت زور پکڑ گئی تو انجام کچھ اور ہی نظر آئے گا کیونکہ اِس قسم کے لوگوں نے اولاً مذہبی طور پر خروج کیا اور پھر رفتہ رفتہ اُن کا خروج پولیٹیکل سانچہ میں ڈھل گیا ہے۔''

(اداریہ اخبار شحنہء ہند میرٹھ ۱۴، ستمبر ۱۸۹۱ء بحوالہ اشاعت السنۃ جلد ۱۴ نمبر ۴)

ایک خطرناک مذہبی جنونی

۱۸۹۴ء میں ملک کے واحد نیم سرکاری اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے اعلانیہ یہ اعتراف کیا کہ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ پر پولیس کی نگرانی ہے اور ساتھ ہی آپ کو ایک خطرناک مذہبی جنونی قرار دیکر مستقبل قریب میں آپ پر زیادہ تفصیل سے توجہ دینے کی ضرورت پر زور دیا۔ اخبار لکھتا ہے:-

A Dangerous Fanatic

There is a well-known fanatic in the Punjab. He is now, we believe, in the Gurdaspur district, who calls himself Musalaman and also the Messiah......... A fanatical vision of this sort is doubtless under the surveilance of the police. Whenever he preaches abroad serious disturbances of the peace are imminent, for he has a numerous following who are only less fanatical than himself.......... He has undoubted literary ability and his writings are voluminous and learned; all the elements present for forming a dangerous rallying point.......... There is a subdued ferocity in his utterances that marks him out as dangerous possible crescentader .... The Maulvi of Qadian has been under our observation for several years, and we can endorse the above from our own knowledge of

the man and his works. He is gaining strength and it may probably become our duty in the near future to treat him at more length.

(The Civil and Military Gazette, Lahore, October 24,1894)

ترجمہ: پنجاب میں ایک مشہور مذہبی دیوانہ ہے ہمارا خیال ہے اب وہ ضلع گورداسپور میں ہے وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور مسیح بھی۔ اس قسم کا وہمی اور مذہبی جنونی بلاشک پولیس کی نگرانی میں ہے۔ جب کبھی وہ باہر تبلیغ کرتا ہے امنِ عامہ میں بڑے فسادات کا فوری خطرہ ہوتا ہے کیونکہ اُس کے ماننے والے بے شمار ہیں۔ اُس کی ادبی قابلیت مسلمہ ہے اسکی تصنیفات بہت اور عالمانہ ہیں۔ اُس میں وہ تمام عناصر موجود ہیں جن کی ترکیب سے ایک خطرناک مرکز بنا کرتا ہے۔ اُس کی باتوں میں ایک دبی ہوئی وحشت ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امکانی طور پر وہ ایک خطرناک ہلالی ہے۔ قادیان کا مولوی سالہا سال سے ہمارے زیرِنظر رہا ہے اور ہم اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر جو ہمیں اُس کی ذات اور اُسکے کام کے متعلق حاصل ہیں مندرجہ بالا رائے کی پوری طرح تائید کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک وہ طاقت پکڑ رہا ہے اور غالباً مستقبل قریب میں ہم پر یہ فرض عائد ہو جائے گا کہ ہم اُس کے طرف زیادہ تفصیل سے توجہ دیں۔''

انگریز حکومت کا حضرت بانئ سلسلہ سے مخالفانہ سلوک

آپ کے وضاحتی بیانات پر حکومت کا عدم التفات

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کا اسلامی تعلیمات کے مطابق حکومت سے وفاداری کا مسلک اول دن سے ظاہر تھا۔ اِس مسلک کو آپ بار بار پیش کر چکے تھے لیکن جب ہر سمت سے آپ کو حکومت کا باغی اور مخالف قرار دینے کی ایک مہم شروع ہوئی تو آپ نے بطور خاص اس موضوع پر اظہارِ خیال فرمایا۔ رفع شر کی اس کوشش میں آپ کی تحریرات کا ہم گزشتہ صفحات میں تفصیلی ذکر کر چکے ہیں۔

یہ حالات کی ستم ظریفی تھی کہ آپ کی یہ تمام کوششیں حکومت کے عدم التفات کا شکار رہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے آپ کے بیانات کو جھوٹی خوشامد اور منافقانہ دعویٰ خیر خواہی قرار دیا اور حکومت کو اس کے دھوکے میں نہ آنے کی تلقین کی۔ چنانچہ لکھا:-

> ''اس احمق کو اتنی سمجھ نہیں ہے کہ یہ گورنمنٹ کرم سنگھ کی طرح بیوقوف نہیں ہے کہ وہ اُس کی اِس جھوٹی خوشامد سے اُس کو اپنا خیر خواہ سمجھ لے گی اور اُن دھمکیوں اور تخویفاتِ مجرمانہ سے جو گورنمنٹ کے نوٹس میں لائے جا رہے ہیں اُسکو بری کر دے گی۔ گورنمنٹ کو خوب معلوم ہے اور گورنمنٹ اور مسلمانوں کے ایڈوکیٹ اشاعۃ السنۃ نے گورنمنٹ کو بار ہا جتا دیا ہوا ہے کہ یہ شخص در پردہ گورنمنٹ کا بدخواہ ہے۔ اپنے جملہ مخالفین مذہب کے مال و جان کو گورنمنٹ ہو خواہ غیر، معصوم نہیں جانتا اور ان کے تلف کرنے کی فکر میں ہے دیر ہے تو صرف جمعیت و شوکت کی دیر ہے۔''

(اشاعۃ السنۃ جلد ۱۸ نمبر ۵ ص ۱۵۲)

کچھ عرصہ بعد پھر لکھا:-

> ''میں اب اُس کے خیالات کو اچھا نہیں سمجھتا اور اس کی تعریف و خیر خواہی گورنمنٹ کو جھوٹی خوشامد اور منافقانہ دعویٰ خیر خواہی سمجھتا ہوں اور گورنمنٹ سے امید رکھتے ہیں کہ

وہ برٹش گورنمنٹ کی منافقانہ تعریف کرنے سے اُس کو خیر خواہ سمجھ کر اس کے دھوکہ میں نہ آئے گی۔''

(اشاعۃ السنۃ جلد ۱۸ نمبر ۷ ص ۱۹۴)

عیسائی پادری بھی مولوی صاحب کے ہم زبان تھے چنانچہ ڈاکٹر۔ ایس۔ ڈی گرس ورلڈ پروفیسر فارمین کرسچین کالج نے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی حکومت سے عدم جہاد اور بذریعہ نشانات اسلام کی دعوت کے بارے میں تحریروں پر یہ اظہار کیا:-

''یہ اُسی طرح کی تحریر ہے جو پوپ گریگری XIII نے ۱۸۵۰ء میں لکھی تھی۔ پوپ کے اس حکم سے انگلستان کے کیتھولک آزاد ہو گئے اور اُن کا یہ فرض نہ رہا کہ ملکہ ایلزبتھ کا مقابلہ کریں جو پوپ Pius V کے حکم سے اُن پر واجب کیا گیا تھا۔ اُن کو اجازت دے دی گئی کہ وہ ملکہ ایلزبتھ کی اُس وقت تک اطاعت کریں جب تک وہ اتنے طاقتور ہو جائیں کہ کھلم کھلا بغاوت کر سکیں۔''

(بحوالہ انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ از حضرت عبدالرحیم صاحب درد ص ۶۳ حاشیہ)

غرضیکہ انگریزوں سے مقامِ قرب رکھنے والے مولویوں اور پادریوں کی اِس مشترکہ کوشش سے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی اصلاحِ حال کی کوششوں کا حاصل مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کے بقول یہ رہا کہ:-

''مرزا صاحب کے خطوط کا جواب تو رہا ایک طرف انگریزی حکام آپ کے تردیدی بیانات کو قابل التفات ہی نہیں سمجھتے۔''

(اشاعۃ السنۃ جلد ۱۹ نمبر ۴ ص ۱۲۷)

انگریز گورنمنٹ اور اُس کے حکام کی بدگمانی

اِس مخالفانہ بدگوئی کا نتیجہ حسبِ منشاء نکلا اور حکومت انگریزی حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ سے ہمیشہ بدگمان رہی جس کا اظہار اس کے اُس عمل سے بار بار ہوا جو اربابِ حکومت نے مختلف مواقع پر آپ اور آپ کی جماعت سے روا رکھا۔ اِس سلوک کی تفصیل میں جانے سے پیشتر ایک مسلمان عالم کا ایک تبصرہ جس میں اس حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے درج کرنا برمحل معلوم ہوتا ہے۔

''مرزا صاحب کی نسبت معلوم نہیں کن وجوہات سے گورنمنٹ یا اُس کے بعض حکام کو کچھ بدگمانی پیدا ہوگئی ہے یہ بات عموماً بیان کی جاتی ہے اور اس امر سے سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور نے اِسی بناء پر ایک دو دفعہ مرزا صاحب کی مخالفت کی اور گورنمنٹ سے کہا کہ ان سے ہوشیار رہنا چاہیئے تائید ہوتی ہے مرزا صاحب کو یہ امر سب سے زیادہ معلوم ہوگا کہ وہ کس قدر مشکوک خیال کئے جاتے ہیں اور مرزا صاحب اکثر اس شک کے رفع کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں چنانچہ حال ہی میں انہوں نے ایک رسالہ ۳۲ صفحہ کا تحفہ قیصریہ کے نام سے چھاپا ہے۔۔۔۔۔گو یہ تمام ایک فضول اور بے فائدہ امر ہے لیکن مرزا صاحب نے اپنی طرف سے صفائی پیش کرنے کی کوشش اچھی طرح کر لی ہے اب سفیر کی ملاقات کے معاملے میں مرزا صاحب کو ایک ایسی ہی مشکل پھر پیش آ گئی جس کا اُن کو پہلے سے کچھ خیال نہیں تھا اور نہیں ہوسکتا تھا۔ سفیر مذکورہ لاہور میں رہے اور وہاں مسلمانوں نے اِس قدر دھوم دھام اور شان و شوکت سے اُن کا استقبال اور مہمانداری کی کہ اُسکی نظیریں بہت کم ہونگی اِسی طرح امرتسر میں خاطر تواضع ہوئی مگر اِس عرصہ میں لاہور یا امرتسر کے مسلمانوں کی نسبت کوئی خیال کسی قسم کا پیدا نہیں ہوا لیکن جس روز (ترکی) سفیر نے قادیان میں قدم رکھا اس روز پاؤنیر اور سول اینڈ ملٹری گزٹ نے جو نیم سرکاری اخبارات ہیں یہ فقرہ چھاپ دیا کہ ''سفیر قادیان گیا ہے اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک خفیہ رپورٹ تیار کر رہا ہے''۔ سفیر کی نسبت یہ فقرہ اُس بدگمانی نے کہلوایا جو کم سے کم بعض انگریزوں کو مرزا صاحب کی نسبت ہے۔''

(تحریر منشی سراج الدین صاحب والد مولوی ظفر علی خاں مندرجہ اخبار چودھویں صدی ۱۵، جون ۱۸۹۷ء بحوالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۸ نمبر ۵ ص ۶۲-۶۳)

یہی گواہی ایک انگریز مصنف نے اپنی کتاب میں یوں دی ہے:-

''انگریز حکومت کو یہ شبہ ہوگیا تھا کہ بانئ جماعت احمدیہ اپنے دشمنوں کی موت کی پیشگوئی کر کے خود اُن کو مروانے کی کوشش کیا کرتا تھا اسلئے حکومت نے اُسے ایسے کرنے سے منع کر دیا تھا۔''

(اسلام از پروفیسر اے۔ ایس ٹرٹن ص ۱۶۱ لندن ۱۹۵۱ء)

حکومت کی آپ کے مخالف علماء پر نظرِ عنایت

انگریز حاکم حضرت بانئی سلسلہ احمدیہ سے بدگمان تھے جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ جو اشخاص آپ کے جتنے مخالف تھے وہ اتنے ہی حکومت کے قریب اور اُسکے معین و مددگار سمجھے گئے وہ سارے بڑے بڑے مولوی جو آپ کی مخالفت میں پیش پیش تھے حکومت انگریزی کی جانب سے انعامات کے حقدار ٹھہرے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے چار مربع زمین انعام میں پائی [۱] تو اُن کے مجدد وقت، نواب صدیق حسن خاں صاحب کو حکومت برطانیہ نے 'نواب والہ جاہ' 'امیر الملک' 'معتمد المہام' کے خطابات سے نوازا [۲] اور اُن کے استاد سید نذیر حسین صاحب دہلوی کو شمس العلماء کا خطاب عطا ہوا۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے کم از کم اِس آخری خطاب کو حضرت بانئی سلسلہ احمدیہ کی تکفیر، توہین اور تذلیل کے صلہ میں حکومت انگریزی کا انعام قرار دیا جیسا کہ لکھا ہے کہ:-

> ''شیخ العرب والعجم فخر الہند والمسندہ حضرت شیخنا ومولٰینا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی جن کا شمس العلماء ہونا خدا تعالیٰ نے بصلہ اُن دینی خدمات کے جو آپ [۳] کی تکفیر و توہین و تذلیل کے متعلق اُن سے سرزد ہوئی ہے گورنمنٹ کی زبان سے بھی کہلوایا۔''

(اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ نمبر ۶ ص ۱۸۰)

اِس سلسلہ میں مولوی صاحب کا یہ فخریہ اقرار بھی قابل ذکر ہے کہ:-

> ''میرے پاس وائسرائے لیفٹیننٹ گورنروں، کمانڈر انچیف وغیرہ اعلیٰ عہدیدارانِ حکومت کی چٹھیاں موجود ہیں مگر مرزا صاحب کسی ایک ضلع کے ڈپٹی کمشنر ہی کی کوئی چٹھی پیش کریں جن سے اُن کا کوئی ذاتی اعزاز ثابت ہو۔''

(اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ نمبر ۱۱ ص ۲۹۱)

۱۔ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹ نمبر ۹ ص ۶

۲۔ اشاعۃ السنہ جلد ۹ ص ۴۷

۳۔ حضرت بانئی سلسلہ احمدیہ

انگریز حکومت کے آپ کے خلاف عملی اقدامات

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ دیگر مسلم علماء پر انگریز حکومت کی نظر عنایت حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ سے سلوک کے وقت اپنا رنگ بدل لیتی ہے اور آپ حکومت کے اُس سلوک کے سزاوار ٹھہرتے ہیں جو کوئی حکومت انہی سے روا رکھتی ہے جنہیں وہ اپنا مخالف جانتی ہو۔ انگریز حکومت کا حضرت بانئ سلسلہ سے یہ مخالفانہ سلوک اُن واقعات سے پورے طور پر ثابت ہے جنہیں ہم آپ کے حیاتِ طیبہ میں سے ترتیبِ زمانی کے مطابق ذیل میں درج کرتے ہیں۔

جائیداد کی ضبطی

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے آباؤ اجداد کی ریاست پچاسی (۸۵) گاؤں پر مشتمل تھی جسے سکھوں نے اپنے عروج کے وقت میں اپنے قبضہ میں کرلیا۔ ۱۸۰۲ء میں آپ کے خاندان کو قادیان سے بھی نکال دیا گیا۔ آخر ۱۸۱۸ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے آپ کے والد حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب کو قادیان آنے کی اجازت دیدی اور پانچ گاؤں بھی واپس کردیئے۔ یہ گاؤں انگریزوں نے پنجاب پر اپنے قبضہ کے بعد دیگر باغی امراء کی جائدادوں کے ساتھ ضبط کرلئے جیسا کہ کتاب پنجاب چیفس میں لکھا ہے:۔

> ''پنجاب کے الحاق کے وقت اِس خاندان کی تمام جاگیریں ضبط کرلی گئیں اور مرزا غلام مرتضٰی صاحب اور اُن کے بھائیوں کے لئے ۷۰۰ روپے سالانہ کی ایک پنشن مقرر کردی گئی۔''

(تذکرہ روسائے پنجاب از سر لیپل گریفن ص ۶۸ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اوّل ص ۵۲ ربوہ ۱۹۶۱ء)

ضبط شدہ جاگیروں کی واگزاری کے لئے ایک عرصہ تک آپ کے خاندان اور انگریز حکومت میں خط وکتابت ہوتی رہی۔ گو حکومت وعدہ کرتی رہی کہ موقع ملنے پر جاگیر واپس کردی جائے گی مگر واقعہ یہ ہے کہ انگریز سو سال تک حکومت کرنے کے بعد واپس بھی چلے گئے لیکن وہ موقع نہ آیا۔ سات سو روپے کی پنشن بھی حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کا وقت آنے پر بند ہوگئی جیسا کہ لکھا ہے:۔

> ''۷۰۰ روپے کی اعزازی پنشن ۔۔۔۔ ہمارے دادا صاحب کی وفات پر صرف ایک سو اسّی روپے رہ گئی اور پھر تایا صاحب کے بعد بالکل بند ہوگئی۔''

(سیرۃ المہدی حصہ اوّل از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ص ۳۲)

حکومت کے محکمہ ڈاک کا مقدمہ

حضرت بانئ سلسلہ کے خلاف یہ پہلا مقدمہ تھا جو ۱۸۷۷ء میں ایک عیسائی رلیارام وکیل نے کیا یہ ایک پریس کا مالک تھا اور امرتسر کے عیسائی مشن کا روحِ رواں سمجھا جاتا تھا۔ آپ نے اسلام کی حمایت میں ایک مضمون شائع کرنے کیلئے اس کے پریس میں ارسال فرمایا اور اُس میں ایک خط بھی رکھ دیا۔ آپ کو علم نہ تھا کہ کسی علیحدہ خط کا پیکٹ میں رکھنا جرم تھا۔ ڈاک خانے کے قوانین کے تحت اُسکی سزا ۵۰۰ روپے جرمانہ یا چھ ماہ قید تھی۔ رلیارام نے مخبر بن کر محکمہ ڈاک کے افسروں کے ذریعہ آپ پر مقدمہ دائر کر دیا۔ حضرت بانئ سلسلہ کو ایک انگریز کی عدالت میں پیش کیا گیا اور آپ کے مقابل ڈاک خانہ جات کا افسر سرکاری مدعی کی حیثیت میں حاضر ہوا۔ [۱]

خانہ تلاشی

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی پیشگوئی کے مطابق جب ۱۸۹۷ء میں پنڈت لیکھرام کا قتل ہوا تو ہندوؤں نے ایک شورش برپا کر دی اور اپنے اخبارات کے ذریعہ عوام اور حکومت کو آپ کے خلاف مشتعل کرنے کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ چنانچہ انگریزی حکومت کی مشینری بھی حرکت میں آ گئی اور اِسی سلسلہ میں ۱۸، اپریل ۱۸۹۷ء کو آپ کی خانہ تلاشی ہوئی۔

واقعات کے مطابق مسٹر لیمار چند سپرنٹنڈنٹ پولیس کی سرکردگی میں انسپکٹر، ہیڈ کانسٹبل اور پولیس کی ایک جمعیّت نے قادیان پہنچ کر الدّار کا محاصرہ کر لیا اور مسٹر لیمار چند نے اعلان کیا کہ ''مجھے حکم آ گیا ہے کہ قتل کے مقدمے میں آپ کے گھر کی تلاشی لوں''۔ پولیس کی اس جمعیّت نے پہلے مردانہ اور پھر زنان خانے میں بہت دیر تک تلاشی لی اور بعض ٹرنکوں کے قفل تک توڑ دیئے گئے اور پولیس نے گھر کا کونہ کونہ چھان مارا۔ الدّار کے بعد مہمان خانہ، مطبع اور حضرت خلیفہ اول کے گھر کی بھی تلاشی ہوئی۔ دیواری الماریاں اور پتھر کی سل کو الٹ پلٹ کر دیکھا گیا۔ [۲]

۱۔ تاریخ احمدیت جلد اوّل از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص ۱۷۹-۱۸۱ ربوہ طبع دوم ۱۹۶۱ء۔

۲۔ تاریخ احمدیت جلد دوم از مولوی دوست محمد صاحب شاہد ص ۴۳۰-۴۳۲ ربوہ ۱۹۵۹ء۔

انگریز پادری کے مقدمہ اقدامِ قتل میں حاکم کی جانبداری

مباحثہ جنگ مقدس میں شکست کھانے کے بعد عیسائی پادری حضرت بانئی سلسلہ احمدیہ کے خلاف انتقامی کاروائی کے لئے بے چین تھے بالآخر اُن کی یہ خواہش انگریز پادری مارٹن کلارک نے اُس وقت پوری کی جب اُس نے حضرت مسیح موعود کے خلاف اپنے قتل کے الزام کے ساتھ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر اے۔ڈی۔ مارٹینو کی عدالت میں دفعہ ۱۰۷ فوجداری کے تحت استغاثہ دائر کیا۔

مقدمہ چونکہ سنگین اور اپنے ہم مذہب پادری کے متعلق تھا اسلئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے بیان سنتے ہی یکم اگست ۱۸۹۷ء کو فوجداری دفعات کے تحت حضرت اقدس بانئی سلسلہ احمدیہ کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کردیئے جس کے ساتھ چالیس ہزار روپے کا مچلکہ بھی تھا۔ یہ وارنٹ بعد میں خلافِ قانون ظاہر ہوکر حاکم کوخود منسوخ کرنے پڑے کیونکہ وہ اپنے ضلع کے حدود کے باہر احکام صادر کرنے کا مجاز نہ تھا۔ یہ مقدمہ جس میں مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے انگریز پادری مارٹن کلارک کی طرف سے آپ کے خلاف گواہی دی بعد میں بے بنیاد ثابت ہوکر حضرت بانئی سلسلہ کی باعزت بریت پر تمام ہوا۔ [۱]

حکومت کا مقدمہ انکم ٹیکس

بعض مخالفین کی مخبری پر وسط ۱۸۹۸ء میں حکومت پنجاب نے حضرت بانئی سلسلہ احمدیہ پر سات ہزار دوسو روپے آمدنی پر انکم ٹیکس کی وصولیابی کے لئے مقدمہ دائر کردیا۔ ایک مسلمان تحصیلدار منشی تاج الدین صاحب کے قادیان آکر تحقیق کرنے اور غیر جانبدارانہ رپورٹ کے نتیجہ میں کلکٹر ضلع گورداسپور نے بالآخر چندوں کی آمدنی کو دینی کاموں پرخرچ کئے جانے کی بنیاد پر آپ کوانکم ٹیکس سے بَری قرار دے دیا۔ [۲]

۱۔ تاریخ احمدیت جلد دوم از مولوی دوست محمد صاحب شاہد ص ۴۵۵--۴۷۰ ربوہ ۱۹۵۹ء۔

۲۔ تاریخ احمدیت جلد سوم از مولوی دوست محمد صاحب شاہد ص ۲۳ ربوہ ۱۹۶۲ء۔

رہائش گاہ کا محاصرۂ پولیس

مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے ۱۴، اکتوبر ۱۸۹۸ء کو ایک انگریزی رسالہ شائع کیا جس میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر بغاوت کا الزام لگایا۔ اس رسالہ کی اشاعت پر انگریز حکومت نے مولوی صاحب کو چار مربعوں سے نوازا اور حضرت اقدس کے خلاف حکومت کی مشینری فوراً حرکت میں آ گئی چنانچہ اکتوبر کے آخر میں ایک انگریز کپتان پولیس، انسپکٹر پولیس اور سپاہیوں کا ایک دستہ لیکر قادیان پہنچ گیا اور سپاہیوں نے حضرت اقدس کے مکان کا محاصرہ کر لیا کپتان اور انسپکٹر پولیس مسجد کی چھت پر چڑھ گئے آپ اطلاع ملنے پر تشریف لائے تو کپتان پولیس نے کہا کہ ہم آپ کی خانہ تلاشی کرنے آئے ہیں ہم کو خبر ملی ہے کہ آپ امیر عبدالرحمٰن خاں والیٔ افغانستان سے خفیہ ساز باز رکھتے ہیں اور خط و کتابت کرتے ہیں۔ [1]

پولیس کا مقدمہ حفظِ امن

ڈپٹی انسپکٹر تھانہ بٹالہ نے یکم دسمبر ۱۸۹۸ء کو ڈپٹی کمشنر گورداسپور (مسٹر جی۔ایم۔ڈوئی) کو ایک رپورٹ بھجوائی جس میں لکھا کہ:-

> ''مرزا غلام احمد نے پھر اُسی طرح اشتہار بازی شروع کر دی ہے جو موجب نقضِ امن ہے لہٰذا رپورٹ اطلاعاً ارسال بحضور ہے اشتہارات و اخبارات لف ہیں۔ جہاں اُس کا ذکر ہے اُس پر نشان سرخی سے دیا گیا ہے اگر پسند رائے حضور ہو تو معرفت انسپکٹر صاحب اس امر کی خفیہ دریافت فرما کر فریقین کی ضمانت و مچلکہ حفظ امن کا انتظام فرمایا جاوے۔
>
> تحریر یکم دسمبر ۱۸۹۸ء عرضی کمترین محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ''

(الحکم ۳، مارچ ۱۸۹۹ء ص ۶-۷)

اِس درخواست پر گورداسپور پولیس نے یہ رپورٹ لکھی:-

''سال گزشتہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے برخلاف زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری مقدمہ

---

[1] تاریخ احمدیت جلد سوئم از مولوی دوست محمد صاحب شاہد ص ۴۳-۴۴ ربوہ ۱۹۶۲ء۔

دائر کیا گیا تھا مگر کسی وجہ سے وہ رہا ہوا اور کپتان ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر نے جن کی عدالت میں یہ مقدمہ سماعت ہوا تھا حکم دیا تھا کہ آئندہ کے لئے مرزا غلام احمد ایسی پیشگوئی نہ کرے مگر اب پھر اُس نے اِس حکم کے برخلاف کرنا شروع کر دیا ہے جس سے اندیشہ نقصِ امن کا ہے ہماری دانست میں مرزا غلام احمد نے کپتان ڈگلس صاحب بہادر کے حکم اور وعدہ کے خلاف کیا ہے اور ضروری نقصِ امن روکنے کے لئے فریقین کا انتظام کرنا ضروری ہے فریقین کی حفظِ امن میں ضمانت لینی چاہیئے۔''

(الحکم ۳، مارچ ۱۸۹۹ء ص۶-۷)

ڈپٹی انسپکٹر کی رپورٹ پر ڈپٹی کمشنر نے حضرت بانئ سلسلہ کے خلاف مقدمہ حفظِ امن درج کرلیا۔ [1]

حکام کا دادرسی سے انکار، غصّہ اور دھونس

۱۹۰۰ء کے اوائل میں آپ کے جدّی بھائیوں نے ایک دیوار کھینچ کر الدّار کا محاصرہ کرلیا۔ احبابِ جماعت کے لئے اِس ناروا حرکت سے ایک انتہائی تکلیف دہ صورتحال پیدا ہوگئی جس سے نپٹنے کیلئے آپ نے احباب کے مشورہ سے یہ تجویز فرمائی کہ ضلع کے حاکم اعلیٰ کے پاس ایک وفد بھیج کر اپنی مشکلات کے ازالہ کے لئے کوشش کی جائے اتفاقاً ڈپٹی کمشنر گورداسپور اور ڈی ایس پی کا دورہ قادیان سے متصل ہرچووال میں مقرر ہوگیا۔ چنانچہ اس مقام پر پیش ہونا قرار پایا اور تقریباً پچاس نفوس پر مشتمل جماعت کا وفد ہرچووال پہنچا۔ ڈپٹی کمشنر کے پاس پہنچ کر وفد کے ترجمان نے ابھی یہی کہا تھا کہ ہم قادیان سے آئے ہیں اور کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں ڈپٹی کمشنر نے بات سننا تک گوارہ نہ کیا اور غصّہ سے کہا کہ:-

''تم بہت سے آدمی جمع ہوکر مجھ پر رعب ڈالنا چاہتے ہو میں تم لوگوں کو خوب جانتا ہوں اور میں خوب سمجھتا ہوں کہ یہ جماعت کیوں بن رہی ہے اور میں تمہاری باتوں سے ناواقف نہیں اور میں اب جلد تمہاری خبر لینے والا ہوں اور تم کو پتہ چل جائے گا کہ کس طرح ایسی جماعت بنایا کرتے ہیں نیز سپرنٹنڈنٹ پولیس کو مخاطب

---

[1] تاریخ احمدیت جلد سوئم از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص ۴۵ ربوہ ۱۹۶۲ء۔

کر کے کہا کہ ان لوگوں کا بندوبست کرنا چاہیئے اور بڑے جوش سے کہا کہ چلے جاؤ
ورنہ گرفتار کر لئے جاؤ گے۔"

(سیرۃ المہدی حصہ اوّل ص ۱۳۸-۱۳۹ طبع ثانی واصحاب احمد جلد نہم ص ۲۲۱-۲۲۴ بحوالہ تاریخ احمدیت
جلد سوم از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص ۷۷-۷۹ ربوہ ۱۹۶۲ء)

حکومت کی عدم توجہ

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے مختلف مواقع پر حکومت انگریزی کو مسلمانوں کے حقوق اور ملک میں مذہبی امن وسلامتی کی بحالی کیلئے مختلف تجاویز پیش کیں۔ آپ کی یہ تجاویز حکومت کی انتہائی سرد مہری کا شکار رہیں چنانچہ ایک تجویز کو تیسری بار دہراتے ہوئے آپ نے حکومت کی عدم توجہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

"میں نے جناب نواب وائسرائے صاحب بہادر بالقابہ کی خدمت میں دو دفعہ درخواست کی تھی کہ کچھ مدت تک اس طریق بحث کو بند کر دیا جائے کہ ایک فریق دوسرے فریق کے مذہب کی نکتہ چینیاں کرے لیکن اب تک اِن درخواستوں کی طرف کچھ توجہ نہ ہوئی لہٰذا اب بار سوم حضور ممدوح میں پھر درخواست کرتا ہوں کہ کم سے کم پانچ برس تک یہ طریق دوسرے مذاہب پر حملہ کرنے کا بند کر دیا جائے۔"

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۷ ص ۳۲ ربوہ ۱۹۶۵ء)

انگریز حکومت نے اِس تیسری بار یاددہانی پر بھی کوئی توجہ نہیں کی۔

مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی میں حکام کی جانبداری

مولوی کرم دین صاحب نے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ اور آپ کے ایک ساتھی کے خلاف ۲۸، جنوری ۱۹۰۳ء کو ایک فوجداری مقدمہ مجسٹریٹ جہلم کی عدالت میں دائر کیا جو تقریباً چھ ماہ بعد گورداسپور منتقل ہو گیا جہاں یکے بعد دیگرے دو مجسٹریٹوں کے زیر سماعت رہا اور کم وبیش دو سال چلا۔ یہ مقدمہ اپنی روداد کے لحاظ سے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے خلاف حکام کی جانبداری کا بدترین نمونہ تھا جیسا کہ درج ذیل واقعات سے ظاہر ہوگا جو کہ مقدمہ کے دوران مختلف مواقع پر پیش آئے۔

۱ - عدالت میں آپ کی اصالتاً عدم حاضری کی درخواست نامنظور۔

۲ - انتقالِ مقدمہ کی درخواست نامنظور۔

۳ - انتقالِ مقدمہ کی درخواست چیف کورٹ میں بھی نامنظور۔

۴ - سول سرجن کے جاری کردہ آپ کی خرابی صحت کے سرٹیفکیٹ پر مجسٹریٹ کا ڈاکٹر کو خود آ کر شہادت دینے کا حکم۔

۵ - عدالت میں آپ کو کرسی دینے سے انکار۔

۶ - بعض دفعہ سخت پیاس کے باوجود پانی پینے کی اجازت دینے سے انکار۔

۷ - جلد جلد پیشیاں مقرر کرنا۔ نتیجتاً آپ کا بار بار سفر اور ایک بار دو ماہ تک گورداسپور میں قیام۔

۸ - آپ کی طرف سے ایک اہم گواہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی صاحب کو پیش کرنے سے مجسٹریٹ کا انکار۔

۹ - شہادتوں کے بعد بھی حاضری عدالت سے رخصت کی درخواست نامنظور بلکہ حاضری عدالت کے لئے مچلکہ دلانے کا حکم۔

۱۰ - حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ پر ۵۰۰ روپے اور آپ کے ساتھی پر ۲۰۰ روپے جرمانہ اور عدم ادائیگی کی صورت میں چھ چھ ماہ قید کا حکم۔

یہ مقدمہ جس میں حکام نے ہر ممکن کوشش کی کہ انجام کار آپ کو قید کر دیا جائے محض تائید الٰہی کے سبب ناکام رہا اور بعد میں ہائی کورٹ میں اپیل پر اعلیٰ عدالت نے آپ کی بریت اور جرمانہ کی واپسی کا حکم دیا۔ یہ مقدمہ عدل وانصاف کے تمام اصولوں کے خلاف واضح جانبداری اور ایسا کرنے والوں پر خدائی قہر کے نزول کا ایک نشان بن کر تاریخ کے سینے میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا۔ [۱]

جماعتی کالج کی بندش

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی خواہش پر قائم ہونے والا مدرسہ تعلیم الاسلام خدا تعالیٰ کے فضل سے چند سالوں میں مڈل اور ہائی اسکول کے مرحلے سے گزر کر ۱۹۰۳ء میں ترقی دیکر کالج بنا دیا گیا۔ دو سال تک یہ کامیابی سے چلتا رہا اس کے نتائج بھی عمدہ تھے مگر حکومت کے کالج یونیورسٹی کمیشن کی کڑی شرائط کے باعث بند کر دینا پڑا۔ [۲]

۱۔ تاریخ احمدیت جلد سوئم از مولوی دوست محمد صاحب شاہد ۲۸۹-۳۱۱ ربوہ ۱۹۶۲ء)

۲۔ تاریخ احمدیت جلد سوئم از مولوی دوست محمد صاحب شاہد ۳۲۱-۳۲۴ ربوہ ۱۹۶۲ء)

مذکورہ بالا جائزہ اِس وضاحت کے لئے کافی ہے کہ جو سلوک انگریز حکومت نے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ سے روا رکھا وہ نہ صرف کسی بھی رعایت سے مبّرا تھا بلکہ مقابلتاً داد و دہش کے اُس خصوصی برتاؤ کے سراسر متضاد اور برعکس تھا جو حکومت آپ کے مخالف مسلم زعماء سے کرتی رہی۔ مجموعی طور پر یہ سلوک قطعی طور پر ایسا تھا جو ایک حکومت صرف انہی سے کر سکتی ہے جنہیں وہ اپنا مخالف جانتی ہو۔

باب ششم

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر انگریز کے ایجنٹ ہونے کا الزام
پس منظر اور پیش منظر

☆ الزام کا پس منظر

☆ الزام کا واقعاتی ردّ

☆ جماعت احمدیہ کی تاریخ۔ ایک عملی ردّ

☆ پیش منظر

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ پر انگریز کے ایجنٹ ہونے کا الزام۔ پس منظر اور پیش منظر

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ اپنی عوامی زندگی کی ابتدا ہی سے اس الزام کا نشان بنے کہ آپ انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانا چاہتے ہیں اور آپ کا دعویٰ پولیٹیکل سرداری کا ہے اس الزام کو دہرانے اور حکومت کو آپ سے پُرحزر، چوکس اور ہوشیار رہنے کی نصیحت کرنے میں وہ مسلمان علماء پیش پیش تھے جو خود حکومت کے انتہائی قریب تھے اور انگریزوں سے انعامات پا کر حق خدمت بجالانے کے لئے ہر دم مستعد اور تیار تھے۔ گو بعد میں ان علماء کی حمایت میں عیسائی پادری اور انگریزی اخبارات بھی مستعد ہو گئے۔

ایسے وقت میں جبکہ ہندوستان بھر غدر کے آخری نشانات مٹا کر دل و جان سے انگریزی حکومت کی وفاداری میں مصروف تھا اور اہل اسلام کے تمام بڑے اپنے اپنے زیراثر مسلمانوں کو یہی درس دے رہے تھے کہ انگریز اُوْلِـی الْاَمْـر ہیں اور ان کی اطاعت اور وفاداری عین اسلام ــــــ کسی کے خلاف حکومت کا باغی ہونے کا الزام شاید سب سے بڑا ممکنہ الزام تھا۔ اس الزام کی اس شدت کے سبب حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی اپنی صفائی میں لکھی جانے والی تمام تحریریں بے اثر رہیں اور حکومت انگریزی کا آپ سے سلوک انتہائی امتیازی بلکہ مخالفانہ رہا۔ جس کا اظہار ارباب حکومت کے اس رویہ سے ہوتا رہا جو انہوں نے آپ اور آپ کی جماعت سے روا رکھا۔ آپ کی جدی جائیداد جو پنجاب پر انگریزوں کے قبضہ کے وقت دیگر باغی سرداروں کے ساتھ ضبط ہو گئی تھی تمام تر کوشش کے باوجود حکومت نے اپنے ہندوستان چھوڑنے کے وقت تک آپ کو نہیں لوٹائی اور اس کے بدلے دی جانے والی پینشن بھی بتدریج کم اور آپ کے بھائی صاحب کی وفات کے بعد بالکل بند کر دی۔ آپ کو غیر ضروری مقدمات میں ملوث کیا گیا۔ آپ کی خانہ تلاشی ہوئی۔ آپ سے ملنے والوں سے پولیس نے باز پرس کی۔ آپ کے خلاف نیم سرکاری اخبارات نے غلط پروپاگنڈہ کیا۔ غرض آپ کے بارے میں مخالفین کی الزام تراشی کو عملاً انگریزی حکومت نے اہمیت دی۔

بعد میں جب انگریز حکومت کے چل چلاؤ کے آثار پیدا ہو گئے اور حکومت کی اجازت سے سیاسی سرگرمیاں شروع ہو گئیں تو مخالفین کو واضح طور پر خطرہ پیدا ہوا کہ جماعت احمدیہ کے بارے میں پھیلائے جانے والا یہ تاثر کہ یہ جماعت انگریز حکومت کے خلاف ہے اب بدلے ہوئے حالات میں بجائے بدنامی کے نیک نامی سمجھا جا سکتا ہے تو مخالفین احمدیت نے کمال دیدہ دلیری سے اپنے الزام کا رخ بھی پلٹا دیا۔ اب سیاسی ضرورت یہ ٹھہری کہ جماعت کو انگریز کی پروردہ قرار دیا جائے تا کہ عام طور پر جماعت کی مخالفت برقرار رہے۔

سیاسی ضرورتوں کے تحت اس نظریہ کی تخلیق جن لوگوں نے کی اُن میں اور اُن کے اُن بزرگوں میں جو حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے وقت میں آپ کو انگریزوں کا باغی کہتے تھے۔ متضاد الزام تراشی کے باوجود انگریز حکومت سے انعامات کے حصول میں پوری یکسانیت تھی چنانچہ جہاں مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب انگریزوں سے مربع اور خطاب پاتے رہے وہیں انجمن احرار اسلام کے کرتا دھرتا ہر موقع پر انگریزوں کے ساتھ رہے گویہ نئے آنے والے دو ہاتھ آگے تھے اور مسلمانوں کے خلاف ہر قوم ان کی دوست تھی خواہ وہ سکھ ہوں ہندو یا عیسائی ایک اور قدر مشترک ان دونوں گروہوں میں ان کی انجام کار ناکامی تھی۔

یہ نیا الزام تراشنے والے دس سال کے اندر جماعت کو ختم کرنے کے دعویدار تھے لیکن خدائے بزرگ و برتر کے زبردست ہاتھ نے جس طرح پہلے الزام تراشوں کو اپنے مقاصد میں ناکام رکھا تھا ان نئے مخالفین کو بھی عبرتناک انجام سے دوچار کیا اور ہمیشہ کی طرح جماعت کی دستگیری فرمائی۔

انگریزوں اور حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے باہم تعلقات کے واقعات وشواہد کی روشنی میں جو مکمل جائزہ ہم گزشتہ صفحات میں لے چکے ہیں اس کی روشنی میں اس بارے میں کسی اعتراض کا سرے سے کوئی جواز نہیں رہتا جیسا کہ ہمارے انصاف پسند قارئین ہم سے اتفاق کریں گے لیکن چونکہ سیاست کا بچھایا ہوا انگریز کی ایجنٹی کا بر خود الزام بار بار دہرایا جاتا ہے وہ تمام مخالف جو اپنی کم علمی یا مطلق لاعلمی کے سبب علمی بحث ونظر کے متحمل نہیں ہو پاتے یا جماعت احمدیہ کے قرآن وحدیث پر مبنی دلائل سے عاجز ہو چکے ہوتے ہیں اپنے جذبہ مخالفت کی تسکین کے لئے اس الزام کو مفید مطلب پاتے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس الزام سے متعلق حقائق کا بھی سرسری جائزہ لے لیا جائے۔

الزام کا پس منظر

انگریز کے باغی ہونے کا ابتدائی الزام

حضرت مسیح موعود کی پہلی تصنیف براہین احمدیہ کی ۱۸۸۲ء میں اشاعت کے ساتھ ہی بعض علماء نے آپ کو پولیٹیکل سرداری کا دعویٰ دار ۱؎ قرار دیکر آپ کی مخالفت شروع کردی تھی بعد میں یہ علماء حکومت انگریزی کو ہردم یہ باور کرانے کے لئے کوشاں رہے کہ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ پولیٹیکل ریفارمر ۲؎ مہدی سوڈانی سے زیادہ ضرررساں ۳؎ گورنمنٹ کے لئے محل خوف ۴؎ درپردہ گورنمنٹ کے بدخواہ ۵؎ حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے جمعیت وشوکت کے منتظر ۶؎ گورنمنٹ سے جنگ کرنے کے لئے مستعد ۷؎ اور فتنہ اور بغاوت کے لئے آمادہ ۸؎ ہیں اس لئے حکومت کو آپ سے پرحزر، غیر مطمئن اور چوکس رہنا چاہیئے۔

الزام لگانے والے

یہ پروپاگنڈہ وسیع پیمانے پر کیا گیا اور اس کے کرنے میں وہ بااثر علماء پیش پیش تھے جو خود حکومت

۱؎ اشاعۃ السنۃ جلد۷ نمبر۶ ص۱۷۶۔

۲؎ شحنہ ہند میرٹھ ۱۴، ستمبر ۱۸۹۱ء۔

۳؎ اشاعۃ السنۃ جلد۱۶ نمبر۶ ص۱۶۸۔

۴؎ اشاعۃ السنۃ جلد۱۸ نمبر۳ ص۸۱۔

۵؎ اشاعۃ السنۃ جلد۱۸ نمبر۵ ص۱۵۲۔

۶؎ اشاعۃ السنۃ جلد۱۸ نمبر۵ ص۱۵۲۔

۷؎ شہادت قرآنی از منشی محمد عبداللہ ص۲۰ مطبوعہ اسلامیہ اسٹیم پریس ۱۹۰۵ء۔

۸؎ تازیانہ عبرت از شیر اسلام مولوی کرم دین صاحب دبیر ص۹۳-۹۴ مطبوعہ مسلم پرنٹنگ پریس لاہور۔

سے اعلانیہ قریب تھے اور حق خدمت کے طور پر اس پروپا گنڈہ کو ضروری جانتے تھے چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے تو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے خلاف پروپا گنڈہ کو بڑے فخر کے ساتھ اپنا مشن قرار دیا اور اپنے اخبار اشاعۃ السنہ کو اس مقصد کے لئے وقف کر دیا تھا۔ مولوی صاحب خود اپنے لئے حکومت سے مقام قرب کے دعویدار تھے اسی سبب ان کی معروضات بحق اہل حدیث گورنمنٹ میں عزت و اعتبار سے سنی جاتی تھیں [۱] اور خود یہ نام اہل حدیث بھی مولوی صاحب کی ایما پر انگریزوں ہی نے عطا کیا تھا۔ [۲] مولوی صاحب کو لیفٹیننٹ گورنر پنجاب مسٹر سی۔ یو۔ ایچیسن نے عہدہ گورنری سے رخصت ہوتے وقت ملکہ معظمہ کی وفادار رعایا ہونے کا ایک خصوصی سرٹیفکیٹ بھی دیا لیکن ان سب پر مستزاد حکومت انگریزی کا ان کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے خلاف سرگرمیوں کے صلہ میں جاگیر بخشنا ہے جیسا کہ ان کے ایک مداح نے اعتراف کیا ہے۔

"قادیانی فتنہ کا سر بھی سب سے پہلے آپ ہی نے کچلا اور ہندوستان بھر کے علماء سے فتویٰ حاصل کر کے شائع کیا حکومت کی خدمت بھی کی اور انعام میں جاگیر پائی۔"

(سیرت ثنائی از مولوی عبدالمجید صاحب سوہدروی ص ۳۷۲)

سیاسی ضرورت کے تحت نئی الزام تراشی

بدلتے ہوئے زمانہ کی ضرورت کے مطابق پرانے اعتراض کے برعکس حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دینے کا نظریہ آپ کی وفات کے بہت بعد ۱۹۲۹ء میں قائم ہونے والی ایک سیاسی جماعت الموسوم بہ مجلس احرار اسلام کے کرتے دھرتوں کے ذہن کی پیداوار ہے۔ جن عوامل کے تحت اس سیاسی پارٹی نے یہ نظریہ وضع کیا ان کی نشاندہی مجلس کے آرگن نے اِن الفاظ میں کی ہے:۔

"جب حجۃ الاسلام حضرت علامہ انور شاہ صاحب کاشمیری، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری وغیرھم رحمھم اللہ کے علمی اسلحہ فرنگی کی اس کاشتہ داشتہ نبوت کو موت کے گھاٹ نہ اتار سکے تو مجلس احرار اسلام کے مفکر اکابر نے جنگ کا رخ بدلا نئے ہتھیار لئے اور علمی بحث و نظر کے میدان

---

[۱] اشاعۃ السنہ جلد ۹ نمبر ۱۰ تا ۱۲ ص ۲۹۲۔
[۲] اشاعۃ السنہ جلد ۹ نمبر ۷ ص ۲۰۳۔

سے ہٹ کر سیاست کی راہ سے فرنگی سیاست کے شاہکار پر حملہ آور ہو گئے۔"

(اخبار آزاد ۳۰،اپریل ۱۹۵۱ء ص ۱۷ بحوالہ تحریک احمدیت اور اس کے نقاد از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص ۳۷)

اس الزام تراشی میں احرار کی حمایت کرنے والوں میں مشہور فلسفی شاعر ڈاکٹر اقبال بھی تھے جنہوں نے خود بھی یہ نظریہ اپنا لیا تھا جیسا کہ اخبار آزاد نے ڈاکٹر اقبال کے حوالے سے لکھا:-

"علمائے ہند نے اسے خالصاً مذہبی تحریک سمجھا ہے اور مذہبی اسلحہ کے ساتھ اس کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ میرے نزدیک اس تحریک کا یہ علاج نہ تھا اور یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام کو اس تحریک کی بیخ کنی میں پوری کامیابی نہ ہو سکی۔"

(آزاد ۳۰،اپریل ۱۹۵۰ء)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ڈاکٹر اقبال ابتداً جماعت کے معترف تھے اور اپنی تحریروں میں حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کو آفتاب صدق [۱] اور ہندی مسلمانوں میں سب سے بڑے دینی مفکر [۲] اور جماعت احمدیہ کو اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ [۳] اور تبلیغ اسلام کے قابل قدر جوش کی حامل [۴] قرار دیتے تھے لیکن بعد میں اپنی سیاسی مجبوریوں کے تحت مخالفین کی صف میں جا کھڑے ہوئے اور ۱۹۳۵ء میں جماعت کے خلاف ایک سلسلہ بیانات شروع کیا اُن کی اس سیاسی مجبوری کی طرف اُن کے ایک ہمعصر اہل قلم نے یوں اشارہ کیا ہے:-

"میں علامہ ممدوح سے استصواب کرنے کی جرات کرتا ہوں کہ کیوں چوہدری ظفر اللہ خان کے تقرر کے بعد اُن کی محبت ختم رسل (فداہ ابی وامی) میں جوش آیا اور کیوں اس سے پہلے وہ اس میدان میں نہ اُترے؟ حالانکہ اس فتنہ کی عمر کشمیر کمیٹی اور چوہدری صاحب کے تقرر سے کوئی تیس سال کے قریب سے زیادہ ہے۔"

(اداریہ سید حبیب اخبار سیاست لاہور مورخہ ۱۴،مئی ۱۹۳۵ء)

---

[۱] "آئینہ حق نما" مولفہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب ص ۱۰۷-۱۰۸۔
[۲] مضمون ڈاکٹر اقبال مندرجہ رسالہ انڈین اینٹی کویری ستمبر ۱۹۰۰ء جلد نمبر ۲۹ ص ۲۳۷۔
[۳] ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر، از ڈاکٹر اقبال ۱۹۱۰ء ص ۱۸ مطبوعہ انجمن معین الاسلام لاہور۔
[۴] مکاتیب اقبال حصہ دوم ص ۲۳۳۔

غرضیکہ سیاسی ضرورتوں کے تحت سیاست کی راہ سے حضرت بانئی سلسلہ احمدیہ کو انگریزوں کا ایجنٹ اور جماعت احمدیہ کو انگریزوں کی پروردہ جماعت قرار دینے کے اِس نظریہ نے ۳۴-۱۹۳۳ء میں یوں جنم لیا اور بعد میں آنے والے مخالفین نے عام طور پر علمی بحث و نظر میں پڑے بغیر جماعت کی مخالفت کیلئے اسی لکیر کو پیٹنا آسان جانا۔

بانیانِ پروپاگنڈہ

جماعت احمدیہ کے خلاف اس سیاسی الزام تراشی کے بانی مجلس احرار اسلام کے کرتا دھرتا تھے جنہوں نے ۱۹۳۳ء - ۱۹۳۴ء میں اس سیاسی پروپاگنڈہ کا آغاز کیا۔ احرار کے لئے اس نظریہ کو جنم دینا اور پھر عوام الناس میں اس کی اشاعت کرنا ایسی چند خصوصیات کے سبب ہی ممکن ہوسکا جو ان میں نمایاں طور پر پائی جاتی تھیں اور جنہیں ایک مخالف سلسلہ مولوی صاحب نے یوں گنوایا ہے۔

> "استہزاء، اشتعال انگیزی، یاوہ گوئی، بے سروپالفاظی، اس مقدس نام کے ذریعہ مالی غبن، لادینی سیاست کے داؤ پیچ، خلوص سے محروم اظہار جذبات، مثبت اخلاق فاضلہ سے تہی کردار، ناخدا ترسی سے بھر پور مخالفت کسی بھی غلط تحریک کو ختم نہیں کر سکتی اور ملت اسلامیہ پاکستان کی ایک اہم محرومی یہ ہے کہ مجلسِ احرار اور تحفظ ختم نبوت کے نام سے جو کچھ کیا گیا ہے اس کا اکثر و بیشتر انہی عنوانات کی تفصیل ہے۔"

(تحریر مولوی عبدالرحیم صاحب اشرف "المنبر" لائلپور ۶، جولائی ۱۹۵۶ء)

احراری لیڈروں میں پھکڑ بازی اور اشتعال انگیزی کے غالب عنصر کی موجودگی کا اعتراف کرتے ہوئے مجلس کے آرگن نے لکھا:-

> "یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مجلس احرار کے خطیبوں میں جذباتیت، پھکڑ بازی اور اشتعال انگیزی کا عنصر غالب ہے یہ ٹھیک ہے مگر یہ بھی تو دیکھئے کہ ہماری قوم کی ذہنیت اور مذاق کیا ہے۔۔۔۔۔آپ ذرا حقیقت پسند، سنجیدہ اور متین بن جائیں پھر آپ مسلمانوں میں مقبول ہو جائیں اور کوئی تعمیری و اصلاحی کام کرلیں تو ہمارا ذمہ۔ یہی تو ہماری سب سے بڑی کمزوری ہے کہ ہم حقائق و واقعات سے کوئی تعلق نہیں رکھتے آپ بڑے بڑے دیانتدار، بااخلاق اور سنجیدہ متین پہاڑوں کو کھودیں تو اشتعال کا

چوہا نکلے گا۔۔۔۔۔ ہمارے احراری بزرگ اس میں سب سے آگے ہیں اس لئے وہ
شک وحسد کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔"

(اخبار آزاد ۲۷،ستمبر ۱۹۵۸ء ص ۱۷-۱۸ بحوالہ تحریک احمدیت اور اس کے نقاد از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص ۳۸)

مفاد پرستی

پھکڑ بازی اور اشتعال انگیزی کے پہلو بہ پہلو احرار کی نمایاں خصوصیت ان کی مفاد پرستی تھی۔ اس مفاد پرستی نے ہر اہم موقع پر انہیں مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں اور سکھوں کا ساتھ دینے کے لئے مستعد رکھا جب مسجد شہید گنج کا معاملہ ہوا تو احرار مسلمانوں کے خلاف سکھوں کے کیمپ میں تھے اس معاملہ میں انہوں نے انگریزوں سے بھی خوب سودے بازی کی جب ڈوگروں نے مسلمانانِ کشمیر پر ظلم توڑے تو احرار راجہ ہری سنگھ کے خصوصی مہمان بن کر سرینگر ہاؤس بوٹوں میں دادِ عیش دیتے رہے جب ۱۹۴۶ء کے انتخابات کا موقع آیا تو احرار نے مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کا ساتھ دیا۔

احرار کے اس مفاد پرستانہ کردار کا ایک شاعر نے یوں ذکر کیا ہے۔

احرار کہاں اور کہاں خدمت اسلام
چندے کی اسے فکر لگی ہے سحر و شام
ہاتھوں میں تیرے ساغر کوثر کی بجائے
میخانہ انگریز کا ہے ٹوٹا ہوا جام
واحد کسی شاعر نے یہ کیا خوب کہا ہے
احرار کا اسلام ہے سرکار کا اسلام

(اخبار سیاست مورخہ ۱۶،اگست ۱۹۳۵ء بحوالہ مسلم لیگ کا اقتدار اور مجلس احرار ص ۲۵)

وطن دشمنی

احرار نے شہید گنج کی مسجد کے معاملے میں جب اعلانیہ سکھوں کی تائید کی تو مولانا ظفر علی خان نے انہیں پنجاب اور اسلام کا دشمن قرار دیا۔ وطن دشمنی کا یہ کردار احرار کی عادت ثانیہ ثابت ہوا اور جب ہندوستان

بھر کے مسلمان اپنے آزاد وطن پاکستان کے حصول کیلئے کوشاں تھے تو احرار اعلانیہ کانگریس کی جھولی میں تھے اور پاکستان مسلم لیگ اور مسلم لیگ کے لیڈروں کو اپنی مخصوص زبان میں خوب نام دھر رہے تھے۔

احرار کا مذموم کردار پاکستان بننے کے بعد بھی جاری رہا اور پاکستان کو نقصان پہنچانے کی ان کوششوں نے ۱۹۵۳ء میں پنجاب میں فسادات کو راہ دی۔ اس وطن دشمن کردار کی گواہی کے لئے ہم ان فسادات کی تحقیقات کے لئے مقررہ عدالت کی رپورٹ میں سے چند الفاظ نقل کرتے ہیں۔

فاضل جج لکھتے ہیں:۔

''خواجہ ناظم الدین نے احرار کو دشمن پاکستان قرار دیا ہے اور وہ اپنی گذشتہ سرگرمیوں کی وجہ سے اس لقب کے مستحق تھے اُن کے بعد کے رویہ سے یہ واضح ہو گیا کہ نئی مملکت کے وجود میں آنے کے بعد وہ اس کے مخالف ثابت ہوئے۔''

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے فسادات پنجاب ص۲۹۸)

مزید لکھا:۔

''اس جماعت نے اب تک پاکستان کے قیام کو دل سے گوارہ نہیں کیا۔''

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے فسادات پنجاب ص۱۵۰)

ڈی۔آئی۔جی سی۔آئی۔ڈی نے اپنی چٹھی مورخہ ۱۲، اپریل ۱۹۵۲ء میں احرار کو کانگریس کے پٹھو ظاہر کر کے لکھا:۔

''ان میں سے بعض اب بھی کانگریس ہی کے وفادار ہیں مشہور احراری حبیب الرحمٰن تقسیم کے بعد اس صوبے کو چھوڑ کر بھارت چلا گیا بعض احراری اپنے دلوں کی گہرائیوں میں اب تک پاکستان کے غدار ہیں۔''

(رپورٹ تحقیقات عدالت برائے فسادات پنجاب ص۴۹)

فاضل جج مزید لکھتے ہیں:۔

''مولوی محمد علی جالندھری نے ۱۵، فروری ۱۹۵۳ء کو لاہور میں تقریر کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ احرار پاکستان کے مخالف تھے اور ان کے عقیدے کی وجوہ عنقریب لوگوں پر ظاہر ہو جائیں گی۔ اس مقرر نے تقسیم سے پہلے اور تقسیم کے بعد بھی پاکستان

کے لئے ''پلیدستان'' کالفظ استعمال کیا اور سید عطاءاللہ شاہ بخاری نے اپنی تقریر میں کہا کہ پاکستان ایک بازاری عورت ہے جس کو احرار نے مجبوراً قبول کیا ہے۔''

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے فسادات پنجاب ص ۲۷۵)

الزام تراشوں کے عزائم اور انجام

جماعت احمدیہ کے خلاف یہ سیاسی مہم شروع کرنے والوں نے اپنے عزائم بڑے بلند بانگ دعوؤں سے ظاہر کئے اور ایک مقررہ وقت کے اندر جماعت کے خاتمے کا خواب دیکھا لیکن خدائے بزرگ و برتر کے غالب ہاتھ نے ہمیشہ کی طرح جماعت کی دستگیری کی اور اس مخالف گروہ کو اس کے انجام تک پہنچایا۔

بلند بانگ دعوے

جماعت احمدیہ کو اپنے ہاتھوں تباہ کرنا خدائی منشا قرار دیتے ہوئے امیر شریعت احرار سید عطاءاللہ شاہ بخاری نے اس یقین کا اظہار کیا کہ:۔

''مرزائیت کے مقابلے کیلئے بہت سے لوگ اُٹھے لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ یہ میرے ہاتھوں سے تباہ ہو۔''

(سوانح حیات سید عطاءاللہ شاہ صاحب بخاری از خان کابلی ص ۱۰۰)

بعد میں احرار نے اس تباہی کیلئے میعاد کا بھی تعین کر دیا اور مفکر احرار چوہدری افضل حق صاحب نے ۱۹۳۹ء میں آل انڈیا احرار کانفرنس کے موقع پر پشاور میں یہ دعویٰ کیا۔

''احرار کا وسیع نظام باوجود مالی مشکلات کے دس برس کے اندر اندر اس فتنہ کو ختم کر کے چھوڑے گا۔''

(اعلان مفکر احرار چوہدری افضل حق صاحب بر موقع آل انڈیا احرار کانفرنس پشاور منعقدہ ۱۹۳۹ء خطبات احرار ص ۳۷)

اعترافِ شکست

خدا تعالیٰ کی خاص تقدیر کے تحت قائم شدہ جماعت کے خلاف احرار کے تمام منصوبے عزائم اور دعوے اسی طرح ناکام رہے جس طرح الٰہی تحریکوں کے خلاف دشمنوں کے عزائم ہمیشہ ناکام ہوتے رہے ہیں۔ ۱۹۳۹ء

میں دس سال کے اندر جماعت کو ختم کرنے والے ۱۹۴۹ء میں خود اپنی اوقات کا یوں اعتراف کرتے نظر آتے ہیں۔

''میں نے قائداعظم کے بوٹ پر اپنی داڑھی رکھی مگر وہ نہ پسیجے۔''

(قول عطاءاللہ شاہ بخاری صاحب مندرجہ آزاد ۱۱، نومبر ۱۹۴۹ء)

اور اس پر بس نہیں۔ بڑے طمطراق سے سیاست کی راہ سے حملہ آور ہونے والوں کو بحسرت دیاس خدا سے سزا پانے کے اعتراف کے ساتھ سیاست ہی سے تائب ہونا پڑا چنانچہ مجلس کے آرگن نے لکھا:-

''احرار اب تبلیغی جماعت ہے اس کا ملکی الیکشن یا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔۔۔۔۔
ہم نے اپنا فرض چھوڑ کر سیاست کے کانٹوں کو اپنے ہاتھ میں لیا خدا نے ہمیں سزا دی
اور الحمدللہ اب ہم سیاست سے تائب ہو چکے ہیں اور اپنے اصلی مقام پر آ گئے ہیں۔''

(آزاد ۳۰، اپریل ۱۹۵۰ء)

احرار کی ناکام و نامراد تحریک کو ان کے ایک ہم خیال نے بدقسمتی کا نام دیتے ہوئے کہا ہے کہ:-

''حقیقتاً احراری اپنی تمام تر صلاحیتوں اور عظیم قربانیوں کے باوجود بدقسمت تھے اُن کی مثال بدقسمت جرمن قوم کی سی ہے کہ جاں نثاری کے باوجود ہر معرکہ میں ہار اُن کا نوشتہ تقدیر رہی ہے۔''

(سید عطاءاللہ شاہ بخاری از شورش کاشمیری ص ۱۶۲)

یاحسرةً علی العباد

اور اس میں کیا شک ہے کہ خدائی فرستادوں اور خدائی جماعتوں کی مخالفت پر کمربستہ ہو جانا محض بدقسمتی کی ہی علامت ہے۔ قرآن کریم میں بھی ایسے لوگوں پر افسوس کا اظہار کیا گیا ہے ارشادِ باری ہے۔

یٰحَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ ج مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ. (یٰسین ۳۱)

ترجمہ:- ہائے افسوس بندوں پر کہ جب کبھی بھی ان کے پاس کوئی رسول آتا ہے وہ اس سے ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں۔

الزام کا واقعاتی ردّ

حضرت مسیح موعود پر انگریزوں کا ایجنٹ ہونے کا الزام لگانے والوں کی کل متاع آپ کی اپنی تحریرات میں سے وہ چند سیاق بریدہ اقتباسات ہیں جن میں انگریزی حکومت کی بوجوہ تعریف کی گئی ہے اور اس امن بخش حکومت کی عام وفاداری اور اعانت کے لئے اسلامی تعلیمات دہرائی گئیں ہیں یا جن میں آپ کے وقت میں عدم ضرورت کے پیش نظر جہاد کے التوا کا ذکر ہے تقریباً ایسی تمام تحریریں جنہیں مخالف کتابوں میں پیش کیا جاتا رہا ہے ہم گزشتہ صفحات میں اُن کے صحیح پس منظر میں دیکھ چکے ہیں اور ایک انصاف پسند قاری یقیناً تعجب کی نگاہ سے دیکھے گا کہ وہ تحریریں جو خود ایک الزام کی صفائی میں لکھی گئی تھیں کس طرح مخالفین کے ہاتھوں ایک اور الزام کی بنیاد بن گئیں۔

گو حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے ان ارشادات کا سیاق وسباق کے ساتھ یہ جائزہ اس جھوٹے الزام کی قلعی پورے طور پر کھول دیتا ہے تاہم گھر تک پہنچانے کی خاطر اس الزام کے رد میں ایک واقعاتی جائزہ بھی ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

کیا انگریزوں کو کسی ایجنٹ کی ضرورت تھی؟

برصغیر میں مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت ارباب حکومت کی بتدریج کمزوری اور اپنوں کی غلط کاری اور مفاد پرستی کے ہاتھوں گزرتے وقت کے ساتھ اپنی ساری آب وتاب کھو کر تاجِ دہلی پر ایک مدہم سی لو کی صورت ٹمٹما رہی تھی کہ ۱۸۵۷ء کے واقعہ غدر سے جہاں یہ دور اپنے انجام کو پہنچا وہیں ہر طرح سے زوال پذیر مسلمان قوم کو نئے غیر ملکی آقاؤں کے غضب کا نشانہ بھی بنا گیا۔

اس غدر کے بدنتائج تمام کے تمام مسلمانوں کو بھگتنے پڑے مسلمانوں کی من حیث القوم بدعملی اور بے ہنری پر مستزاد حکومت وقت کی ناراضگی اور قدیم دشمن پڑوسی ہندو کی ہر جہت میں آگے بڑھ جانے کی کوشش کا انجام مسلمانوں کی ایک عبرتناک زبوں حالی پر ہوا۔ قوم میں سمجھ بوجھ رکھنے والوں نے اس صورتحال پر مرثیے کہے اور دیوانہ وار خدا کے حضور ہاتھ پھیلائے کہ وہی اس گرداب میں سے نکلنے کا کوئی سامان کرے چنانچہ مولانا حالی نے لکھا:-

اے خاصہ خاصانِ رُسل وقت دعا ہے امت یہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے پردیس میں آج وہ غریبُ الغربا ہے
جس دین کے مدعو تھے کبھی قیصر و کسریٰ خود آج وہ مہمان سرائے فقراء ہے
وہ دین ہوئی بزمِ جہاں جس سے چراغاں اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے
بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم قضا ہے
فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہبان بیڑہ یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

(مسدّس مدّ وجزر اسلام از مولانا الطاف حسین حالی)

یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کے لیڈر غدر کے معاً بعد اس ہنگامے میں شریک افراد کی سخت ترین الفاظ میں مذمت کر کے مسلمانوں کو من حیث القوم انگریز حکومت کے وفاداروں میں شمار کرانے کے لئے کوشاں ہو گئے وقت کی نزاکت کو سمجھنے والے امت مسلمہ کے ان ہمدرد لیڈروں میں سرفہرست سر سید احمد خان صاحب تھے۔

۱۸۵۸ء میں شائع ہونے والی اپنی کتاب ''اسبابِ بغاوت ہند'' کے ذریعہ سر سید احمد خان کا انگریزوں کو اولی الامر اوران کے خلاف جہاد کو حرام اور اس میں حصّہ لینے کو حرمزدگی قرار دینا بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوا جس کے بعد ہندوستان بھر کے تمام قابلِ ذکر علماء اور دینی مراکز انگریزوں کی حمایت میں مسلمانوں کے لئے اس لائحہ عمل کو عام کرنے کے فریضہ میں تن، من، دھن سے مصروف ہو گے۔

علمائے اسلام کا انگریزوں میں ہر قسم کی خوبیوں کا اعتراف کر کے ان کی تعریف اور انہیں اولی الامر قرار دیکر ان کی اطاعت و فرمانبرداری مسلمانان ہند کے لئے فرض اور ان سے جہاد کے تصور کی سخت ترین الفاظ میں مذمت، حرمت اور ممانعت کرنے کا یہ سلسلہ ۱۸۳۵ء میں حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی پیدائش سے بھی قبل جاری تھا۔ جس میں ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد شدت پیدا ہوئی اور آپ کی اس موضوع پر ۱۸۸۲ء میں پہلی تحریر کی اشاعت تک اس فریضہ کی کما حقہ، ادائیگی ہو چکنے کے باوجود علمائے اسلام کی یہ مساعی آپ کے زمانہ ماموریت میں بلکہ آپ کی وفات کے بعد بھی پوری شدت سے جاری رہی۔

انہیں نیک اور بھر پور کوششوں کا نتیجہ تھا کہ غدر کے بعد سے مسلمان بحیثیت مجموعی انگریزوں کے وفادار اوران کے دکھ سکھ میں برابر کے شریک رہے ملکہ کی موت پر انہیں عید محرم محسوس ہوئی تو بادشاہ کی تاجپوشی کو انہوں نے عید کی طرح منایا۔ غرضیکہ کوئی بھی موقع رہا ہو مسلمانوں نے انگریز حاکموں کے لئے اپنی دلی محبت کے اظہار میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اس محبت اور یگانگت کے ماحول میں انگریزوں سے جنگ و جہاد کا

تذکرہ ہی بے محل تھا اور عملاً بھی یہی ہوا۔ اس تحریک مجاہدین سے قطع نظر جو غدر سے بہت پہلے حضرت سید احمد شہیدؒ نے انگریزوں کی اجازت اور اعانت سے سکھوں کے خلاف شروع فرمائی تھی اور جس کا رخ سید صاحبؒ کی شہادت اور سکھوں کی حکومت کے خاتمے کے بعد اُن کے متبعین نے اُن کی تعلیمات کے سراسر خلاف انگریزوں کی طرف موڑ دیا تھا۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے انگریز کے ہندوستان چھوڑ دینے تک کبھی بھی اس کے خلاف کوئی تحریک جہاد شروع نہیں کی بلکہ خود انگریزوں کے دست و بازو بن کر انگریزوں کے لئے ملک فتح کرتے رہے تھے جیسا کہ لکھا ہے:-

> ''اگر پنجاب کا یہ قصور ہے کہ وہ انگریز کے عہد میں برطانوی شہنشاہیت کا بازوئے شمشیر زن رہا ہے تو معاف کیجئے گا۔ مغربی پاکستان کا وہ کونسا صوبہ ہے جو انگریزوں کا دست وبازو نہیں رہا۔ سندھ بلوچستان میں کون سی عوامی تحریک پیدا ہوئی؟''

(ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۲، فروری ۱۹۷۱ء ص۴)

> شریف مکہ نے بیت المقدس کے عیسائیوں کے ہاتھ میں چلے جانے پر خوشیاں منائیں اور خلافت کی بیخ کنی میں پوری کوشش کی، عراق کے عربوں نے خود ذوق و شوق سے انگریزوں کو بلایا اور ترکوں کو پامال کیا۔ شام کے مسلمان غیر مسلم حملہ آوروں کے ممد ومعاون بنے ، ہندوستان ، بلوچستان اور صوبہ سرحد کے لاکھوں مسلمان ترکوں اور خلافت کی قوت کو مٹانے کیلئے برطانوی جھنڈے کے ساتھ میدان جنگ میں گئے اور انگریزی وزراء نے صاف اعلان کر دیا'' بیت المقدس اور شام کو مسلمانوں نے فتح کیا۔''

(تاریخ اسلام از عبدالرحمٰن شوق بہ اضافہ تالیف عبدالحکیم نشتر جالندھری ص ۸۱۷ لاہور چوبیسواں ایڈیشن ۱۹۶۷ء)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر انگریز کی تعریف کرنا اور اس سے عدم جہاد کی ضرورت کا اظہار انگریز کی ایجنٹی ہے تو یہ ایجنٹی تو ہندوستان بھر کے ہر طبقہ فکر، حنفی، شافعی، مالکی، شیعہ، اہل حدیث، اہل قرآن، دیوبندی، بریلوی وغیرہ کے تمام علماء کر رہے تھے اور تمام دینی مراکز بریلی ہو کہ گولڑہ۔ تھانہ بھون ہو یا کوئی اور سب اس دوڑ میں برابر کے شریک تھے اور پھر خود تمام مسلمان انگریز سے تعلق و وفاداری میں مستعد تھے اور کہیں

بھی حکومت کے خلاف کسی تحریک کا وجود نہ تھا تو ان بے شمار ایجنٹوں کے ہوتے ہوئے کیا انگریزوں کو کسی نئے ایجنٹ کی ضرورت تھی؟ اس سوال کا جواب یقیناً نفی میں ہے اور اس نفی کے ساتھ ہی حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ پر انگریز کی ایجنٹی کے الزام کی عمارت خود بخود زمین پر آن رہتی ہے۔ اسی حقیقت کا ادھورا اعتراف ایک مخالف نے یوں کیا ہے:-

> ''مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے تھے اس وقت تک ہندوستان میں تحریک آزادی نے صحیح معنوں میں جنم ہی نہ لیا تھا اور انگریزوں کو اپنی رعایا میں وفا پیشہ افراد اور جماعتوں کی خاص طور پر حاجت نہ ہوئی تھی مرزا صاحب کے زمانے میں اُن کے مشہور مقتدر مخالفین مثلاً مولوی محمد حسین بٹالوی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولوی ثناءاللہ صاحب، سرسید احمد خان، یہ سب انگریزوں کے ایسے ہی وفادار تھے جیسے مرزا صاحب یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں جو لٹریچر مرزا صاحب کے ردّ میں لکھا گیا اس میں اس امر کا کوئی ذکر نہیں ملتا کہ مرزا صاحب نے اپنی تعلیمات میں غلامی پر رضامند رہنے کی تلقین کی ہے۔''

(احمدیہ تحریک ص ۲۴۳ از ملک محمد جعفر خان صاحب ایڈووکیٹ شائع کردہ سندھ ساگر اکیڈمی لاہور بحوالہ تحریک احمدیت اور اس کے نقاد از مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص ۳۹-۴۰)

کیا حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ اس مقصد کے لئے ایک موزوں شخصیت تھے؟

اس حقیقت سے قطع نظر کہ انگریز کو ہندوستان کے مسلمانوں میں اپنی محبت اور وفاداری پیدا کرنے اور اپنی حکومت کو کسی امکانی جہاد بالسیف سے بچانے کے لئے کسی خاص جماعت اور فرد کی خدمات کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ تمام مسلم علماء پہلے ہی اپنی سمجھ بوجھ سے از خود اس تعلیم کو عام کرنے میں ہمہ تن مصروف تھے لیکن بالفرض اگر اس مقصد کے لئے انگریز کسی ایجنٹ کے متلاشی ہوتے بھی تو اس کا انتخاب حکومت کے ان وفادار علماء میں سے کسی بڑے دینی مرکز سے متعلق اور مسلمانوں میں وسیع اثر ورسوخ رکھنے والی کوئی مشہور شخصیت ہونی چاہئے تھی۔ تا وہ اس کی مساعی سے مطلوبہ نتائج جلد تر حاصل کر سکتے۔ ایک ایسا

وجود یقیناً مفید مطلب نہیں ہوسکتا تھا جو ایک گمنام جگہ پر بھی گمنام ہو اور جو اپنی پہلی تصنیف کے ساتھ ہی متنازعہ شخصیت بن چکا ہو اور جس کی مخالفت ملک میں بسنے والی تمام قومیں کیا ہندو کیا عیسائی اور کیا دیگر مسلمان پوری شد و مدّ سے کر رہی ہوں اور جس کے ماننے والے اس مخالفت کے سبب اپنی ذاتی وجاہت اور نیک نامی بھی کھو بیٹھے ہوں۔

اپنے ہم عصر علمائے اسلام کے مقابلے میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا انگریز کے ایجنٹ بننے کے لئے غیر موزوں ہونے کی وجہ صرف یہی نہ تھی کہ آپ کسی مشہور دینی مرکز سے متعلق نہ تھے یا آپ کا اثر ورسوخ نہ ہونے کے برابر تھا یا ملک بھر کے ہندو، مسلمان اور عیسائی آپ کے مخالف تھے بلکہ سب سے بڑھ کر اس کا سبب خود آپ کا دعویٰ، مشن اور مقصد تھا جو انگریزوں کے مشن اور مقصد کے بالکل مخالف تھا۔

انگریزوں نے ہندوستان پر اپنی حکومت کا بنیادی مقصد انجام کار یہاں پر مسیحیت کا کامل غلبہ اور یسوع مسیح کی حکومت قرار دے رکھا تھا۔ اُن کے نزدیک ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت حکومت کا مفاد اور اس کے تحفظ کا ذریعہ تھا اور ہر نیا ہندوستانی عیسائی اُن کی سلطنت کے استحکام میں مددگار تھا اور اس مقصد کے حصول کے لئے انگریز حکومت کی ساری مشینری پورے طور پر مصروف عمل تھی اور اپنی مساعی اور اس کے نتائج سے مطمئن ہوکر انگریز مستقبل میں یسوع مسیح کی عالمگیر بادشاہت اور دیگر تمام مذاہب بالخصوص اسلام کے مکمل خاتمے کی پیش خبریاں برملا کر رہے تھے۔ اس کے برعکس حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اپنا مشن صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کرنا، صلیب کو توڑنا اور مخلوق پرستی کے ہیکل کو کچلنا قرار دیتے ہیں اور ایک نئی زمین اور ایک نئے آسمان کی بشارت دیتے ہیں جس میں نہ کوئی مصنوعی کفارہ ہوگا اور نہ مصنوعی خدا۔ آپ اپنے اس مشن کے تحت اپنی حیات طیبہ عیسائی پادریوں کو اسلام پر حملوں کی روک تھام اور جوابی حملے کرنے اور ردّ عیسائیت کے لئے ایک مستقل علمی اسلحہ خانہ کی تخلیق میں گزارتے ہیں۔

مقاصد کا یہ تضاد اس قدر واضح اور نمایاں ہے کہ اس کو دیکھتے ہوئے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر انگریزوں کے ایجنٹ ہونے کے الزام کی حقیقت ایک بھونڈے مذاق سے زیادہ نہیں رہتی۔

کیا ایجنٹ ایسے ہوتے ہیں؟

عیسائیت کی ترویج و اشاعت میں انگریز حکومت جس قدر مستعد اور حساس تھی اس کے پیش نظر عیسائیت کے ردّ میں کسی بھی کوشش کو بجا طور پر انگریز حکومت کے مفاد سے بغاوت تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ

جمعیت العماء ہند کے ایک سابق ناظم صاحب لکھتے ہیں:۔

''ردّ عیسائیت بظاہر ایک واعظانہ اور مناظرانہ چیز ہے جس کو سیاست سے بظاہر کوئی تعلق نہیں لیکن غور کرو جب حکومت عیسائی گر ہو جس کا نکتہ نظر ہی یہ ہو کہ سارا ہندوستان عیسائی مذہب اختیار کر لے اس کی تمنا دلوں کے پردہ سے نکل کر زبانوں تک آرہی ہو اور بے آئین اور جابر حکومت کا فولادی پنجہ اس کی امداد کر رہا ہو تو یہی تبلیغ اور خالص مذہبی خدمت کس قدر سیاسی اور کتنی زیادہ سخت اور صبر آزما بن جاتی ہے بلاشبہ ردّ عیسائیت کے سلسلہ میں ہر ایک مناظرہ ہر ایک تبلیغ ہر ایک تصنیف اغراض حکومت سے سراسر بغاوت تھی۔''

(علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے از سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیت العلماء ہند ص ۲۶)

حضرت مسیح موعود نے تو اول دن ہی سے اپنا یہ مشن ظاہر فرمایا تھا کہ آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کرنے کیلئے مامور کئے گئے ہیں اور یہ کہ عیسائی پادری دجال معہود ہیں جن کا خاتمہ آپ کے فرائض میں شامل ہے اور انگریز حکومت کے مشن سے براہِ راست متصادم اس مشن کی تکمیل کیلئے آپ نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا اعلان فرمایا اور اپنی حیات طیبہ کا ہر ہر دن اسی جہاد میں مصروف رہ کر گزارا اور یوں عملاً انگریز حکومت کی اغراض کے ایک زبردست باغی کی زندگی بسر کی۔

عیسائیت کے خلاف آپ کی اس جدوجہد کا ذکر ہم گذشتہ صفحات میں کر آئے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے کس طرح اسلام کے خلاف پادریوں کے حملوں کی روک تھام کی اور ان پر جوابی حملے کر کے اسلام کی برتری ثابت فرمائی اور ردّ عیسائیت کے لئے ایک عظیم الشان اور جدید علم الکلام تخلیق فرمایا اس باب میں آپ نے عیسائیوں کے خدا حضرت مسیح ناصری کے انتقال کی خبر اور اس پر دلائل جمع کر کے عیسائیت پر وہ بنیادی تبر رکھا کہ جو دراصل عیسائیت کے انجام کار خاتمہ کی بنیاد ہے پھر آپ نے تبلیغ حق کے فریضہ کی ادائیگی کے تحت انگریز حکام بلکہ خود ملکہ انگلستان کو ایک سے زائد بار دعوت اسلام دی۔

غرضیکہ ردّ عیسائیت کے لئے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی ان مسلسل ''باغیانہ'' سرگرمیوں کا ایک سرسری سا جائزہ بھی اس نتیجہ تک پہنچانے کے لئے کافی ہے کہ آپ پر انگریزوں کے ایجنٹ ہونے کا الزام محض ایک مکروہ جھوٹ ہے۔

کیا یہ کام انگریز کے ایجنٹ کے ہیں؟

انگریز حکومت کی جائز تعریف اور بوجوہ شکر گزاری کا اظہار اور عدم ضرورت کے سبب التوائے جہاد کے فتویٰ کی حد تک حضرت مسیح موعود کا عمل اپنے ہم عصر علماء اسلام سے مطابقت رکھتا تھا لیکن جہاں دوسرے علماء نے اسی عمل پر اکتفا کر لیا وہاں حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ حکومت سے لاتعلقی کے فاصلے پر رہ کر قیصر کا حق قیصر کو دینے کے ساتھ انگریز حکومت کے مقصد اور مفاد کے بالکل برعکس ایک مشن رکھ کر اس کی تکمیل کے لئے مصروف عمل رہے اور آپ نے حسب ضرورت پوری بے باکی سے حکومت پر جائز تنقید کرنے اور مسلمانوں کے حقوق کے لئے آواز بلند کرنے میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

مزید یہ کہ آپ نے خدائی تقدیر کے تحت اپنے آپ کو انگریز حکومت کے لئے حرز سلطنت، تعویز اور پناہ قرار دیا اور الہام الٰہی کے مطابق اپنے بعد ایک معین عرصہ میں حکومت کے زوال کی خبر بھی سنائی اور اس وقت ساری دنیا پر پھیلی ہوئی انگریز عیسائی حکومت کے بالمقابل آپ نے ایک نئی زمین اور نئے آسمان پر مشتمل ایک نظام نو کی بشارت دی جو خدائی خبر کے مطابق تمام زمین پر محیط ہوگا اور جس کے وارث مسلمان ہونگے آپ نے اپنی جماعت میں بادشاہوں کی شمولیت کی خوشخبری بھی عام طور پر شائع کی اور یوں ایک عالمگیر اسلامی حکومت کے قیام کی عام منادی کی۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا انگریز راج میں اسلامی سلطنت کے قیام کی منادی اور حکومت کے مفاد سے ٹکراتی ہوئی سرگرمیوں پر مشتمل یہ سب کام انگریز کے کسی ایجنٹ کے ہیں؟ اس سوال کا جواب لازماً نفی میں ہے لیکن اس کے باوجود حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ پر انگریز کی ایجنٹی کا الزام حقیقتاً ایک حیران کن جھوٹ ہے۔

آپ اور آپکی جماعت سے کس کو فائدہ پہنچا؟

حضرت مسیح موعود آپ کے مشن اور جماعت کی سرگرمیاں انگریز حکومت کے مفاد کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ مثبت طور پر ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کے مفاد میں رہیں۔ مذہبی طور پر یہ مفاد روز روشن کی طرح واضح ہے حضرت مسیح موعود سے قبل ہندوستان میں عیسائیت کی رو بلا کسی روک ٹوک کے پھیلتی جاتی تھی اور بڑی بڑی مسجدوں کے امام، خطیب اور دیگر مولوی عیسائی ہوتے جاتے تھے۔ اور پورے

ہندوستان کا عیسائی ہو جانا قرین قیاس ہو گیا تھا۔ یہ صرف حضرت مسیح موعود کی مساعی حسنہ اور آپ کا علم کلام تھا جس کی بدولت یہ رَو رُک گئی اور اس کے بعد عیسائی ہونے والوں میں صرف وہ محتاج اور غریب لوگ رہ گئے جو ضرورت کے تحت پادریوں کی مان لیتے تھے اور یوں انگریز حکومت کا شروع کردہ یہ پروگرام عملاً ناکام ہو گیا۔ پھر آپ کی قوتِ قدسیہ کی بدولت تمام دنیا میں احیائے اسلام کا سامان پیدا ہوا۔ آپ کی تعلیمات سے روشنی پا کر اسلام کے لئے جان اور مال قربان کرنے کے جذبے کے ساتھ آپ کی جماعت کے ہاتھوں تمام دنیا میں اشاعت اسلام کی ایک نہایت عظیم الشان مہم شروع ہوئی یہ مساعی یقیناً عالم اسلام کے انتہائی مفاد میں تھی اور ہے۔ جس کا اعتراف تمام روشن خیال مسلم زعماء تمام اسلامی دنیا میں ہمیشہ کرتے رہے ہیں۔

دوسری طرف سیاسی طور پر بھی حضرت مسیح موعود اور جماعت احمدیہ کی سرگرمیاں ہمیشہ اہل اسلام کے مفاد میں رہیں۔ تاریخی لحاظ سے تقریباً تمام دنیائے اسلام پر انگریز اور دیگر یورپی طاقتوں کا قبضہ ۱۸۸۹ء میں حضرت مسیح موعود کے دعویٰ مسیحیت اور مہدویت سے پہلے ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کی سب سے حکومت سلطنت عثمانیہ ۱۸۵۷ء سے ۱۸۹۹ء کے درمیان گھٹ کر رقبہ میں ایک تہائی سے کم اور آبادی میں صرف چوتھا حصہ رہ گئی تھی۔ عالم اسلام کی یہ کمزوری دشمنانِ اسلام کی خوشی کا سامان تھا اور وہ بڑے تمسخر سے اس کا ذکر کرتے تھے۔ چنانچہ Lord Curzon کی ایک کتاب میں شامل Sir Alfred Lyall کی ایک نظم میں ایک مسلمان بادشاہ سے یوں کہلوایا گیا ہے:۔

"But the kingdoms of Islam are crumbling,
And round me a voice ever rings,
Of death and the doom of my country,
Shall I be the last of its Kings?"

(The Missions of the Church Missionary Society by Robert Clark, P.241, London, 1904)

ترجمہ:۔ ''اسلام کی بادشاہتیں خستہ ہو رہی ہیں اور میرے اردگرد ہمیشہ موت اور میرے ملک کی ہلاکت کی آواز گونجتی ہے کیا میں اس کا آخری بادشاہ ہوں گا؟''

خود مسلمان شاعر مرثیہ گو تھے کہ

؎ رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی [1]

اس پس منظر میں حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی خدائی تقدیر کا اعلان فرمایا اور آپ کی پیشگوئی کے مطابق انگریزی سلطنت زوال پذیر ہوئی اور آہستہ آہستہ تمام اسلامی سلطنتیں دوبارہ آزاد ہوئیں۔ عالم اسلام کی سیاسی آزادی وخودمختاری اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے خدائی پروگرام ہی کا ایک حصہ ہے اور اس سبب جماعت احمدیہ ہر اسلامی حکومت کے دکھ درد میں برابر کی شریک رہی اور عالم اسلام کو پیش آمدہ ہر مسئلہ پر حضرت مسیح موعود کے جانشین اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ فہم وبصیرت، کے تحت رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں۔ خدمات کے اس دائرہ میں حجاز مقدس، مصر، شام و فلسطین، عراق، ایران، ترکی، افغانستان، انڈونیشیا اور پاکستان سب ہی شامل ہیں اور ان میں بیشتر مسائل پر مسلمانوں اور انگریزوں کے مفاد باہم متصادم تھے۔

غرضیکہ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ اور جماعت احمدیہ عالم اسلام کے مفاد میں سرگرم اور کوشاں رہے ہیں اور یوں یہ گواہی بھی انگریزوں کی ایجنٹی کے الزام کو جھوٹا ثابت کرتی ہے۔

کیا انگریزوں نے آپ کے ساتھ ایجنٹوں والا سلوک کیا؟

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے ساتھ انگریزوں نے جو سلوک روا رکھا وہ ہر جہت سے امتیازی اور غیر دوستانہ تھا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ جہاں دیگر علمائے اسلام انگریز حکومت سے ہر قسم کے انعامات، اعزازات، خطابات اور مربع جات پاتے رہے وہاں حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کو وہ جائیداد بھی واپس نہ ملی جو انگریزوں نے پنجاب پر قبضہ کے وقت باغی سرداروں کی جائیدادوں کے ساتھ ضبط کرلی تھی اور جس کی واگذاری کے لئے ایک عرصہ تک آپ کے خاندان اور انگریز حکومت کے درمیان خط وکتابت جاری رہی۔ حکومت یہی وعدہ کرتی رہی کہ موقع ملنے پر جاگیر واپس کردی جائے گی لیکن سو سال تک حکومت کرنے کے باوجود یہ موقع نہ آیا مزید یہ کہ انگریزوں نے آپ کو اس پینشن کا حقدار بھی نہ سمجھا جو اس جائیداد کے عوض ملتی تھی یہ پینشن بتدریج کم ہوکر آپ کے بڑے بھائی صاحب کی وفات پر بالکل بند ہوگئی۔

---

[1] مسدس مدّ وجزر اسلام از مولانا الطاف حسین حالی ۱۸۸۹ء۔

حضرت مسیح موعود کی سرگرمیاں انگریز حکومت اور حکومت سے قریب مسلمان علماء اور عیسائی پادریوں کو یکساں ناپسند رہیں۔ مولوی گورنمنٹ کو بار بار یہ جتاتے رہے کہ آپ کا وجود گورنمنٹ انگریزی کے لئے سوڈانی مہدی سے بھی زیادہ خطرناک ہے تو پادری یہ نظریہ پیش کرتے رہے کہ موقع اور طاقت ملنے پر کوئی عجب نہیں کہ آپ حکومت کے خلاف تلوار اٹھالیں۔ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی مخالفت میں خود انگریزوں کا سب سے بڑا اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ بھی شامل تھا جو آپ کو خطرناک مذہبی جنونی شمار کرتا اور یہ لکھ کر کہ ''اس کی باتوں میں ایک دبی ہوئی وحشت ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ وہ امکانی طور پر ایک خطرناک ہلالی ہے'' آپ پر مزید توجہ دینے کی ضرورت پر زور دیتا۔

انگریز حکومت اپنے قریبیوں کی حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے خلاف یکزبان شکایات پر پوری مستعدی سے حرکت میں رہی اور اس کی مشینری نے آپ سے ہمیشہ حکومت کے مخالفوں والا سلوک ہی کیا۔ انگریز کی پولیس نے آپ کی باقاعدہ نگرانی، خانہ تلاشی اور محاصرہ کیا۔ انگریز عدالتوں نے آپ سے جانبداری برتی اور انگریز حکام نے غصہ اور دھونس کا برتاؤ کیا۔

یہ سلسلہ نہ صرف حضرت مسیح موعود کی حیات طیبہ میں جاری رہا بلکہ بعد میں بھی جب حکومت کی پروردہ مجلس احرار نے جماعت کے خلاف شورش برپا کی تو انگریز حکومت نے پھر جماعت احمدیہ کو ہی موردِ الزام قرار دیا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس وقت فرمایا:-

> ''حکومت نے اندھا دھند اپنا قلم اٹھایا اور ہمیں باغی اور سلطنت کا تختہ الٹ دینے والا قرار دے دیا۔''

(خطبہ حضرت خلیفۃ الثانی۔ روزنامہ الفضل ۱۱، نومبر ۱۹۳۴ء قادیان)

غرض جماعت احمدیہ سے انگریز حکومت کا رویہ ہمیشہ مخالفانہ رہا اور یہ کبھی بھی حکومت کے کسی انعام کی حقدار نہیں ٹھہری۔ چنانچہ جب ۱۹۳۵ء کے ہنگامہ میں پنجاب کی انگریز حکومت اور چھوٹے بڑے افسر مجلس احرار کی سرپرستی اور جماعت کی کھلی مخالفت کر رہے تھے تو حضرت امام جماعت نے انگریز حکومت کو یہ چیلنج دیا کہ:-

> ''جب تک انسان کسی کو اپنا دوست سمجھتا ہے اس وقت تک اگر کوئی راز اس کو معلوم ہو تو وہ اس کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ اسے چھپاتا ہے اور یہ کہتا ہے میرا دوست ہے لیکن گورنمنٹ کا موجودہ رویہ بتا رہا ہے کہ وہ ہمیں اپنے دوستوں میں سے نہیں بلکہ مخالفوں میں سے

سمجھتی ہے ایسے موقع پر میں حکومت کو متواتر چیلنج دے چکا ہوں کہ وہ ثابت کرے کہ ہم نے کبھی اس سے کوئی فائدہ اٹھایا ہو جو رعایا کے عام حقوق سے بالا ہو۔ اگر ہم نے اس کی خدمت کر کے کوئی دنیوی فائدہ حاصل کیا ہے تو اب اس کا فرض ہے کہ وہ اسے دنیا کے سامنے پیش کر کے ہمیں لوگوں میں شرمندہ کرے۔۔۔۔۔ مخالف کہتے ہیں کہ احمدیوں کے خزانے گورنمنٹ بھرتی ہے اگر واقعہ میں یہ بات درست ہے تو اب گورنمنٹ کے لئے خوب اچھا موقع ہے وہ اعلان کردے کہ فلاں موقع پر ہم نے احمدیوں کو اتنا روپیہ دیا تھا۔"

(روزنامہ الفضل ۱۶، اگست ۱۹۳۵ء قادیان)

کیا انگریز حکومت کے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ اور جماعت احمدیہ سے اس منفی، غیر ہمدردانہ اور مخالفانہ سلوک کے ہوتے ہوئے آپ پر انگریزوں کے ایجنٹ ہونے کے الزام کا جھوٹ ہونا مزید اور کوئی دلیل بھی چاہتا ہے؟

اگر انگریز مسلمان ہوتے؟

گو باہر سے حملہ آوروں کا آنا برصغیر میں کوئی نئی بات نہ تھی۔ یہاں وقتاً فوقتاً حکومت کرنے والے سارے خاندان مثلاً غزنوی، غوری، لودھی، ابدالی اور خود مغلیہ خاندان سب اپنی اصل کے اعتبار سے غیر ملکی ہی تھے لیکن اُن میں اور انگریزوں میں مذہب کے فرق نے اصل فرق پیدا کر دیا تھا اگر انگریز مسلمان ہوتے تو شاید ان کا سات سمندر پار سے آنا اتنا ہی غیر اہم ہو جاتا جتنا بابر کا ہمالیہ پار سے آنا تھا۔

مذہب کے اس بنیادی اختلاف کا تقاضا یہ تھا کہ ایک طرف تو اس نئے مذہب کو پھیلنے سے روکا جائے۔ دوسرے خود ان عیسائیوں کو دعوت اسلام دی جائے۔ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے یہی راہ اپنائی۔ عیسائیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے آگے بند باندھنے کا مشکل اور بظاہر ناممکن کام آپ نے محض اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے انتہائی حسن وخوبی سے انجام دیا اور اس طرح دعوت اسلام کو عام کرنے

کے لئے بھی انتہائی عظیم الشان جدو جہد فرمائی۔

آپ کی ان مساعی کا تفصیلی ذکر ہم گذشتہ ابواب میں کر چکے ہیں یہاں صرف یہ اشارہ مقصود ہے کہ وقت کے نباض کی حیثیت میں آپ کا یہ کردار آپ کو امت مسلمہ کے ایک عظیم مصلح کی حیثیت میں نمایاں کرتا ہے اور اس کردار کے ساتھ آپ پر انگریز کے ایجنٹ ہونے کا الزام محض جھوٹ ہے۔

جماعتِ احمدیہ کی تاریخ - ایک عملی ردّ

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے مامور تھے اس مقصد کے تحت جہاں آپ نے اسلام کے عالمگیر غلبہ کے لئے بنیادی مساعی فرمائی وہیں اہل اسلام کی سیاسی آزادی اور خوشحالی کے لئے رہنمائی فرمائی۔ آپ کی سیاسی بصیرت نے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے جو راہ عمل تجویز فرمائی اس میں مسلمانوں کو حکومت خود اختیاری (Self Government) دینے کا مطالبہ اور دو قومی نظریہ کی نشاندہی ایسے امور ہیں جن کی طرف مسلمہ سیاسی لیڈروں کی توجہ بھی ربع صدی کے بعد ہی ہوئی۔ آپ نے مسلمانوں کیلئے انگریزوں کی غلامی کے دور کو عارضی قرار دیتے ہوئے اس درمیانی عرصہ میں ہندوؤں سے بالکل علیٰحدہ رہ کر فنون اور علوم سیکھنے کی طرف بھی توجہ دلائی اور مسلمانوں کی ایک علیٰحدہ سیاسی جماعت کی تائید فرمائی۔

اہل اسلام کے مفاد میں حضرت بانیٔ سلسلہ کی بنیادی رہنمائی سے روشنی پاکر جماعت احمدیہ ہمہ وقت میدان عمل میں رہی اور قیام واستحکام پاکستان کے ہر مرحلہ پر انتہائی قیمتی خدمات سرانجام دیں۔ اسی طرح عالمگیر نشاۃ ثانیہ کے مشن کے تحت دنیائے اسلام کی آزادی میں بھی ایک انتہائی مثبت کردار ادا کیا۔

اسلام اور اہل اسلام کی حمایت میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور جماعت احمدیہ کی خدمات میں سے بیشتر انگریزوں کے مفاد سے براہِ راست متصادم تھیں اور اس طرح یہ سرگرمیاں انگریزوں کی ایجنٹی کے اس جھوٹے الزام کا عملی ردّ ٹھہرتی ہیں۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی سیاسی بصیرت

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ہندوستان پر انگریزی حکومت کے قیام کے اسباب کی نشاندہی فرمائی اور کھوئی ہوئی آزادی کے دوبارہ حصول کے لئے علوم وفنون کی طرف توجہ اور ایام غلامی کو انتہا تک نہ پہنچنے دینے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:-

''یہ اچھا ہوا کہ بہ سبب احسن تدبیر گورنمنٹ برطانیہ کے اس ملک کے اسباب تنعم اور

آرام طلبی کچھ مختصر کئے گئے تالوگ فنون اور علوم کی طرف متوجہ ہوں اور روحانی ترقیات کا بھی دروازہ کھلے اور نفسانی جذبات کے وسائل کم ہو جائیں سو یہ سب کچھ عہد سعادت مہد ملکہ معظمہ قیصرہ ہند میں ظہور میں آیا۔ میں خوب جانتا ہوں کہ مصیبت اور محتاجگی بھی انسان کی انسانیت کے لئے ایک کیمیا ہے بشرطیکہ انتہا تک نہ پہنچے اور تھوڑے دن ہو سو ہمارا ملک اس کیمیا کا بھی محتاج تھا۔

(تحفہ قیصریہ ۲۵، مئی ۱۸۹۷ء روحانی خزائن جلد نمبر ۱۲ ص ۲۷۰ الشرکتہ الاسلامیہ ربوہ ۱۹۶۳ء)

حکومت خود اختیاری کا مطالبہ

برصغیر میں کسی سیاسی پلیٹ فارم پر (Self Government) کے الفاظ پہلی بار بیسوی صدی کی تیسری دہائی میں سنے گئے لیکن یہ تصور اور انگریز حکومت سے مسلمانوں کے لئے اس کا سب سے پہلا مطالبہ کرنے والی شخصیت خود حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ ہیں۔ آپ نے ۱۸۹۳ء میں ملکہ انگلستان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:-

> ''اے قیصرہ! میں آپ کو ایک نصیحت کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو آپ کی مملکت میں ایک خصوصیت حاصل ہے اس لئے آپ کو چاہیئے کہ مسلمانوں پر خاص نظر عنایت رکھیں اور ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائیں اور ان کی تالیفِ قلوب کریں اور اپنے اکثر مقرب اور وزراء انہیں میں سے بنائیں۔''

نیز فرمایا:-

> ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُن کا ملک دیا ہے جہاں وہ ایک ہزار سال تک حکومت کر چکے ہیں اور انہیں اس ملک میں ایک خاص شان حاصل تھی اور وہ ہندوؤں پر حاکم رہے ہیں۔ پس آپ کے لئے یہی مناسب ہے کہ آپ ان سے عزت کا معاملہ کریں اور بڑے بڑے مناسب اور عہدے اُن کے حوالے کریں۔''

(آئینہ کمالاتِ اسلام بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۵ ص ۵۳۵-۵۴۰ (خلاصہ ترجمہ از عربی) ربوہ ۱۹۵۹ء)

دوقومی نظریہ کی ترویج

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ برصغیر میں وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے ہندو اور مسلمانوں کے دو علیحدہ قومیں ہونے کا نظریہ پیش کیا اور اس مذہبی فرق کی بنیادی اہمیت کو اجاگر فرمایا۔ آپ کی طرف سے یہ اعلان اس وقت ہوا جب بڑے بڑے سمجھدار مسلمان لیڈر بھی اس فرق کو اہمیت نہ دیتے تھے اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر آزادی پانے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ دوقومی نظریہ کی بنیاد پر ہی آپ نے کانگریس کے بالمقابل مسلم لیگ کے قیام کی تائید فرمائی اور مسلمانوں کو ہندوؤں سے جوڑ نہ رکھنے کی طرف واضح الفاظ میں توجہ دلائی۔ آپ کی ایسی دو تحریرات ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

(۱) ''مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہندوؤں سے بالکل جوڑ نہ رکھیں اگر انگریز آج یہاں سے نکل جاویں تو ہندو مسلمانوں کی بوٹی بوٹی کردیں۔''

(ارشاد ۲۷، دسمبر ۱۹۰۷ء ملفوظات جلد نمبر ۱۰ ص ۵۳ الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ ۱۹۶۷ء)

(۲) ''مجھے ان صاحبوں سے اتفاق رائے نہیں ہے جو کہتے ہیں کہ ہندو مسلمانوں کی باہمی عداوت اور نفاق کا باعث مذہبی تنازعات نہیں ہیں۔ اصلی تنازعات پولیٹیکل ہیں۔

یہ بات ہر یک شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ مسلمان اس بات سے کیوں ڈرتے ہیں کہ اپنے جائز حقوق کے مطالبات میں ہندوؤں کے ساتھ شامل ہو جائیں اور کیوں آج تک ان کی کانگریس کی شمولیت سے انکار کرتے رہے ہیں اور کیوں آخر کار ہندوؤں کی درستی رائے محسوس کر کے اُن کے قدم پر قدم رکھا مگر الگ ہو کر اور ان کے مقابل پر ایک مسلم انجمن قائم کر دی مگر ان کی شراکت کو قبول نہ کیا۔

صاحبو! اس کا باعث دراصل مذہب ہی ہے اِس کے سوا کچھ نہیں۔''

(پیغامِ صلح بحوالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۲۳ ص ۴۵۷ ربوہ ۱۹۶۸ء)

قیام پاکستان کے لئے جماعت احمدیہ کی مساعی

برصغیر میں مسلمانوں کی رہنمائی کا یہ فریضہ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے بعد آپ کے روحانی

جانشینوں نے اس طرح جاری رکھا۔ ہندوستان کی آزادی کا تصور اگست ۱۹۱۷ء میں برطانوی حکومت کے وزیر ہند کے اس بارے میں ایک اعلان سے پیدا ہوا اس وقت سے لیکر اگست ۱۹۴۷ء میں حصول آزادی کے وقت تک حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی نے ہر قدم پر امت مسلمہ کی رہنمائی فرمائی اور قیام پاکستان یقینی طور پر اس رہنمائی کا نتیجہ ہے۔

تحریک پاکستان میں جماعت احمدیہ کی مساعی حسنہ کے تفصیلی ذکر سے قطع نظر کر کے ہم اِس وقت صرف اس مساعی پر پریس کے چند تبصرے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

۱- مولانا محمد علی صاحب جوہر نے فرمایا:-

''ناشکر گذاری ہوگی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کر دی ہیں یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاست میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم، تبلیغ و تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں اور وہ وقت دور نہیں جبکہ اسلام کے اس منظم فرقہ کا طرز عمل سوادِ اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمت اسلام کے بلند بانگ و در باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔''

(تحریر مولانا محمد علی صاحب جوہر ''ہمدرد'' دہلی ۲۶، ستمبر ۱۹۲۷ء)

۲ - مولانا غلام رسول مہر صاحب نے لکھا:-

''جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد ۔۔۔۔۔۔ کی سیاست کا ایک زمانہ قائل ہے اور نہرو رپورٹ کے خلاف مسلمانوں کو مجتمع کرنے میں مسائل حاضرہ پر اسلامی نقطہ نگاہ سے مدلّل بحث کرنے اور مسلمانوں کے حقوق کے متعلق استدلال سے مملو کتابیں شائع کرنے کی صورت میں آپ نے بہت ہی قابل تعریف کام کیا ہے۔''

(اخبار سیاست ۲، دسمبر ۱۹۳۰ء)

۳ - ''اس کے بعد مسٹر جناح نے کوئٹہ میں تقریر کی اور مرزا محمود کی پالیسی کو سراہا اس کے بعد سنٹرل اسمبلی کے الیکشن ہوئے تو تمام مرزائیوں نے مسلم لیگ کو ووٹ دیئے۔

(مسلم لیگ اور مرزائیوں کی آنکھ مچولی پر مختصر تبصرہ ص ۱۸-۱۹ ناشر مجلس احرارِ اسلام قادیان)

۴ - ''جماعت احمدیہ نے تحریک پاکستان اور ان انتخابات میں مسلم لیگ کی جو تائید و حمایت کی اور انتخابات کے نتائج سامنے آئے اُن سے کانگریسی حلقے حیرت زدہ رہ گئے۔''

(تحریکِ پاکستان پر ایک نظر از ناظم جمیعتہ العلماء ہند ص ۴۵)

۵ - مولانا رئیس احمد جعفری صاحب نے لکھا:-

''مسلم لیگ کی مرکزیت پاکستان یعنی ایک آزاد اسلامی حکومت کے قیام کی تائید مسلمانوں کے یاس انگیز مستقبل پر تشویش، عامۃ المسلمین کی اصلاح و فلاح، نجاح و مرام کی کامیابی، تفریق بین المسلمین کے خلاف برہمی اور غصہ کا اظہار کون کر رہا ہے؟ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور جماعت حزب اللہ داعی اور امام الہند؟ نہیں پھر کون؟ وہ لوگ جن کے خلاف کفر کے فتووں کا پشتارہ موجود ہے جن کی نا مسلمانی کا چرچا گھر گھر ہے جن کا ایمان، جن کا عقیدہ مشکوک مشتبہ اور محل نظر ہے کیا خوب کہا ہے ایک شاعر نے

کامل اس فرقہ زہاد سے اٹھا نہ کوئی

کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے

(قائداعظم اور ان کا عہد ۴۲۰-۴۲۲)

دنیائے اسلام کے لئے خدمات

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ عالمِ اسلام کیلئے دلی تڑپ اور حمیّت رکھتے تھے۔ آپ کے وقت میں مسلمانوں کی سب سے بڑی حکومت ترکوں کی تھی۔ جن کیلئے آپ نے یہ کلمات خیر ارشاد فرمائے:-

''اگر ہمارے نزدیک اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ہی ہے اور خوانخواہ ضروری نہیں کہ ترکوں کی تعریف کریں یا کسی اور کی۔ مگر سچی اور حقیقی بات کے اظہار سے ہم رک نہیں سکتے۔ ترکوں کے ذریعہ سے اسلام کو بہت بڑی قوت حاصل ہوئی ہے دنیا

میں خدا تعالیٰ نے دو ہی گروہ رکھے ہوئے ہیں ایک ترک اور دوسرے سادات۔ ترک ظاہری حکومت اور ریاست کے حقدار ہوئے اور سادات کو فقر اور روحانی فیض کا مبداء قرار دیا گیا۔"

(الحکم ۲۴، نومبر ۱۹۰۱ء ص ۱-۳)

اس نمونہ کی پیروی میں جماعت احمدیہ نے ہمیشہ عالم اسلام کے مسائل کو اپنے مسائل جانا اور خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اُن کے حل کے لئے صحیح رہنمائی اور عملی کردار ادا کیا۔ خدمات کے اس دائرے میں حجاز مقدس، مصر، شام، فلسطین، عراق، ایران، ترکی، افغانستان اور انڈونیشیا سب شامل ہیں۔ یہاں ہم مسئلہ فلسطین کے حل کے لئے جماعت کی کوششوں کا اختصار سے ذکر کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی قیادت میں احمدیہ پریس اور جماعت کے مبلغین اور پوری جماعت کی تمام تر ہمدردیاں شروع ہی سے فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ رہی ہیں اور یہودیوں کی ناپاک سازشوں کے بے نقاب کرنے اور عرب مطالبات اور مفادات کی ترجمانی کا کوئی موقع انہوں نے فرد گزاشت نہیں کیا۔ چنانچہ فلسطینی مسلمانوں پر یہودی حملے کے خلاف ۱۴، ستمبر ۱۹۲۹ء کو قادیان میں زبردست احتجاج کیا گیا۔ فروری ۱۹۳۹ء میں جب قضیہ فلسطین کے سلسلہ میں عرب ممالک کی کانفرنس منعقد ہوئی تو سعودی عرب کے شہزادہ امیر فیصل اور دیگر عرب ممالک کے نمائندوں کا ایک تاریخی اجتماع مسجد احمدیہ لندن میں ہوا۔ ۱۶، مئی ۱۹۴۸ء کو اسلام دشمن استعماری طاقتوں کی پشت پناہی سے دنیائے اسلام کے سینے میں صیہونی حکومت کا زہر آلود خنجر پیوست کر دیا گیا۔ جماعت کے امام حضرت مصلح موعود نے اس المیہ پر ایک حقیقت افروز مضمون اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃ کے نام سے تحریر فرمایا۔ اس انقلاب انگیز مضمون کا تمام عرب ممالک شام، اردن وغیرہ میں زبردست خیر مقدم ہوا۔ شام ریڈیو نے اس کا خلاصہ نشر کیا اور چوٹی کے عرب اخبارات نے اس کے اقتباسات شائع کئے۔

افراد جماعت پر جاسوسی کا جھوٹا الزام

جماعت احمدیہ کا حکومت وقت کے بارے میں مسلک صاف اور سیدھا ہے احمدی جہاں کہیں ہوں اپنی حکومت کے وفادار ہوتے ہیں۔ اس بنیادی تعلیم کے ہوتے ہوئے کسی احمدی کے بارے میں جاسوسی کا الزام بجز جھوٹ کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت پر انگریزوں کی ایجنٹی کے عام طور پر لگائے جانے والے الزام کے ثبوت میں مخالف کوئی معین واقعہ پیش کرنے سے ہمیشہ قاصر رہے ہیں اس سلسلے میں

صرف ایک ہی ادھورا حوالہ ہے جو احمدیت کے خلاف لکھی جانے والی ہر کتاب میں دہرایا جاتا ہے۔

یہ حوالہ حکومت افغانستان کے محکمہ داخلہ کے اس بیان میں سے لیا جاتا ہے جو اس حکومت نے دو احمدیوں ملا عبدالرحیم چہار آسیا ی صاحب اور ملا انور علی صاحب کو ظلم و زیادتی سے دی جانے والی موت کی سزا پر پردہ ڈالنے کے لئے بطور جواز دیا تھا۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔

> ''مملکت افغانیہ کے مصالح کے خلاف غیر ملکی لوگوں کے سازشی خطوط اُن کے قبضہ سے پائے گئے تھے۔ جن سے پایا جاتا ہے کہ وہ افغانستان کے دشمنوں کے ہاتھ بک چکے تھے۔
>
> اس واقعہ کی تفصیل مزید تفتیش کے بعد شائع کی جائے گی۔''

(اخبار امان افغانستان کابل بحوالہ الفضل ۳، مارچ ۱۹۲۵ء)

اس تحریر کا آخری فقرہ ظاہر کرتا ہے کہ احمدیوں پر جاسوسی کا الزام ہنوز ثابت شدہ نہیں تھا اور مزید تحقیق ہونا باقی تھی جسے بعد میں شائع ہونا تھا لیکن یہ تفاصیل کبھی شائع نہیں کی گئی اور ایسا نہ کرنا ثابت کرتا ہے کہ یہ الزام ثابت نہیں ہو سکا تھا اور اُن مظلوم و بے گناہ احمدیوں کو محض مذہبی اختلافات کی بنا پر شہید کیا گیا تھا۔ جاسوسی کا الزام محض اس ظلم پر پردہ ڈالنے کیلئے تھا۔

ظلم پر ظلم یہ ہے کہ احمدیت کے سارے مخالف خواہ وہ مولوی ابوالحسن ندوی [1] ہوں کہ مولوی ابوالاعلیٰ مودودی [2] یا پروفیسر غلام جیلانی برق [3] یہ سب جب اس حوالے کو نقل کرتے ہیں تو آخری فقرہ کو اپنے ذاتی مفاد کے خلاف پا کر حذف کر دیتے ہیں اور یوں بددیانتی کا وہی معیار پیش کرتے ہیں جو ان بے گناہوں کے قاتلوں نے دکھایا تھا۔

---

[1] کتاب ''قادیانیت''۔

[2] کتاب قادیانی مسئلہ۔

[3] کتاب حرف محرمانہ۔

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے انگریز حکومت سے تعلقات کے باب میں جو نقطہ نظر پیش کیا وہ وقت گزرنے کے بعد کامیاب ثابت ہوا اور عام طور پر اس کے ہم رنگ طرز عمل کو قابل تعریف گردانا گیا اور بعد میں ویسے ہی خیالات کا عام طور پر اظہار ہونے لگا۔

ہاں بلا کسی سبب کے حضرت بانئ سلسلہ پر غیر ملکی طاقت کے ایجنٹ ہونے کا الزام لگانے سے آپ کی اُن انبیاء سے مماثلت ضرور پیدا ہو جاتی ہے جن پر ان کی اقوام نے اس سے پہلے ایسے الزام لگائے اور یوں یہ آپ کی صداقت کی ایک دلیل ٹھہرتی ہے۔

کامیاب نقطہ نظر

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے اسلامی تعلیمات کے مطابق انگریز حکومت کی جائز تعریف اور عدم شرائط کے سبب التوائے جہاد بالسیف کے فتویٰ کے ساتھ غلبہ اسلام کے لئے عملاً جہاد بالقلم کا جو نقطہ نظر اپنایا آج وقت گزر جانے کے بعد اس کی کامیابی کا اعتراف کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ گو ناقدین کی تنگ نظری انہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ اس حقیقت کا حضرت بانئ سلسلہ کے حوالے سے برملا اعتراف کریں یا آپ کی براہِ راست تعریف کریں لیکن جب وہ حضرت بانئ سلسلہ کے ان ہم عصر بزرگوں کی تائید و تعریف کرتے ہیں جو آپ کے ہم رنگ موقف کے حامل تھے تو یہ بالواسطہ طور پر اعتراف حقیقت کا درجہ ہی رکھتا ہے۔

اس بالواسطہ اعتراف کے ساتھ ساتھ حضرت بانئ سلسلہ کے نقطہ نظر کی کامیابی کا ایک اور رخ اس نظریہ کی عام قبولیت ہے۔ غیر ملکی حکومت سے تعلقات، جہاد بالسیف کی جگہ ضرورت زمانہ کے مطابق جہاد کرنے کی ضرورت کے بارے میں آج مسلم لیڈر اور علماء اس نقطہ نظر کو کلی طور پر اپنا چکے ہیں جو حضرت مسیح موعود نے پیش فرمایا تھا۔

تائید و تعریف

برصغیر کے وہ تمام مسلم علماء جو انگریز حکومت کو اولوالامر کہہ کر انگریز سے جہاد کے منکر رہے اور دفاع

اسلام میں بھی کوئی قابل ذکر مساعی نہ کی وہ آج بھی اُن تمام معزز اور محترم اور بزرگانہ القابات کے پوری طرح مستحق سمجھے جاتے ہیں اور یہ ہی بالواسطہ اس کا اعتراف ہے کہ جو کچھ انہوں نے کیا وہ صحیح تھا اور ایسا کرنا انہیں انگریز کا ایجنٹ نہیں بناتا۔

اس گروہ میں نمایاں شخصیت سر سید احمد خان صاحب کی ہے جنہوں نے ۱۸۵۸ء میں اپنی کتاب ''اسباب بغاوت ہند'' کے ذریعہ غدر میں شریک ہونے والوں کی سخت ترین الفاظ میں مذمت کی۔ جہاد کو حرام قرار دیا اور انگریزوں کی ہمدردی و اعانت کو اپنا اصول ٹھہرایا۔ اُن کی اس پالیسی کو سراہتے ہوئے آج کے ایک اہل قلم لکھتے ہیں:۔

> ''سرسید کے خلاف ان کے مخالفین کا سب سے بڑا حربہ یہ ہے کہ وہ ساری عمر برطانوی سامراج سے دوستی اور رفاقت کا حق ادا کرتے رہے اور اپنی قوم کو بھی اس کے خلاف نبرد آزما ہونے سے باز رکھا۔ وہ قوم جو زندگی کی صلاحیتوں سے بے نصیب اور حقائق سے روگردان ہو کر مدت سے جذبات کی رو میں بہتی چلی آرہی ہے اس کے گرم جوش حلقوں سے اس قسم کا الزام بعید از قیاس نہیں لیکن تاریخ کے اٹل حقائق کی روشنی میں ذرا سنجیدگی سے سوچئے کہ اگر سرسید اعتدال کی اس راہ کو اختیار نہ کرتے تو ہمارا حشر کیا ہوتا۔ سرسید کی عقابی نگاہوں نے بھانپ لیا تھا کہ مسلسل آرام کوشیوں اور عیاشیوں کے باعث جس قوم نے اپنی صدیوں کی سلطنت کے ساتھ زندگی کی متاع عزیز کو بھی ہار دیا اس کا نئے حکمرانوں سے جو پہلے ہی جوشِ انتقام میں اس کی رگ حیات کاٹ دینے پر تلے ہوئے بیٹھے تھے لڑائی مول لینا موت اور خودکشی کو دعوت دینے سے کم نہیں۔۔۔۔۔
> قومی ہلاکت کی اس فضا میں انسانی فراست کا یہ کتنا بڑا معجزہ ہے کہ سرسید کا قلم دلائل و براہین کی پوری قوت سے مسلح ہو کر حرکت میں آیا اور اس نے برطانوی حکومت پر واضح کیا کہ مسلمانوں کو اپنا ازلی دشمن سمجھنا نہ صرف غلط فہمی پر مبنی ہے بلکہ بدیانتی بھی۔''

(تحریر غلام احمد پرویز صاحب مندرجہ ماہنامہ ''طلوع اسلام'' لاہور دسمبر ۱۹۵۹ء)

پس حقیقت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ حضرت بانئی سلسلہ احمدیہ نے انگریز حکومت کے باب میں جو کچھ فرمایا اور عملاً کیا وہ بجائے کسی اعتراض کے اسی طرح تعریف کا مستحق ہے جس طرح اس کے ہمرنگ

طرزِ عمل کو عقاب نگاہی اور فراست کا معجزہ قرار دیا جاتا ہے۔

نقش قدم پر

جہاد کی اصل روح، غیر ملکی حکومت سے تعلقات کی نوعیت، ضرورت زمانہ کے مطابق جہاد کی فرضیت کے بارے میں جو کچھ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے فرمایا آج اس کو پورے طور پر اپنا کر مسلم زعماء خود انہی باتوں کا پرچار کر رہے ہیں۔ اس باب میں چند حوالے ہم بلاتبصرہ درج کرتے ہیں۔

۱ - ''یہ درست ہے کہ انگریز کے زمانے میں اُن کے خلاف اعلان جہاد خلافِ مصلحت تھا اس لئے کہ ہمارے پاس ٹوٹی ہوئی لاٹھی بھی نہیں تھی۔''

(حرفِ محرمانہ از پروفیسر غلام جیلانی برق ص۱۹۹)

۲ - ''ھٰؤُ لا ء علیھم ان یقو موا بمایجب علیھم من حدمة دینھم و اتباع ماامر اللّٰہ سبحانہ و تعالٰی و نحن لاندعو ھٰؤُ لاء الاخوان ان یثوروا فی و جہُ دُوَلِھم وان یقوموا بماھو خارج عن النظام ولکن ان رحمکوا کتاب اللّٰہ وسنة رسولہٖ فیما بینھم وفی نیاتھم وَعقائد ھم وان لسالموامن سالمھم والا یکونوا عنصراً ھداماً اَوْمخرباً''

(تقریر شاہ فیصل مندرجہ ''ام القریٰ'' مکہ معظّمہ ۲۴، اپریل ۱۹۶۵ء بحوالہ تبصرہ از ابو قیصر آدم خان صاحب ص۴۳۹ ربوہ ۱۹۷۶ء)

ترجمہ: ان (غیر مسلم حکومتوں میں رہنے والے مسلمانوں) پر جو خدمت دین اور اللہ تعالیٰ کے اوامر کی اتباع واجب ہے انہیں اسے ادا کرنا چاہیئے۔ ہم ان بھائیوں کو ہرگز یہ نہیں کہتے کہ اپنی حکومتوں کے نظام کے خلاف کھڑے ہو جائیں اور بغاوت کریں۔ ہاں انہیں باہمی طور پر اپنے عقائد اور نیتوں کی حد تک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت نبویؐ کو حکم ٹھہرانا چاہیئے۔ نیز جو حکومتیں انہیں امن دیتی ہیں انہیں ان سے صلح سے رہنا چاہیئے۔ وہ اپنے ممالک میں نظام توڑنے والے یا تخریبی عنصر ہرگز نہ بنیں۔

۳ ۔ ”یہ جہاد بالقلم کا دور ہے آج قلم کا فتنہ بڑا پھیل گیا ہے آج قلم کے ساتھ جہاد کرنے والا سب سے بڑا مجاہد ہے۔“

(تحریر مولانا زاہد الحسینی مندرجہ ماہنامہ خدام الدین لاہور۔ یکم اکتوبر ۱۹۶۵ء بحوالہ تبصرہ از ابو قیصر آدم خان صاحب ص ۴۴۰ ربوہ ۱۹۷۶ء)

۴ ۔ ”انکم ایها الاخوة الکرام مدعوون لترفعوا عَلَمَ الجهاد فی سبیل اللّٰه ولیس الجهاد هو فقط حمل البندوقه اوتجرید السیف وانما الجهاد هوالدعواة الیٰ کتاب اللّٰه وسنة رسوله والمسک بهاوالمثابره علی ذٰلک مهما اعترضنا المشاکل اوالمصائب اوالمتاعب“

(تقریر شاہ فیصل مندرجہ ”ام القریٰ“ مکہ معظمہ ۲۴، اپریل ۱۹۶۵ء بحوالہ تبصرہ از ابو قیصر آدم خان صاحب ص ۴۳۸)

ترجمہ: اے معزز بھائیو! تم سب کو جہاد فی سبیل اللہ کا علم بلند کرنے کے لئے بلایا گیا ہے۔ جہاد صرف بندوق اٹھانے یا تلوار بے نیام کرنے کا نام نہیں بلکہ جہاد تو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول مقبولؐ کی سنت کی طرف دعوت دینے، ان پر عمل پیرا ہونے اور ہر قسم کی مشکلات، دقتوں اور تکالیف کے باوجود استقلال سے ان پر قائم رہنے کا نام ہے۔

۵ ۔ ”باز در عالم بیا ایام الصلح
جنگ جویاں را بده پیغام صلح“

(شاعر مشرق علامہ محمد اقبال)

دلیل صداقت

مضمون کے اب تک کے جائزہ سے یہ حقیقت پورے طور پر روشن ہو جاتی ہے کہ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ پر انگریز کی ایجنٹی کا الزام محض جھوٹ اور برخود غلط ہے آپ کے مخالف کمال بددیانتی سے اس الزام تراشی کے لئے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی انگریز کے مفاد کے خلاف تمام سرگرمیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور صرف آپ کی چند تحریروں کو ان کے واقعاتی پس منظر سے ہٹا کر محل اعتراض بناتے ہیں۔

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے انگریزوں کے بارے میں جو کچھ فرمایا اور عملاً جو رویہ رکھا وہ کلی طور پر قرآنی تعلیمات اور سنت رسول ﷺ کے مطابق تھا اور اس پر حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کا یہ قول کہ ''جو قیصر کا ہے قیصر کو دو'' پورے طور پر صادق آتا تھا۔ اس طرح جہاد بالسیف کے بارے میں آپ کی تعلیم قرآن وحدیث کے عین مطابق ہونے کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کو پورا کرنے والی تھی۔

اتنے موثر اور وقیع حوالوں کے ساتھ کئے جانے والا عمل ہرگز کسی اعتراض اور الزام کا متحمل نہیں ہوسکتا تھا لیکن اس کے باوجود آپ پر غیر ملکی حاکموں کے ایجنٹ ہونے کا الزام لگایا جانا خدا تعالیٰ کے ان فرستادوں کے ساتھ آپ کے مماثلت ظاہر کرتا ہے جن کے بارے میں ان کے مخالفین کے اس قسم کے الزام کا قرآن کریم میں ذکر ہے اور یوں یہ اعتراض بالواسطہ طور پر خود آپ کی صداقت کی دلیل ٹھہرتا ہے۔

مخالفین احمدیت نے جو الزام حضرت مسیح موعود پر لگایا وہی اعتراض آقا ومطاع آنحضرت ﷺ پر کیا گیا تھا۔ چنانچہ قرآن کریم میں کفار کے اس اعتراض کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ '' ط (سورہ نحل ۱۰۴)

ترجمہ: ہم یہ جانتے ہیں کہ کفار یہ کہتے ہیں کہ یہ باتیں انسانی کلام ہیں جو محمد رسول ﷺ کو کوئی اور انسان سکھاتا ہے۔

قرآن کریم میں ذکر کردہ کفار کے اس الزام پر مخالفین اسلام نے بڑی رنگ آمیزی کی ہے۔ مثلاً ریورنڈ وہیری اس آیت کے حوالے سے اپنی تفسیر القرآن میں لکھتا ہے کہ

''اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد صاحب کے ہمسائے غیر مذاہب کے لوگوں سے مدد حاصل کرنے کا الزام ان پر لگایا کرتے تھے۔''

(وہیری کا ترجمہ وتفسیر القرآن بزباں انگریزی جلد۳ ص ۴۱-۴۲)

اسی طرح قرآن کریم [1] میں خدا تعالیٰ کے انبیاء حضرت صالحؑ اور حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے میں بھی اُن کے مخالفین کا یہ اعتراض دہرایا گیا ہے کہ وہ دوسروں کے ایجنٹ تھے۔ غرضیکہ خدا تعالیٰ کے فرستادوں کو دوسروں کا ایجنٹ کہنا ان کے مخالفین کے ہاں عام ہے اور اس الزام کا جھوٹ ہونا اس مقدس گروہ کے افراد کے ہاں قدر مشترک ہے۔ فھو المراد

[1] سورۃ شعراء ۱۵۴ اور ۱۸۶۔

کتابیات

کتب حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ

۵۸- مجموعہ مکتوبات جلد سوم ۲۱۴

۵۹- ملفوظات جلد اوّل ۴۶، ۲۰۲، ۲۵۷، ۲۸۲، ۳۱۰، ۳۱۰-۳۱۱

۶۰- ملفوظات جلد دوم ۲۰۱، ۲۷۷، ۳۰۴-۳۰۵، ۳۰۶

۶۱- ملفوظات جلد سوم ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴

۶۲- ملفوظات جلد ہشتم ۲۹۴، ۳۰۰

۶۳- ملفوظات جلد دہم ۴۱۷

کتبِ سلسلہ

۶۴- الکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّ احِدَ اۃ۔ ازحضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب۔ ۴۲۰

۶۵- سیرۃ المہدی حصہ اوّل۔ ازحضرت مرزا بشیر احمد صاحب۔ ۲۰۳، ۳۸۲، ۳۸۶-۳۸۷

۶۶- سیرۃ المہدی حصہ دوم۔ ازحضرت مرزا بشیر احمد صاحب۔ ۲۱۴، ۲۶۹-۲۷۰

۶۷- انگریز اور بانئ سلسلہ احمدیہ۔ ازحضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب ۱۹۵۴ء۔ ۶۵، ۸۹، ۹۰، ۹۲، ۹۳، ۹۴-۹۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۱۰-۱۱۱، ۱۷۹، ۲۹۰، ۳۷۹

۶۸- حیاتِ احمد جلد اوّل نمبر سوم۔ ازحضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی۔ ۲۱۳

۶۹- آئینہ حق نما۔ ازحضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی۔ ۳۹۷

۷۰- ذکرِ حبیب ازحضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب۔ ۲۰۴، ۲۳۵

۷۱- سیرتِ احمد ازحضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری۔ ۲۰۵، ۲۵۶

۷۲- تاریخ احمدیت جلد اوّل۔ ازمولانا دوست محمد صاحب شاہد۔ ربوہ ۱۹۶۱ء۔ ۱۲۳، ۲۱۳، ۳۸۳

۷۳- تاریخ احمدیت جلد دوم۔ ازمولانا دوست محمد صاحب شاہد۔ ربوہ ۱۹۵۹ء۔ ۱۷۸، ۲۱۶-۲۱۷، ۲۵۷، ۲۷۱، ۳۸۳، ۳۸۴

۷۴- تاریخ احمدیت جلد سوم۔ ازمولانا دوست محمد صاحب شاہد۔ ربوہ ۱۹۶۲ء۔ ۲۰۳، ۲۰۵، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۸

۷۵- تاثراتِ قادیان مرتبہ ملک فضل حسین صاحب۔ ۲۲۸

دیگر کتب

(ترتیب بمطابق حروف تہجی نام مصنفین)

۷۶- مسئلہ خلافت اور جزیرہ عرب۔ ازابوالکلام آزاد (مولانا) خیابان عرفانی لاہور۔ ۳۳۹، ۳۴۰-۳۴۱

۷۷- نصرت الابرار۔ ازاحمد رضا خاں بریلوی (مولوی) لاہور ۱۸۸۸ء۔ ۱۶۲

۷۸- صراطِ مستقیم۔ ازاشرف علی تھانوی (مولوی)۔ ۱۵۳

۷۹- قادیانی مذہب۔ ازالیاس برنی۔ناشر شیخ محمد اشرف۔بار ششم۔ ۲۴۹، ۲۵۲، ۲۵۶، ۲۶۵، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۸۱، ۲۸۳، ۲۸۷، ۲۸۹، ۲۹۶، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۴، ۳۰۷، ۳۱۲، ۳۱۶، ۳۱۹، ۳۲۲، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۴، ۳۶۳، ۳۶۴

۸۰- رپورٹ انجمن حمایت اسلام ۱۹۰۳ء۔ انجمن حمایت اسلام لاہور۔ ۱۶۳، ۱۷۰

۸۱- ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب۔ انجمن حمایت اسلام لاہور۔ ۲۲۸

۸۲- ضربت عیسوی۔ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور ۱۹۰۳ء۔ ۲۳۰

۸۳- شیر پنجاب ازتلسی رام ۱۸۷۳ء۔ ۲۷۷

۸۴- تحقیق الجہاد ازچراغ علی (مولوی) ۱۵۲

۸۵- داستان تاریخ اُردو ازحامد حسین قادری۔ ۱۶۲

۸۶- رپورٹ تحقیقات عدالت برفسادات پنجاب ۱۹۵۳ء حکومت پنجاب۔لاہور۔ ۴۰۰، ۴۰۰-۴۰۱

۸۷- نقش حیات جلد دوم ازحسین احمد مدنی (مولوی) ۱۸۱

۸۸- اسلام کا نظریہ جہاد ازحیدر زماں صدیقی۔کتاب منزل لاہور۔ ۳۳۹

۸۹- سید عطاءاللہ شاہ بخاری ازخان کابلی۔لاہور جون ۱۹۴۰ء۔ ۱۸۱، ۴۰۱

۹۰- حیات جاوید (جلد اوّل) ازخواجہ الطاف حسین حالی۔ ۱۵۸

۹۱- مسدّس مدّ وجزرِ اسلام ازخواجہ الطاف حسین حالی۔ ۴۰۴، ۴۱۱

۹۲- شیخ سنوسی — ازخواجہ حسین نظامی۔ — ۱۸۱

۹۳- اشارات فریدی حصّہ دوم — ازخواجہ غلام فریدؒ
مفیدعام پریس آگرہ ۱۳۲۰ھ۔ — ۲۴۷

۹۴- تاریخ بشارت الہندو پاکستان۔ — ازخورشید عالم (پادری)
پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی۔ — ۸۹، ۹۱، ۱۰۴-۱۰۵، ۲۲۰

۹۵- بہادرشاہ ظفر اوران کا عہد — ازرئیس احمد جعفری۔ — ۱۲۲

۹۶- کاروانِ گم گشتہ — ازرئیس احمد جعفری۔ — ۱۳۸-۱۳۹، ۱۳۹

۹۷- قائداعظم اوران کا عہد — ازرئیس احمد جعفری۔ — ۴۱۹

۹۸- اسباب بغاوت ہند — ازسرسیّداحمد خان۔
(طبع اوّل) ۱۸۵۸ء۔ — ۴۳، ۹۷، ۱۴۵-۱۴۶، ۱۵۶

۹۹- مجموعہ لیکچرہائے آنریبل ڈاکٹر۔ — سرسیداحمد خاں بہادر۔
ساڈھورادسمبر ۱۸۹۲ء۔ — ۱۶۴، ۱۶۵

۱۰۰- سود — ازسیدابوالاعلیٰ مودودی (مولوی)
مکتبہ جماعت اسلامی لاہور (طبع اوّل) — ۱۸۲

۱۰۱- الجہاد فی الاسلام — ازسیدابوالاعلیٰ مودودی (مولوی) لاہور ۱۹۴۸ء۔ — ۲۷۴، ۳۵۱

۱۰۲- قادیانی مسئلہ — ازسیدابوالاعلیٰ مودودی (مولوی) — ۴۲۱

۱۰۳- قادیانیت — ازسیدابوالحسن ندوی (مولوی) — ۴۳، ۱۰۰، ۲۲۹، ۴۲۱

۱۰۴- سیرت سیداحمد (حصہ اول) — ازسیدابوالحسن ندوی (مولوی) — ۱۲۷

۱۰۵- تحریک قادیان — ازسید حبیب سابق مدیر سیاست دہلی
مقبول عام پریس ۱۹۳۳ء — ۱۰۲، ۲۲۶

۱۰۶- نورِایمان — ازسید خیرات احمد وکیل (خان بہادر)
کاظم بک ڈپو دہلی — ۱۸۵-۱۸۶

۱۰۷- حیات شبلی — ازسید سلیمان ندوی ۱۹۴۳ء۔ — ۱۷۹، ۱۸۴، ۱۹۰

۱۰۸ - سیرۃ النبی (جلد نمبر ۵) — از سید سلیمان ندوی ۱۹۵۲ء۔ — ۳۴۱

۱۰۹ - علمائے حق اور ان کے کارنامے — از سید محمد میاں (مولانا)۔ — ۴۵، ۷۰، ۲۵۳-۲۵۴، ۴۰۸

۱۱۰ - مقالات شبلی — از شبلی نعمانی (مولانا) طبع معارف اعظم گڑھ۔ — ۱۸۰

۱۱۱ - ترکوں پر اپنوں کے فرضی مظالم — از شیخ عبدالقادر بیرسٹر مجلس خلافت ۱۹۲۵ء۔ — ۱۳۶

۱۱۲ - سید عطاءاللہ شاہ بخاری — از شورش کاشمیری۔ — ۱۰۱، ۱۵۳، ۱۷۸، ۴۰۲

۱۱۳ - خطبات احرار — مرتبہ شورش کاشمیری۔ — ۴۰۱

۱۱۴ - ترجمان وہابیہ — از صدیق حسن خان (مولوی) حقانی بکڈپو امرتسر۔
۱۲۵، ۱۲۷-۱۲۸، ۱۳۱، ۱۳۷، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۰-۱۵۱،
۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴-۱۵۵، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۱، ۱۶۶، ۱۷۱، ۳۵۹

۱۱۵ - بہارستان — از ظفر علی خان (مولوی)۔ — ۱۸۸

۱۱۶ - ارمغانِ قادیان — از ظفر علی خان (مولوی)۔ — ۲۵۴

۱۱۷ - مجموعہ فتاویٰ (جلد دوم) — از عبدالحیٔ لکھنوی (مولوی) ۱۳۱۱ھ۔ — ۱۵۳

۱۱۸ - تاریخ اسلام — از عبدالرحمٰن شوق، ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور۔
چوبیسواں ایڈیشن ۱۹۶۷ء۔ — ۵۶، ۱۳۶، ۴۰۵

۱۱۹ - الحیات بعد الممات — از عبدالغفار سلفی (حافظ) مکتبہ شعیب کراچی۔ — ۱۳۷، ۱۴۶

۱۲۰ - سیرۃ ثنائی — از عبدالمجید سوہدروی (مولوی)۔ — ۱۷۸، ۳۹۶

۱۲۱ - موعظہ تقیہ — از علی الحائری (مولوی) کتب خانہ حسینیہ لاہور طبع سوم ۔۱۸۵

۱۲۲ - خطِ شکاگو — از عماد الدین (پادری)۔ — ۱۰۹

۱۲۳ - توزین الاقوال — از عماد الدین (پادری)۔ — ۳۷۴

۱۲۴ - حرفِ محرمانہ — از غلام جیلانی برق (پروفیسر)۔ — ۴۲۱، ۴۲۲

۱۲۵ - ۱۸۵۷ء — از غلام رسول مہر (مولانا)۔ — ۱۳۴

۱۲۶ - تازیانہ عبرت۔ از کرم دین دبیر (مولوی) مسلم پرنٹنگ پریس لاہور۔ ۴۶، ۱۷۰، ۱۷۶-۱۷۷، ۳۹۵

۱۲۷ - شمشیر خالصہ (حصہ سوم) — از گیان سنگھ گیانی (بھائی) ۱۸۹۲ء۔ — ۱۲۳

۱۲۸ - تذکرہ رؤسائے پنجاب　　ازلیپل گریفن (سر) اور کرنل میسی
سرکاری اردو ترجمہ ۱۹۴۱ء۔　　۱۲۳، ۱۴۲، ۳۸۲
۱۲۹ - مسلم لیگ اور مرزائیوں کی آنکھ مچولی پر مختصر تبصرہ۔　مجلس احرارِ اسلام قادیان۔　۴۱۹
۱۳۰ - موجِ کوثر　　ازمحمد اکرم شیخ　اردو بک اسٹال لاہور۔　۱۷۸
۱۳۱ - باقیاتِ اقبال۔　ازمحمد اقبال (علامہ) نقوش پریس لاہور ۱۹۶۶ء۔ ۱۶۹-۱۷۰، ۱۷۴، ۱۸۹، ۱۹۰
۱۳۲ - ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر　ازمحمد اقبال (علامہ)　انجمن معین الاسلام لاہور ۱۹۱۰ء۔ ۳۹۷
۱۳۳ - مکاتیب اقبال (حصہ دوم)　ازمحمد اقبال (علامہ)۔　۳۹۷
۱۳۴ - حیاتِ سید احمد شہیدؒ　ازمحمد جعفر تھانیسری (مولانا)۔　۱۲۴، ۱۴۹، ۱۵۷، ۱۸۴
۱۳۵ - سوانح احمدی　ازمحمد جعفر تھانیسری۔ (مولانا) اسٹیم پریس لاہور
۱۲۵، ۱۲۵-۱۲۶، ۱۲۶، ۱۲۷
۱۳۶ - تاریخ عجیب عرف کالا پانی　ازمحمد جعفر تھانیسری (مولانا) صوفی بکڈپو
منڈی بہاؤالدین۔　۱۲۵، ۱۴۹، ۱۵۷، ۱۶۶، ۲۷۷
۱۳۷ - الاقتصاد فی المسائل الجہاد　ازمحمد حسین بٹالوی (مولوی) ۱۸۷۶ء۔　۱۴۶، ۱۵۳، ۱۵۵، ۳۶۰
۱۳۸ - اشاعت القرآن　ازمحمد عبداللہ چکڑالوی (مولوی) ۱۳۲۰ھ۔　۱۶۲، ۱۶۹
۱۳۹ - تذکرۃ الرشید　ازمحمد عاشق الٰہی (مولانا) مکتبہ عاشقیہ میرٹھ (بار دوم) ۱۵۷
۱۴۰ - اقتراب الساعۃ　ازمحمد نور الحسن نواب (مولوی) سید المطابع بنارس ۱۳۰۹ء۔　۳۰۹
۱۴۱ - حیات طیبہ　ازمرزا حیرت دہلوی۔　۱۲۴-۱۲۵، ۱۲۶
۱۴۲ - بہاولپور کی سیاسی تاریخ　ازمسعود حسن شہاب۔　۱۳۸
۱۴۳ - ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک　ازمسعود عالم ندوی۔　۱۴۸، ۱۷۷، ۲۷۶
۱۴۴ - جہاد　ازمنشی امیر علی کلکتہ۔　۱۵۲
۱۴۵ - شہادت قرآنی　ازمنشی محمد عبداللہ اسلام اسٹیم پریس ۱۹۰۵ء۔ ۱۷۶، ۳۹۵
۱۴۶ - احمدیہ تحریک　ازملک محمد جعفر خان ایڈوکیٹ سندھ ساگر اکیڈمی لاہور۔　۴۰۶

۱۴۷ - ۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی واقعات وحقائق از میاں محمد شفیع مکتبہ جدید لاہور ۱۹۵۷ء۔ ۵۶، ۵۷،
۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۱۰۰، ۱۲۲، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۹، ۱۴۰

۱۴۸ - تحریکِ پاکستان پر ایک نظر — از ناظم جمعیت العلمائے ہند۔ ۴۱۹

۱۴۹ - مجموعہ لیکچرز — از نذیر احمد دہلوی (شمس العلماء) ۱۸۹۰ء۔ ۱۶۷، ۱۶۸

۱۵۰ - فتاویٰ نذیریہ — از نذیر حسین دہلوی (مولوی) دل پرنٹنگ پریس۔ ۱۵۲

۱۵۱ - دیباچہ تفسیر القرآن — از نور محمد نقش بندی چشتی (مولوی) دہلی ۱۹۳۴ء۔ ۱۰۳، ۲۲۹

۱۵۲ - صحیفہ زرین — مطبوعہ نولکشور پریس لکھنو ۱۸۹۲ء۔ ۱۳۰، ۱۳۸، ۱۷۱

۱۵۳ - حیات عثمانی — مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد دکن۔ ۱۳۲

۱۵۴ - تاریخ ہندو پاکستان (حصہ دوم)۔ ۱۲۳

۱۵۵ - مولانا محمد احسن نانوتوی۔ ۱۷۱

156. Why not Islam? by Frank Balled London 1919. 114-115

157. Christianity the Worldwide Religion
by John Henry Barrows 1896-97. 113-114,114

158. The Missions of C.M.S in Punjab and Sind, by Robert Clark, London,1885. 67-69,76,90,90-91,110

159. The Missions of the Church Missionary Society, by Robert Clark, London, 1904. 72,72-73,73-74,74-75,92,92-93,93,93-94,101,105,107,410

160. Mirza Ghulam Ahmed by H.D. Griswold, London,1902. 373

161. Indian Musalmans by Dr.W.W.Hunter 1871.
128,144,151,152,366

162. Christianity in a Revolutionary Age,(Vol III),
by Kenneth Scott Lotourette, London,1961.
79,79-80,87-88,88,96,103,104,105,108

163. Life of Mahomet, by Sir William Muir, London 1887. 91,350

164. Islam under the Arab Rule, by Maj. Osborn, London. 350-351

165. Sixty years of Congress, by Sita Pal, Lahore, 1946. 183

166. The Break-up of British India,
by B.M.Pondly, London 1965. 75

167. Turning the World Upside Down--A Century of Missionary Endeavours, by A.Pulleng & 5 others, U.K.1972.
80,83,84,95-96,111,112

168. History of Indian National Congress, by B.P.Sita Ramayan, 1935. 183

169. History of Missions, by J.Richard, London,1908. 98

170. The Church in the Eighteenth Century,
by H.Daniel Ropes, London,1964. 81-82,85

171. History of Protestant Missions in India,
by Rev. M.A.Sherring, London,1875. 66-67,85,99-100

172. Life of Lord Lawrence,(Vol. II), by R.B.Smith,
London,1883. 73

173. Geography of Religions, by David E. Sopher,
New Jersey, U.S.A, 1967. 77-78

174. Islam, by Prof. A.S.Turton, London, 1951. 380

175. The Ahmadiyya Movement, by H.A.Walter,
London,1918. 234

176. Comprehensive Commentary on the Quran,(Vol.3), by E.M.Wherry, London,1896. 426

177. Our Missions in India, by Merris Wherry, Boston, U.S.A,1926. 89

178. The Men Who Ruled India- the Guardians, by Philip Woodruff, London,1963. 71

179. The Men Who Ruled India-the Founders, by Philip Woodruff, London,1963. 75-76,101

180. Cambridge Shorter History of India, Cambridge, 1934. 69,69-70,88

181. Encyclopaedia Britannica, Vol.5, London,1970. 82

182. Encyclopaedia Britannica, Vol.7, London,1970. 66

183. Encyclopaedia Britannica, Vol.9, London,1970. 71

184. Encyclopaedia Britannica, Vol.12, London,1970. 55,59,60,82-83,88-89,241

185. Encyclopaedia Britannica, Vol.14, London,1970. 95

186. Encyclopaedia Britannica, Vol.15, London,1970. 77,79,83-84,84-85,86,91

187. Encyclopaedia of Sikh Literature, 276

188. Hasting's Encyclopaedia of Religions, Vol,8. 78,102

189. The Official Report of the Missionary Conference of the Anglican Communion 1894. 224-225

اخبار و رسائل

تحریر گزار

نام : جمیل احمد بٹ

نام والد : مکرم خواجہ عبدالرحیم صاحب مرحوم
ابن حضرت مولوی جان محمد صاحب
آف ڈسکہ رفیق حضرت مسیح موعود

نام والدہ : مکرمہ سعیدہ بیگم صاحبہ مرحومہ
بنت حکیم محمد دین صاحب مرحوم

جائے سکونت : کراچی

تعلیم : بی کام ، F.C.M.A.

پیشہ : پرائیویٹ سروس

شعبہ : حساب کتاب

مشاغل : فکرِ معاش، جستجوئے علم اور
خدمت دین میں کچھ کوشش

"یہ مقالہ مسلم ہندوستان میں برطانوی راج اور مسلمانوں کے انکے ساتھ تعلقات کے موضوع پر حوالہ جات کے لئے ایک مفصل اور مستند دستاویز ہے جو مقالہ نگار موصوف کے ذاتی مطالعہ، شوق اور محنت کا شاہکار ہے۔ ہر چند کہ آپ اپنے شعبہ کے لحاظ سے اکاؤنٹس کے ماہر ہیں مگر نفس مضمون کے جملہ پہلوؤں کا جس طرح آپ نے احاطہ کیا اور بالخصوص بعض الزام تراشیوں کا جس باریکی سے محاسبہ کیا ہے اس سے انکی حسابی مہارت مزید مسلّم ہوگئی ہے۔ مثال کہ طور پر بانی جماعت احمدیہ کے انگریزوں کے ساتھ تعلقات کے پس منظر پر تفصیلی روشنی سے یہ مضمون خوب کھل کر سامنے آگیا ہے۔ جس سے اس بارہ میں ہونیوالے اعتراضات کی دھول چھٹ جاتی ہے۔ اسی طرح جہاد کے موضوع پر مختلف پہلو سے نہایت ضروری مواد بھی جمع ہوگیا ہے جسے آج کل عام کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ تصنیف 1981ء میں فضل عمر فاؤنڈیشن میں انعامی مقالہ کا اعزاز حاصل کر چکی ہے۔ مگر موضوع کی ضرورت اور اہمیت کے لحاظ سے موجودہ حالات میں اسکی اشاعت یقیناً مفید ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مکرم جمیل احمد بٹ کو اس مساعی کی احسن جزاء عطا فرمائے۔ اور اسے نافع الناس بنائے۔ آمین"

حافظ مظفر احمد